

الْمُتَبَرِّوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

طه اَوَّل

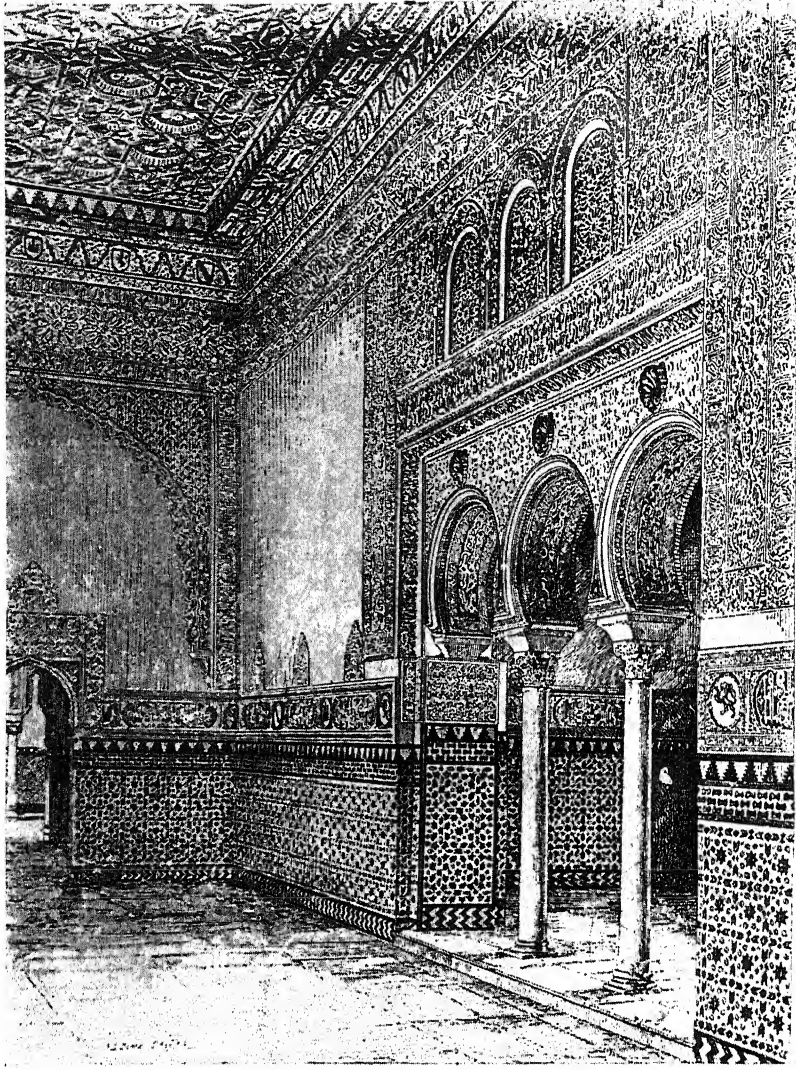
# خلافتِ مسالک



ملک سپین من عربون کی پشت صدر حکومت  
مصنّف عالی جناب طائب و القدر جناب و اکرام امیر طائب  
اعظم اول جباری بلده فرقه بنیاد حیدر آباد تبرکات کبیر علی علیہ السلام

باہتمام محمد قاسم

قاسم پرین دکن میں رونق طبع پائی



اشبیلیہ کی القصر کا ایک دالان



فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

جلد اول

خلافتِ اہلسنی

سنی

ملک اسپین میں عربوں کی ہشت صد حکومت  
مصنف علی بن ابی طالب ذوالقدر جنگ ہند ایم ای سربراہ  
ماظم اول فوج جداری بدہ فرخندہ بنیاد حیدر آباد ترجم کتاب کیا ولی علم

باہتمام محمد قاسم

قاسم پریس دکن میں رونق طبع پائی

# فہرست مضامین خلافت اندلس حصہ اول نمبر صفحہ

۲۰ تا ۱

## دیب چہ باب اول

اندلس کی ابستدائی حالت مختلف اقوام۔ اولن کا عروج اور منزل۔ عربوں کی آمد۔

## باب دوم

۲۹ تا ۲۴

عیسائیوں کا موسیٰ ابن نصیر کے پاس آنا۔ اندلس کی فتح کا قصد طارق کا اندلس میں داخل ہونا۔ تدمیر کے ساتھ جنگ جنگ البھرا۔ جنگ وادی لکہ۔ ولین۔ عربوں کی فتوحات۔

## باب سوم

۳۰ تا ۳۷

موسیٰ ابن نصیر کا اندلس میں داخل ہونا اور اسکی فتوحات طارق سیلاقات طارق کی معزلی طارق کا بحال ہونا عربوں کا فرانس میں داخل ہونا عبدالعزیز کی فتوحات خلیفہ کا حکم موسیٰ کو نام۔ موسیٰ کا شام میں ہونا خلیفہ سلیمان کی تخت نشینی موسیٰ کا انتقال۔ عبدالعزیز کا قتل۔ خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز۔ ایوب اور بحر اور السج کا یکے بعد دیگرے والی سفر ہونا عبدالرحمن غنیمہ کا والی مقرر ہونا امیر عذرہ وغیرہ

## باب چہارم

۷۵ تا ۹۱

قوم بربر کا افریقہ اور اندلس میں بغاوت کرنا عبدالملک ابن قطن کا اول سے شکست کھانا جنگ امراء ابن سلامہ۔ یوسف الفہری کا انتظام۔ خلیفہ مروان بن محمد بن مروان۔ بنی عباسیہ کی بغاوت۔

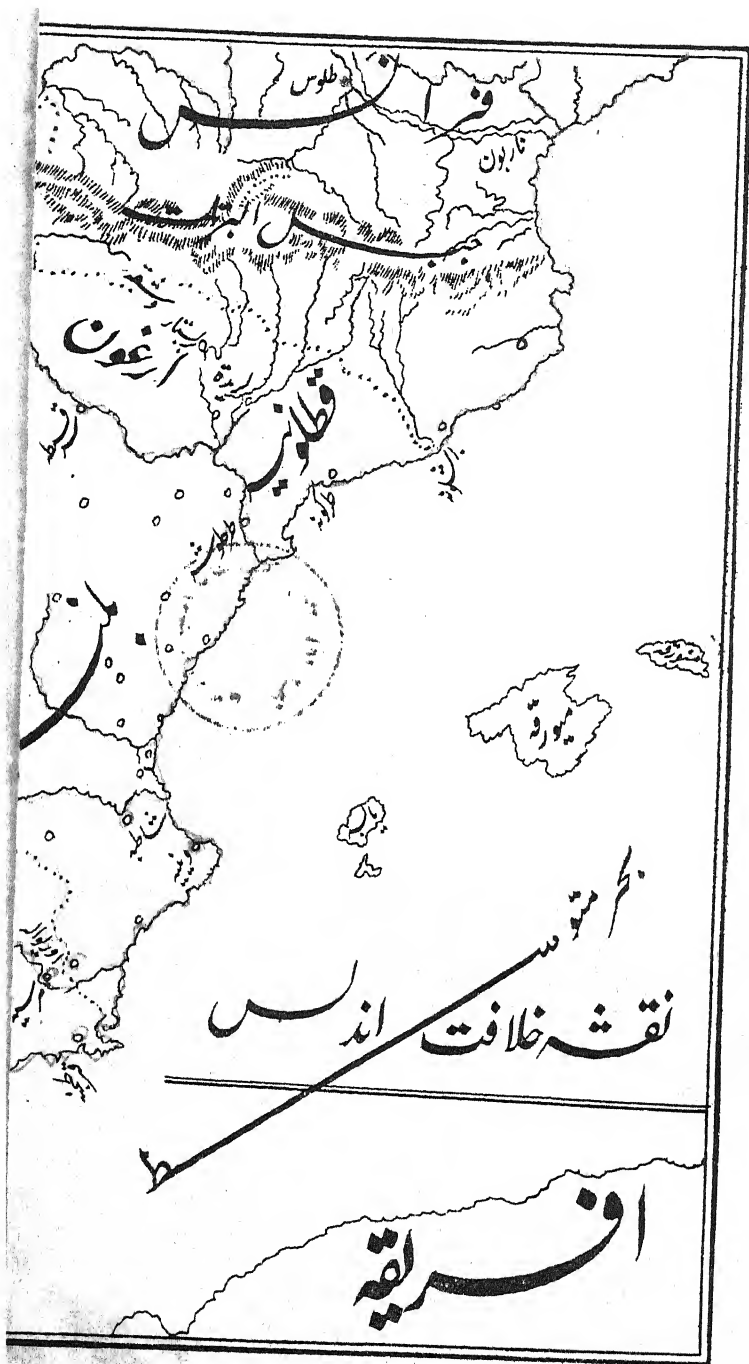
## باب پنجم

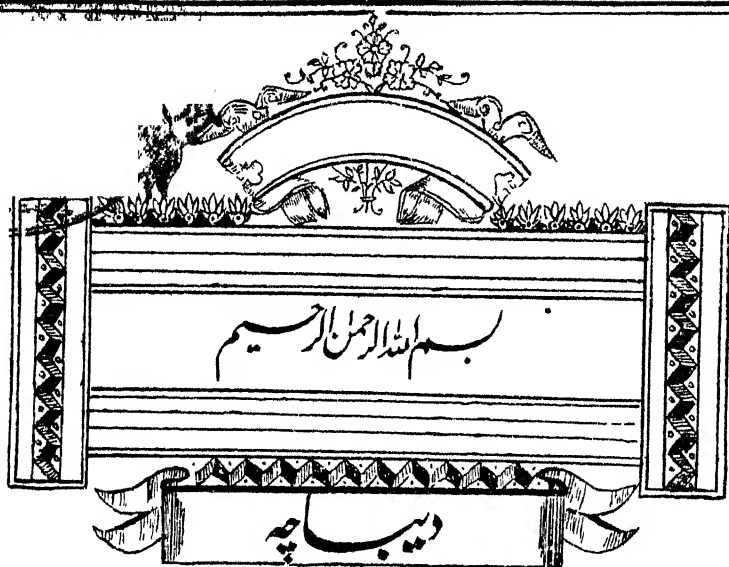
۲ تا ۱۰۵

بنی عباسیہ کی کامیابی سلطنت امیہ کا خاتمہ۔ مروان کے انتقال کے بعد عبدالرحمن بن معاویہ کا فساد ہونا اسکا تعاقب کیا جانا۔ اس کا مغرب لاقصی میں داخل ہونا بدر کو اندلس روانہ کرنا اس کی طرف ازرقی کامیابی عبدالرحمن کا اندلس میں ہونا امیر یوسف کی تیاری عبدالرحمن کا جاننے طایفہ جنگ سارہ اسکی کامیابی امیر یوسف کا تعاقب اور زاری

# صحت نامہ کتاب خلافت اندلس حصہ اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱	۱۲	کو	کی	۱۵	۱	صاحب	صاحب
۱۷	۵	۱۷	۱۸	۲	۳	جنوب	جنوب
۲	۹	۰	قوم	۳	۵	روزی گاتہ	روزی گاتہ
۴	۱۲	غرضیکہ	غرضیکہ	۱۳	۱۳	یا آسمان سے	یا آسمان سے
۲۶	۱۳	الوادئی	الوادئی	۲۷	۲	شیخ	شیخ
۲۷	۳	جہان	جہان	۲۷	۶	ماہ	ماہ
۳۰	۱۵	گواہ پرت	گواہ پرت	۳۰	۵	ابرغذا	ابرغذا
۳۱	۵	سدرہ	دلیل راہ	۳۱	۱۳	پایہ تخت	پایہ تخت
۳۳	۷	شہر	شہر اشبیلیہ	۳۵	۳	شہر	شہر
۳۹	۹	جلیفہ	جلیفہ	۳۹	۱۵	فصاحت	فصاحت
۴۷	۴	اوس	اوس	۵۷	۱۲	اس کے	ان کے
۴۰	۹	صلعم	صلعم	۴۰	۱۰	افسوس ہے کہ	افسوس ہے کہ
۴۳	۱۲	خوشنما	خوشنما	۴۴	۵	مہینہ حکومت	مہینہ حکومت
۷۶	۱۴	قیاضی	قیاضی	۸۱	۷	پہلے سے سکونت	پہلے سے سکونت
۹۰	۱۳	بیعتہ	بیعتہ	۹۰	۱۳	سلاٹیکا	سلاٹیکا
۹۳	۲	۷۷	۷۷	۱۰۱	۱	مورود	مورود





تاریخ ایک دل چسپ فن ہے تجربہ خیز و نصیحت آمیز۔ اہل یونان قدیم نے  
منجملہ دیگر علوم و فنون کے اس علم کے مبادی کو بھی درست کیا اور ایک ہی  
قوم قدیم تھی کہ جس نے اس علم کو مروج کیا تھا۔ دوسری قومون مثل  
اہل ایران اور ہندو بلکہ ان سے بھی بہت پہلے مثل قوم فنیقہ اور بابل اور  
قبط مصر وغیرہم میں اس علم کا رواج نہیں پایا جاتا یونانیوں سے یہ علم رومۃ الکبریٰ  
والون نے اخذ کیا اور کچھ ترقی بھی اس علم میں کی۔

بنی اسرائیل میں یہ علم دوسرے طرز پر جاری ہوا جو اب لشیخ صائف انبیا  
عہد قدیم میں مندرج ہے۔ ان صحائف کو یہود اور نصاریٰ اب کلام خدا کہتے ہیں  
مگر طرز عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ صحائف مختلف آدمیوں نے بطور تاریخ



برائی یادگار خلف تحریر کیے تھے جن کو پس آئندگان نے بغیر تحقیق و دریافت  
منزل من اللہ قرار دیا۔ ان صحائف کی اس قدر قدر کی گئی کہ اصل کلام خدا گم ہو گیا  
پس یہ صحائف جو کلام انسان ہیں فی الحقیقت قومی تاریخین بنی اسرائیل کی ہیں  
جو مختلف زمانوں میں مختلف مورخین نے لکھی ہیں جن کا نام اب مفقود ہے۔  
اسی وجہ سے جس بنی کا حال جس صحیفہ میں مذکور ہے خلف نے اوس ہی بنی کو  
مصنف اوس صحیفہ کا گمان کر لیا اور اوس کے کلام کو منزل من اللہ یقین کر لیا  
مثلاً کتاب التوراة و کتاب النبیہ وغیرہا صحائف جو حضرت موسیٰ کی طرف منسوب  
اور منزل من اللہ سمجھے جاتے ہیں اصل میں کسی عبری مورخ کی تصنیف ہے  
جو حضرت موسیٰ کے انتقال کے بعد بطور یادگار تاریخی لکھی گئی تھی۔ یہ مورخ  
حضرت موسیٰ کا ذکر بصیغہ غائب ہی نہیں لکھتا بلکہ اوں علیہ السلام کے تفصیلی حالات  
بھی بیان کرتا ہے۔ مثلاً موسیٰ نے خدا سے کلام کیا۔ خدا نے موسیٰ سے  
چار چشم ہو کر کلام کیا۔ موسیٰ بندہ خدا نے وفات پائی۔ مثل موسیٰ کے کوئی دوسرا  
بنی بنی اسرائیل میں نہیں ہوا۔ علاوہ اس کے موسیٰ کی وفات کے حالات  
اور تجزیہ و تکفین اور عبریوں کے ایک ماہ کے ماتم کی کیفیت اس میں مندرج ہے  
اور اوں کے مدفن کی نسبت یہ تحریر ہے کہ آج تک اس کا علم کسی کو نہیں ہے

کیا یہ سب باتیں حضرت موسیٰ اپنی نسبت آپ لکھ گئے تھے یا بعد موت  
قبر میں سے لکھ کر بھیج دی تھیں۔ جہاں تک ہم غور کرتے ہیں صحائفِ عہدِ عتیق  
و قدیم میں صرف اس قدر کلامِ خدا باقی رہ گیا ہے جو ان مورخین نے اپنی  
اپنی تصانیف میں بطور اسناد مختلف مقامات پر درج کر دیا ہے۔

الغرض عربوں یونانیوں اور رومیوں کے بعد علمِ تاریخ کو عربوں نے فروغ  
کیا اور اس کو بہت کچھ ترقی بھی دی اور عربوں کی بیرونی مین دیکھ عجمی اقوام مثل  
اہل ایران و ترکستان و ہندوستان نے جو مشرف بدین اسلام ہوئے اس علم کو  
اپنی اپنی زبانوں میں جاری کیا مگر محض پیروینِ عرب رہے اور کسی قسم کی ترقی اس  
فن میں نہیں کر سکے اس واسطے کہ مسلمانوں میں علمائی متاخرین نے اپنا دل  
و دماغ اور کامل وقت دینیات کی تعلیم و تعلم میں صرف کیا اور حدیث و فقہ و تفسیر وغیرہ  
علوم میں اس قدر جدوجہد کی کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کتابیں ان علوم میں لکھ ڈالیں۔  
اور بحرِ تصوف میں ایسے مستغرق ہوئے کہ اور علوم جو معاشرت اور تمدن میں معین  
و محمد بن نظر انداز کر دیئے گئے۔

عربوں کے بعد اس علم کا شوق یورپ میں پیدا ہوا اور اہل یورپ نے یونانیوں  
اور رومیوں کی قدیم اور عربوں کی جدید تصانیف سے پورا فائدہ اٹھایا۔ حال کی دو صدیوں

جہاں دیگر علوم کو ترقی دی گئی علم تاریخ کی یہی اصول قائم کیے گئے اور عمدہ تصانیف جرح و قبح اور تحقیق و تدقیق کے بعد یورپ میں شائع کی گئیں۔

واضح باد کہ قوم اور قومیت کی پاسداری اور وطن کی محبت کسی قوم میں بغیر اس علم کے مستحکم نہیں ہو سکتی۔ قدیم اقوام میں جن میں یہ علم مروج نہ تھا تو دوسرے طریقے صفات متذکرہ بالا کے قائم رکھنے کے واسطے جاری تھے۔ ہندوستان میں بالخصوص قوم راجپوت میں ہر خاندان کے بہاٹ اوس کے گرو شتہ بزرگوں جرات اور حمیت کی یادگار میں گیت بنا کر شادی بیاہ وغیرہ مواقع پر گایا کرتے تھے۔ تاکہ بزرگوں کے صفات حمیدہ سُن کر خور و درون کو یہی جوش حمیت پیدا ہو اس ہی طرح اور اقوام قدیمہ میں بھی اس قسم کے ذرائع چھوٹوں کو بڑوں کی اور خلف کو سلف کی پیروی کی تحریص و ترغیب کے واسطے جاری تھے حتیٰ کہ گہر کی بڑی بوڑھی عورتیں بچوں کے سامنے اون کے دادا پر دادا کی کار گزاریاں بطور قصص و حکایات بیان کیا کرتی تھیں۔ یہ ابتدا اس علم کی تھی جو آج اکمل علوم میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس ابتدائی حالت سے اس علم نے نظم کی شکل میں ترقی کی اور ہر قوم کے شعراء نے مثنوی اور قصاید اور ڈراما کی اقسام نظم میں اپنی طبع آزمائی کر کے خلف میں جوش سلف کی پیروی اور حب وطن اور قومی جوش پیدا کرنا شروع کیا۔ یونانیوں نے شاید سب سے

پہلے اس درجہ سے آگے قدم بڑھایا اور حالات قدیمہ کو نثر کے ہار میں گوندہنا شروع کیا اور پہر اس سے زیادہ اس ہی قوم نے یہ ترقی کی کہ ہم عصر حالات کو ہی قلم بند اور اپنے وقت کے مشاہیر اور گزشتہ نامور لوگوں کے ترجمے اور تذکرے ہی تصنیف اور تالیف کرنے لگے۔ اس کے بعد رومیون نے تصانیف کثیرہ اس فن میں نظم و نثر میں لکھیں اور باہمی اخوت اور مودت اور حب الوطن یعنی عصبيت قوم اور ملت کا جوش ایسا قائم کیا کہ دیگر اقوام عالم پر جو اس فن سے محروم تھیں چند صد سال حکومت کرتے رہے اور یہ ثابت کر دیا کہ عَصَبِيَّتُ قوم و مِلَّتُ بنا رتقی دولت و حکومت ہے۔ چنانچہ اقوام موجودہ یورپ نے یہ واجب القدر مسئلہ اہل یونان و رومۃ الکبریٰ کی تاریخوں سے اخذ کیا جس کی بدولت آج یہ لوگ تمام عالم پر حکومت کر رہے ہیں۔

تاریخ دراصل مجموعہ ہے اون الوا العزم اور صاحب کمال لوگوں کے واقعات اور سرگزشت کا جو ہمیشہ کے لئے اپنا نام نامی صفحہ بہستی پر ثبت کر گئے ہیں۔ وہ لوگ جن پر اون کے ہمقوم کمال ناز اور اون کی تقلید کو باعث فخر و سعادت اور ذریعہ اپنی دینی اور دنیوی ترقی کا تصور کرتے ہیں۔ اور اون کے بے نظیر اور قابل قدر کارناموں کو آب زر سے لکھ کر اپنی اپنی قوم اور ملک کی تاریخ کی نام سے

موسوم کرتے ہیں۔

اہل روما اور یونان نے جو ناموری علوم و فنون اور طرز حکومت و وسعت  
 مملکت میں حاصل کی تھی اوس سے اہل علم غلبہ واقف ہیں اگرچہ ان عظیم الشان  
 سلطنتوں کو نیست و نابود ہوئے ہزار ہا سال گزر گئے و نیز بوجہ امتداد زمانہ ان  
 قوموں کے حالات کا ایک بڑا حصہ قصہ اور کہانی سے زیادہ وقت نہیں رکھتا  
 تاہم ارسطو و افلاطون۔ اسکندر یونانی اور قیصر روم کے نام بچہ بچہ کی زبان پر بلا لحاظ  
 قوم و ملت جاری ہیں۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ روما اور یونان کی شمع علم سنوڑ کا شمع  
 دھڑ کو اچھی طرح روشن کرنے نہ پائی تھی کہ باد تنگبست نے دفعتاً اوس کو خاموش  
 کر دیا و ظلمت جہل نے جہان کو پھر ایک بار اپنی آغوش میں لے لیا۔ جب تک کہ  
 جمہوری خیالات کا اثر قوم پر باقی رہا علم و ہنر نے بھی ترقی کی۔ مگر جب شخصی سلطنت  
 قائم ہوئی علم کی قدر گھٹنے لگی اور اسکندر یونانی کی تخت نشینی کے بعد ہی دنیا میں دولت  
 علم کا تنزل شروع ہوا۔ اسکندر یونانی اور قیصر روم کو شہاب ثاقب تصور کرنا چاہیے۔  
 جو غرب کی جانب سے نکلے اور اپنی تپش تیز رفتار سے باغ علم کو خاکستر کرتے ہوئے  
 مشرق کی طرف غائب ہو گئے۔ ان کے بعد سبھی حکومت کا رد و بدل ہوتا رہا لیکن  
 ایک زمانہ دراز تک تو ایسی باشوکت و شان سلطنتیں قائم ہوئیں اور نہ علم و فضل کا کو



فروغ حاصل ہوا۔

ہزاروں برس بعد کارکنان قضا و قدر نے دنیا کی تعلیم اور اوس کو سرسبز و شاداب بنانے اور نیز اون لوگوں کے خیالات فاسدہ کو باطل کرنیکی غرض سے جو خود علم و ہنر سے بے بہرہ تھے لیکن ارسطو اور افلاطون کو اپنا ہم قوم تصور کر کے ہر چیز میں معاذ اللہ دعویٰ خدائی کا کرتے تھے۔ خانہ بدوش عربوں کو انتخاب کیا۔ یہم ایک سرائی اور اوس کی قدرت کاملہ کا نمونہ تھا کہ ایسی قوم کو یونان اور روما اور مصر کی ترقی اور تنزل سے بالکل بے خبر اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو لئے عربستان کے جلتے ہوئے ریگستان میں سبزہ اور پانی کی جستجو میں پڑے پھرتے تھے وہ عروج عطا فرمایا جو اس وقت تک کسی قوم کو نصیب نہیں ہوا۔ عرب اپنی آنے والی خوش قسمتی اور روزیہ ترقی سے لاعلم جاہلیت کے اندھیرے میں بہکتے پھر رہے تھے کہ

یہ کیا کہی ہوئی غیر حق کو حرکت  
 بڑا جانب بوقبیس ابرحمت  
 ادا خاک لٹجئے کی وہ ودعیت  
 چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

یعنی اس جاہل قوم کی رہنمائی اور تعلیم و تربیت کے لئے ہادی برحق کو بھیجی جسکی بدولت عرب سوہی برس کے اندر تہذیب اور اخلاق بلکہ اون تمام جوہر جن کی وجہ سے یہ مصداق اشرف المخلوقات کے ہوئے آراستہ ہو کر مشرق سے مغرب تک پہل گئے اور متاع علم و ہنر سے تمام دنیا کو مال کر دیا۔ چنانچہ اٹھمس کارلائیل اس زمانہ میں نہایت نامور عالم گزرا ہے لکھتا ہے کہ اسلام کا عربوں کے حق میں گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا۔ ملک عرب نے اس ہی کے ذریعہ نشو و نما حاصل کی۔ عرب گلہ بانوں کی ایک غریب قوم تھی جو ابتدائی آفرینش سے یہاں کے شعلہ فشان ریگستان میں پہر کرتی تھی۔ اس خانہ بدوش قوم میں ایک اولوالعزم نبی اوس کی تعلیم اور رہنمائی کے لئے بھیجے گئے۔ یہ ایک امر قابل غور ہے کہ ایک چھوٹی سی چیر جس سے کوئی واقف ہی نہ تھا قلیل عرصہ میں تمام دنیا میں مشہور اور معروف ہو گئے اور عرب کے ایک طرف غرناطہ اور ایک طرف دہلی ہو گئی۔ عرب کا آفتاب عقل و شجاعت و عظمت زمانہ دراز تک دنیا کے ایک بڑے حصہ پر تابان و درخشان رہا۔ نچا اعتقاد و عجب روح افزا شے ہے۔

۱۔ اس مشہور مصنف کی کتاب ہیرودز اور ہیرودر شپ سے ہم نے یہ مضمون اخذ کیا ہے۔ تمام مضمون جو اوس نے رسول خدا صلعم پر لکھا ہے پڑھنے کے قابل ہے۔

یہی عرب اور یہی پیغمبرِ حق اور یہی ایک صدی کا زمانہ ایک چنگاری ایسے ملک  
میں پڑی جو ظلمت میں ایک گم نام ریگستان تھا مگر یہ ریگستان باروت کا اثر رکھتا تھا۔  
چنگاری کے گرتے ہی وہ شعلے آسمان تک بلند ہوئے جنہوں نے غرناطہ سے  
دہلی تک تمام دنیا کو روشن کر دیا۔“

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ایسی بے مثل قوم کے حالات کو فراموش  
اور اوس کے مشہور علماء کی تصانیف کو اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ کر کے اہل یورپ  
اون سے فائدہ اٹھائیں اور اہل مشرق عربوں کی تاریخ اور تصانیف سے بالکل  
بے خبر اور بے بہرہ رہیں مسلمانوں کے اکابر و اسلاف کی عظمت و سطوت اور میدان  
جنگ میں جو مردانہ کار نمایان اون سے ظہور میں آتی تھیں بیان کر دینا کوئی مشکل امر  
نہیں۔ ہند کے بعض مشہور علماء نے ان ہی باتوں کے یاد دلانے سے مسلمانوں کے  
ثیمہ مردہ دلوں کو تازہ کرنے کی کوشش میں بہت کچھ خامہ فرسائی کی ہے مگر قوم کی  
اپنے کام کے ساتھ ہمدردی اور دل چسپی پیدا کرنے اور اوس کے خیالات کو راہِ راست  
پر لانیکے لیے صرف اکابر و اسلاف کی فتوحات اور اسلامی سلطنت کی ظاہری نمائش  
و شوکت کا بیان کافی نہیں بلکہ اون واقعات کے ساتھ عربوں کی طرزِ ریاست و  
سیاست اور ان کا حسن معاشرت اور سود مندئی اور علوم و فنون کی ترقی المتحظون تمام

باتوں کی جن سے عربوں کے اندرونی اور ذاتی حالات کا اندازہ ہو سکتا ہے ایک تصویر کشی یعنی ضرور اور ہر مورخ کا فرض ہے۔

اس تاریخ خلافت اندلس کے لکھنے سے جس کو اس نکلخوار قدیم نے بحال ادب و عجز و انکسار معنون بنام نامی و اسم گرامی آقای ولی نعمت ظل اللہ قدر قدرت قضا صولت اعلیٰ حضرت حضرت بندگان عالی متعالیٰ میر محبوب علی خان بہادر آصفیہ سادس مدظلہ العالی کیا ہے۔ ہمارا دلی مقصود یہ ہے کہ عربوں کی حیرت انگیز ترقی نہ صرف انکی ہی میں بلکہ اصول سلطنت اور تہذیب و ملکیت اور ہر قسم کے علم و کمال میں جس سے اس قوم کے ذاتی حالات و صفات اور یہ اس کا عبرت انگیز تنزل مثل آئینہ ظاہر و ہویہ اور جن لوگوں کو علم تاریخ سے خاص مناسبت اور تحقیق و تدقیق کا شوق ہو او ان کے واسطے عمدہ مواد ایک ہی کتاب میں جمع ہو جائے۔ عربوں کی تاریخ بلکہ اقوام غیر کی تاریخ سے بھی ہر ذی فہم سید دریافت کر سکتا ہے کہ دنیوی حکومت میں تغیر و تبدل ایک لازمی چیز ہے لیکن اگر کوئی قوم اپنا نام مکینہ دنیا پر کندہ کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ اپنی سلطنت کی بنیاد علم اور روشن خیالی پر قائم کرے اور یہی ایک ذریعہ بھائے حکومت اور عظمت کا ہے جب تک مسلمان جو یا مے علم و ہند رہے اور علما و فنون کو روز افزون ترقی رہی تمام دنیا غرناطہ اور دمشق اور بغداد اور دہلی کے سامنے

سہجہ کا قی رہے۔

بعض مخالفین اسلام یہ بیان کرتے ہیں کہ عربوں میں ایک بڑا نقص جو اور اسلامی قوموں میں بھی پایا جاتا ہے یہ تھا کہ انہوں نے محض مذہبی جوش میں بی عروج اور مرتبہ حاصل کیا۔ قومی حمیت اور ہمدردی جس کو آج ہم اقوام یورپ اور ملک ایشیا میں جاپان میں دیکھتے ہیں عربوں میں بظاہر نام کو نہ تھی اور یہی بڑی وجہ انہی بلکہ تمام مسلمانوں کے تنزل کی ہوئی۔ علاوہ اس خیالی نقص کے یہ لوگ ایک سخت حملہ عربوں پر یہ بھی کرتے ہیں کہ ان کی حکومت تقصیب مذہبی اور جبر و تعدی پر مبنی تھی اس کے ثبوت میں حسب ذیل واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

یہ کہ عرب مفتوحہ قوموں کو اپنے سے ہر طرح کم بلکہ بنظر حقارت دیکھا کرتے تھے عرب عیسائی عورتوں کو بلاتا تامل اپنے نکاح میں لے آتے تھے لیکن کہی اپنی عورت کو عیسائیوں کے نکاح میں نہیں دیا۔ علاوہ برین انہوں نے ملک اندلس میں ایک تہنبا مذموم طرز یہ جاری کیا تھا کہ عیسائیوں کو یہ حکم تھا کہ ہر سال ایک سو بارہ لڑکیاں خلیفہ کو خدمت میں پیش کیا کریں۔ یہ لڑکیاں امرائے عرب میں تقسیم کر دی جاتی تھیں۔

اعتراضات متذکرہ بالا بادی النظر میں نہایت اہم ہیں یہ باتیں ایسی تھیں کہ غیر قوم جس کو عربوں نے بزدل و شمشیر فتح کیا ہوا دن سے خوش رہے اور لاجس گروہ میں



قومی محبت اور حمیت نہ ہو اوس کا زندہ رہنا ممکن نہیں اس میں شک نہیں کہ مذہب  
 بھی قوم کے ہر فرد میں یک دلی اور یک جہتی پیدا کرنے میں بہت کچھ مدد دیتا ہے  
 لیکن جب تک کہ قوم کی سچی محبت اوس کی ہر فرد کے دل میں موجود نہ ہو یا یوں  
 کہو کہ جس قوم میں اجتماعی عصبيت غائب اور انفرادی عصبيت موجود ہے وہ قوم  
 کبھی آزاد اور خود مختار نہیں رہ سکتی پس ایسی حالت میں ان سخت حملوں کا جواب تاریخی  
 واقعات کے ذریعہ سے دینا اور عربوں کے قیام سلطنت اور استحکام مملکت کی  
 وجہ دریافت کرنا متعصبین کے لیے جواب مدلل اور ناظرین کے لیے خالی از دل چسپی نہ ہوگا  
 اس اعتراض کو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی ترقی اور کامیابی کی بنیاد سچے  
 اعتقاد اور مذہبی دلولوں پر قائم تھی اور اس قسم کا قومی جوش جو آج کل یورپ کی مختلف  
 قوموں میں پایا جاتا ہے اونہیں بظاہر نہ تھا۔ لیکن یہ کہہ دینا کہ مسلمان قومی حمیت اور  
 ہمدردی سے بالکل معرّض تھے صحیح نہیں ہو سکتا اگر کوئی شخص اسلام کی تاریخ کو بظرف تعمق اور  
 اصلی واقعات کے دریافت کرنے کی غرض سے دیکھے تو اوس پر یہ امر پوشیدہ  
 نہیں رہ سکتا کہ جن معنوں میں لفظ قومیت یورپ میں مستعمل ہے اون میں اور جو معنی کہ ہر  
 مسلمان کے ذہن میں اس لفظ کے موجود ہیں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ اقوام  
 نصاریٰ اہل یورپ میں قومیت مذہب پر اس قدر غالب ہوئی ہے کہ باوجودیکہ اہل فرانس

اور جرمن اور روس وغیرہ ایک ہی مذہب کے پیرو ہیں لیکن پہر ہی ایک دوسرے پر  
 بہرہ و سہ نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے کو اپنا دشمن جانی تصور کرتے ہیں اور ایک  
 دوسرے کی تذلیل و تنزیل کے ہمیشہ خواہاں و ساعی رہتے ہیں۔ برعکس اس کے  
 مذہب نے اہل اسلام پر ایسا زبردست اثر ڈالا ہے کہ جہاں مختلف خیال و طرز  
 و قوم کے لوگوں نے دائرہ اسلام میں قدم رکھا تو یہ سب فوراً قوم اسلام میں داخل  
 ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ترک اور عرب اور ہندو چین کے مسلمان قوم اور زبان اور  
 خیالات اور ایک حد تک طرز معاشرت میں بھی ایک دوسرے سے بالکل مختلف  
 ہیں لیکن اسلام نے ان سب کے دلوں میں ایسا غیر معمولی اور تعجب خیز جوش بلکہ  
 بظاہر بعید القیاس اور غیر ممکن اثر پیدا کیا ہے کہ یہ اہم اختلافات مذکورہ بالا کو کلیتہً  
 قطع نظر کر کے اپنے کو ایک ہی قوم یعنی قوم اسلام کا رکن سمجھتے ہیں۔ ترک اور عرب اور  
 ہند کے مسلمانوں سے اگر کوئی یہ سوال کرے کہ تم کون ہو تو یہ سب یہ جواب دیں گے  
 کہ ہم مسلمان ہیں۔ برخلاف اس کے اگر یہی سوال اہل جرمن و فرانس اور انگلنڈ سے

لے قوم اسلام کے اہم مسئلہ کو عیسائی مورخین نے عموماً نظر انداز کر دیا بعض کی طرز عبارت ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سمجھتے  
 ہیں لیکن پوری طور پر نہیں چنانچہ دیکھو فرڈینانڈ اور ازالمبا مصنفہ پر سکاٹ صفحہ ۸۱ باب (۸)۔ جہاں وہ بیان کرتا ہے کہ جب  
 مختلف قوم مشرق بدین اسلام ہوئیں تو ان پر اسلام نے ایسا زبردست اثر ڈالا کہ یہ قومی ایک صبیح لیکن قائم و جاری ہو گئی اور قومی

کیا جائے تو یہ جواب ملے گا کہ ہم جرمنی اور فرانسسی اور انگلش ہیں۔ الغرض جو معنی قومیت کے مسلمان لیتے ہیں اون کے لحاظ سے ان میں مذہبی جوش کے ساتھ قوم اسلام کی یہی سچی محبت اور ہمدردی بدرجہ اتم موجود تھی۔

ان ہی واقعات کے ضمن میں اگر ہم اقوام نصاریٰ کے زمانہ ماضی کی تاریخ پر سرسری نظر ہی ڈالیں تو یہ صاف ظاہر ہو جائے گا کہ عربوں کے زمانہ عروج میں یہ قومیں مذہبی جوش اور قومی ہمدردی سے بالکل عاری تھیں۔ جنگ ہامی صلیبی کے حالات اور واقعات جن کی قصہ اور کہانیاں ہم اس قدر سنتے ہیں اگر بنظر تحقیق دیکھے جائیں تو یہ اچھی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ عیسائیوں نے ان لڑائیوں کو عمدہ ذریعہ دنیاوی شہرت اور ناموری حاصل کرنے کا گردانا تھا۔ یہی سبب ہے کہ یہ لوگ میدان بیت المقدس میں ہمیشہ ناکام رہے۔ مگر جب یہ نہایت خوردہ اپنے اپنے ملک واپس آئے تو وہاں کے چھوٹے حالات اور اپنے تئوں اور شجاعت کی داستان بیان کر کے اپنے ہموطنوں کے ساتھ تسخیری پیش آنے لگے۔ چنانچہ جس زمانہ میں عرب ملک اندلس چکران تھے بعض مشہور عیسائی حاکموں مثل ہنری آف برگنڈی وغیرہ نے شام سے اگر سب سے پہلے اپنی تلوار کو اپنے ہمعوم اور ہم مذہبوں کے خون میں رنگا اور بعض اوقات جب

لے ان واقعات کی تائید میں کتاب ”پڑگال“ مصنفہ اسٹیفن کاپیلا مصنفہ دیکھنے کے قابل ہے۔

اپنے مد مقابل کو اپنے سے زیادہ صاحب قوت پایا تو مسلمانوں کو جن کے استیصال کے لیے انہوں نے ہزاروں میل کی تکلیف سفر گوارا کی تھی اپنا معاون و مددگار بنانے میں تامل نہیں کیا۔ خود غرضی اور اس ہی قسم کی فرعون بے سامانی نے عیسائیوں کی قوت کو پر اگندہ کر رکھا تھا۔ ان کا ہر فرقہ بادشاہت کا دم بہر رہا تھا جب یہ مختلف فرقے اپنے میں قوت کامیابی کی نہ پاتے تھے تو ایسی حالت میں بہ نسبت اپنے ہم مذہبوں کے مسلمانوں کا محکوم بن کر رہنا ان کو کہیں زیادہ مزعج تھا پس پہلی وجہ مسلمانوں کی کامیابی کی ان کی راسخ الاعتقاد ی اور قوم کی سچی خیر خواہی تھی اور عیسائیوں میں یہ دونوں باتیں مفقود تھیں۔

اب دوسرے الزاموں کو لو جو بغیر دریافت مسلمانوں پر عائد کیے جاتے ہیں۔ مفقودہ قوموں کو حقیر سمجھنا تعجب خیر امر نہیں بلکہ اس کو مقصداً بشریت کہنا چاہیے کوئی قوم دنیا میں ایسی نہ ملے گی جو اپنی مفقودہ رعایا کو کسی خیر میں اپنا ہمسفر تصور کرتی ہو لیکن باوجود حقارت و تنفر اور اختلاف مذہب تاریخ اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ مسلمان ہمیشہ اپنے مذہب اور اپنے پیشواؤں کے قطعی احکام کے پابند رہے اور انہوں نے کبھی راہ راست سے انحراف نہیں کیا۔ اسٹانلی لین پول اور اسٹینگر اور بازور تہہ اسمت وغیرہ ایسے ایسے معتبر عیسائی مورخ و مصنف لکھتے ہیں

کہ گوعربوں نے شمشیر بکف بغرض اشاعت اسلام اپنا قدم عربستان سے باہر رکھا تھا مگر انہوں نے کسی قوم کو اپنے مذہب کے ترک اور اسلام کے اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا ملک گیری اور حکمرانی میں جو بین فرق ہے اس کے اظہار اور توضیح کی ضرورت نہیں۔ عرب جو شہد مذہب در دل اور زرہ فولادی در بشل موج دریا شام اور مصر اور افریقہ اور اندلس کو فتح کرتے ہوئے ملک فرانس کے وسط میں داخل ہو گئے۔ لیکن جب یہ ان ممالک مفتوحہ پر اچھی طرح قابض اور متصرف ہو گئے اور تغیر ملک کا زمانہ ختم اور حکمرانی کا شروع ہوا تو عربوں نے اپنے فطرتی مادہ حکمرانی اور نیز جو سبق کہ انہوں نے تدبیر ملک اور اصول ریاست میں اپنے مذہبی پیشوا سے حاصل کیا تھا اس سے ایک قلیل عرصہ میں وہ فائدہ اٹھایا کہ بحر ظلمات سے لیکر بحر چین تک ان ہی کی حکومت کا ڈنکا بجنے لگا۔

عیسائی عورتوں کو نکاح میں لے آنے سے ظلم و زیادتی اور تعصب مذہبی ثابت نہیں ہوتا۔ ہر سال سو بارہ لاکھ یون کالینا مسیلمیوں مصنف تمدن عرب نے لکھا ہے لیکن جنہی مکتب انگریزی اور عربی ہماری نظر سے گزری ہیں ایک سے ہی اس واقعہ کی تصدیق نہیں ہوتی۔ برخلاف اس کے تاریخ عربوں کے عدل و روشن خیالی کی دوا دے رہی ہے۔



چنانچہ اندلس میں خلفائے بنی امیہ کی بے تعصب اور منصفانہ طرز حکومت  
چند ہی روز میں تجارت اور صنعت اور حرفت کو ایسی ترقی اور عیسائیوں کو ایسا آرام  
اور چین حاصل ہوا جو ان کو اپنے ہم مذہب اور ہمقوم بادشاہوں کے عہد حکومت  
میں کبھی نصیب نہ ہوا تھا۔ تجارت اور صنعت نے چھوٹے چھوٹے شہروں اور بنادر  
کو دنیا کی تجارت گاہ بن بنا دیا بڑے بڑے شہروں کا انتظام وہاں کی رعایا کے سپرد  
کر دیا گیا تھا۔ اگر رعایا کو غلامی کے پہنڈوں سے رہائی حاصل کر نیکے لیے اسلام  
اختیار کر نیکے ترغیب دیا جاتی تھی اوس کے ساتھ یہ بھی رعایت کی گئی تھی کہ عیسائیوں کے  
مذہب اور جائیداد کی حفاظت و نگہ رانی کی غرض سے ایک خاص محکمہ قائم کیا گیا تھا  
جہاں عربوں کے ساتھ عیسائی امر بھی بیٹھ کر رعایا کے حقوق کا تصفیہ کیا کرتے تھے  
ان کی راستبازی اور معدلت گستری نے وہ شہرت پائی تھی کہ وہ عیسائی بھی ہو

لے رائز ایڈنڈ آل آف دی رومن امپائر مصنف گبن جلد (۶) صفحہ (۳۴۴) عربوں کے زمانہ حکومت میں  
اندلس کی ترقی و سرسبزی کی نسبت لکھا ہے کہ دو صدیوں میں عربوں نے خدا تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں سے  
ایسا کام لیا اور فن زراعت کو وہ ترقی دی کہ اس ملک کی کایہ پلٹ گئی اور تجارت اور صنعت نے ایسی ترقی کی  
جس کی نظیر مشکل سے ملے گی صرف وادی البلیہ اندلس کا ایک دریا کے سرسبز و شاداب کناروں پر بارہ ہزار قصبے  
اور دیہات اس ملک کی ترقی اور خوشحالی کا ثبوت دی رہے تھے۔ اسی کتاب کے صفحہ (۳۴۶) پر گبن نے (دیکھو صفحہ ۱۸)

جوان کے محکوم نہیں تھے آپس کی نزاعوں کو تصفیہ کی غرض سے خلیفہ وقت کے سامنے پیش کرتے اور جو فیصلہ صادر ہوتا اس کو بلا عذر منظور کر لیتے تھے۔

عربوں کے بعد یہی جو اسلامی سلطنتیں قائم ہوئیں اور نیز جو اس ہمارے زمانہ میں موجود ہیں سب تعصب مذہبی اور ظلم و زیادتی سے بالکل پاک و صاف ہیں۔ ہندوستان میں جس طرح اکبر و شاہ اور جہانگیر اور شاہجہان کی نام مسلمانوں کی گہرین عزت سمجھے جاتے ہیں اسی طرح یہی نام ہندوؤں کے دلوں میں بھی جاگزیں ہیں اور آج ہمارے

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۷) مذہب کی آزادی اور بے تعصبانہ طرز حکومت کی نسبت یہ لکھا ہے ترغیب و تہذیب کے جبر و اکراہ سے عربوں نے اشاعت اسلام میں کوشش کی اور غلطی وقت نے ہمیشہ اپنی غلطی عیاں کر دی اور عیاں کی گئی کی پڑ نکال مصنفہ اسٹیفنز کے پہلے حصہ میں جہاں عربوں کا ذکر ہو و قعات مذکورہ کی پوری تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ عربوں نے روم و الکبریٰ کے قدیم طرز کو جاری رکھا اور بڑے شہروں کا انتظام وہیں کی رعایا کے پیر کر دیا لے عرب ان اسپین مصنفہ کو جلد سوم باب (۲۸) صفحہ (۳۰۸) اس میں لکھا ہے کہ یوسف بن یوسف سلطان غناط کے دربار میں ارغون اور قسطل کے عیسائی اپنے بادشاہوں کے ظلم و ستم سے بے پناہ گہرے تھے اور اکثر یہ لوگ اپنے خانگی نزاعوں بھی تصفیہ کی غرض سے سلطان کے سامنے پیش کیا کرتے تھے اسی کی تائید میں دیگر ہونڈو ناڈ اور ازابلہ مصنفہ پرکاش صفحہ (۱۹۱)

باب (۸) المرقی ایک نہایت مشہور اور معتبر عربی مورخ گذر رہے۔ جس کا حوالہ گین وغیرہ عیسائی مورخوں نے اپنی اپنی

کتا بن میں دیا ہے وہ لکھتا ہے کہ عیسائیوں کے حقوق اور جائیداد کی حفاظت کے لئے ایک خاص محکمہ قائم کیا گیا تھا۔

خداوند نعمت قدر قدرت قضا و صولت اعلیٰ حضرت بندگان اعلیٰ متعالیٰ میجر علی خان بہار  
 خلد اللہ ملکہ وابد اللہ سلطنتہ بے تعصبی اور انصاف پروری اور فلاح و بہبودی رعایا  
 بین عام اس سے کہ وہ کسی قوم اور ملت کی ہو شاہانِ پاستان سے ہی کوئی سبقت  
 لے گئے ہیں۔ دار السلطنت حیدرآباد فرخندہ بنیادین مسلمانوں کے ساتھ ہندو بھی  
 عہدہ ہائی جلیلہ پر ممتاز ہیں۔ چنانچہ مہاراجہ میں سلطنت سرکشن پر شاہ بہادر  
 کے سی۔ آئی۔ اسی۔ کو جو امرای ہندو ریاست میں سب سے زیادہ مشہور اور ممتاز اور  
 حُسن انتظام اور بیدار مغزئی میں کیتا ہی زمانہ ہیں عہدہ مدار الملہامی سے سرفراز فرما کر  
 اپنی بے تعصبانہ طرز حکومت اور روشن خیالی کا بین ثبوت دیا ہے۔ اسی طرح سلطنتِ م  
 میں بھی مسلمان اور عیسائیوں میں کوئی فرق نہیں دونوں ایک ہی نظر سے دیکھے  
 جاتے ہیں۔ الحاصل انہیں وجہ اور اس ہی طرز حکومت کی بدولت جس کی تصویر ہم نے  
 اوپر کینچی ہے عربوں نے آٹھ سو برس اندلس میں حکمرانی کی جس طرح لائق اور بیدار مغز

لے متعصب عیسائی ترکوں کی نسبت کچھ ہی کہیں لیکن تمام منصف مصنفین ان کی روشن خیالی کی تعریف میں ہمزبان ہیں۔  
 گبن اپنی کتاب رومن امپائر جلد ۴ صفحہ ۳۷۷ میں لکھتا ہے کہ گیارہ صدیوں کے گزر جانے کے بعد سلطنتِ روم میں  
 یہودی اور نصاریٰ بلا تفریق نہایت آزادی کے ساتھ اپنے اپنے مذہب کے ارکان اور قواعد کو ادا کرتے ہیں  
 جیسا کہ وہ زمانہ قدیم میں خلفای اسلام کے عہد حکومت میں کیا کرتے تھے۔

بادشاہوں کے ظل عاطفت میں قوم اور ملک کو ایسا بے مثل عروج حاصل ہوا۔  
 اسی طرح کوتاہ اندیش اور آرام پسند بادشاہوں کی حکومت اور امراء اور رؤسا کی  
 خود غرضیوں نے عربوں کو آن واحد میں اعلیٰ سے اسفل میں لاپہینکا۔ جو ممالک ان کے  
 بزرگوں نے لیاقت اور تدبیر اور بزرگوں کے کمال محنت و عرق ریزی فتح کیے تھے ان کو  
 اس طرح کہو یا کہ ان کی یادگارین ملکوں میں نہ ہوتیں تو آج ہم نہایت مشکل سے اس قوم کی  
 بے نظیر فتوحات اور ملک گیری کو باور کرتے۔ یہی سبق ہے جو صاحب عقل و ہوش تاریخ  
 سے حاصل کرتے ہیں اور یہی ایک کارنامہ عبرت خیز ہے جس کے مطالعہ سے فہمی فہم  
 اور صاحب ادراک دنیا کے نشیب و فراز سے کما حقہ واقف ہو سکتا ہے۔

روز اس گلشن اوراق سے لیجاتی ہیں

اپنا دامن نظر موم بینا بہر کر

دنوی حکومت میں رد و بدل قیامت تک ہوتا رہے گا مگر یہ عبرت آمیز اور نصیحت خیز  
 واقعات ابد الابد تک اپنی جگہ قائم رہیں گے۔

ذوالقدر جنگ

حیدر آباد دکن

یکم رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ مطابق ۹ نومبر ۱۹۰۴ء

# حصہ اول

## باب اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انیس کی ابتدائی حالت۔ مختلف اقوام۔۔۔ اون کا عروج اور تزلزل۔ عربوں کی آمد

قبل اس کے کہ ہم اپنی تاریخ کا سلسلہ شروع کریں اس خبریہ نام ملک اندلس کا جغرافیہ اور تھوڑے سے ابتدائی حالات تحریر کرنا مناسب ہو گا۔ یہ ملک جو اپنے ابتدائی زمانہ سے اس وقت تک انقلاب کا معدن رہا ہے یورپ کے مغربی جنوبی حصے کی طرف واقع ہے۔ اس کے اور ملک افریقہ کے درمیان صرف بارہ میل کا سمندر جو بحرِ ظلمات کو بحرِ متوسط سے ملاتا ہے جسکو آبی طارق

لے اس کو عربی من بحرِ محیط بھی کہتے ہیں اور بعض مورخین نے اس کو بحرِ اقیانوس ہی لکھا ہے لیکن یہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اقیانوس لفظ یونانی ہے جس کے معنی محض بحر کے ہیں جسے انگریزی میں آوشن کہتے ہیں۔ اس بحرِ ظلمات کو انگریزی میں اطلانتک کہتے ہیں۔

کہتے ہیں حائل ہے۔ اس ملک کے شرق کی جانب بحر متوسط اور شمال کی  
 طرف جبل البرات جو ملک فرانس کو سرحد اندلس سے جدا کرتا ہے اور  
 برف آف بسکے واقع ہیں غرب کی جانب ملک پرتگال اور بحر طلمات اور  
 جنوب کی طرف آبنا می طارق اور ملک افریقہ اس کے حدود کو ختم کرتے ہیں  
 ملک اندلس کے قدیم باشندے قوم سیلٹ سے تھے جو فرانس  
 کی جانب سے اس ملک میں وارد ہوئے تھے ان کے بعد اور اقوام بھی مثل  
 ابی ہیری اور فنیقی اور قرطاجنی کیے بعد دیگرے اس ملک پر سلاطنت ہوتی رہیں  
 بالآخر حضرت عیسیٰ کے تین سو برس قبل دوسری جنگ یونان میں قرطاجنیوں  
 نے شکست پائی اور اہل روم ملک پر قابض ہو گئے۔ اس ملک نے اندلس پر  
 پانچویں صدی بعد مسیح تک اپنی حکومت کو قائم رکھا۔ یون تو ہر قوم نے اپنے اپنے  
 زمانہ حکومت میں ملک کو بہت کچھ ترقی دی تھی لیکن اہل روم کے زمانہ میں جو فروغ  
 اور رونق اس ملک کو حاصل ہوئی وہ پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی تمام ملک سرسبز و شاداب  
 اور شہروں سے آباد تھا اور ایسے مشہور شعراء اور علماء مثل لوشین اور سینکا وغیرہ

۱۔ اس کو انگریزی میں ڈاٹرنین سی کہتے ہیں۔

۲۔ اس کو انگریزی میں پرائنیز کہتے ہیں۔

پیدا ہوئے تھے جو اس سلطنت کے باعث افتخار تھے۔ جب سلطنت روم اپنی  
 عمر طبعی کو پہنچی اور آثار انحطاط اور تزلزل نمودار ہونے لگے تو وہ شمالی قومیں جو وحشی  
 سمجھی جاتی تھیں اس سلطنت پر حملہ آور ہوئیں اور ملک فرانس کو برباد کرتی ہوئیں  
 ملک اندلس پر قبضہ حاصل کیا لیکن اس کے تھوڑے روز بعد قوم گاتھ کو عروج  
 حاصل ہوا چنانچہ اسٹروگاٹھ نے ملک اطالیہ کو اپنے قبضے میں کیا اور روزی  
 گاتھ نے سویلوی اور دیگر اقوام جرمن کو تخریر کر کے چھٹی صدی عیسوی میں  
 اندلس پر سکوزانہ سابق میں آئی پیریا کہتے تھے قابض و متصرف ہو کر اپنی سلطنت قائم کیا  
 یہ لوگ بہت جلد ان مہذب لاطینی اقوام کے ساتھ جو اس وقت اندلس  
 میں موجود تھیں مل جل گئے اور بہت قلیل عرصے میں ان کی زبان بھی لاطینی  
 ہو گئی اور بت پرستی کو چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کر لیا اسی قوم گاتھ کے  
 زمانہ حکومت میں عربوں نے فوج کشی کی تھی اس وقت اس ملک کی حالت  
 بہت کچھ خراب ہو چکی تھی اور اتبری ہر قسم کی روز بروز بڑھتی جاتی تھی بادشاہ اور  
 امرا کو سوائے لہو لعب اور دولت کی بربادی کے قیام سلطنت اور استحکام  
 مملکت کی طرف بالکل توجہ نہ تھی رعایا غلامی کے پہندون میں بھنسی ہونی تھی۔

لہ اس کو انگریزی میں اسپن کہتے ہیں۔

اہل اندلس کا امور سلطنت کی طرف سے اس طرح بغیر ہو جانا کوئی غیر معمولی بات  
 نہ تھی۔ تاریخ کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کسی قوم کو پانچ چار سو برس  
 بادشاہی کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں تو وہ ولولے اور شوق ملک گیری اور انتظامی  
 امور کی طرف خاص توجہ بلکہ وہ سب چیزیں جن پر سلطنت کا قیام اور مملکت کا استحکام  
 منحصر ہے بادشاہ اور رعایا کے دلون سے بالکل مفقود ہو جاتے ہیں اون کی جگہ  
 آرام طلبی خانہ جنگیان اور نا اتفاقیان سلطنت کی جزاء اعلیٰ ہو کر اس قدر انحطاط اور  
 کمزوری پیدا کر دیتی ہیں کہ دوسری قوموں کو جو اس وقت کی منتظر رہتی ہیں ملک گیری کا  
 عمدہ موقع ملتا ہے اور وہ آسانی تمام ملک پر قابض اور مُسلط ہو جاتی ہیں۔ دنیا اسی  
 ترقی و تنزل کے سلسلے پر قائم ہے دنیا کسی وقت میں نہیں بدلتی بلکہ تغیر و تبدل  
 اقوام کی حالت و حکومت میں ہوتا ہے جو حالت دنیا کی ہزار برس پہلے تھی وہی  
 اب بھی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ عرب اندلس سے نکال دی گئے اور مغل ہندوستان  
 غرضیکہ وزمی گالتس نے اندلس کو آسانی فتح کیا اور اپنی سلطنت  
 قائم کر دی۔ لیکن اس قوم کو دو سو برس ہی کا زمانہ گزرا تھا کہ ان میں بھی وہی خرابیاں  
 پیدا ہونے لگیں آدھی سے زیادہ رعایا غلامی کے سخت پہندون میں پھنسی ہوئی  
 تھی۔ ریاست کے چھوٹے بڑے جاگیردار اور زمیندار غلاموں سے کاشت اور



زراعت کا کام مثل جانوروں کے لیا کرتے تھے اور ذرا سی خطایا عدول حکمی پر نہایت بے رحمی سے قتل کیا کرتے تھے۔ ان کے مذہبی پیشوا بھی جو اہل مانہ میں سچے عقائد کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کو ادا کیا کرتے تھے مہمول اور خوشحال ہو کر ان وحشیانہ مظالم کے مقلد ہو گئے۔

اندلس میں شاہ ویٹیز کو تخت سے اتار کر لذریق بادشاہ بن بیٹھا تھا پہلے پہل اس نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے کام کیا لیکن بالآخر دولت اور حکومت نے اس میں بھی وہی خرابیاں پیدا کر دیں جو اس کے قبل کے حاکموں میں تھیں جن کا وہ آخر کار نشانہ ہوا اور ملک و تخت و دولت کھو بیٹھا۔ انقلاب کا زمانہ قریب تھا اور اس انقلاب کی بارود بھری ہوا مین صرف آگ لگانے کی دیر تھی۔ اس زمانے میں قاعدہ یہ تھا کہ شہزادے اور امراء سلطنت اپنے بچوں کو شاہانہ تہذیب و تعلیم دینے کی غرض سے بادشاہ کے سپرد کر دیا کرتے تھے ان ہی مغرزیں میں سے کونٹ جولین گورنر سوطا نے اپنی لڑکی فلورنڈا نامی کو دارا اسطیاطہ میں رومیہ کی بی بی کے پاس حسب دستور تعلیم کے لیے بھیجا تھا اس لڑکی

۱۔ اس کو انگریزی میں راڈرک کہتے ہیں۔

۲۔ اس کو انگریزی میں ٹالیڈو کہتے ہیں۔

کے حسن و جمال پر بادشاہ ایسا عاشق ہوا کہ بلا لحاظ قانون تہذیب اور اخلاق  
مروجہ اس لڑکی کو جبراً اپنے تصرف میں لایا۔ لڑکی نے بدقت تمام اپنی عصمت  
کی بربادی کی خبر باپ کے کانوں تک پہنچائی جو لین چوٹکے خاندان و پٹنرا  
کا رکن عظیم تھا۔ اس حرکت سے نہ صرف اسی کی توہین ہوئی بلکہ تمام قوم کا کھٹ  
نے اپنی اہانت سمجھی اور یہی وجہ تھی کہ کونٹ جولین اور اسٹیلیا کاریل لاسفٹ  
عبرون کی فوج کشی کے معاون ہوئے تھے۔

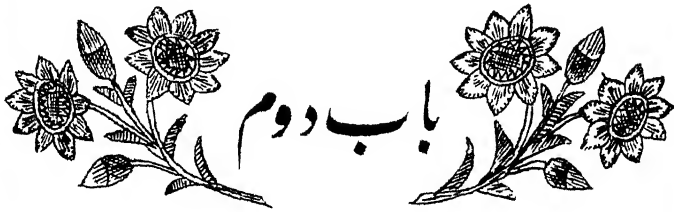
ادھر یہ حالت تھی اور ادھر عبرون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات  
کے تقریباً تئیس برس بعد وہ عروج حاصل ہوا کہ جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں بہت کم  
ملے گی جس کو آج تمام یورپ نہایت تعجب کی نظروں سے دیکھتا ہے اور اون کی  
اس بے نظیر کامیابی پر تمام سلطنتیں عیش کرتی ہیں۔ اس قلیل عرصہ میں عبرون نے  
شام اور مصر اور افریقہ کا کامل شمالی حصہ فتح کر لیا تھا اور بحر ظلمات کی قدرتی  
روانی نے بہادر امیر عقبی کے گھوڑے کی تیز رفتاری کو روک دیا تھا مگر اس نڈر  
امیر کے دل پر اس دریاے شور کے روکنے کا کب اثر ہو سکتا تھا اس نے  
میدان جنگ میں خون کے دریا بہا دئے تھے اور اپنی بہادری اور شجاعت کا سک  
لہ اس کو انگریزی میں سول کہتے ہیں۔

شجاعان عالم کے دلون پر بٹھادیا تھا امیر عقیلی نے بلاتر د اوس طوفان خیر دریا  
 میں گھوڑا ڈال دیا لیکن بحر ظلمات کوئی ایسا معمولی دریا نہ تھا کہ یہم آسانی  
 محض اپنی جو انہر دی سے اوس پر قابض ہو جاتا۔ سمندر میں گھوڑے کا ڈال دینا  
 اور دوسرے کنارے پر اوتر جانا انسانی قوت سے باہر تھا۔ یہاں نہ بہادری  
 کام آسکتی تھی اور نہ شمشیر زنی اپنے جوہر دکھا سکتی تھی۔ الغرض جب روانی آب نے  
 اس کے گھوڑے کو آگے بڑھنے سے روکا تب اس امیر نے یاس اور حسرت  
 بھری نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھا اور درو آئینہ آواز میں سچے دل سے اپنے  
 معبود سے یہ التجا کی کہ اسے فتح بخش مطلق یہہ تیرا بندہ ناچیز جو کبھی ہزاروں بہادران کو  
 سے مجبور نہ ہوا اب اس سمندر نے مجبور کر دیا ورنہ تیری سچے بنی کی اشاعت مذہب میں کہی نہ جاتا  
 ملک اندلس کے فتح کرنے کی خاص وجہ یہہ تھی کہ پچاس برس میں افریقہ  
 کی تمام قومون پر جو اسلام کے دائرہ حکومت میں آچکی تھیں بالخصوص قوم بربر پر اسلامی  
 تمدن کا ایسا اثر ہوا تھا کہ یہہ اپنے کو عربوں کی برابر سمجھنے لگی تھیں اور آثار بغاوت اور  
 فساد کے نمودار ہوتے جاتے تھے۔ عربوں کی یہہ اعلیٰ درجہ کی خوش تدبیری تھی  
 کہ انہوں نے بغاوت کے بڑھنے کے قبل ہی ان اقوام کو ملک گیر ی کی طرف مائل  
 کر دیا۔ پس پہلی فوج جو آبنا می طارق کو عبور کر کے یورپ میں داخل ہوئی تھی

وہ سب سوائے افسروں کے بربری تھی جب عرب اس جزیرہ نما ملک میں داخل ہوئے اور اس ملک کی سرسبزی اور شادابی اور آب و ہوا کی لطافت کو انہوں نے دیکھا تو ان کے دلوں میں اس تمام ملک کے فتح کرنے کا شوق پیدا ہوا فوج عرب کے سپہ سالار نے ایک خط میں جو اسے تظیفہ ولید ابن عبد الملک کے نام لکھا۔ اس ملک کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔

آسمان اور زمین کی خوبصورتی میں یہ ملک شام ہے۔ آب و ہوا کی لطافت میں یمن اور پھولوں اور عطریات میں ہندوستان اور زنجیری میں مصر اور بیش بہا فلزات میں چین





عیسائیوں کا موسیٰ ابن نصیر کے پاس آنا۔ اندلس کی فتح کا قصہ۔ طارق کا اندلس میں

دغل ہونا۔ تدمیر کے ساتھ جنگ۔ جنگ انحصار۔ جنگ آدی لکھ۔ جولین۔ عربی فتوحات

موسیٰ ابن نصیر کو زنا فریقہ اور سپہ سالار فوج عرب شہر طنجہ میں لب دریا اپنے  
امراء فوج کو لیے اندلس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آثار فکر روز بروز اس کے بشرے  
سے عیان ہوتے جاتے تھے وہ ہمت جس کے مضبوط ہاتھوں پر تمام ملک افریقہ  
فتح ہو چکا تھا اور وہ جرات جس نے اپنی شمشیر کا سکہ دنیا کے بہادر ترین بہادروں کے  
دلوں پر جادیا تھا اب اس انقباض اور در ماندگی کو خیال میں لا سکتی تھی گو شہر طنجہ  
اور ہر اندلس میں صرف بارہ میل کا سمندر اپنا ٹی طارق حائل تھا مگر ابھی  
عربوں کو اندلس فتح کرنے کا خیال تک نہ گزرا تھا۔ لیکن قضا و قدر کو یہ منظور تھا

۱۔ انگریزی میں اس کو شہر تخمیر کہتے ہیں یہ شہر آٹابے طارق پر واقع ہے۔

۲۔ انگریزی میں اسٹریٹس آف جبرالٹر کہتے ہیں۔

کہ اس سچے مذہب اور بہادر قوم کے ہاتھوں سے اور بھی ممالک فتح ہوں اس لیے  
 کارکنان قدرت نے چند عیسائیوں کو سپہ سالار موسیٰ کے خیمہ پر حاضر کر دیا۔ یہ وہ وقت  
 تھا کہ امیر موسیٰ عالم بیکاری میں سخت پریشان ہو گیا تھا اور اس فکر میں تھا کہ اب  
 کس ملک پر اسلامی علم نصب کروں ہنوز کوئی راستہ قرار نہ پائی تھی کہ چند عیسائیوں کے  
 حاضر ہونے کی اطلاع ہوئی اس نے باریابی کی اجازت دی جس دم وہ اس کے  
 روبرو آئے یہ بجمال اخلاق اون کے ساتھ پیش آیا اور اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت  
 دی اور حاضری کا سبب پوچھا اونھوں نے تسلیم خم کرنے کے بعد پہلے اپنے  
 بادشاہ لذریق کے ظلم و ستم کی کیفیت بیان کی پھر وہ انکی سرسبزی اور شاہی  
 اور معدنیات اور زرخیزی کا ذکر کر کے یہہ باور کرانا چاہا کہ اگر عرب اندلس کی جانب  
 پیش قدمی کریں تو رعایاے اندلس بھی ہمدردی کے واسطے موجود اور تیار ہے۔ رعایا  
 اندلس شاہ لذریق کے ظلم و ستم سے اب تنگ آگئی ہے اور شب و روز اسلامی  
 فوج کا انتظار کر رہی ہے۔ اس گفتگو نے اس بہادر کے تمام انقباض و افکار کو دل سے  
 دور کر دیا۔ قریب تھا کہ یہہ اس شہرہ کو سنتے ہی فوج کشی کر دے لیکن فطرت نے نبیا اس  
 نامور کو فنون جنگ میں بمثل خلق کیا تھا ویسا ہی یہہ مدبر بھی تھا اس وجہ سے اس نے  
 تعمیل نہیں کی اور اون کو اپنے لشکر میں مہمان کیا اور خفیہ طور پر تیغیات شروع کر دی

جس سے ظاہر ہوا کہ اون کا سب بیان صحیح ہے تب ایک عرضداشت خلیفہ کی خدمت میں دربارہ تسخیر اندلس ارسال کی خلیفہ ولید ابن عبد الملک جو ہر وقت ایسے کاموں کے لئے آمادہ رہا کرتا تھا اس نے بحال خوشی جنگ کی اجازت دیدی۔ اب کیا تھا یہاں تو اجازت کے قبل ہی کل سامان جنگ مہیا اور تیار کر لیا گیا تھا اجازت حاصل ہوتے ہی گورنر شہر طنجہ یعنی طارق ابن زیاد کو جو حقیقت میں موسیٰ ابن نصیر کا دہنا ہاتھ تھا اندلس جانیکا حکم صادر کیا طارق ابن زیاد حکم کے پہنچتے ہی سات ہزار اور چند مشہور امرا عرب کو ہمراہ لیکر جن میں زیادہ تر قوم بربر تھی چار بڑی کشتیوں میں سوار آبنائے طارق عبور کر کے جبل الطارق پر فروکش ہوا فوج کی تعداد میں مورخین کا اختلاف ہے لیکن المقرئ لکھتا ہے کہ اس امیر کے ساتھ صرف سات ہزار آدمی تھے طارق ہنوز جہاز ہی میں تھا کہ ایک واقعہ عجیب ظہور میں آیا جس نے اس کے اور اسکی فوج کے دلوں کو اور بڑھا دیا اور ان سب کو فتحیابی اور نصرت کا کامل یقین ہو گیا وہ یہ ہے کہ ایک شب کو طارق نے خواب میں آنحضرت صلعم کو دیکھا کہ آنحضرت صلعم کے ہمراہ بہت سے لوگ جنگ کے لئے تیار ہیں اور آنحضرت صلعم طارق کی جانب مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں کہ اے طارق تو اپنے ارادہ پر قائم رہ اور اس کام کے

کرنے میں سعی اور کوشش کر جس کے لئے تو منتخب ہوا ہے۔

پھر طارق اپنی جمعیت کے ہمراہ سرحد اندلس پر اترے اور لب ریہا جو جو شہر واقع تھے انہیں فتح کرتا ہوا آگے بڑھا آئندہ راہ میں دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک بڑھیا نے اس سے کہا کہ اس ملک کا تو ہی فاتح معلوم ہوتا ہے میرا شوہر بڑا کاہن تھا وہ مجھ سے کہا کرتا تھا کہ غیر قوم اندلس قابض ہوگی اور اس کے سپاہیوں کی پیشانی بلند اور اس کے بایں شانے پر تل ہوگا اور اس تل کے گرد بال ہوں گے۔ میں جہاں تک غور کرتی ہوں تیری ہی پیشانی بلند پاتی ہوں اگر وہ تل بھی تیرے جسم پر ہے تو بیشک تو وہی شخص ہے جس کے متعلق میرے شوہر نے پیشین گوئی کی ہے۔

طارق نے اپنے بایں شانے کا تل اس بڑھیا کو دکھایا۔ ان واقعات عجیبے طارق کا حوصلہ زیادہ بڑھادیا اور اسے یقین کامل ہو گیا کہ یہ ملک میں ہی فتح کروں گا جزیرۃ الخضر کو چھوٹی سی جنگ کے بعد عربوں نے باسانی فتح کر لیا پھر انھوں نے اصل زمین اندلس پر قدم رکھا لیکن جب آگے بڑھنے کا قصد کیا تو تدمیر شاہ اندلس کے بہادر سپہ سالار نے بڑی فوج کے ہمراہ طارق کا مقابلہ کیا عربوں نے تدمیر کی فوج کو پے درپے اس قدر شکستیں دیں کہ پھر اس کو تاب مقابلہ باقی نہ رہی حالت بدحواسی میں میدان جنگ خالی کر دیا۔ عیسائی سپہ سالار نے اس متواتر کامیابی



مایوس ہو کر ایک عرضی اپنے پادشاہ کو لکھی جس کا مضمون یہ تھا اے شاہنشاہ  
 ملک افریقہ کی جانب سے غیر قوم نے ہم پر فوج کشی کی ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ  
 فوج زمین سے اُبلے ہوئی ہے یا آسمان سے یا آسمان سے پٹکی ہے میں نے اوس کے  
 روکنے میں بہت کوشش کی لیکن اوس کے سامنے میری کوئی تدبیر نہ چلی۔ اور  
 اب وہی فوج خاص سرحد اندلس پر خمیہ زن ہے اپنی ناکام مایہوں سے مجبور مجھے  
 میدان جنگ خالی کر دینا پڑا اور اب میں مدد کا منتظر ہوں اگر شاہنشاہ بذات خود  
 اس طرف کا قصد فرمائیں گے تو مجھ کو ضرور کامیابی ہوگی۔ اس دشتناک خبر کو سنتے ہی  
 شاہ لذریق نے ہراسان اور غم زدہ ہو کر ریاست کے وزرا اور افسران فوج  
 سے مشورہ لیا اور ان کی رائے کے مطابق اپنے خاص سواروں کو جن کی بہادری  
 اور شجاعت ضرب المثل تھی آگے روانہ کر دیا اور خود بھی جانے کے لیے تیار یا  
 کرنے لگا۔ اس کو بھی یقین تھا کہ یہ تمام فساد باغی رعیت کا برپا کیا ہوا ہے۔  
 بہر کیف سواروں کے پہونچتے ہی تدبیر نے بڑی جوانمردی سے عربوں پر پھل کیا  
 حملہ کیا عیسائی دل تو ٹوٹ کر لرزے مگر کامیاب نہ ہوئے۔

فوج عرب کی پہلی صف کا افسر مغیث الرومی تھا یہ وہ بہادر ہے  
 کہ جس کے زبردست ہاتھوں پر جنگ افریقہ کا خاتمہ ہوا تھا اور اوس کا نام دنیا کی

مشہور سپہ سالاروں کی فہرست میں تاقیام دنیا شریک ہے گا۔ اس کا میا بی  
 کے بعد لذریق نے اپنے صوبوں سے مدد فوج چاہی اور تمام فوج کے ساتھ  
 جس کی تعداد نو دہزار کہی جاتی ہے عربوں کے مقابلہ میں خمیہ زن ہوا، گو وقت  
 بادشاہ کے جلو میں اس کے تمام نام آور فوجی افسرانہ اپنی جمعیت کے ہمراہ اور  
 ریاست کے بڑے بڑے امیر اور رُہنما موجود تھے لیکن ان سب کے دل بادشاہ  
 سے بوجہ ظلم و ستم پھیرے ہوئے تھے ایک روز ان سب امیروں اور افسروں نے  
 یہ مشورہ کیا کہ اس کجخت ظالم بادشاہ لذریق نے تخت اور تاج حقداروں سے  
 چھین لیا ہے دراصل یہ مستحق سلطنت نہیں۔ عرب صرف لوٹ مار کی غرض سے  
 اس ملک میں آئے ہیں جب ان کا کام سہ طمع بھر جائے گا واپس چلے جائیں گے  
 ہنگام آغاز جنگ ہم سب اس سے علیحدہ ہو جائیں اور اس کو تنہا عربوں سے مقابلہ  
 کرنے دیں جب یہ تباہ ہو جائے گا تو ہم میں سے جو حقدار ہو گا اس کو اندلس  
 کے تخت پر بٹھا دیں گے اس پر آشوب زمانہ میں طارق نے اپنا وقت بیکار  
 صرف نہیں کیا بلکہ البحر اتر اور شدونہ کے صوبوں کو فتح کر کے وادی لکتہ کے  
 کنارے تک پہنچ گیا۔

اب ہم تیسری لڑائی کا ذکر اس مقام پر کرتے ہیں یہ ایک سچی تصویر عربوں کی دیری

اور شجاعت کی ہے اور جو فتوحات اور خون نے میدان جنگ میں حاصل کی ہیں وہ تا قیام قیامت صفحہ ہستی پر قائم رہیں گی۔ اس مشہور لڑائی میں خود شاہ لذیق نوے ہزار جمعیت کے ہمراہ شریک تھا امیر طارق کو اس ٹڈی دل فوج کا حال پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا اس نے فوراً امیر موسیٰ ابن نصیر سے امداد کی درخواست کی امیر موسیٰ نے قاصد کے پہنچتے ہی پانچ ہزار سوار اندلس روانہ کیے لیکن جب دونوں کا سامنا ہوا تو عربوں کی فوج سے عیسائیوں کی فوج تقریباً پانچ حصہ زیادہ تھی طارق کا خواب ہر سپاہی کے پیش نظر تھا زیادتی فوج نے اونکے دلوں پر کچھ بھی اثر نہ کیا۔ یکشنبہ کے دن رمضان کے ختم ہونے میں صرف دو روز باقی رہ گئے تھے کہ طارق اپنی فوج کی صفین جہا کر دشمن کے مقابلے میں آیا اسکو یورا اطمینان تھا کہ عرب دلیری اور سپاہ گری میں اہل اندلس سے کہیں زیادہ ہیں گو عیسائیوں کی پہلی دو صفین زرہ بکتر زیب تن کیے تھیں لیکن عرب بھی تیر اور تلوار اور نیزوں سے اس آہنی دیوار کے توڑنے کی واسطے تیار تھے دونوں فوجیں اپنے اپنے افسروں کے حکم کا انتظار عجب بے چینی سے کر رہی تھیں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز طبل کی گرج اور بہادر دن کے نعروں سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان پھاڑ رہا ہے غرض کہ وادی لکھنؤ کے میدان جنگ کا سامان بھی قابل دید تھا ہنوز آفتاب پورے

طور سے نکلا بھی نہ تھا کہ جنگ شروع ہو گئی دن بھر وہ لڑائی ہوئی کہ جس کا بیان کرنا احاطہ تحریر سے باہر ہے دونوں فوجیں تین روز برابر لڑتی رہیں لیکن یہ جہند نزار عرب ایک لاکھ فوج کا کہان تک مقابلہ کرتے تیسرے دن جنگ کا رنگ بدل گیا عربوں پر بہت ہی سخت حملہ ہوا فوج کی زیادتی سے میدان جنگ منور قیامت تھا قریب تھا کہ بہادر فاتحان شام و افریقہ میدان چھوڑ دیں لیکن لائق امیر طارق بخیاں عاقبت اندیشی ہر وقت اپنی فوج کی حالت دیکھ رہا تھا اس شرمناک آئیوے وقت کا تصور دل میں لاتے ہی چپیں ہو گیا اور میاں تھاپنے لگا کھوٹے کو آگے بڑھا کر فوج سے یوں مخاطب ہوا۔

اے بہادران اسلام و اے فاتحان ملک شام کیا تمھاری رگوں میں خون عرب نہیں دوڑ رہا ہے کیا تم اپنی ناموری کا خاتمہ اسی مقام پر کیا چاہتے ہو کیا تم اپنے باپ دادا کے نام کو اس گنہامی کے منگھل بن بدنامی کے ساتھ بدلنا چاہتے ہو کیا تم کو گمشدہ واقعات جنگ افریقہ اور شام یاد نہیں رہے کیا تم اپنے خدا اور رسول کے قول کو بھول گئے افسوس ہے کہ صرف دشمن کی ٹڈی دل فوج نے تم کو ڈرا دیا۔ تم نے اس ملک میں قدم رکھتے ہی اپنی کشتیوں کو جلا دیا تھا اور یہ تمھارا مقصد کر لیا تھا کہ یا ہم اس ملک کو فتح کر لیں گے یا ہوس ملک گیری میں اپنی جان دیدیں گے۔ اس وقت تمہارا دشمن

آمادہ جنگ اور تمہاری پشت پر دریائے شور ہے سواری کے لیے نہ جہاز  
 ہے نہ کشتی ہاں اگر اس وقت تمہارے بچاؤ کی کوئی صورت ہے تو صرف تمہاری  
 مستقل مزاجی اور خدا کی مدد و اعانت۔ اسے اولاد عرب آؤ اور آگے بڑھو اور اپنے  
 امیر کا ساتھ دو۔ یہ کہہ کر امیر طارق نے اپنے گھوڑے کو میدان کارزار کی طرف  
 بڑھایا۔ اس کے ساتھ اس کی تمام فوج نے از سر نو ایک حملہ عیسائیوں پر کیا جس کی  
 تاب لذریق کی فوج نہ لاسکی۔ چونکہ فوجی افسر بادشاہ کے ظلم و ستم سے ناخوش تھے  
 اور لڑتے لڑتے تھک گئے تھے اب انھوں نے یکے بعد دیگرے اپنی اپنی فوج  
 کو علیحدہ کرنا شروع کر دیا و پٹیرا کے لڑکے جن کا ملک لذریق نے ضبط کر لیا تھا  
 طارق کی فوج میں اگر شامل ہو گئے بقیہ فوج بھاگ گئی عربوں نے فوج مخالف کو  
 تباہ و تاراج کر ڈالا۔ عربوں کو یہ فتح ۵ شوال ۱۲۸ھ میں حاصل ہوئی۔  
 طارق جب اندلس کی فوج کا قلع قمع کر چکا تو اس نے ایک عرضی اپنے افسر موسیٰ بن  
 نصیر کو لکھی اور تمام واقعات اس جنگ کے پر جوش الفاظ میں درج کیے لیکن صرف  
 عرضی پڑ کر موسیٰ کا دل سیر نہ ہوا اور قاصد کو حکم دیا کہ زبانی بھی چشم دید واقعات جنگ  
 بیان کر۔ قاصد اسی وقت حکم کی تعمیل بجا لایا۔ سپہ سالار اثنابریان میں فتح مندی کی خبر  
 سن کر باغ باغ ہوا جاتا تھا اور جب عربوں کی مصیبت کا حال سنا تھا غم اور بچ کے آثار اس کے

چہرے سے نمایاں ہوتے تھے۔ بالخصوص تیسرے روز کے اتیدائی واقعات  
سننے ہی یحییٰ بن سو گیا۔ لیکن جب نامہ بر نے طارق کی مشہور تقریر اور فوج کا دوبارہ حملہ  
کرنا بیان کیا تو یکبارگی سب رنج و غم بھول گیا اور مارے خوشی کے جامہ میں نہ سماتا تھا  
قاصد کو اس خوش خبری کے صلہ میں مال مال کر دیا۔ اور پھر موسیٰ نے ایک تہنیت نامہ  
اپنے ہاتھ سے لکھ کر مع اون تحفوں اور ہدیوں کے جو نامہ بر لایا تھا خلیفۃ الاسلام کی دست  
میں ارسال کیا اس بہادر میں اتنی تاب کہان تھی کہ خاموش بیٹھا ہوا جواب کا انتظار کرتا اور  
فتح کی خوش خبری سننے کے بعد خود میدان جنگ میں اپنے قابل قدر ماتحت کی مدد کو  
نہ پہنچتا اس نے اپنی جگہ اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولایت افریقیہ پر مامور کیا اور خود  
دس ہزار سوار اور آٹھ ہزار پیدل کی جمعیت کے ساتھ مع اپنے دونوں بخت جگر عبداللہ  
اور مروان آبنائے طارق کو عبور کر کے آندلس کی سرحد میں داخل ہوا امیر موسیٰ  
کے ہمراہ اہل قریش کے مشہور اشخاص مثل علی بن ابی لہی حیات بن عیسیٰ وغیرہ  
امیر طارق کو والی افریقیہ کے آندلس میں آنے کی بالکل خبر نہ تھی یہ ہوا بلکہ وہ  
کے مشہور شہروں کے فتح کرنے میں مشغول تھا کہ اس اثناء میں اس کے پاس ایک خط  
سے سالار کا بن مضمون پہنچا کہ تا وقتیکہ لشکر میں داخل نہ ہو جاؤں تم آگے بڑھنے کا قصد نہ کرو  
اس حکم کے پہنچنے سے طارق بے حد شوش ہوا کہ اس خاص وقت میں ایک لمحہ بھی

خاموش بیٹھنا اس کی آئندہ کامیابیوں کے لئے نہایت مضر تھا۔ اس نے اپنے امیروں کو جمع کیا اور سپہ سالار کا حکم اذھین سنا کر رای طلب کی۔ تمام افسروں نے متفق اللفظ عرض کی کہ اس نازک وقت میں اس حکم کی تعمیل کسی طرح ممکن نہیں اور اگر بالفرض اس حکم کی تعمیل بھی کی گئی تو پھر مکہ اس ملک کے فتح کرنے سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اس مجلس میں ایک عیسائی جولین نامی سابق حاکم سوطاہی شریک تھا عربوں کو اس سے بہت کچھ مدد ملی تھی اس لئے عرب اسکی خیر خواہی اور رای پر بہرہ و سا کرتے تھے۔ جب فوجی افسروں نے اپنی تقریر ختم کی تو جولین نے طارق کی طرف مخاطب ہو کر مندرجہ ذیل رائے ظاہر کی۔

جب تو نے وادی لکتہ کو فتح کر لیا اور معروف امیر اور افسروں کا قلعہ و فتح کر ڈالا تو پھر ایسے عمدہ موقع پر تجھ کو ہرگز اپنے بیش بہا وقت کو بیکار گنانا مناسب نہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ تمام عیسائی جو تیرے مقابلے سے بھاگ کر دور دور مقامات میں پناہ گزین ہوتے ہیں۔ تیری اور تیری فوج کی شجاعت اور بہادری کو اپنے ہم وطنوں سے بیان کر کے اون کے پشمرہ دلوں میں خوف کی مضبوط جڑیں جا رہے ہیں ایسی حالت میں تجھ کو چاہیے کہ جلد اون کا تعاقب کرے اور قبل اس کے کہ یہ اپنی پریشان اور منتشر فوج کو فراہم کریں اون کو ایک دم بھی آرام لینے کا موقع نہ دے

اگر تو نے ایک بار بڑے شہر دن کو فتح کر لیا تو پھر کبھی کسی قسم کا خوف باقی نہ رہے گا۔ اگر  
 عیسائیوں کو کافی موقع اپنی فوج دوبارہ درست کرنے کا ملا تو تیرے مقابلہ میں پھر  
 اسی قدر فوج مہیا ہو جائے گی اور تجھ کو از سر نو دہشتکین پیش آئیں گی جن پر تو غالب آ چکا ہوگا  
 اس جادو بھری تقریر کا ایسا اثر حاضرین جلسہ پر ہوا کہ انھوں نے ایک دل اور ایک زبان ہو کر  
 اپنے عزیز امیر سے درخواست کی کہ اسی راہی کی پابندی کی جائے اور اپنے گھوڑے کی  
 عنان کو آگے بڑھنے سے نہ روکے امیر طارق کا غور دلی منشا یہی تھا اس نے  
 جولین کی راہی پسند اور اس کی غیر خواہی اور دورانہدیشی کی تعریف کی اور اپنے افسر و  
 اصرار پر فوج کو معائنہ کے واسطے حاضر ہونے کا حکم دیا امیر نے پہلے اپنی فوج کا معائنہ  
 کیا اور پھر پرجوش الفاظ میں عربوں کو ان کی فتوحات سابقہ یاد دلا کر آئندہ کامیابی کا  
 یقین دلایا مگر اس کے ساتھ ہی اپنی فوج کو یہ بھی اچھی طرح سمجھا دیا کہ میدان جنگ میں  
 قواعد اسلام کی پوری پوری پابندی کرنی لازم ہے یعنی عربوں کو انھیں لوگوں کا مقابلہ  
 کرنا چاہیے جو ہتھیار اوٹھا کر ان کے سدا راہ ہوں عورتوں اور بچوں اور ان لوگوں کو جنھیں  
 جنگ سے کوئی تعلق نہیں نہ چہرے میں نہ لشکریوں کو یہ امر بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ میدان جنگ  
 یا شہر میں لوٹ مار نہ کریں اگر کوئی سپاہی ایسے ناجائز افعال کا مرتکب ہوگا تو اسے سزا قتل ہی ملے گی  
 پھر طارق نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے حصہ کی افسری معیت لرو



کے سپرد کی اور شہر قرطبہ فتح کرنے کا حکم دیا دوسرے حصہ پر امیر زید بن قیسری  
کو مقرر کر کے شہر ملقون کی طرف روانہ کیا۔ تیسرے حصہ کو اپنے حلو میں رکھا۔  
طارق اور ابوالغزہ امیرون کے رخصت کرنے کے بعد شہر حیان اور اندلس  
کے پایہ تخت شہر طلیطلہ کو فتح کرتا ہوا شمال کی طرف روانہ ہوا لیکن قبل اس کے  
کہ طارق پایہ تخت کے قریب پہنچے امیر زید حسب قرار واد شہر استیجہ  
کو فتح اور اندلس کی رہی سہی قوت برباد کر لیا طارق کی خدمت میں حاضر ہو گیا اسی  
دورہ میں طارق کی ملاقات کے پہلے شہر ملقون اور شہر البیرہ کو فتح کر لیا تھا  
ان دونوں شہروں کے حاکموں نے سبب اس کے کہ انھیں پہلے ہی سے خبر  
اس امیر کی فتحیابی کی مل چکی تھی بغیر لڑائی کے صرف عربوں کو شہر پناہ کے باہر دیکھ کر  
دروازہ کھول دیا اور حندراج دنیا قبول کر لیا۔

**مغیث الرومی** جس کے سپرد فوج کا پہلا حصہ طارق نے کیا تھا وہی  
مغیث ہے جو جنگ وادی لکتہ میں صف اول کا افسر تھا۔ منازل طے کرتا ہوا  
شہر قرطبہ کے سامنے خمیہ زن ہوا۔ حاکم شہر کو اطاعت قبول کرنے کا پیام بھیجا اور  
اسلامی قواعد کے موافق اہل شہر کو بیچام بھیجا کہ اگر تم فوراً اطاعت قبول کر لو گے اور  
دروازہ شہر کھول دو گے تو پھر تمہیں جان اور مال کا کچھ خوف باقی نہ رہے گا۔ اطاعت کا

قبول کر لینا کہیں زیادہ آسان اور مفید ہے بہ نسبت اس کے کہ اہل شہر عربوں کو نیام سے تلواریں نکالنے پر مجبور کر دیں اور ان کو اس سے مطلع کیا کہ قریب قریب یہ تمام ملک ہمارے قیضہ میں آچکا ہے جس کی خبر اس شہر کو بھی پہنچ گئی ہوگی ایسی حالت میں ہمارے مقابلے کے واسطے تیار ہونا غریب رعایا کی جان و مال کا ذمہ دار معیشت نے ان کو یہ بھی اطمینان دلایا کہ میں خود اہل شہر کی جان و مال کا ذمہ دار ہوتا ہوں لیکن باوجود ان شرائط اور اس اطمینان کے اہل شہر نے عربوں کی اس فحاشی پر توجہ نہیں کی اور جنگ پر آمادہ ہو گئے اس بے توجہی کی یہ وجہ تھی کہ حاکم اور اہل شہر کو بہت کچھ بھروسہ اُس بقیہ فوج پر تھا جس کی ایک ٹکڑی میدان وادی لگتے سے بھاگ کر اس شہر میں پناہ گزین ہوئی تھی اور جب اس کے ہوش و حواس درست و بجا ہو گئے تب اہل شہر کے سامنے اپنی سابقہ بہادری بیان کر کے یہ اطمینان دلادیا کہ ہم مسلمانوں کو شہر میں قدم نہ رکھنے دیں گے۔ مگر یہ نہ معلوم تھا کہ عربوں کا ستارہ اقبال پہلے سے دو چند چمکنے لگا ہے اگر ان کے مقابلہ میں تمام دنیا کی فوج جمع ہو جائے تو بھی میدان جنگ سے منہ نہ موڑیں گے۔

جب معیشت الرومی کو یقین ہو گیا کہ حاکم اور رعایا بغیر

جنگ ہتھیار نہ رکھیں گے اور پیام صلح کو کمزوری پر مجبور کرتے ہیں۔ اس نے لڑائی کی تیاری

شروع کر دی اور موقع کا منتظر رہا۔

ایک شب آندھی اور طوفان اور بادل کی گرج نے آسمان اور زمین کو تاریک کر دیا معیشت اپنے خیمے سے باہر آیا اور آفت آسمانی کو اپنے حق میں نیک قال خیال کر کے ایک نہار سواروں کو تیار ہونے کا حکم دیا قبل ازیں اس نے خفیہ طور سے قلعہ کا کمزور اور غیر محفوظ مقام دریافت کر لیا تھا اپنے مسلح سواروں کے ہمراہ اوس دروازے کے قریب جا پہنچا جو دریا کے سامنے واقع تھا اور جسے یہ کمزور سمجھتا تھا وہاں پہنچتے ہی اوس نے حکم دیا کہ ہر سوار اپنے گھوڑے کی لپیٹ پر ایک ایک پیادہ کو بھی سوار کر لے اور دریا کے دوسرے کنارے پر جاوترے جب تمام فوج دریا کے دوسرے کنارے پر جمع ہو گئی اس کو یقین تھا کہ اہل شہر کو ہمارے قریب پہنچنے کا شبہ تک نہیں گزرا ہے دروازے پر فوراً حملہ آور ہوا دربان اور دوسرے اشخاص جو حائل ہوئے انھیں قتل کر کے شہر کے اندر داخل ہوا اور باقی فوج جو شہر کے باہر مستعد اور منتظر حکم کھڑی تھی صبح کو مثل مور و ملخ شہر میں پھیل گئی رعایا نے اطاعت قبول کر لی لیکن جاگم شہر چار سو سواروں کے ہمراہ ایک مضبوط گرجا میں مورچہ بند ہو گیا معیشت نے اپنے پیادوں اس کا ٹکارہنا د انشمن دی کے خلاف تصور کیا اور ایک دستہ فوج کا اہل گرجا کے محاصرہ اور شکست کے لیے روانہ کیا اس چھوٹی سی جنگ میں عیسائیوں کی معدودہ جہت

جمعیت نے امید سے زاید دلیری اور شجاعت دکھائی تھی کہ اون کے دشمن عرب  
 بھی یک زبان ہو کر اون کی تعریف کرتے تھے۔ ان چار سو آدمیوں میں سے بغیر  
 جان دے ایک نے بھی ہتھیار نہ کیا۔ الغرض مغیث الرومی نے شہر  
 قرطبہ کو فتح کر لیا اور اس کا انتظام کرنے کے بعد قرب وجوار کے شہروں کو فتح  
 کرنے کی نیت سے روانہ ہوا عربوں کی اس کامیابی اور تیز رفتاری نے اس  
 خطہ کے عیسائیوں کو ایسا بدحواس اور بے بس کر دیا تھا کہ جس طرف مغیث جا نکلتا  
 تھا عیسائی اطاعت اور فرمان برداری اوس کی قبول کر لیتے تھے۔ جس زمانہ کی تاریخ  
 ہم اس وقت لکھ رہے ہیں اندلس تین حصوں میں منقسم تھا۔ شمالی حصہ وسط کے  
 حصہ میں شریک تھا اور اس حصہ میں سب سے بڑے شہر قرطبہ غرناطہ ملقو<sup>ن</sup>  
 طلیطلہ جیان۔ المیرتہ تھے اور ان سب شہروں میں تفوق شہر قرطبہ کو حاصل  
 تھا جس کو ابھی مغیث الرومی نے فتح کیا تھا۔ مسلمانوں کے عہد میں اس منظم  
 شہر کی مسجد اور وادی الکبیر کا پل قابل دید تھا۔ یہ وہ سرزمین ہے کہ جس کی دیواروں  
 اندر قوم عرب کے مشہور علماء اور حکماء نے ارسطو اور افلاطون کے صد ہا سال  
 کے مردہ مسائل کو از سر نو زندہ کر دیا تھا جن کی تصانیف اب تک یورپ کے بڑے بڑے  
 کتب خانوں میں موجود ہیں بلکہ اب بھی تمام یورپ ان علماء کی تصنیفوں سے

فیض اوٹھارہا ہے ایک دوسرے مورخ نے اس شہر کی یون تعریف کی ہے  
 کہ بنی مروان کے عہد حکومت میں قرطبہ اسلام کا دارالعلوم تھا اس میں  
 ہزاروں میل سے طالب علم مختلف علوم و فنون حاصل کرنے کے واسطے آیا کرتے  
 تھے اور علم کی روشنی کو دور دور پھیلایا کرتے تھے بلکہ یون سمجھنا چاہیے کہ جس طرح  
 ایک شمع تمام کمرے کو روشن کر دیتی ہے اسی طرح قرطبہ نے اپنے علم کی روشنی سے  
 کل اندلس کو منور کر رکھا تھا اور وہ وحشی قومیں اس پر رشک کرتی تھیں جہتہذیب  
 و اخلاق کو عربوں سے سیکھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ چنانچہ یہ وہی وحشی قومیں ہیں  
 جو اس وقت تہذیب و اخلاق میں اور ہر ایسے فن میں جس پر قوم کی ترقی منحصر ہے  
 کو سبب الملک بجا رہے ہیں اور ہر علم و فن کو اطراف و اکناف میں فروغ دے  
 رہے ہیں اس وقت ہم مسلمانوں کی موجودہ حالت پر بحث کرنا نہیں چاہتے بلکہ جب عربوں  
 نے اندلس کو رشک فردوس اور معدن تہذیب بنا دیا تھا اس زمانہ کی ایک مختصر  
 تصویر پیش کر کے اپنا اصل مطلب شروع کریں گے۔ شہر قرطبہ خود ایک سرسبز اور  
 پرفرازا مقام پر واقع تھا اس کے مشہور دریا کا پانی ٹھکون اور ٹھکون کے ذریعہ سے دور  
 دو پہنچایا جاتا تھا۔ عربوں نے اس سرزمین کی سرسبزی اور شادابی کو اپنے علم و کمال  
 سے اس قدر ترقی دی تھی کہ تمام ملک کو ایک باغ پر بہا رہیشہ کے لیے بنا دیا دیا تھا۔

ہر طرف درختا میوہ دار سرسبز و شاداب پانی پر سایہ فگن تہو اور ہر جانب پیہ لون کی مہک سے  
 ہوا سے دشت و کھسار معطر۔ اگر ایک طرف کسانوں کی محنت سے سبز کہیت ہلکے  
 جھوکوں سے لہرا رہے تھے تو دوسری جانب ہیرالی کافرش زمر دین کو سون تک انسان  
 کی نگاہ کو لبہا رہا تھا۔ ایک روز سلطان یعقوب المنصور بن سلطان یوسف  
 بن سلطان عبدالصمد بن علی نے اپنے ایک بڑے امیر سے پوچھا کہ قرطبہ کی نسبت  
 تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر قرطبہ و بغداد کو جو جہت کہیں تو یہاں اور کیا  
 تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اندلس کے فتح کرنے کے بعد چند ہی روز  
 میں عربوں نے اس سرزمین کی ماہیت کو بدل دیا تھا۔ میوہ جات اندلس کو صرف  
 عربوں ہی کی بدولت نصیب ہوئے اور جو دلکش اور حیرت انگیز عمارتیں عربوں نے  
 اس ملک میں بنائیں اور جن کے آثار اب تک موجود ہیں تمام دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتی ہیں  
 جن کی سیر کے لیے بڑے بڑے سیاح ہر ملک سے تکلیف سفر کو ادا کرتے ہیں اور عربی صنعت  
 اور ہونکاماری کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں۔ ایک شاعر اس شہر کی تعریف یوں کرتا ہے۔

باربع فاقۃ لامصار متـرطبہ

منہن قنطرة الواوئی و جامعہا

لے شہر قرطبہ چار چیزوں کی وجہ سے تمام شہروں پر فوق رکھتا ہے منجملہ اوس کے ایک پل ہر اور دوسری جگہ سے

ہاتان شنتان والزہرا وناشتہ

والعلم اعظم شے و ہورالہا

اندلس میں عربوں نے حکمت و صنعت و حرمت و علم کا بازار کھول دیا تھا جہاں ہر فرد بشر بلا لحاظ قوم و ملت تمدن کے ہر علم و فن کی تعلیم پاتا تھا۔ یورپ کے زمانہ جاہلیت کے اندھیرے میں اگر کہیں علم و فن کا چراغ ٹٹماتا نظر آتا تھا تو وہ ان عربوں ہی کے شمع علم کا پر تو تھا ابن رشد سافلا سفر اور ابوسینہ اور ابن ماجہ سے حکماء حافظ اور ان کے ہم فن اور دوسرے علماء کی بدولت یورپ نے ارسطو اور افلاطون کو بچایا اور یورپ کے تمام مشہور و معروف مورخین مثل گبسن وغیرہ نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ ہر علم کے موجد عرب کے علماء تھے یورپ نے ان علوم و فنون کو اس درجہ ترقی دی ہے جس کو آج ہم حیرت سے دیکھ رہے ہیں۔

الغرض یہ جنگ وادی لکھتے اوس عظیم الشان سلطنت کی بنیاد تھی جس کو عربوں نے سات سو برس تک اس ملک میں قائم رکھا اور یہ بہت صحیح قول ہے کہ اس فتح کی یادگار میں صرف عربوں ہی کو فائدہ نہیں پہنچا بلکہ کل یورپ اور دوسرے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۔ تیسرے باغات چوتھی شے جو بے فصل ہے وہ علم ہے۔

لے انگریزی میں گوادر ہرسٹ کہتے ہیں۔

ملکوں نے اس سے فیض حاصل کیا ہے حالی ہمارے اس مطلب کو اپنی نظم  
میں یوں ظاہر کرتے ہیں ۵

وہ تارے جو تہے شرق میں لمعہ انگن  
یہ تھا جن کی کرنوں سے تاغرب روشن  
نوشتون سے جن کے مین اب تک مزین  
کتب خانہ پیرس و روم و لندن

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ علم کی تمام دنیا انھیں تاروں سے روشن ہوئی جس کی  
روشنی اب تک قائم ہے اور تاقیامت اسی طرح قائم رہے گی۔

اب ہم پھر عنانِ قلم کو اپنے اصلی مقصود کی طرف منعطف کرتے ہیں۔ یہ تحریر  
ہو چکا ہے کہ امیر زید اور امیر غیث الرومی نے اپنے فرائض منصبی کو کس خوبی  
سے ادا کیا اور اب دیکھنا یہ ہے کہ سپہ سالار یعنی امیر طارق ابن زیاد جو فوج کا  
تیسرہ حصہ اپنے ہمراہ لیکر اندلس کے وسط میں داخل ہوا تھا اس نے کیا کیا اور کہا تھا  
یہ ہو نچا امیر طارق اپنے دونوں امیروں کو روانہ کر کے خود راستہ کے شہروں کو فتح  
کرتا ہوا اور اہل اندلس کی رہی سہی ہمت کو مٹاتا ہوا شہرِ طلیطلہ دار السلطنت اندلس میں  
چاہو نچا اور شہر کے دروازے کے روبرو فوج کے ہمراہ خیمہ زن ہوا۔ عربوں کی فتح یوں



دشمنوں کا کام تمام کر دیا تھا۔ جب اہل شہر نے طارق کے آنے کی خبر سنی فوج کے  
 کے پہونچنے کے قبل ہی اونھوں نے شہر خالی کر دیا تھا امیر شہر کو خالی دیکھتے ہی  
 فوراً اوسین داخل اور قصر شاہی میں لب دریا می ٹکیس فروکش ہوا۔ اس قصر میں بہت  
 سامان از قسم زرد جواہر اس کے ہاتھ آیا جس میں (۲۵) تلج شاہی بھی شامل تھے ہر تلج  
 پر مختلف بادشاہوں کے نام اور انکی عمر اور زمانہ حکومت کندہ تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا  
 کہ جلوس کے وقت ہر بادشاہ کے لئے نیا تلج تیار ہوتا تھا اور وہ اس کے انتقال کے  
 بعد خزانہ میں داخل ہو جاتا تھا اس زمانہ تک پچیس بادشاہوں نے اس جزیرہ نام ملک میں  
 حکومت کی تھی طارق نے کچھ فوج شہر کی حفاظت کے لئے متعین کی اور خود مع بقیہ فوج  
 آگے بڑھا واومی الحجارة اور درہ کوہ سے جواب فوج طارق کے نام سے مشورے گزر کر  
 مدینہ المبدیہ میں پہونچا اس پہاڑ پر سے ایک منیر ملی جس کے پائے زمر کے تھے بیان کیا جاتا  
 کہ یہ منیر حضرت سلیمان کی تھی علاوہ اسکے اور یہی اس قدر مال اسکو ملا جسکا اندازہ کرنا کل طوئیل  
 میں نہایت عمدہ اور بکار آمد کتابیں علم حکمت اور طب کی مثل تھیں جسکے مصنف یونانی تھے بعض  
 مورخین کا قول ہے کہ اس قدر دورہ کے بعد طارق طلیطلہ واپس چلا آیا اور بعض یہ بیان کرتے  
 ہیں کہ صوبہ جلیقہ کو فتح کرنے کے بعد واپس آیا تھا۔ بہر کیف امیر طارق کا طلیطلہ واپس  
 آنا ثابت ہے۔ اس کے واپس جاتے ہی اس کو موسیٰ بن نصیر کے اندس میں داخل ہوئی جلی



## باب سوم

موسیٰ ابن نصیر کا اندلس میں داخل ہونا۔ اوکی فتوحات۔ طارق سے ملاقات

طارق کی مغزولی۔ طارق کا بھال ہونا۔ عربوں کا فرانس میں داخل ہونا۔ عبدالعزیز

کی فتوحات۔ خلیفہ کا حکم موسیٰ کے نام۔ موسیٰ کا شام واپس ہونا۔ خلیفہ سلیمان کی تخت نشینی

موسیٰ کا انتقال۔ عبدالعزیز کا قتل۔ خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز۔ ایوب اور انحر اور انس کا

یکے بعد دیگرے والی مقرر ہونا۔ عبدالرحمن۔ عتبہ کا والی مقرر ہونا۔ ابرغذاۃ وغیرہ

موسیٰ ابن نصیر باندلس میں داخل ہوا اور اس نے سنا کہ طارق باوجود

مانعت اس وقت تک پئے درپئے فتوحات حاصل کر رہا ہے تو عدم تعمیل حکم کی وجہ سے

موسیٰ بہت ناراض اور کبیدہ خاطر ہوا اور طارق کی تنبیہ کے لئے خود طلیطلہ جانیکا

مصمم ارادہ کیا اور اٹھارہ ہزار سواروں کو تیار کر دیا لیکن اسی اثناء میں جولین کے

جاسوسوں نے سپہ سالار سے عرض کیا کہ ابھی بڑی بڑی شہزادی رہ گئی ہیں جو اب تک فتح نہیں ہوئے

اوس اہلین پڑتے ہیں جو شہر طلیطلہ کو جاتی ہے اور اس راہ سے جسے طارق نے اختیار

کیا بہت قریب ہے۔ اگرچہ موسیٰ ابن نصیر کی تمام عمر میدان جنگ میں بسر ہوئی تھی اور

اب بسن ہو گیا تھا لیکن اس میں ہنوز وہی جوش و خروش اور ہوس فتوحات باقی تھی اس نے ان جاسوسوں کی راہی پسند کی۔ پہلے شہر شدونہ کو فتح کر لیا پھر شہر قمر منہ تک جا پہنچا۔ یہ قلعہ تمام قلعجات آندلس سے زیادہ تر مضبوط اور مستحکم تھا۔ اس کی فتح میں عربوں کا بہت وقت صرف ہوا لیکن خوش قسمتی سے وہی لوگ جو امیر مہدی کی سدا رہ تھے اس قلعہ کی فتح کے بھی کفیل ہو گئے۔ یعنی پہلے اس کے کہ فوج عرب شہر کے قریب پہنچتی یہ لوگ پیشتر ہی سے بہاگ کر شہر کے اندر گھس گئے۔ اور یہ بیان کیا کہ ہم موسیٰ کی فوج سے ڈر کر آئے ہیں۔ اہل شہر نے ان کے داخل ہونے کی نسبت مزاحمت نہ کی اسی عرصہ میں عرب بھی قلعہ تک آپہنچے۔ شب کو ان جاسوسوں نے موقع پا کر دروازہ کھول دیا موسیٰ تو اسی امر کا منظر تھا فوراً اپنی فوج کے ہمراہ شہر میں داخل ہو گیا۔ اہل شہر ان واقعات سے مطلع نہ تھے انہوں نے خون کے مارے موسیٰ کی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد موسیٰ نے شہر شیلیہ کا غرم کیا۔ یہ شہر آندلس کے مشہور شہروں میں گنا جاتا تھا اور نہایت وسیع تھا اس کی چار دیواری کے اندر خوشنما اور نفیس عمارتیں بنی ہوئی تھیں جن کی سیر کو دور دور سے لوگ آیا کرتے تھے۔ اس کی شان و شوکت گواہی دیتی تھی کہ کسی زمانہ میں یہ پایہ تخت تھا

۱۷ اگر یہ ہی زمانہ دنیا کہتے ہیں۔

اور اب تک پلوپ کا قائم مقام اسی میں مقیم تھا۔ چند روز اس کی مستحکم دیواروں  
 نے عربوں کے حملہ کو روکا لیکن جب اہل شہر کو اپنی کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی  
 تو انھوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا موسیٰ شہر میں داخل ہوا اور شہر میں اوسی قدر  
 فوج جس سے حفظ امن قائم رہے معین کر کے مریدہ آیا۔ یہ شہر ہی شل شلیہ  
 عذگی میں اپنا نظیر رکھتا تھا اور اس کی فصیل بھی مضبوط اور محکم تھی امیر موسیٰ نے متواتر  
 اس پر حملے کیے لیکن ایک بھی بکا را نہ ہوا۔ جب سپہ سالار نے دیکھا کہ یہ قلعہ معمولی  
 تدبیروں سے مسخر نہیں ہو سکتا اس نے دیوار کے توڑنے کے لئے خاص ایک انجن تیار  
 کیا جس میں سپاہی ہتیکر دیوار کے قریب پہنچے اور اسے توڑنا شروع کر دیا مگر اس کے  
 گرا دینے سے کچھ مقصد نہ برآیا۔ عیسائی پہلے ہی ہوشیار ہو گئے تھے دیوار کے منہدم  
 ہوتے ہی انھوں نے عربوں پر سخت حملہ کیا اور جس قدر عرب کہ اس انجن کے ہمراہ تھے  
 سب کو قتل کر ڈالا چنانچہ اب تک وہ مقام برج شہدا کے نام سے مشہور ہے۔ الغرض جب  
 موسیٰ کی یہ تدبیر بکا ر گئی تو وہ اہل شہر سے صلح کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ شہر کے چند نام آؤ  
 آدمی موسیٰ کے پاس حاضر ہوئے جب یہ خیمہ کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے  
 دیکھا کہ ایک شخص سفید ریش جس کے چہرہ سے آثار دلیری اور شجاعت نمایان ہیں خیمہ  
 کے وسط میں بیٹھا ہے اور عرب امرا گرد جمع ہیں سپہ سالار کے رعب و ارچہ نے ان کے

دوان میں خوف پیدا کر دیا۔ یہ کہیت اوس روز کسی امر کا فیصلہ نہیں ہوا اور مجلس دوپہر  
 روز مقرر ہوئی۔ رات کے وقت موسیٰ نے اپنی سفید ڈاڑھی میں خنکا خضاب  
 لگا یا صبح کو جب عیسائی پھر حاضر ہوئے تو سپہ سالار کی سرخ ڈاڑھی دیکھ کر نہایت ششہ  
 ہو گئے۔ اس دفعہ بھی مثل روز گزشتہ کچھ تصفیہ ہوا۔ تیسرا روز قرار پایا موسیٰ نے پھر  
 اپنی سرخ ڈاڑھی کو خضاب سے بالکل سیاہ کر لیا۔ جب عیسائی امر اس کے سامنے  
 آئے تو انھوں نے دیکھا کہ سفید ڈاڑھی جو پہلے سرخ ہو گئی تھی اب وہ سیاہ ہو گئی ہے  
 ایک بال بھی سفید و سرخ نظر نہیں آتا۔ اس مرتبہ بھی یہ لوگ بغیر فیصلہ واپس گئے۔  
 لیکن گہرا لے ہوئے تھے۔ اون کے چہرہ پر ایک قسم کا خوف بھی طاری ہو گیا تھا  
 شہر میں پہونچنے کے بعد انھوں نے حاکم اور رعایا کے روبرو اس عجیب و غریب قصہ کو  
 بیان کیا اور کہا کہ جس قوم میں بڑھے سے جوان ہو جانے کی قدرت موجود ہو اس سے  
 لڑنا محض اپنی جانوں کو تلف کرنا ہے مناسب یہی ہے کہ شہر کے دروازے کھول دیئے  
 جائیں اور ہم ہتھیار رکھ کر غیر قوم کی اطاعت قبول کر لیں۔ اس تقریر کا سامعین پر بھی ایسا  
 اثر ہوا کہ انھوں نے اپنے پیشواؤں کی رائے بغیر کسی عذر کے تسلیم کر لی۔ یہاں اسی وقت  
 امیر موسیٰ کے پاس واپس آئے اور جو شرائط ذیل امیر نے پیش کئے تھے وہ  
 قبول کر لیئے (۱) یہ کہ تمام مال از قسم زرو جواہر عربون کو ویدیا جائے۔ (۲) رعایا ہتھیار

رکھ دے۔ (۳) جو لوگ بھاگ گئے ہیں اون کی جاہد اویں ضبط کر لی جائیں۔ اور جو  
لوگ شہر میں موجود ہیں اون کے جان و مال اور مذہب میں عرب کسی قسم کی مزاحمت  
نہ کریں سپہ سالار اون کی حفاظت کا خود ذمہ دار ہے (۴) عیسائی اپنے قانون اور  
مذہب کے عوض جزیہ دینا قبول کریں۔ اور اگر کوئی عیسائی اسلام اختیار کرنا چاہے  
تو اس کا کوئی مانع اور مزارع نہ ہوگا اور عیسائی بلا اجازت نہ گرجا نہ بنائیں۔ حاکم اور  
رعایا نے شرط مذکورہ قبول کر لیں اور دروازہ کھول دیا موسیٰ ابن نصیر اپنے لشکر  
کے ہمراہ شہر کے اندر داخل ہوا ہنوز موسیٰ نے اس شہر کو فتح ہی کیا تھا کہ اہل شہر  
نے بغاوت کا علم لے لیا موسیٰ کے بیٹے عبدالعزیز کو جو حال ہی میں سات ہزار  
سواروں کے ہمراہ افریقیہ سے آیا تھا شبیلیہ روانہ کیا مگر اس کے پہنچنے سے پہلے  
انہی عرب عیسائیوں کے ہاتھوں سے قتل ہو چکے تھے عبدالعزیز نے عربوں کے  
خون کا پورا انتقام لیا اور قرب و جوار کے شہروں کو فتح کرتا ہوا صریحہ میں اپنے بہادر  
باپ سے آگیا اس کے بعد امیر موسیٰ نے ظلیلہ کا عزم کیا اور شوال ۹۳۷ء میں  
اوس طرف روانہ ہوا۔ جب سپہ سالار کے آنے کی خبر امیر طارق کو پہنچی وہ اپنی  
فوج ظفر موج کے ہمراہ موسیٰ کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آیا اور سپہ سالار  
کے سامنے گھوڑے سے اتر کر مودبانہ کھڑا ہوا اور جو مال اوس کے حصہ میں آیا تھا

وہ سب امیر کے پیشکش کر دیا۔ برخلاف اس کے موسیٰ اس سے سختی کے ساتھ  
 پیش آیا اور بجا لے غصہ عدول حکمی کا سبب پوچھا۔ اگرچہ تمام فوجی افسر طارق  
 کی سفارش کی تعریف میں ہم زبان تھے اور سب نے بیان کیا کہ اسلام کے  
 لیے اس نے جو مصیبتیں اٹھائی ہیں اور میدان جنگ میں جو بہادری اور شجاعت  
 کے جوہر دکھائے وہ نہایت ہی قابل قدر ہیں۔ لیکن سپہ سالار نے ایک کی  
 سفارش نہ سنی طارق سے تمام مال مع میر حضرت سلیمان جس کا ایک پایہ  
 گم ہو گیا تھا لیکر قید کر دیا اور بجای اوس کے معینت الرومی کو مامور کر دیا۔ مگر اوس  
 بہادر کا ستارہ تھوڑے ہی عرصہ میں پھر چمک اٹھا موسیٰ ابن نصیر کا عتاب  
 صرف عدول حکمی کی وجہ سے اوس پر نازل ہوا تھا فوجی قواعد کے موافق عدول حکمی  
 افسران فوج میں خوفناک سمجھی جاتی تھی موسیٰ کو اس تنبیہ سے صرف یہ منظور تھا کہ  
 دوسروں کو عبرت ہو اور وہ طارق کی تقلید سے اجتناب کریں۔ فی الحقیقت موسیٰ  
 طارق کی بے نظیر فتوحات سے بہت خوش تھا جب موسیٰ نے دیکھا کہ اس کے  
 عتاب سے دوسرے فوجی افسر متاثر ہو گئے ہیں تو اس نے طارق کو قید سے رہا  
 کر کے اوسے اپنے لشکر کا افسر اعلیٰ بنایا۔ بعض یورپین مورخین موسیٰ کے اس  
 عتاب کا بالکل نیا بلکہ خلاف قیاس نتیجہ نکالتے ہیں۔ اون کا خیال ہے کہ سپہ سالار کی

خفگی طارق پر سبب عدول حکمی نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کی مسلسل کامیابیوں نے  
 موسیٰ کے دل میں حسد اور بغض پیدا کر دیا تھا۔ موسیٰ کا یہ خیال تھا کہ نمایاں  
 اور قابلِ قدر خدمات سے طارق کی وقعت بڑھ جائے گی اور میری عزت خاک  
 میں مل جائے گی۔ اسی سبب سے موسیٰ نے اپنا حکم امتناعی جاری کیا تھا اور  
 اوس کی تعمیل جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں طارق نہیں کر سکا کوئٹہ۔ یہ بیان کرتا ہوں  
 کہ سپہ سالار نے خود اپنی خواہش سے طارق کو رہا نہیں کیا بلکہ طارق  
 نے اپنا مرام فرغِ غلیفہ وقت کے سامنے پیش کیا اور غلیفہ نے موسیٰ کو اس کی رہائی کا حکم دیا۔  
 ہم یورپین مورخین کے اس بیان کو چند وجوہ سے تسلیم نہیں کر سکتے پہلے یہ کہ  
 اندلس سے دمشق کو آنا جانا اوس زمانہ طلاطم اور انقلاب میں ایک دور وز کا کام  
 نہ تھا بلکہ مہینوں کا راستہ تھا۔ اور عرب مورخین لکھتے ہیں کہ عقاب کے تھوڑے ہی زمانہ  
 بعد موسیٰ نے طارق کی خطا معاف کر دی۔ دوسرے یہ کہ اگر طارق کی خدمتوں  
 نے سپہ سالار کو فی الحقیقت اوس کا دشمن جانی بنا دیا تھا تو پہلے طارق کے قتل کر دینے  
 میں کون سا ممانعت تھا دمشق ہزاروں میل پر واقع افریقیہ اور اندلس کا انتظام  
 موسیٰ کے سپرد یہاں کی تمام فوج اور افسر موسیٰ کے محکوم۔ ان تمام واقعات کو  
 طارق اچھی طرح سے جانتا تھا ایسی شکل میں موسیٰ کی شکایت غلیفہ سے کرنا قرین نہیں



یورپ کے مورخین کی تردید اسی سے ہوتی ہے کہ طارق کی رہائی کے بعد امیر موسیٰ نے او سے اپنے لشکر کا افسر اعلیٰ بنادیا موسیٰ کے بعد فوج اندلس کا اعلیٰ افسر طارق ہی تھا۔ تیسرے یہ بھی قیاس میں نہیں آتا کہ غلیقہ و محض طارق کی سرسری فریاد پر بغیر تحقیقات کامل موسیٰ سے حلیل القدر سپہ سالار کی توہین گوارا کرتا۔ الغرض ان دونوں امیرون کی مصاحبت سے تمام لشکر کو مسرت اور اطمینان ہوا امیر موسیٰ نے طارق کو بڑی فوج کے ہمراہ آگے روانہ کیا اور آپ خود لشکر اسلام کے ساتھ اوس کے عقب میں کوچ کیا۔ ان دونوں نے شہر <sup>سطن</sup> رغو سے گزر کر شہر اور صوبہ شمر قسطیہ کو فتح کر لیا اور ملک اندلس کے وسط میں بہت دور تک نکل گئے طارق نے جس شہر کا محاصرہ کیا اوس کو فتح ہی کر کے چھوڑا یہ شہر اور بلاد فتح کر کے آگے بڑھتا تھا۔ سپہ سالار مقامات مفتوحہ کا انتظام اور جو معاہدے طارق شہر مفتوحہ کے حاکموں سے کرتا تھا انہیں بغیر کسی رد و بدل کی منتظر کرتا ہوا بھی آ رہا تھا جب ان امیرون نے تقریباً تمام جزیرہ نما ملک فتح کر لیا اور ہر شہر اور بلاد اور شہر و قلعوں پر اسلامی پہرہ پہرایں غرور اور تکبر سے اڑنے لگا ان دونوں کو جلیل البرتات یعنی سرحد ملک فرانس تک پہنچ گئے تھے سرزمین فرانس کے

لہ انگریزی میں ارکان کہتے ہیں۔ تہ انگریزی میں سارا گوسا کہتے ہیں۔

دیکھنے کا از حد شوق پیدا ہوا سرحد فرانس کے قریب سپہ سالار نے چند روز فوج کے انتخاب میں بسر کیے۔ جو لوگ ہمراہ چلنے کے لئے تیار تھے اون کو جمع کر کے ملک فرانس میں داخل ہوا۔ اور بغیر کسی تعرض و مراجعت کے اوس کے بڑے بڑے شہر مثل برشلونہ اور اربونہ فتح کر لیے پہر دریای رون کے ساحل پر پہنچ گیا اور شہر لیون کے مستحکم قلعہ پر اسلامی جیٹا نصب کر دیا۔

ہم نے متعدد تاریخوں کو دیکھا لیکن ٹھیک طور سے پتہ نہیں چلتا کہ عرب فرانس کی سرزمین میں کہاں تک پہنچ گئے تھے کسی مورخ نے مقام کا تعین نہیں کیا جن موزین سے ہم نے مدد لی ہے وہ اسی قدر لکھتے ہیں کہ عرب بہت دور تک نکل آئے تھے۔ یہ ثابت ہے کہ عرب شہر اربونہ تک داخل ہو گئے تھے اور یہ شہر قطیف سے تین سو پچاس فرسخ یعنی ایک ہزار پچاس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

ایک مورخ کا قول ہے کہ جب موسیٰ اور طارق شہر لیون سے آگے بڑھے تو اٹناوراہ میں بہت سی عمارتوں کے کہنڈر دیکھے اس کے وسط میں ایک ستون جس کی بلندی کا ٹھیک اندازہ نہیں ہو سکتا نصب تھا اس کے ایک جانب عمیق

۱۵ انگریزی میں بارسلونا کہتے ہیں۔ ۱۶ انگریزی میں ناربون کہتے ہیں۔ ۱۷ انگریزی میں لایون کہتے ہیں۔

۱۸ انگریزی میں کارڈا کہتے ہیں۔

غریب عبارت کندہ تھی جس کا مفہوم یہ تھا اے اولاد اسمعیل یہاں تک تم  
 پہنچ گئے اب واپس ہو جاؤ۔ دوسری طرف اسی عبارت کے سلسلہ میں  
 یہ الفاظ کندہ تھے کہ ”اگر تم اس پہر کے آگے بڑھے تو یہاں سے  
 تم خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو جاؤ گے اور تمہاری قوت خاک میں  
 مل جائیگی۔“ موسیٰ اس حیرت انگیز اور پُر غور واقعہ سے ہراساں ہوا اور فوجی  
 افسروں سے مشورہ کیا وہ مختلف رائے تھے لیکن امیر موسیٰ کو اس کے  
 بعد آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی اور جمعیت کو واپس ہونیکا حکم دیا ہم فرانس کی  
 نسبت بعض موزین کا قول ہے کہ عرب اس میں داخل ہی نہیں ہوئے بلکہ موسیٰ  
 اندلس کے صوبہ جلفیہ کے فتح کرنے میں مشغول تھا کہ مغیث الرومی  
 جو شہر طلیطلہ کے فتح ہو جانے کے بعد دمشق چلا گیا تھا واپس آیا اور سپہ سالار  
 سے عرض کی کہ خلیفہ ولید ابن عبدالملک نے تمہیں شام واپس ہونے کا  
 حکم دیا ہے لیکن ان موزین کی ہیراے صحیح معلوم نہیں ہوتی ہے کیونکہ علاوہ موزین  
 عرب کے بعض نامور موزین یورپ نے بھی لکھا ہے کہ عرب فرانس میں داخل  
 ہوئے چنانچہ کین نے اپنی بظیفہ تصنیف جس میں روما کی ترقی اور تنزل کا حال  
 بڑی فصاحت سے تحریر کیا ہے بیان کرتا ہے کہ اگر چار لڑ مارٹل عربوں کو فرانس

کے وسط میں شکست نہ دیتا اور سوبی اسکی شاہ پولند ترکون کا سرحد جرمینی پر مزاحم نہ ہوتا تو اس زمانہ میں یورپ اور انگلستان کے تمام بڑے بڑے مدرسوں اور یونیورسٹیز میں بجای انجیل کے قرآن کا درس طلبا کو ملتا۔ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ عربوں نے فرائس کا کچھ حصہ ضرور فتح کیا تھا لیکن یہ اس ملک سے تھوڑے ہی عرصے میں نکال دئے گئے یہ کوئی تعجب خیر امر نہیں ہے۔ موسیٰ فتح کے شوق میں یہاں تک چلا آیا تھا۔ نہ تو اس نے رسد کے پہونچنے کا راستہ قائم کیا تھا اور نہ امداد کا بندوبست۔

دنیا میں ہر فرد بشر کو لازم ہے کہ ترقی کے ساتھ تنزل کا بھی خیال رکھے کیونکہ ترقی کے ساتھ تنزل کا بھی اندیشہ لگنا رہتا ہے بلکہ یہ فطرتی امر ہے جو نہ صرف کس شخص کو لاحق ہوتا ہے بلکہ ہر قوم و ملت کو ناگزیر ترقی کے بعد تنزل نصیب ہوتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ترقی و تنزل ہر مخلوق کے ساتھ تو امداد خلق ہوئے ہیں۔ خواہ آدمی ہو یا حیوان۔ درخت ہو یا پھول۔ موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے وہ کام کرائے جو تا قیام قیامت صفحہ ہستی پر منقش رہیں گے۔ لیکن یہ بہادر اور لائق سپہ سالار اگرچہ بہادری اور شجاعت اور ریاست میں اپنا آپ نظیر تھا مگر پھر انسان تھا جب اس کا ستارہ اقبال کمال اوج پہونچا تو پھر اس میں آثار تنزل نمودار ہونے لگے اس کی عزیز اور جان نثار فوج کو کیا خبر تھی کہ اس

ہر دل عزیز امیر مصیبت کا آسمان ٹوٹنے والا ہے اور فوج اندلس جس کے ذریعہ  
 سے اس نے بڑی بڑی فتوحات حاصل کی تھیں اب گویا یتیم ہونے والی ہے  
 موسیٰ سہی اپنی قسمت کے تنزل سے اور اپنے پولیکل زوال سے لاعلم  
 اپنی جان نثار فوج کی آسائش اور اسلام کی ترقی میں بہت مصروف تھا قبل اس کے  
 کہ ہم اس حصہ تاریخ کو بس کا تعلق موسیٰ کی ذات سے ہے ختم کرین مختصر طور پر اس  
 امیر کے لائق بیٹے عبدالعزیز کی فتوحات کا ذکر اس مقام پر کرنا مناسب سمجھتے  
 ہیں جس زمانہ میں موسیٰ اور طارق دونوں ملک اندلس اور فرانس کے فتح فرماتے  
 مشغول تھے عبدالعزیز نے بھی اپنے باپ کی تقلید میں کوئی دقیقہ اڑھا نہیں کیا تھا  
 ہم بیان پر اٹھیں واقعات کا ذکر کرتے ہیں جو موسیٰ کے دمشق واپس  
 جانے کے قبل وقوع میں آئے تھے موسیٰ طلیطلہ روانہ ہوا تو عبدالعزیز  
 نے اپنی تہکی ماندی فوج کو چند روز آرام دیا بعد ازاں غرب کے صوبوں کے فتح  
 کرنے کی جانب متوجہ ہوا اور تھوڑے ہی زمانے میں اس کل حصہ کے بڑے  
 بڑے شہروں پر اس نے اسلام کے جھنڈے گاڑ دیے۔ اس کے بعد اس نے  
 جنوب کا قصد کیا جہاں علیٰ اللہ اندان اور بہادر سپہ سالار تدمیر نے عربوں کو آگے بڑھنے  
 سے روک دیا تھا اور خود جنوبی حصہ کا بادشاہ بن بیٹھا تھا تدمیر کی بہادری اور

شجاعت ضرب المثل تھی قبل اس سے اس نے عربوں کا مقابلہ ہی کیا تھا۔  
 عرب اس کو وقعت کی نظروں سے دیکھتے تھے بالخصوص جو بے نظیر کار نمایان  
 اس سے جنگ وادی الکنتہ میں ظہور میں آئے تھے ان سے عرب خوب واقف  
 تھے۔ جب تدمیر کو امیر عبدالعزیز کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی  
 باقی فوج کو درست کیا اور مقابلے کے واسطے بڑھا۔ یہ عیسائی خوب سمجھا ہوا تھا کہ  
 کھلے ہوئے میدان میں عربوں کا مقابلہ کرنا بیکار ہے۔ عربوں کے حملہ سے یہ بخوبی  
 واقف تھا۔ یہ بھی جانتا تھا کہ عیسائی فوج اس سے سربرہن ہو سکتی اس لیے اس نے  
 جنگ کا بالکل نیا طریقہ اختیار کیا اور کمال لیاقت و ہوشیاری سے درہ ہامی کوہ  
 اور محفوظ مقامات پر اپنی فوج کو مورچہ بند کر دیا جہاں سے بغیر اپنے ذاتی نقصان کے  
 عربوں کو بہت کچھ مضرت اور تکلیف پہنچا سکتا تھا لہذا اسی طرح چند روز تک تدمیر نے  
 عبدالعزیز اور اس کے لائق سپہ سالار کو بہت پریشان کیا۔ ان دونوں نے  
 بہت کوششیں کیں کہ عیسائی فوج کو دھوکا دیکر کسی طرح کھلے میدان میں لے آویں  
 لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ باوجود اس ناکامیابی کے عبدالعزیز بھی اپنے  
 ارادے سے باز نہ آیا اور اپنی بلند ہمتی اور مستقل مزاجی سے آگے بڑھتا چلا گیا اور موقع  
 کا منتظر رہا بالآخر خوش تدبیری اور طالع کی یاوری سے منظر منصور ہوا تدمیر نے بہت کچھ

چالاکی اور ہوشیاری کی لیکن عبدالعزیز نے وہ جال چار طرف بچایا کہ تدمیر  
کو مجبوراً میدان لوٹ میں عربوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس میدان میں ایک  
غظیم الشان جنگ ہوئی۔ عیسائیوں نے اپنے رہے رہے ملک کے بچائیں  
جان کی پروانہ کی اور نہایت دلیری اور شجاعت سے عربوں کا مقابلہ کرتے رہے  
لڑائی کو شروع ہوئے عرصہ ہو گیا تھا عیسائی فوج کی روی اور نازک حالت  
ہوتی جاتی تھی تدمیر خود اپنی فوج کا دل بڑھاتا تھا اور اسے لڑائی کی ترغیب دیتا  
تھا اور آپ چاروں طرف پہرہا تھا کہ اتنے میں اسکی نظر عربی سواروں پر پڑی کہ  
نیزے ہاتھوں میں بلند کیئے ہوئے مثل طوفان خیز دریا کے امڈ رہے تھے  
اون کے سفید عماموں کے شعلے دور سے ہوا میں اڑتے ہوئے مثل کف دریا معلوم  
ہوتے تھے۔ اگر اس عیسائی کو کسی چیز سے خوف تھا تو انھیں سواروں کے  
حملوں کا تھا جسے کوہ آہن میں ہی روک نہیں سکتا تھا۔ ایسے نازک وقت میں یہ  
دشمنانک سامان دیکھتے ہی تدمیر کی رہی رہی امید بھی جاتی رہی اور اس کے ہاتھ  
تلوار زمین پر گر پڑی اور وہ خود سکتے کی حالت میں اس طوفان کا تماشا دیکھنے لگا کہ  
اون سواروں نے تدمیر کی فوج سے ٹکر کھانی جس کی آواز سے تمام ہپاڈ لرز گیا اور

مانند اوس بخوف موج دریا کے جو ایک بار کسی سبب سے تہم کر دو چند قوت سے آگے نکل جاتی ہے۔ یہ سوار راستہ کاٹتے تھے اوس منتشر اور پریشان فوج کے قلب میں داخل ہو گئے۔ تدمیر کی فوج پہلے ہی بیدل ہو چکی تھی اس سخت حملہ کی تاب نہ لا سکی اور بہاگ کھڑی ہوئی تدمیر جب اپنی سکتہ و تحیر کی حالت سے چونکا تو دیکھا کہ فوج چار طرف بہاگ رہی ہے اور عرب اس منتشر اور بدحواس سپاہ کے تباہ کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اس نے اون سواروں کو جو اوس کے گرد تہ جمع کیا اور بہاگ کر قلعہ اوری اولہ کی مضبوط چار دیواری میں پناہ لگ گئے۔ عربوں نے قلعہ تک اون کا تعاقب نہ پہنچا۔ کچھ عرصے کے بعد جب تدمیر کے ہوش و حواس درست ہوئے تو کیا دیکھتا ہے کہ ہمراہی بہت تھوڑے رہ گئے ہیں جو عربوں کو روکنے کے لیے کافی نہیں ہو سکتے گو یہ وقت اس بہادر عیسائی پر قیامت سے کم تھا مگر اس کی بلند ہمتی اور مستقل مزاجی نے ایسے بڑے موقع پر بھی اس کا ساتھ پہنچا۔ قبل اس کے کہ عرب قلعہ کے قریب پہنچتے تدمیر نے فوراً غورتوں کو حکم دیا کہ مردانہ لباس پہن کر اور بالوں کو ٹھڈیوں کے نیچے باندھ کر قلعہ کی دیواروں اور مورچوں پر کھڑی ہو جائیں جرنیل کی اس تیز فہمی اور چالاکی سے عربوں کے دل متاثر ہوئے جس دم عبدالعزیز نے اپنی فوج کے ہمراہ قلعہ کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ قلعہ کی مستحکم دیواروں



اور مورچوں پر ہتھیار فوج تیار کٹھری ہے متعجب ہوا کہ تھوڑے زمانہ میں تدمیر نے اتنی فوج کثیر کہاں سے فراہم کر لی۔ اس نے اپنی فوج کو روک کر کمال احتیاط قلعہ کا محاصرہ کر لیا اس محاصرہ کے انتظام سے فارغ ہوتے ہی قلعہ کا دروازہ کھلا اور ایک سوار اندر سے نکل کر عربوں کی طرف روانہ ہوا اور امیر عبد العزیز سے ملنے کی درخواست کی۔ امیر نے فوراً بیانی کی اجازت دی۔ سوار نے خیمہ کے اندر حاضر ہو کر عرض کی کہ تدمیر نے بغرض صلح مجھے تمام اختیارات عطا کر کے بھیجا ہے عبد العزیز عورتوں کی فوج سے دھوکا کہا ہی بچا تھا صلح کر لینا مناسب سمجھا۔ چنانچہ حسب معاہدہ ذیل فریقین میں صلح ہو گئی۔ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم عبد العزیز بن موسیٰ اور تدمیر بن گبداس آپس میں صلح کرتے ہیں خدا ہر فریق کو اس پر قائم رکھے تدمیر کی حکومت حسب ستور سابق اس ملک پر قائم رہے گی لیکن کسی اور عیسائی پر اس کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ عربوں اور عیسائیوں میں جنگ نہ ہوگی۔ عیسائیوں کے مرد یا عورت یا بچوں کو عرب غلام نہ بنائیں گے۔ عربوں کے مذہب میں کچھ دخل ندین گے اور نہ اون کے کلیسا جلائیں گے اور نہ تدمیر کی رعایا سے کوئی نوکری یا دوسرا کام علاوہ مندرجہ معاہدہ ہذا لین گے۔ اس معاہدہ کا اثر سات شہروں پر محدود ہے تدمیر اپنی جانب سے اقرار کرتا ہے کہ وہ عربوں کے دشمن کو

اپنے ملک میں پناہ نہ دیا اور نہ ان سے بغاوت کر گیا اور اگر کوئی اس کا ہمقوم اس کے خلاف بغاوت کرنا چاہے اور اس سے تدمیر واقف و آگاہ ہو جائے تو اس کی اطلاع عربوں کو دیا اور تدمیر کے ماتحت امراء و روساء سالانہ ایک ایک دینار اور گھوٹ اور سرکہ اور شہد اور تیل وغیرہ کی جس قدر مقدار مقرر کی گئی ہے عربوں کو بطور خراج پیش کیا کریں گے۔ یہ معاہدہ ۴۴ رجب ۳۹۵ ہجری کو تحریر ہوا جس پر اشخاص ذیل نے اپنے اپنے دستخط ثبت کیے عثمان بن ابی عبیدہ حبیب بن ابی عبیدہ اور ریس ابوالقاسم جب معاہدہ پر امیر عبدالغیر نے اور ایلچی کے دستخط ہو گئے تو ایلچی نے بیان کیا کہ تدمیر میں ہی ہوں۔ امیر عبدالغیر نے بحال اخلاق اس بہادر عیسائی سے پیش آیا اور اس کے حسن تدبیر کی تعریف کی اور شکریہ ادا کیا اور اپنا مہمان بنایا۔ دونوں بہادروں نے اس طرح باہم مل کر کھانا کھایا گویا ان میں بہت پُرانی دوستی تھی اور بہت دنوں کے بعد ایک دوسرے سے ملے تھے۔ اس واقعہ کے دوسرے روز دروازہ قلعہ کا کھول دیا گیا عبدالغیر نے ہمراہ امیر حبیب اور ابوالقاسم اور چند سوار اور پیادوں کے قلعہ میں داخل ہوا تدمیر اور شہر کے روساء نے اس کا استقبال کیا انڈر قلعہ کے پہنچ کر امیر نے نہایت حیرت سے پوچھا کہ وہ لوگ جو قلعہ کی دیوار اور مورچوں پر تھے کہاں چلے گئے تدمیر نے نیز کسی تصنع کے واقعہ مذکور بیان کیا۔

عربوں نے اوس دور اندیشی اور چالاکی کی تعریف کی اور تین روز تک قلعہ میں مہمان  
 اس کے بعد امیر عبدالعزیز تدمیر سے رخصت ہو کر البیڑیہ جیان غرناطہ  
 فتح کرتا ہوا شہر ملقون میں واپس آگیا اسی اثنا میں موسیٰ کے پاس خلیفہ ولید  
 کا وہ حکم پہنچا جس کا ذکر ہم اوپر کرتے ہیں موسیٰ اسی وقت صوبہ جلیقیہ کے  
 فتح کرنے میں مصروف تھا اس حکم سے بہت پریشان ہوا اس کی دلی خواہش یہ تھی  
 کہ یہ رہا سہا حصہ ملک کا بھی قبل روانگی اسی کے ہاتھوں پر فتح ہو جائے چنانچہ اس نے  
 مغیث الرومی کو راضی کر لیا کہ چند روز وہ تعمیل حکم میں سختی نہ کرے اس اقرار  
 کے بعد سہ سالار نے قلعہ باز کو فتح کر لیا اور قلعہ لوگوں پر قبضہ کرتا ہوا ضحرة البری  
 پر جو کہ بحر الاخصر کے کنارے پر واقع ہے اسلامی جہنڈا نصب کر دیا جس طرف  
 عرب مکل جاتے تھے عیسائی فوراً طاعت اور خراج دینا قبول کر لیتے تھے۔ جن  
 شہروں کو عیسائیوں نے خالی کر دیا تھا ان میں عربوں نے بسنا شروع کر دیا اور  
 بہت تھوڑے زمانہ میں ان عربوں نے ان اُجڑے ہوئے اور بے چراغ قصبوں کو  
 گلزار بنا دیا۔ تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب تجارت کے شوق میں دور

۱۔ انگریزی میں جین کہتے ہیں۔ ۲۔ انگریزی میں گراڈ کہتے ہیں۔

۳۔ والاگان کہتے ہیں۔ ۴۔ انگریزی میں مگس کہتے ہیں۔

دور کے ملکوں میں جا کر بسا کرتے تھے اور غیر ملک کو اپنا وطن بنا لیتے تھے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس قلیل عرصے میں ایسی حیرت انگیز ترقی کی جسکی نظیر کسی دوسرے مذہب یا قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی امیر موسیٰ ہنوز قلعہ لگو کو میں مقیم تھا کہ ابونصر نے خلیفہ کا دوا حکم لوم سے پہنچایا۔ اس میں خلیفہ نے نہایت عتاب کے ساتھ حکم کی تعمیل میں جو درنگی واقع ہوئی اوس کی وجہ سپہ سالار اور مغیث سے دریافت کی تھی اور ابونصر کو یہ حکم دیا تھا کہ موسیٰ جہان ملے اوسے آگے بڑھنے سے ممانعت کرو اور بہت جلد دمشق روانہ کرو اس حکم ثانی کے بعد موسیٰ میں اتنی قدرت کہان تھی کہ وہ خلیفہ اسلام کی عدول حکمی کرتا۔ ہزاروں ارمان دل ہی میں لئے اوٹھ کھڑا ہوا۔ فوج موسیٰ کے قریب طارق سے ملاقات ہوئی۔ یہ صوبہ ارغون کو فتح کر کے سپہ سالار کے پاس جا رہا تھا۔ یہاں سے مغیث الرومی ابونصر طارق کو اپنے ہمراہ لیکر شہر اشبیلیہ میں داخل ہوا اور اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور سہ صدی قلعوں پر بقدر ضرورت فوج روانہ کر دی اور نیز ضروری احکام جاری کیے اسکے بعد طارق کے ہمراہ آخر سترہ ہجری میں شام کو روانہ ہوا جب طارق سے یہ دونوں امیر کشتی پر سوار ہوئے اور اوس ملک کو جسے انہوں نے بکمال محنت اور

لہ انگریزی میں اراگان کہتے ہیں۔

اور جانفشانی اسلام کے لئے فتح کیا تھا حسرت بہی نگاہوں سے دور تک دیکھتے  
 رہے۔ الغرض یہہ دونوں آبنامی طارق کو جسے بحر الزقاق بھی کہتے  
 ہیں عبور کر کے افریقہ میں داخل ہوئے۔ شہر قیروان میں پہنچنے کے بعد وہ  
 نے اپنے دور دراز سفر کی تیاریاں کیں اور اپنے بڑے بیٹے امیر عبد اللہ  
 فاتح خیزرہ ملارقہ کو اس ملک کا والی مقرر کیا اور مغربی حصہ کی حکومت اپنے  
 چھوٹے بیٹے عبد الملک کے سپرد کی اور سواحل افریقہ اور شہر طنجہ کے  
 قلعوں کا انتظام اپنے تیسرے بیٹے کے حوالہ کیا ان انتظامی امور سے فارغ ہونے کے  
 بعد بھرپور جمعیت کشید جس میں سیکڑوں گاڑیاں اور اونٹ مال و اسباب سے لدے  
 ہوئے تھے شام کی جانب روانہ ہوا۔ علاوہ اس جمعیت اور مال کے تیس ہزار  
 نامور آدمی اہل اندلس کے جن کو اس نے مختلف لڑائیوں میں گرفتار کیا تھا ہمراہ رکھا  
 تھے لیکن باوجود اس قدر مال و متاع اور جاہ و شہم کے رنج اور فکر نے اس کے  
 دل کو بچپن اور پریشان کر رکھا تھا چہرہ پر آثار فکر و درد کے پائے جاتے تھے۔ غالب کا  
 یہ شعر اس کے حسب حال تھا شعر

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر نکلے  
 بہت نکلے مرے ارمان لیکن پہرہی کم نکلے

سچ ہے کہ اگر انسان موت کے پنیہ میں گرفتار نہ ہوتا تو یہہ اپنے خالق کے وجود کا ہی  
 قائل نہ ہوتا۔ اگر ہم دس صدیوں تک ہی زندہ رہیں اور اپنی عمر موسیٰ کی نظیر ڈھونڈنے  
 میں صرف کریں تب بھی اس کا ثانی نہیں نہ ملے گا جس زمانے میں خدا نے اسے پیدا  
 کیا تھا وہ اس کے لیے بہت موزون تھا۔ جس قدر موسیٰ مشکل سے مشکل ترین مرحلوں  
 اور مہموں پر کامیاب ہوتا جاتا تھا اسی قدر اس کی بلند ہمتی میں روز افزون ترقی ہوتی  
 جاتی تھی اور ارامن کا ایک دریا تھا کہ اس کے دل میں موج زن ہوتا جاتا تھا جو ارامن  
 اس کے پورے ہوئے تھے وہ آئندہ آنے والے ارامن کے مقابلے میں گویا  
 بحرِ خار کا ایک قطرہ تھا جب موسیٰ بسبب قلتِ فوج سرزمینِ قمرانس سے  
 واپس ہوا اور جبل البرتات کی چوٹی سے اس سرزمین کو اپنے پیروں کے نیچے  
 پہیلا ہوا دیکھا تو مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنی فوج کو درست اور رسد اور آمد کا بندوبست کر کے  
 یورپ کے مختلف ملکوں کو فتح کرتا اور اسلام کو ترقی دیتا قسطنطنیہ کے راستہ سے  
 ملک شام میں داخل ہوں اگر فی الحقیقت سپہ سالار کو اپنے اس خیال کے پورا کرنا  
 موقع ملتا اور یہ کامیاب ہوتا تو قبولِ کبیر۔ یورپ کے مشہور درسون میں  
 بجائی انجیل کے اس وقت قرآن اور توحید کا درس دیا جاتا اور پوپ کے عوض  
 شیخ الاسلام کا حکم آج شہرِ روم میں بھی نافذ اور واجب التعمیل ہوتا۔

غرض کہ اسی حالت مغموم میں موسیٰ دمشق کے قریب پہنچا۔ شہر میں داخل ہونے کے قبل اس نے مغیث الرومی سے سابق گورنر شہر قوطیہ کو جسے خود مغیث نے گرفتار کیا تھا طلب کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے اوس کو گرفتار کیا ہے اور میں خود اپنے مالک اور خلیفہ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ اس صاف انکار سے موسیٰ انتہایت برہم ہوا اور قیدی کو جبراً مغیث الرومی سے چھین لیا۔ سپہ سالار کے چند دوستوں نے اسے مشورہ دیا کہ اس حالت میں قیدی کو خود پیش کرنا مناسب نہیں کیونکہ مغیث خلیفہ کے روبرو ضرور دعویٰ کرے گا جس کی تائید میں اس عیسائی قیدی کا اقرار کافی ہوگا موسیٰ سمجھ گیا کہ دراصل ان لوگوں کا بیان صحیح ہے۔ اس نے عیسائی کو اسی وقت قتل کر ڈالا۔ موسیٰ کی اس حرکت سے جبراً مغیث الرومی کو اس کا جانی دشمن بنا دیا۔ بالآخر موسیٰ کو طارق اور مغیث سے ایسا نقصان پہنچا کہ پہرہ سنبھل نہ سکا۔ تاریخ سے یہاں طور پر معلوم نہیں ہے کہ آیا موسیٰ خلیفہ ولید کی حیات میں دمشق پہنچا تھا یا اوس کے انتقال کے بعد خلیفہ سلیمان کے عہد حکومت میں وہ مغرب جو آخر الذکر قول کے قائل ہیں تحریر کرتے ہیں کہ قبل اس کے کہ موسیٰ اپنے خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوتا مغیث الرومی اور طارق نے سلیمان کے سامنے

اس کی شکایتیں کر کے موسیٰ سے اوسے برگشتہ خاطر کر دیا تھا جس دم سپہ سالار  
 خلیفہ سلیمان کے سامنے حاضر ہوا تو خلیفہ کے برتاؤ اور طرز گفتگو سے سمجھ گیا کہ وہ  
 مجھے ناراض ہے سلیمان نے پہلا سوال اوس سے اوس سلیمانی منیر کی نسبت  
 کیا جس کو موسیٰ نے طارق سے جبراً حالت عتاب میں لے لیا تھا موسیٰ  
 نے فوراً اوس منیر کو دربار میں پیش کیا۔ اس نادر تحفہ کو دیکھ کر خلیفہ نے موسیٰ کی طرف  
 مخاطب ہو کر کہا کہ طارق کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ منیر مجھ کو ملی تھی سپہ سالار نے یہ جواب  
 دیا کہ اگر طارق نے اس منیر کو کہیں دیکھا تھا تو میرے ہی قبضہ میں دیکھا ہوگا۔  
 طارق نے کہا کہ موسیٰ سے دریافت کیا جائے کہ اس منیر کا چوتھا پایہ کیا ہوا۔  
 خلیفہ نے دیکھا کہ تین پایہ اوس کے زمرہ کے ہیں اور چوتھا پایہ سونے کا جسے  
 موسیٰ نے خود لگایا تھا موسیٰ اصل راز سے واقف نہ تھا اوس نے عرض کی  
 کہ یہ منیر مجھ کو بجا لیا موجودہ ملی تھی اس جواب کے بعد ہی طارق نے فوراً اپنی عبا  
 سے چوتھا پایہ جس کو اوس نے اسی موقع کے لیے چھپا رکھا تھا نکال کر پیش کر دیا  
 جس سے اس واقعہ کا صدق و کذب ظاہر ہو گیا اور خلیفہ کو یقین ہو گیا کہ جو الزامات اس پر  
 لگائے گئے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں سلیمان نے موسیٰ کا تمام مال و متاع ضبط کر کے  
 اوسے شہر بدر کر دیا۔ بعض کا یہ بیان ہے کہ اس کو بہت سختی کے ساتھ قید رکھا اور



دولا کہ اشرفیان اس سے بطور جرمانہ وصول کرنے کا حکم دیا بدقسمتی سے اس کی بہیک  
مانگنے کی نوبت پہنچ گئی اور یہ نصف جرمانہ سے زیادہ ادا نہ کر سکا بالآخر امیر ابن  
المہلب فاتح جارجیہ اور طرستان کی سفارش سے باقی جرمانہ اور  
دوسری خطائیں بھی ایک حد تک معاف کر دی گئیں اور اس کا بڑا بیٹا امیر  
عبداللہ ولایت افریقیہ سے علیحدہ کر دیا گیا۔

وہ مورخین جن کی یہ رائے ہے کہ موسیٰ خلیفہ ولید ہی کے زمانہ میں  
شام پہنچا تھا تحریر کرتے ہیں کہ جب سپہ سالار دمشق کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا  
کہ خلیفہ ولید مرض مہلک میں مبتلا ہے اور اسے جانبر ہونے کی امید نہیں۔  
سلیمان بن عبدالملک کو جب یہ خبر پہنچی کہ موسیٰ شام میں داخل ہو گیا ہے  
تو اس نے ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ خلیفہ اسلام کے بچنے کی کوئی امید نہیں  
خلیفہ کی زندگی تک تم شہر دمشق میں آنے کا ارادہ نہ کرو اور میرے جلوس کا انتظار  
کو۔ نامہ بر نے یہی پیام موسیٰ کو زبانی پہنچا دیا اور ہدایت کی کہ بلحاظ حالت موجودہ  
تمہیں دمشق میں آنے کی عہدی نہ کرنی چاہیے موسیٰ کو جب یقین ہو گیا کہ فی الحقیقت  
خلیفہ ولید کا اس مہلک بیماری سے جانبر ہونا دشوار ہے اس بہادر نے باوجود نعمت  
خلیفہ کے مرنے کے پہلے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ جب یہ دمشق کے

قریب پہنچا تو ہوشیاری یہم کی کہ ایک عرینہ اپنی حاضری کا خلیفہ کی خدمت میں سال  
 کیا اور حسب الحکم دربارین باریاب ہو کر تمام مال و متاع خلیفہ کے رد و پیش کر دیا۔  
 ۹۶ء میں اس واقعہ کے دو چار روز کے بعد خلیفہ ولید نے انتقال کیا  
 اور سلیمان بن عبد الملک برادر خلیفہ مرحوم تخت خلافت پر متمکن ہوا اور فوراً  
 موسیٰ کو طلب کر کے از روی عتاب دمشق میں جلوس سے پہلے داخل ہونے کی  
 وجہ پوچھی اور قبل اس کے کہ اسے اپنی صفائی میں کچھ کہنے کا موقع ملتا خلیفہ نے بلا  
 لحاظ خدمات سابقہ اسے قید کر دیا اور اس قدر رقم اس سے بطور جبرانہ وصول کی کہ  
 وہ بہیک مانگنے کے قابل ہو گیا۔ ایسی سخت سزا کے دینے سے ہی جب خلیفہ کا  
 جی نہ بھرا تو اس نے اس شتر سالہ سردار کو جلتے ہوئے فرش پر دھوپ میں اتنی دیر  
 تک کھڑا رکھا کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑا اور قدیم مرض دمہ کا عود کر آیا اگر امیر اس المہلب  
 اپنی سفارش میں ناکام میاب ہوتا تو موسیٰ کے ہلاک ہو جانے میں کوئی شبہ نہ تھا  
 جب موسیٰ کو ہوش آیا تو دیکھا کہ ابن المہلب سر پہنے بیٹھا ہے۔ اس نے  
 یہم درخواست کی کہ جس طرح تو نے میری جان بچائی ہے اسی طرح ایک احسان یہم  
 بھی کر کہ خلیفہ سلیمان سے میری تمام خطائیں معاف کرا دے ابن المہلب نے یہم  
 جواب دیا کہ میں تیرے لئے ہر وقت حاضر ہوں لیکن قبل اس کے کہ میں خلیفہ سے تیری

سفارش کروں تجھ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ تو اس کا کافی جواب  
 ادا کرے۔ موسیٰ نے اس شرط کو قبول کر لیا امیر مہلب نے اس سے پوچھا  
 کہ میں نے تیری لیاقت اور ہوشیاری اور دیانت داری اور تیری نبیظیر بہادری  
 اور شجاعت اکثر سنی ہے اور اب بھی سن رہا ہوں جو تجربہ دنیوی معاملات اور  
 انقلابات زمانہ کا تجھے حاصل ہے دوسرے کو نہیں ہو سکتا علاوہ برین تو یہ بھی  
 جانتا تھا کہ تیرا دشمن خلیفہ ولید کے بعد تخت نشین ہو گا پس جبکہ تو نے ایسا وسیع  
 اور شاداب اور زرخیز ملک اندلس اپنی بہادری اور شمشیر کے زور سے فتح کر لیا اور  
 تیرے پاس ایک بڑا لشکر جبار موجود تھا اور متعدد خزانے تیرے قبضہ میں تھے اور  
 تیرے مخالفین کے درمیان دریای شوریہ فاصل تھا اور نیزہ جھک پورا یقین تھا کہ  
 تیری لازوال خدمات جن کا سکہ ممالک اسلام اور ممالک نصاریٰ دونوں پر بٹھ چکا  
 ہے اس کی اس دربار میں قدر نہو گی تو پہ کیوں ایسے عمدہ مواقع ہاتھ سے جانے  
 دے اور کیوں دشمنوں کا سکار بنا کر ایسے موقع ہاتھ سے نہ دیتا اور ملک اندلس  
 کا حاکم بن بیٹھتا تو آج یہ ہر اداں نہ دیکھتا۔ گو میں نے تجھے وعدہ معافی دلائے گا  
 کر لیا ہے اور اس کوشش میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھوں گا لیکن اس کے ساتھ مجھ کو  
 آگاہ کیے دیتا ہوں کہ مجھے کامیابی کی بالکل امید نہیں ہے۔ موسیٰ نے اس گفتگو کے

بعد کہا کہ اے مہلب یہ وقت میری غلطیان پکڑنے کا نہیں ہے اب میری جان پر بنی ہے اور موت نظروں کے سامنے پھر رہی ہے ابن المہلب نے کہا کہ اس سے میرا منشاء اور مطلب یہ نہیں تھا کہ میں شکایت کروں یا تجھ کو رنج پہنچاؤں۔ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ اصلی حالت سے واقف ہو جاؤں اور اسکا اندازہ کر سکوں کہ کچھ صلح کی امید یہی ہے یا نہیں موسیٰ نے جواب دیا کہ کیا تو اوس آبی جانور سے واقف نہیں ہے جس کی تیز نگاہ دریا کی تہ کی خبر لاتی ہے لیکن بچے ہوئے جال کو قریب سے نہیں دیکھ سکتا۔

الغرض امیر ابن المہلب نے خلیفہ سلیمان کی خدمت میں حاضر ہو کر موسیٰ کی فتوحات اور اوسکی بے نظیر کارنامیوں کو یاد دلا کر سفارش کی سلیمان کو اس امیر کی راست بازی اور نیک نیتی اور خیر خواہی پر پورا بہرہ و سہ تھا اس کی سعی نے دل پر اتنا اثر کیا کہ وہ موسیٰ کے قتل سے دست بردار ہو گیا لیکن جرمانہ میں کچھ کمی تھی اور چند افسروں کو اندلس اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ عبدالعزیز بن موسیٰ والی ملک اندلس کا سر کاٹ کر دربار شاہی میں حاضر کریں گویا باپ کے گناہوں کا بدلہ اوس کے لائق اور بے گناہ بیٹے سے جو ہمہ تن ملک اندلس کے انتظام اور اپنے خلیفہ کی خیر خواہی میں مصروف تھا لیا گیا۔

اس واقعہ کے بعد موسیٰ ابن نصیر - وادی القریٰ میں وارد ہوا کہ سکونت پذیر  
 ہوا اور طرح طرح کی تکلیف میں مبتلا ہو گیا حتیٰ کہ پہننے کو نہ کپڑا ملتا تھا نہ کھانے کو روٹی  
 نصیب ہوتی تھی۔ ۹۰ء میں بزائے خلافت حضرت عمر ابن الخطابؓ پیدا ہوا اور ساٹھ  
 برس کی عمر میں افریقیہ کا والی مقرر ہوا۔ ۹۱ء میں بحالت بیکسی پر حسرت ارمان  
 اس جہان سے رخصت ہوا۔ تمام ہم عصر مورخین موسیٰ کی بہادری اور لیاقت اور  
 اس کے ذہن کی فطرتی تیزی کی تعریف کرتے ہیں۔ جیسا کہ یہ شخص بہادر اور لائق  
 تھا اسی قدر جرم دل اور اپنے مذہبی عقائد میں پکا اور فیاضی میں اپنا نظیر نہ کہتا تھا  
 اس کے گرد ہمیشہ فقراء اور پاکدامن لوگ جمع رہتے تھے۔ گو یہ اخیر وقت میں کم ظرف  
 لوگوں کی دشمنی اور حسد کا نشانہ ہو گیا تھا اور انھوں نے اس کی پاکدامنی میں دہشتہ  
 لگانے کے لیے کوئی بات اوٹھا نہیں رکھی۔ لیکن جب تک اس کی فتوحات کا نام  
 دنیا میں باقی ہے اس کا نام بھی مثل آفتاب روشن رہے گا۔ اگر ہم انصاف پسند مصنفین کی  
 تصانیف کی سیر کریں اور تواریخ سے مدد لیں تو اس کے درقون میں ہم کو بہت سی ایسی  
 نظیریں ملین گی جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر قوم خواہ وہ عیسائی ہو یا مسلمان ہندو یا گبر  
 بڑے بڑے بہادر اور مدبر اور خیر خواہ دولت ایسے ہی کم بہت کوتاہ اندیش اور خود  
 غرضوں کی دشمنی اور حسد کے نشانہ ہوئے۔ یہ نہایت عبرتناک امر ہے کہ وہ شجاع اور

خوش تدبیر و اپنی نظیر نہ کہتا تھا اس قدر مجبور ہو گیا کہ لاکھہ تدبیریں کیں مگر ایک بھی کارگر نہ ہوئی  
 آنحضرت صلم کے بعد چالیس سال جمہوری ریاست قائم رہی اور ہر ذمی حق کو  
 حق پہونچا رہا لیاقت اور شجاعت کی قدر رہی اور علم و فضل و کمال کو روز افزون  
 ترقیان ہوتی رہیں۔ مگر جب ذاتی اغراض اپنی حد سے تجاوز کر گئے اور معاویہ کے  
 زمانہ میں شخصی اور موروثی سلطنت قائم ہو گئی اور شہر و مشق سلطنت کا پایہ تخت قرار  
 پایا تب نظام سلطنت اور استحکام مملکت بلکہ کل سیاسی امور ایک ہی شخص کی راجی پر  
 چھوڑ دئے گئے شخصی سلطنت میں قوم کی ترقی و تنزل ایک ہی شخص کی حُسن لیاقت  
 اور خوش تدبیری پر منحصر ہے اگر بادشاہ قوم کی خوش قسمتی سے لائق اور بہادر اور قدردان  
 علم و ہنر کا نخل آیا تو اس قوم کے لئے ایسے بادشاہ کی زندگی کا ہر روز عید اور ہر شب  
 شبِ برات ہے اس کی لیاقت اور قوم کی سچی خیر خواہی اور نہین لوگوں کو اپنے گرد و فراہم  
 کرے گی جو لیاقت اور شجاعت اور خوش تدبیری میں بیکٹائی زمانہ ہوں بالفرض اگر کسی  
 بدقسمت قوم میں ایسے لوگ نہ بھی ہوئے تب بھی بادشاہ کی حُسن لیاقت اور خوش  
 تدبیری سے تھوڑے ہی زمانہ میں ایسے آدمی جمع ہو جائیں گے اور ان کے فیضان  
 صحبت سے جب تک کہ دنیا آفتاب اور مہتاب کی روشنی سے منور ہے اس قدر دان  
 کا بھی نام روشن رہے گا اور زمانہ آئندہ میں ایسی نظیر قائم ہوگی جس کی تقلید کرنا ہر لائق

اور قوم کے بھی خواہ پادشاہ پر واجب ہو گا اگر بد قسمتی سے ایسا شخص تخت سلطنت  
 پر بیٹھے جو لوہو و لعب میں مبتلا اور حطافسانی کا پابند اور قوم و رعیت کی یہودی اور  
 فلاح سے بخیر سلطنت اور امور مملکت سے بے پروا ہو نہ اس میں لیاقت ہو  
 نہ قدرتانی کا مادہ تو اس ملک کا خدا ہی حافظ ہے۔ اس بادشاہ کے مصائب  
 میں اس طبیعت اور طبقہ کے لوگ ہوں گے جو اس کے ہم خیال اور ہم مذاق  
 ہوں اور یہ لوگ لائق حکام اور اہل علم کے دشمن ہوں گے اور ان کے گرا نہیں  
 کسی قسم کی تدبیر اوٹھانزکھیں گے اور اپنے بادشاہ اور ملک کو تمام دنیا میں نام و زلیل کرنیگی  
 یہہ دو نمونے شخصی سلطنت کے ہیں جن کی نظیروں سے اسلام کی تاریخ بھری  
 ہوئی ہے شام مصر افریقیہ اندلس۔ روم ہندوستان میں بہت سے  
 ایسے نامور بادشاہ گزرے ہیں جن کے ظل عاطفت میں ہر قسم کے علم و فن نے  
 نشوونما پایا جن کی شہادت تاریخ دے رہی ہے۔ مگر ان ملکوں میں ایسے بادشاہ  
 بھی ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے آبا و اجداد کی شان و شوکت خاک میں ملا دی اور  
 انکی جفاکشی اور محنت کی یہہ قدر کی کہ جن اقلیموں کو ان کے پیش رووں نے بڑی  
 بڑی لڑائیوں کے بعد فتح کیا تھا یہہ اوہنین کو بیٹھے۔ کیا خوش قسمت ہیں اہل یورپ  
 جنہوں نے اس عبرت آمیز قوم کی تاریخ سے پورا فائدہ اٹھایا اور بہت جلد اپنی دولت و

ایسے اصول پر قائم کر دیا جس میں آئندہ ترقیوں کا سلسلہ قائم ہو گیا اور گروٹ غلطیوں کو  
 مٹا دیا۔ قبل اس کے کہ ہم اس عبرت انگیز اور درد آمیز بیان کو ختم کریں اس مقام پر  
 یہ مناسب خیال کرتے ہیں کہ خلیفہ سلیمان ابن عبد الملک کی ناقدر دانی  
 اور جابرانہ برتاؤ کا اثر جو دوسرے خیر خواہان سلطنت پر پڑا اسے تحریر کریں وہ یہ ہے  
 کہ چند ہی روز کے بعد حاکمان اندلس۔ افریقیہ۔ مصر نے رفتہ رفتہ شہر دمشق  
 پایہ تخت اسلام سے اپنے تعلقات قطع کر لیے اور ہر امیر خود مختار بن گیا۔ آپس کی  
 خانہ جنگیوں نے اسلام کی مجموعی قوت کے ٹکڑے کر ڈالے اگرچہ یہ حالت خلیفہ  
 سلیمان کے عہد حکومت میں نہیں ہوئی لیکن اس کی بنیاد اسی زمانہ میں قائم ہوئی  
 اور وہ لائق اور جان نثار امیر جو خلیفہ پر اپنی جان دیتے تھے اور اس کے حکم کو نصرت و صلہ  
 سے کم سمجھتے تھے اس کے افعال قبیحہ سے متنفر ہو کر باغی اور مخالف ہو گئے۔  
 ذی لیاقت اور صاحب فہم بادشاہوں نے اس کے بعد سلطنت کو بہت کچھ سنبھالا  
 لیکن ان کی اولاد اپنے پیش روؤں کی محنت کو برباد کرتی گئی موسیٰ ابن نصیر  
 اور اس کی بے گناہ اولاد جو ظلم و ستم ہوا ہے وہ ہمیشہ صفحہ ہستی پر قائم رہیگا۔ ایک انگریزی  
 شاعر کیا خوب لکھتا ہے کہ ”اے قسمت تو نے ترقی کے زینہ پر ایک ایسا مقام بھی  
 بنا رکھا ہے جہاں آدمی ترقی کرتا ہوا پہنچتا ہے پر تیری ہی بدولت وہاں سر کے بل



گر پڑتا ہے۔ بادشاہ انگلستان کے زبردست اور خیر خواہ وزیر کرامول کے یہ حسرت انگیز اور رد آمیز الفاظ اس بد نصیب امیر کے حسب حال ہیں۔ جس محنت و جانفشانی سے میں نے اپنی عمر عزیز کو اپنے خداوند مجازی کی خیر خواہی اور نیک اندیشی میں صرف کیا اگر اس کا عشر عشر ہی اپنے خداوند حقیقی کی خوشنودی و اطاعت میں بسر کرتا تو وہ جرم پوش خطا بخش مجھ کو اس حالت ذلت اور سبکی میں دیکھنا ہرگز گوارا نہ کرتا۔ موسیٰ ابن نصیر کے جانے کے بعد عبدالعزیز نے عنان حکومت کو یہورے طور سے اپنے مضبوط ہاتھوں میں لیا اور اپنی منتشر فوج کو اکٹھا کر کے ان شہروں کو جو اب تک عربوں کے قبضہ سے باہر تھے فتح کرنا شروع کیا۔ تمام خزیہ نامہ ملک حدود اسلام میں داخل ہو گیا۔ ان فتوحات کے بعد یہ سیاست اور ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا اور سب سے پہلے اپنے ملک کو دوسری قوموں کے حملہ سے بچانے کے لیے سرحدات مضبوط اور درست کرنے لگا۔ ہنوز یہ کم عمر ہونہار اور لائق امیر انتظامی امور کی طرف متوجہ تھا کہ یکبارگی مصیبت کے آسمان نے اس کے روشن ستارہ کو تاریکی میں پوشیدہ کر دیا۔ فوراً سلسلہ کامیابی بدترانہ ابد و دن اور دلوں کو گنا متقطع ہو گیا۔ عالم شباب نے پیری کا ڈانٹ چکھا دیا عبدالعزیز چرخ کی نیلگیوں سے بیخبر اور خلیفہ سلیمان کی وحشیانہ حرکات سے لاعلم اپنے بادشاہ پر جان و مال نثار

کر رہا تھا۔ چنانچہ چند ہی روز گزرے تھے کہ اس نے آخر سال حسب دستور صوبہ افریقیہ اور اندلس سے زرکشیر وصول کر کے خلیفہ کی خدمت میں ارسال کیا تھا جن لوگوں نے صوبجات کا محاصل خلیفہ کی خدمت میں پیش کیا انہیں کی معرفت سلیمان نے اس امیر کے قتل کا حکم بھیجا اندلس میں اس قتل کو فرمان کو سب سے پہلے موسیٰ ابن نصیر کے سچے دوست اور خیر خواہ امیر حبیب ابن عبیدہ نے کھولا اور قتل کے مضمون پر اس کی نظر پڑی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور زمین آسمان تاریک ہو گئے اس کے ہاتھوں میں رعشہ پڑ گیا۔ نامہ زمین پر گر پڑا اور اشک بھری آنکھوں سے امیر زید بن نابہ کی جانب متوجہ ہو کر کہا کہ موسیٰ اور اس کے خاندان کے دشمن اپنی بغض اور عداوت بہری کارروائی میں کامیاب ہو گئے۔

اس خاندان کے مشہور کارنامے اور بے نظیر خدمات بہت جلد فراموش کر دئے گئے۔ خدا منصف ہے اور اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے خلیفہ کے حکم کی تعمیل کریں اسی وجہ سے ہم مجبور ہیں۔

مگر ہم اس مقام پر امیر حبیب ابن عبیدہ کے خیالات پر اپنی ہی رائے ظاہر کریں تو نامناسب نہ ہوگا۔ اس کی گفتگو سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اسلام کے عروج کے توڑے زمانہ کے بعد عربوں کے جمہوری خیالات میں بہت بڑا تغیر پیدا ہو گیا

تھا۔ اگر کوئی محقق علم سیاست اس زمانہ پر نظر ڈالے جو حضرت رسول خدا صلعم کے زمانہ نبوت سے تا زمانہ وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ گزر رہا ہے تو اس پر یہ منکشف ہو جائے گا کہ اگر کوئی قوم جمہوری طرز حکومت کو سمجھی تھی تو وہ عرب تھے۔ ادنیٰ اور اعلیٰ بادشاہ سے لیکر فقیر تک سب کے ایک ہی حقوق سمجھ جاتے تھے ایک کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہ تھی۔ ہر شخص معاملات ریاست میں رای زنی کر سکتا تھا اگر خلیفہ کو قوم کسی قسم کی ترجیح ہی تو وہ صرف اس وجہ سے ہی کہ علاوہ حکومت کے وہ رسول خدا صلعم کا خلیفہ بھی سمجھا جاتا تھا۔ یہہ انظر من الشمس ہے کہ نبی صلعم اپنی زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی مثل تمہارے آدمی ہوں اور غلطی کرنے سے مبرا نہیں ہوں میری اون باتوں کی تقلید کرو جو مذہباً اور عقلاً صحیح اور درست ہوں۔ برخلاف شخصی سلطنت کے قائم ہوتے ہی بادشاہ کے رعب و داب کا وہ اثر قوم کے دل پر پڑا کہ جہاں دیدہ امیرون کے منہ سے بھی ایسے مذموم کلمات نکلنے لگے اور خلیفہ کے حکم کو عام اس سے کہ وہ حق ہو یا ناحق ہر حالت میں واجب التعمیل سمجھنے لگے۔ اس سے زیادہ افسوسناک واقعہ اس قوم کے لئے کیا ہو گا جس کے عروج کو ابھی سو برس کا زمانہ بھی نہیں گزرا تھا جو اپنے سچے پیغمبر کے قائم کیے ہوئے قواعد کی مدد سے اب تک مثل موج دریا ترقی کرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جاتی تھی یا یہ خیالات کے تبدیل ہوتے ہی

اس درجہ کو پہنچ گئے کہ اگر تاریخ اور قدیم آثار نہ ہوتے تو اس قوم کی زمانہ ماضی کی کہانیوں کو کوئی یہی باور نہ کرتا یہ بھی امیر حمزہ کی داستان سمجھی جاتی جس میں شک نہیں کہ شخصی حکومت میں بعض بعض فوائد جمہوری سلطنت سے زیادہ عمدہ اور قوم کے حق میں از بس مفید ہیں۔ جمہوری سلطنت کا یہ استعمال قوم کے حق میں از حد مضرت بخش ہوتا ہے۔ مثلاً جو قوم محض ناخواندہ اور سیاست کے معمولی اصول سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتی ہو اس جمہوری حکومت کا قائم کرنا بہت مضربہوگا عجب نہیں کہ آخر الامر سلطنت ہی قائم نہ رہے لیکن باوجود ان باتوں کے شخصی سلطنت میں بہ نسبت جمہوری سلطنت کے زیادہ نقصانات ہیں جن کی وجہ سے فوائد کا پتہ لگا ہو جاتا ہے ایک عالم علم سیاست کا قول ہے کہ اگر شخصی حکومت کو لائق حاکم مل جائے تو اس سے زیادہ عمدہ طرز حکومت نہیں ہو سکتی ہے۔ بادی النظر میں یہ قول اس محقق کا نہایت صحیح ہے لیکن دوسرے محققین نے اس کی تردید کی ہے اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ قول صرف کاغذی پر خوشامد کہانی دیتا ہے۔ ایک لائق فائق بادشاہ کامل جانا کوئی دشوار امر نہیں ہے لیکن مشکل اور افسوس تو یہ ہے کہ اس قسم کے لائق اور سمجھ دار اور قوم کی فلاح اور بہبود پر نظر رکھنے والے بادشاہوں کا سلسلہ قائم رہنا صرف دشواری نہیں بلکہ غیر ممکن ہے ایسی حالت میں یہ لازم آتا ہے کہ ایسی طرز حکومت

اختیار کرنا چاہیے جس میں نقصانات کم ہوں۔

الغرض حسب الحکم خلیفہ سلیمان امیر عبدالعزیز قتل ہوا اور اس کا  
سردمشق بھی گیا۔ اس لائق امیر کے عہد حکومت میں وہی لطف زندگی اور  
امن کا تھا جو اس عہد کے کئی سو برس بعد ہندو اور مسلمانوں نے اکبر کی بدولت  
ہندوستان میں اوٹھایا عبدالعزیز نے اپنے مدبرانہ طرز حکومت اور خوش تدبیری  
سے مسلمانوں اور عیسائیوں میں ایسا اتحاد پیدا کر دیا تھا جسے ہم قومی اتحاد کہیں تو  
نامناسب نہ ہو گا موسیٰ کے جلتے ہی اس نے ایک دیوان یا مجلس امر اس  
غرض سے قائم کی تھی کہ وہ اسلامی قانون سے اس حصہ کو اخذ کریں جس سے عیسائی  
اور مسلمان دونوں برابر فائدہ اوٹھاسکیں۔ اس میں ایک بڑا حصہ ملکی قانون اور رسم و رواج  
کا بھی شریک کر دیا گیا تھا۔ اس قانون کے مطابق اگر کوئی غلام نصاریٰ دائرہ اسلام  
میں داخل ہوتا تو وہ آزاد سمجھا جاتا تھا اس کے مالک کو اس پر کوئی حق یا دعویٰ باقی  
نہ رہتا تھا۔ چونکہ اس زمانہ میں غلامی کا عام طور پر رواج تھا اندلس کے امراء اور  
روس اور زمیندار خراج سے بچنے کے لیے غلاموں ہی سے تمام کام لیا کرتے تھے۔  
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی زمانہ میں اس قسم کے لوگ جو دوسروں کی غلامی میں رہتے  
انھوں نے اسلام اختیار کر کے پوری آزادی اور خود مختاری حاصل کر لی۔ دوسری

قابل تعریف اور یادگار بات عبد العزیز نے یہ کہ عیسائی اور مسلمانوں کو آپس میں شادی کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ سب سے پہلے دوسروں کو اس طرف راغب کرنے کی غرض سے خود شاہ لذر یق کی زوجہ اخیلاؤنا سے جسے عرب اُمّ صم کہتے ہیں نکاح کر لیا عبد العزیز ۹۸ء میں قتل ہوا۔ اس کے انتقال کے ایک سال بعد ۹۹ء میں خلیفہ سلیمان نے صرف دو سال پانچ مہینے حکومت کے بعد انتقال کیا۔ اس کے عہد حکومت میں سلطنت کو عام طور پر بچہ نقصان پہنچا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے لیکن مشرق میں رعایا اس کی حکومت سے بہت خوش رہی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے تحت حکومت پر بیٹھے ہی تمام حلیانوں سے قیدی آزاد کر دئے تھے۔ اس کے صلیب میں اس کو رعایا، مشرق نے خطاب مفتاح الخیر کا دیا تھا خلیفہ سلیمان کے بعد اس کا چچا زاد بھائی عمر ابن عبد العزیز صفر ۹۹ء میں تخت نشین ہوا۔ اس رحم دل رعایا پرور بادشاہ نے جلوس کے بعد ہی اپنی شفقت اور رعایا کی دُجوئی اور ہمدردی سے شہر کو دوبارہ معمور کر دیا تین سال اُمور سلطنت کو بڑی سرگرمی اور استعداد سے انجام دیا۔ سپاہ کی دعوتیں اور خاطر داری کی رعیت کی فلاح و بہبود میں کوشش کی یہ سبب متقل مزاجی اور دانشمندی کے اپنی کارروائیوں میں کامیاب ہوا۔ چنانچہ قبل اپنے انتقال کے خلیفہ نے اپنے وسیع ملک میں عدل اور

انصاف کا نتیجہ خود دیکھ لیا تھا لیکن اس کے بعض احسان فراموش رشتہ دار جو خود غرضی  
 میں خلیفہ سلیمان کے قدم قدم چلتے تھے اس مدبرانہ حکومت سے ناراض ہو کر  
 اس ہر دل عزیز اور لائق بادشاہ کو جسے رعایا نے خلیفۃ الصالح کا خطاب دیا تھا  
 سنا۔ یہ سن کر زہر دیکر مار ڈالا۔

امیر عبد العزیز بن موسیٰ کے قتل کے بعد فوج اور امراء نے بالاتفاق  
 امیر الیوب بن حبیب النخعی کو اس کا جانشین مقرر کیا۔ لیکن والی افریقیہ  
 نے جس کے ماتحت صوبہ اندلس تھا الیوب کی ماموری سے ناراضی ظاہر کر کے  
 اس عہدہ پر امیر احمر بن عبد الرحمن الثقفی کو نامزد کیا مگر امیر احمر جیسا کہ بہادر اور  
 شجاع تھا اسی طرح یہ ظالم بھی تھا اس کے ظلم و ستم سے نہ صرف عیسائی بیزار تھے بلکہ  
 مسلمان بھی ناراض تھے جب اس کی زیادتیوں کی خبر خلیفہ عمر کو پہنچی اس نے  
 فوراً احمر کو معزول کر کے امیر لسمح بن مالک النخولانی کو اس حلیل القدر عہدہ پر مقرر  
 کر دیا۔ اس حاکم کے عدل اور خوش تدبیری اور حسن انتظام سے عبد العزیز کے  
 عہد حکومت کا سارا رعایائی اندلس کی آنکھوں میں پہرنے لگا۔ اس نے خلیفہ کے حکم سے  
 محکمہ مردم شماری قائم کیا اور ماہرین جغرافیہ کو حکم دیا گیا کہ وہ ایک یادداشت مع  
 نقشہ تیار کریں جس میں شہر اور دریا اور سمندر و نون کی ٹھیک تعداد

اور اراضی کی نوعیت اور اوس کا سالانہ محاصل پورے طور سے درج ہو قسطل  
 میں ایک عظیم الشان مسجد اس نے تعمیر کی اور تجارت کے لیے جدید پل تیار کرائے  
 الحاصل اس لائق اور منظم امیر کے زمانہ حکومت میں اُن سب امور نے روز افزون  
 ترقیاں کیں جو قیام سلطنت اور استحکام مملکت سے تعلق رکھتے ہیں مہمات سلطنت  
 کے انتظام سے فارغ ہونے کے بعد امیر السمج نے فوج کو درست کیا اور جمعیت  
 کثیر کے ہمراہ سرحد ملک فرانس کی جانب باغیوں کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا اونچی  
 گونہالی کے بعد جبل البرات سے گزر کر سرزمین فرانس میں داخل ہوا یہ وہ پہاڑ  
 ہے جس پر چند سال پہلے امیر موسیٰ نے کھڑے ہو کر یورپ کے فتح کرنے کا  
 ارادہ کیا تھا اس ملک کے باشندوں کے دلوں میں ابھی تک عربوں کے سابقہ  
 حملوں اور فتوحات کا خوف باقی تھا۔ شہر اربونہ کے باشندوں نے اسکی فوج کو  
 دیکھ کر فوراً دروازے کھول دیے اور اس کی دیکھا دیکھی اور شہروں کے حاکموں  
 نے بھی عربوں کی اطاعت قبول کر لی امیر السمج نے ان مفتوح شہروں میں کافی  
 تعداد فوج شہر کی حفاظت کیواسے مطمئن کر دی اور خود شہر ٹولوز پہنچا اور اس کا  
 محاصرہ کر لیا۔ بہت بڑا حصہ فوج کا شہروں کی حفاظت کے لیے پیچھے رہ گیا تھا اور  
 جو فوج امیر کے ہمراہ تھی وہ اس ہر طرح سے محفوظ و مستحکم شہر کے فتح کرنے کے لیے



ناکافی تھی امیر اسی فکر و تردد میں تھا کہ دفعتاً لوڈس رئیس اکوٹین بڑے لشکر  
 کے ہمراہ عربوں کا مقابلہ ہوا جس دم سپہ سالار نے دونوں فوجوں پر نظر ڈالی دیکھا کہ  
 عیسائیوں کی فوج بمقابلہ عربوں کے دس گنی ہے لیکن باوجود اس قلیل تعداد کے  
 عرب میدان جنگ سے نہیں ہٹے دلیری اور شجاعت کے ساتھ فرانسسین  
 سے لڑتے رہے فوج کے افسروں نے تلواروں کے نیاموں کو توڑ ڈالا کہ بغیر  
 فتحیابی کے تلوار کو نیام نہ کریں گے۔ سپاہی بغیر چھپک اور خون کے اپنی آزمودہ و  
 ضرب المثل جرأت سے آگے بڑھتے چلے گئے۔ ان عربوں کی نسبت بھی یہی  
 قول اہل یورپ کا صادق آتا ہے جو زمانہ حال میں پولین کے شہور گارڈس پر صا  
 آتا تھا یعنی بغیر جان دے میدان جنگ سے قدم پیچے نہ ہٹایا اور نہ دشمن سے امان  
 طلب کی۔ ایک عرصے تک یہ تمیز نہ ہوتی تھی کہ ان میں سے کون غالب ہو گا اس  
 اثنا میں ایک اتفاقی تیر نے امیر اسلیم کو زخمی کیا جس کے صدمہ سے امیر گھوڑے  
 سے زمین پر گر پڑا اس واقعہ سے عرب بیدل ہو گئے اور قریب تھا کہ سپاہیوں کو میدان  
 جنگ خالی کر دین امیر عبدالرحمن بن عبداللہ الغافقی نے فوج کی یہ سبکی  
 اور پریشان حالی دیکھ کر اوس کی افسری اپنے ہاتھ میں لے لی اور کمال بہادری اور  
 ہوشیاری سے اس نے فوج کو تباہی اور قتل عام سے بچایا جس کی تعریف دشمنوں

نے بھی کی۔ یہ جنگ جو بلاط الشہد کے نام سے مشہور ہے ۳۱۷ء میں خلیفہ عمر کے انتقال کے چند سال بعد واقع ہوئی۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ یزید بن عبد الملک ثانی بادشاہ تھا اور اس کا ہم نام یزید بن ابی سلامتہ ولایت افریقیہ پر حاکم کر دیا گیا تھا امیر لسمح کے انتقال کے بعد عبد الرحمن نے بڑی لیاقت سے اپنے عہدہ جلیلیہ کو انجام دیا لیکن اس امیر کا تقرر بغیر حکم خلیفہ یا والی افریقیہ ولایت اندلس پر ہو گیا تھا پس یزید بن ابی سلامتہ نے اس کی ماموری کو نامنظور اور امیر عبستہ بن سحیم الکلبی کو والی اندلس مقرر کر کے خلیفہ یزید کو اطلاع دیدی۔ ۳۱۷ء میں ۳۱۷ء میں ایک عیسائی بلانی نامی نے چند اپنے ہمقوم اور ہم مذہب لوگوں کو جمع کر کے صوبہ جلیقیہ میں عربوں سے بغاوت شروع کر دی اور اپنی قوم کو لعنت و ملامت کی اور اپنا ساتھ دینے پر آمادہ کیا۔

بلانی اور اس کے ہمراہی ایک بلند اور محفوظ کوہ پر فروکش ہوئے جہاں سے یہ بغیر اپنے ذاتی نقصان کے عربوں کو بہت کچھ مضرت پہنچا سکتے تھے۔ اولاً اس بغاوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں نے اس صوبہ کو بالکل فتح کر لیا لیکن غلطی ان سے یہ ہوئی کہ چلیو اور اس کے تیس ہمراہیوں کو بدستور رہنے دیا۔ یہ نہ سمجھے کہ افعی کشتن و

لہ انگریزی میں پیو کہتے ہیں۔

بچہ اس نگاہداشتن کا رخِ دمندان نیست جب کہی سہ تیس آدمی لوٹ مار کی  
 غرض سے پہاڑ کے نیچے آجاتے تھے اور عربوں کو ستاتے تھے تو وہ سہم لکھ کر  
 سہ تیس آدمی ہمارا کیا کر سکتے ہیں خاموش ہو جاتے تھے۔ ان کی بہادری نے  
 دشمن نتوان حقیر و بچارہ شمرد۔ کی طرف سے بالکل غفل کر دیا تھا ابن حیان  
 اپنی تاریخ میں تحریر کرتا ہے کہ کاش حق تعالیٰ عربوں کے دلوں میں ان تیس آدمیوں  
 کے قلع قمع کر دینے کا خیال پیدا کر دیتا۔ اس بے پروائی کا نتیجہ سہم ہوا کہ رفتہ رفتہ وہ  
 نے تمام ملک کے عیسائیوں کو اپنی جانب کر لیا اور خود مختاری کی ہوس ان کے  
 دل میں پہر ایک مرتبہ جوش زن ہوئی۔ جن مٹی بہر کو نشیون کو عرب حقارت سے دیکھا  
 کرتے تھے آخر کار وہی عربوں کو ملک سے نکال دینے کے باعث ہوئے۔ ان  
 تیس آدمیوں نے بغاوت کا شعلہ ایسا بڑھایا جو شمال سے جنوب تک بربگ لگاتا  
 چلا گیا اور آٹھ سو برس کی حکومت کے بعد عربوں کا صرف نام ہی نام اس ملک میں باقی  
 رہ گیا۔ اسی واقعہ کی نسبت مورخ ابن سعد لکھتا ہے کہ حال میں ان لوگوں نے  
 اپنی تعداد اور کامیابی میں اس قدر ترقی کی کہ دشمنان ایمان کے قبضہ میں بعض مشہور  
 شہر آ گئے۔ اس زمانہ میں جب ہم سہ تاریخ لکھ رہے تھے وہ بظہیر اور قابل نگار  
 اور ریشوکت پایتخت خلافت اندلس یعنی شہر قرطبہ جس میں خلفائے امیہ دربار کیا کرتے تھے

کافرون کے قبضہ میں دوبارہ چلا گیا۔“

بعض مورخین کا قول ہے کہ امیر غبتمہ جنگ فرانس میں مارا گیا اور بعض یہ تحریر کرتے ہیں کہ اثناء راہ میں اس کا انتقال ہوا۔ بہر کیف چار سال کی حکومت کے بعد غبتمہ ۵۲۸ء میں خلیفہ یزید بن عبد الملک ثانی کے دو سال بعد اس نے انتقال کیا۔

غبتمہ کے بعد فوج نے امیر عذرۃ بن عبد اللہ الفہری کو والی اندلس مقرر کیا بعض مورخین نے اس کو والیان اندلس کی فہرست میں شریک نہیں کیا ہے لیکن ابن حیان اور دوسرے مورخین کا بیان ہے کہ یہ شخص اون مشہور امیرون میں تھا جنہوں نے اندلس کے فتح کرنے میں بہت بڑا حصہ لیا تھا اس امیر کا خاندان ریاست غرناطہ تک پہنچا ہوا تھا اور اپنے تئیں و سنجیدگی اور بہادری میں شہرہ آفاق تھا اس کے تقرر کے چند ہی ماہ بعد بشیر ابن صفوان الکلبی والی افریقیہ نے بھی یحییٰ ابن سلامتہ الکلبی کو اس عہدہ پر مامور کر کے اندلس روانہ کر دیا امیر یحییٰ غبتمہ کے آخر میں اندلس داخل ہوا اور اٹھارہ مہینے تک حکومت کی۔ تاریخ سے اس کا پتہ ملتا ہے کہ اس کی حکومت میں قرطبہ اس ملک کا دار الحکومت تھا۔

اس کے بعد جب عبید ابن عبد الرحمن والی افریقیہ مقرر ہوا تو اس نے سال ۱۱۰ میں امیر عثمان کو ولایت اندلس پر مقرر کیا لیکن یہ پانچ ہی مہینے کے بعد معزول ہو گیا اور امیر حذیفہ بن الابرص القیسی اس عہدہ پر جب حکم والی افریقیہ مامور ہوا۔

ربیع الاول ۱۱۱ء کو اس نے اپنے عہدہ کا جائزہ لیا اور ایک سال کی حکومت کے بعد الہدیشم بن عبید الکلابی اس کا قائم مقام مقرر ہوا۔ پھر ابتداء ۱۱۳ء لغایت ۱۱۵ء محمد بن عبد اللہ الاشجعی عبد الملک بن قطن الفہری کے بعد دیگرے حاکم مقرر ہوئے۔

ان کے زمانہ حکومت میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا جو قابل تحریر ہو۔ ۱۱۵ء میں ولایت اندلس امیر عقیبی کے سپرد ہوئی۔ اس کے سابق کے دو تین حاکم اپنے جور و ستم سے بدنام ہو گئے تھے لیکن اس نے نیک نامی کی شہرت حاصل کی اس کی معدلت گستری اور سچے مذہبی عقائد اور متانت اور سنجیدگی نے اسے ہر لعین زبنا دیا تھا مسلمان اور عیسائی دونوں اس کے طرز حکومت سے خوش تھے اس نے اپنی حکومت پنجاب میں ملک فرانس پر کئی بار حملے کیے اور شہر اربونہ تک اپنا قبضہ کر لیا اور متعدد قلعے دریای رون کے کنارے تیار کر دیے فتوحات عظیم حاصل کر نیکی

علاوہ اس نے سلطنت کا عمدہ انتظام کیا اور اسلام کے پہلے مین از حد کوشش  
 کی اس کا دستور تھا کہ ہر فتح کے بعد واجب القتل قیدیوں کو پہلے اسلام کے قبول  
 کرنے کا موقع دیتا پھر اگر وہ ایمان نہ لاتے تو مجبوراً قتل کا حکم دیتا جیسا دینا تھا اور  
 امانت شعرا حکام اس پر اپنی جان نثار کرتے تھے ویسا ہی ظالم اور بد نیت اس کے  
 نام سے مثل بید لرزتے تھے عقبیٰ نے جب اس عہدہ کا جائزہ عبد الملک  
 سے لیا تو اس کے زمانہ حکومت کی تصحیح یہی کی۔ اسے معلوم ہو گیا کہ عبد الملک بے قصور  
 ہے۔ پھر اس کو ایک رسالہ کا افسر بنا دیا۔ بعض موزین عبد الملک کی نسبت  
 تحریر کرتے ہیں کہ جب عقبیٰ اس کا قائم مقام مقرر ہوا تو اس نے اس کی افسر تسلیم  
 نہیں کی اور بغاوت شروع کر دی اور اس قدر کامیابی حاصل کی کہ عقبیٰ کو ملک سے  
 نکال دیا لیکن بالآخر یہ دوسرے امیر بلج کی ہاتھ سے مارا گیا عقبیٰ نے صفر ۲۳۳ھ ۴۴۰  
 ۴۴۱ء کو شہر قرطبہ میں انتقال کیا۔



# باب

قوم پریکا افریقیہ اور انڈس میں بغاوت کرنا۔ عبد الملک ابن قطن کا اون سے شکست کھانا  
 جنگ امر۔ ابن سلامت۔ یوسف الفہری کا انتظام خلیفہ مروان بن محمد بن مروان  
 بن عباسیہ کی بغاوت۔

خلیفہ یزید ابن عبد الملک کے بعد ہشام ابن عبد الملک سرِ خلافت پر  
 حکم ہوا۔ اس نے ہنوز عنانِ حکومت پورے طور سے ہاتھ میں نہ لی تھی کہ دو فتنائے خبیثہ  
 یہودیہ کی قوم بربر نے مغرب الاقصیٰ میں بغاوت کر دی ہے اور انتظامات  
 ریاست میں خلل ہو رہے ہیں اور لوٹ مار سے غریب رعایا اور حکام کو پریشان  
 کر رہے ہیں اس نے فوراً عبد اللہ کو مضرول کر دیا اور انتظام اور حکومت اس  
 حصہ سلطنت کی کلثوم ابن عیاض کے حوالہ کر دی اور افریقیہ جانے کا حکم دیا  
 یہ امیر جمعیت کثیر کے ہمراہ شام سے روانہ ہوا اور جب اس صوبہ میں داخل ہوا تو  
 اس نے یہ خیال کیا کہ اگر وہ فوج جو یہاں کے قلعوں میں مقیم ہے جمعیت مذکورہ میں

شریک کر لی جائے تو ستر ہزار آدمی مسلح جنگ کے واسطے تیار ہو جاتے ہیں اس نے  
 تمام مختلف فوجوں کو اکٹھا کر کے باغیوں کا مقابلہ کیا۔ اہل بربر کے افسر کا نام امیر  
 تھا۔ یہ بغاوت کے بعد ہی اس ملک کا حاکم بن بیٹھا جس دم امیر کلثوم کے  
 آنے کی خبر اسے پہونچی یہ سہی بڑے لشکر کے ہمراہ لڑنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔  
 جب عربوں نے پہلے پہل افریقیہ کے اس حصے کے فتح کرنے کا غزم کیا تھا اس  
 ملک اور قوم کی تسخیر میں چند ان دقت نہ ہوئی تھی کیونکہ قوم بربر نہایت پست ہمت اور  
 فنون سپاہ گری سے بالکل ناواقف تھی۔ سو برس میں عربوں کی حکومت نے اس قوم  
 کی حالت بدل دی اور یہ قوم جو ایک زمانہ میں پست ہمت اور حقیر سمجھی جاتی تھی اب  
 عربوں کی بدولت شجاعت اور ہمت میں مشہور ہو گئی۔ عربوں نے اس قوم کو تھوڑے  
 زمانہ میں اخلاقی تمدنی علمی سیاسی فوجی اصلاحوں سے آراستہ کر دیا مشہور جنگ وادی  
 الکثہ کو طارق ابن زیاد نے اسی قوم کی بدولت اور مدد سے فتح کیا تھا۔ چنانچہ  
 جب خلیفہ سلیمان نے موسیٰ ابن نصیر سے اہل بربر کی نسبت سوال کیا  
 تو اس نے جواب دیا کہ یا امیر المؤمنین بربر مجبور ہے چند قوموں کا اگر کوئی قوم عربوں  
 ہمت اور شجاعت اور قیاضی اور رحمدلی میں مشابہت رکھتی ہے تو وہ یہی قوم ہے لیکن  
 باوجود ان اوصاف کے اس قوم سے زیادہ دغا باز اور احسان فراموش نیا من کوئی



قوم نہیں ہے۔

گویا موسیٰ ابن نصیر نے پیشین گوئی کی تھی جس کا ظہور اب ہوا لیکن مجھ کو  
اس کا بھی خیال رکھنا ضرور ہے کہ محکوم قوم میں کیسے ہی قابلِ قدر جو ہر کون نہ ہوں  
حتیٰ کہ ان میں وہ صفات بھی موجود ہوں جو کہ حاکمون میں ہونے چاہئے تب ہی فطرت  
اس کی مقتضی ہے کہ حاکم اپنے محکوم کو کسی قدر کم وقتی کی نظر سے دیکھتا ہے اگرچہ عرب  
قوم بربر کو دوسری قوم پر ترجیح دیتے تھے لیکن اپنے مقابلہ میں حقیر سمجھتے تھے امیر کلثوم  
نے بے پروائی سے ان کا مقابلہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کو شکست فاش ملی اور  
قریب تھا کہ ان کا افسر گرفتار ہو جاتا لیکن وہ حُسن تدبیری سے بچ گیا اور قلعہ سوطا  
میں باقی جمعیت کے ہمراہ پناہ گزین ہو گیا فوج بربر نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا  
عربوں نے قلعہ میں کسی قسم کا انتظام نہیں کیا تھا۔ چند ہی روز میں رسد نہ پہنچنے سے  
اون پر طرح طرح کی سختیاں گزرنے لگیں۔ فاقہ کشی اور بیماری نے فوج کی تعداد میں  
کمی کر دی امیر کلثوم نے حاکم اندلس سے امداد چاہی لیکن عبد الملک نے  
اس خیال سے کہ بعد رہائی یہ لوگ مجھے اس عہدہ پر قائم نہ کریں گے مدد دینے  
سے انکار کر دیا مگر جب اس دردناک واقعہ کی خبر اندلس میں پھیل گئی تو مسلمانوں کو  
عام طور سے رنج ہوا اور اپنے بھائیوں کو ایسی سبکی اور مصیبت میں گرفتار دیکھ کر قومی ہمدردی

نے اون کو پھین کر دیا۔ چنانچہ زید ابن عمرؓ اور ہر عام و خاص نے طرح طرح کی  
 آسائش و ضروری سامان جہازوں پر پہر کے اون خیم جانوں کو پہنچا دئے لیکن  
 یہ قومی ہمدردی عبدالملک کو ناگوار گزری اور اس نے زید کو گرفتار کر کے ساتھ  
 ضرب بید کی سزا دیکر نہایت برحیمی سے زید کو قتل کر ڈالا خلیفہ ہشام کو جب عربوں کی  
 شکست اور امیر کلثوم کے قلعہ سوط میں محصور ہونے کی کیفیت معلوم ہوئی تو  
 امیر خنظلہ کو فوج کے ہمراہ مغرب لاقصیٰ کی جانب روانہ کیا اس نے افریقیہ  
 پہنچتے ہی فوج بربر کو متعدد شکستیں دیکر فوج محصور کو قید سے رہا کر دیا۔ سنو زید حصہ سلطنت  
 خانہ جنگیوں اور بغاوت کے سخت صدموں سے سنبھلا نہ تھا کہ اسی قوم بربر کے وہ لوگ  
 جو اندلس میں آکر بسے تھے اونھوں نے جنگ کی خبر پاتے ہی اندلس میں بغاوت  
 شروع کر دی اور عبدالملک کو متواتر شکستیں دین۔ عبدالملک جانتا تھا کہ فساد باآنی  
 فرو نہ ہوگا اس نے ایک خط امیر بلج ابن بشر بن عیاض القشیریؓ کو تمام وقعات  
 جنگ کے لکھ کر روانہ کیا اوس میں یہ بھی وعدہ تحریر کیا تھا کہ اگر تم ہماری مدد کے لیے یہاں  
 آؤ گے تو میں تمھیں اور تمھاری فوج کو انعام دون گا یہ خط امیر بلج کو اوس کے چچا امیر  
 کلثوم کے انتقال کے بعد پہنچا۔ اور چونکہ امیر خنظلہ کے عہد حکومت میں کوئی امید  
 ترقی کی نہ تھی اس نے درخواست مذکور کو منظور کر لیا اور اپنی فوج کو انعام اور

صلہ کی ترغیب دلا کر اندلس چلنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ امیر بلج اپنی فوج کے ہمراہ اس ملک میں داخل ہوا عبد الملک نے ان کے دل بڑھانے کے لئے امیر بلج اور اس کے ساتھیوں کو زمین اور خطابات عطا کئے مگر اس کے ساتھ ہی عبد الملک نے امیر بلج سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ جنگ ختم ہو جانے کے بعد اپنی جمیعت کے ہمراہ افریقیہ کو واپس چلا جاؤں گا۔ الغرض عبد الملک نے فوج شام کے دو حصے کئے اور اون کی افسری اپنے بیٹوں قطن اور امیہ کے سپرد کی اور دشمن کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ دشمن کی فوج تعداد میں عربوں سے بہت زیادہ تھی لیکن فتح عربوں ہی کو نصیب ہوئی عبد الملک نے سرحد اندلس تک اہل بربر کا تعاقب کیا ادھر یہ باغیوں کی سرکوبی میں مصروف تھا ادھر اہل شام اس غظیم الشان کامیابی سے مارے خوشی کے پہولے نہ سماتے تھے علانیہ کہتے تھے کہ اگر ہم مدد نہ کرتے تو یہ ملک عربوں کے قبضہ سے نکل ہی گیا ہوتا ان خیالات اور ملک کی سرسبز و شادابی اور مال غنیمت کی فراوانی نے امیر بلج کے دل میں اندلس کی حکومت کی ہوس پیدا کر دی تھی ابن قطن نے اندلس خالی کر دینے کے لئے کہا تو امیر بلج نے وہ واقعات یاد دلائے کہ جب افریقیہ میں یہ لوگ قلعہ میں محصور تھے اور بیماری اور فاقہ کشی اور بربریوں کے متواتر حملوں سے مرگ کے قریب

یہونچ گئے تھے۔ باوجود درخواست کے اون کی مدد نہیں کی بلکہ جن لوگوں نے مدد دی اونہیں بیرحمی سے قتل کر ڈالا اس ملک میں ہی عیسائیوں اور مسلمانوں کو امیر کے ظلم اور زیادتی نے حیران و پریشان کر رکھا تھا وہ سب بلج کے خیالات سے مطلع ہوتے ہی اسے اپنا حاکم مقرر کرنے پر آمادہ ہو گئے بلج نے بھی ایسے عمدہ موقع کو مستقیم سمجھا اور عبدالملک کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اس کے دشمنوں نے بلج کو یہہ راہی دی کہ اس کا قتل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے لیکن بلج نے اون کی راہی ناپسند کی جس کی وجہ سے اونھوں نے شکایت کی اور کہا چونکہ عبدالملک بھی مثل تیرے یعنی ہے تو اسکی رعایت کرتا ہے بلج سمجھ گیا کہ اس کی جانب داری میں میرا نقصان ہے مجبوراً عبدالملک کو دشمنوں کے حوالہ کر دیا۔

جس مومخ سے ہم نے اس حصہ تاریخ کو نقل کیا ہے وہ یہہ بھی تحریر کرتا ہے کہ عبدالملک کی عمر اوس زمانہ میں نوے برس کی تھی باوجود اس کبر سنی کے یہ نہ تھا وجیہ اور قد آور اور قوی تھا اس کے چہرے سے آثار شجاعت اور بلند ہمتی کے نمایاں تھے۔ یہ پہلے زمانہ میں اوس مشہور جنگ حجاز میں جواہل شام اور اہل مدینہ سے ہوئی تھی شریک تھا جب اس کے دشمنوں نے اسے اپنے قبضہ میں پایا تو جنگ مذکور کے واقعات یاد دلا کر کہا کہ اوس وقت تو ہماری تلواروں سے بچکر بکل گیا تھا اور

جب ہم قلعہ سو طامین سخت تکلیفین اوٹھا رہے تھے اور ہم کٹھن کے گوشت  
 کھانے پر مجبور ہو گئے تھے تو نے نہ صرف مدد دینے ہی سے انکار کیا بلکہ  
 دوسرے لوگوں کو اعانت کرنے سے باز رکھا تھا اس کے بعد اونہون نے  
 عبد الملک کو قتل کر ڈالا۔

عبد الملک کے بعد اس کے دونوں لڑکوں قطن اور امیہ نے  
 قرطبہ سے بہاگ کر اپنے خیر خواہوں کی ایک جماعت کثیر جمع کر لی بنی فہر جو ابن  
 سے تھے اور اندلس میں پہلے سکونت پذیر تھے وہ امیر عبد الرحمن ابن حبیب  
 کے ہمراہ عبد الملک کے خون کا انتقام لینے کے لئے اوس کے لڑکوں کے  
 ساتھ شریک ہو گئے الفہری کے ساتھ اس کا ہم نام عبد الرحمن ابن علقمہ  
 گورنر شہر اربونہ جس کی بہادری اندلس میں ضرب المثل تھی اپنی جمعیت کے ہمراہ  
 آملایہ لوگ ایک لاکھ فوج کے ہمراہ قرطبہ کا محاصرہ کرنے کے لئے آگے بڑھے لیکن  
 بلج ایسا نا تجربہ کار تو تھا ہی نہیں کہ بغیر ہاتھ پیر بلائے اپنے کو محصور کر ادیتا۔ یہ بھی فوراً  
 بارہ ہزار سواروں کے ہمراہ علاوہ اوس فوج کے جو اسی ملک کے عربوں سے تیار  
 کی گئی تھی دشمن کا مقابل ہوا اثنا جنگ میں امیر ابن علقمہ نے بلج کو زخمی کر کے گھوڑے  
 سے گرادیا باوجود اس واقعہ عظیم کے فوج شام ذرا بھی ہراساں نہ ہوئی اور بغیر خیال

خیال لامیدی کے لڑتے رہے بالآخر یہی بے سوار فوج فتحیاب ہو گئی مگر امیر بلج  
 کے شدید زخموں نے اسے زندہ رہنے نہ دیا چنانچہ اس جنگ کے دو ہی روز  
 کے بعد اس نے ۲۴ سالہ مطابق سیسٹیمبر ۱۳۴۷ء عزمین اندلس کے داخلے کے  
 گیارہ مہینے بعد انتقال کیا۔ اس کے بعد شامیوں نے ثعلبہ بن سلامۃ  
 العالمی کو اس کا قائم مقام کیا لیکن اس نے اہل یمن کی اس قدر طر فدا شہر و  
 کی کہ بنی فہر نے اس سے اپنا تعلق قطع کر ڈالا۔ ابھی اندلس کو آپس کی لڑائیوں  
 دم لینے کی مہلت نہ ملی تھی کہ پہر آتش خانہ جنگیوں کی از سر نو بڑے زور شور سے ٹھک اٹھی  
 وہ عرب جو سب سے پہلے اس ملک میں آکر بسے تھے انہوں نے اہل بربر کے  
 ساتھ ابن سلامۃ کو شہر مردیہ میں محصور کر دیا صرف اس کامیابی سے ان کو یقین ہو گیا  
 کہ اگر سامان خورد و نوش ختم ہو گا تو یہ لڑائی بغیر کشت و خون کے ختم ہو جائے گی اس  
 خیال نے اور نیز ان کی بے شمار فوج نے ان کو اس قدر بے پروا کر دیا کہ شب و روز  
 سیر و تماشے میں بسر کرنے لگے جب ابن سلامۃ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو  
 ایک روز صبح کو جب یہ لوگ ناچ اور رنگ میں مشغول تھے شہر سے نکل کر اون چلے گیا  
 اس میں دس ہزار عرب گرفتار اور ہزاروں قتل ہوئے اس کے بعد امیر ابن سلامۃ  
 قیدیوں کے ہمراہ شہر قرطبہ میں داخل ہوا اور ایک روز ان کے قتل کا مقرر ہوا۔

زمانہ میں خلیفہ نے ابو الخطار ابن ضرار الکلبی کو والی اندلس مقرر کر کے روانہ کیا تھا چونکہ آپس کے تنازعات اور خانہ جنگیوں سے عرب اور عیسائی پریشاں ہو رہے تھے اور ملک کے نظم و نسق میں طرح طرح کی خرابیاں ہو رہی تھیں نئے امیر کے آنے کی خبر سنتے ہی دوست اور دشمن دونوں نے ہتھیار رکھ کر اوس کی اطاعت قبول کر لی عبد الملک کے لڑکوں اور امیر ابن سلامتہ نے بھی صلح کر لی اور ابو الخطار کا اہل شہر نے بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا اور شہر قرطبہ میں لے گئے۔ یہ امیر ۲۵۱ھ میں اندلس میں داخل ہوا تھا۔ ابو الخطار بڑا بہادر اور فیاض آدمی تھا۔ لیاقت و متانت و سنجیدگی و دراندیشی۔ انتظام سلطنت بلکہ کل صفات جن سے انسان آدمی بنتا ہے اس میں موجود تھے۔ شہر قرطبہ میں پہونچتے ہی اسے معلوم ہوا کہ اہل شام فساد کے بانی مبنی شہر اور اوس کے اطراف و اکناف میں کثرت سے بسے ہوئے ہیں اون کی قوت توڑنے کے لیے اون کو دوسرے صوبوں میں بسنے کا حکم دیا اور انہیں کاشت اور زراعت کے لیے زمین دی تاکہ یہاں میں مصروف ہو جائیں۔

صوبۃ البیڑۃ جو ملک دمشق سے لطافت آب و ہوا میں بہت کچھ شہاب

تھا اہل دمشق کے لیے تجویز کیا گیا اور انہوں نے وہاں سکونت اختیار کرنے کے  
 بعد اوس کا نام شام رکھا بنی ہنجر کو صوبہ اشبیلیہ میں جگہ دی گئی۔ صوبہ حبیان  
 بنی قناصیرین کے حصہ میں آیا اور بنی الوردان کو رایتہ اور ملقون عطا ہوا  
 بیت المقدس کے رہنے والوں نے صوبہ شد و نہ میں سکونت اختیار کی  
 اور بنی مفر کو ریاست تدمیر میں رہنے کا حکم ہوا۔ بہر کیف اس امیر نے شہر قرطبہ  
 کو شامیوں سے خالی کرالیا اس بے نقص امن کا اندیشہ بالکل جاتا رہا اور اندلس  
 میں امن و امان کی خوشگوار ہوا پہر چلنے لگی۔ غرض کہ پہلے پہل ابوالخطار نے کمال  
 متانت اور سنجیدگی سے اپنے جلیل القدر عہدہ کو انجام دیا لیکن آخر الامراس سے بھی  
 وہی غلطی ہوئی جو اس کے پیشروں سے ہوئی تھی۔ اس نے اہل یمن کی طرف داری  
 شروع کر دی بالخصوص جب کہیں اہل یمن میں اور بنی مفر اور ان کے ہمعوم بنی  
 قیس میں نزاع ہوتی تھی تو یہ ہمیشہ علانیہ اہل یمن کی طرف داری کرتا تھا جس کا یہ  
 نتیجہ ہوا کہ بنی مفر اور بنی قیس نے بھی عام طور پر اس کے حکم سے انحراف اور  
 بغاوت شروع کر دی۔ رقتہ رقتہ تھوڑے ہی زمانہ میں خانہ جنگی کا شعلہ پہر اکیسار پہلے  
 سے بھی زیادہ مشتعل ہوا۔ اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ ایک روز یمنی عرب جو رشتہ میں  
 امیر کا چچا زاد بہائی ہوتا تھا بنی کنعان کے عرب سے لڑا۔ دونوں نے اپنے اپنے



مقدمے والی کے روبرو پیش کیے راست بازی کنگانی عرب کی ثابت  
 ہوئی لیکن باوجود ثبوت قطعی کے امیر نے فیصلہ اپنے چچا زاد بھائی کی طرف کر دیا  
 اس کی طرف فیصلہ سے ناراض ہو کر کنگانی عرب نے سردار بنی مفران حاتم  
 ابن شمر لکھنوی عرف ابو الجوشن کے پاس حاضر ہو کر انصافی کی داد چاہی  
 یہ امیر جو ہمیشہ ظلم و ستم اور نا انصافی سے متغیر رہتا تھا اس غریب کی آہ و زاری  
 سنتے ہی کشیدہ خاطر ہوا اور چونکہ یہ اپنی قوم کے حقوق کی حفاظت میں جان و مال  
 کی بھی پروا نہ کرتا تھا فوراً ابو الخطار کی خدمت میں حاضر ہو کر غیر ملائم الفاظ میں اس  
 خلاف عدلت فیصلہ کی شکایت کی اوس نے بھی اس امیر کی شان میں توہین آمیز  
 جملے استعمال کیے اوس کا جواب بھی اس نے ترکی تبری دیا۔ پہر یہ رنجش اس قدر  
 بڑھی کہ ابو الخطار نے دربانوں کو حکم دیا کہ اوسے باہر نکال دو اس تکرار میں بیان کیا  
 جاتا ہے کہ سرو گردن پر کسی نے دو تین گھونٹے بھی مارے جس سے اوس کا عمامہ سر  
 کے ایک طرف لٹک پڑا جب یہ قصر کے دروازے سے گزرا تو ایک شخص نے  
 پوچھا کہ اے ابو الجوشن تیرے عمامہ کو کیا ہوا ہے جو سر کے ایک طرف لٹک پڑا ہے  
 اس نے جواب دیا کہ غصہ میری قوم میرے عمامہ کو سیدھا کر دے گی۔ ابو الجوشن نے  
 مکان پر پہنچتے ہی اپنی جانبدار قوم کے امیرون کو مشورہ کے لیے طلب کیا۔ وہ

سب اوس کے مکان پر آئے رات کو ابو الجوشن نے کہا کہ تم نے کچھ سنا  
 آج مجھے کیا گزرا امیر نے سردار میری آبر و ریزی کی جس سے نہ صرف میری خفت  
 بلکہ تمہاری اور تمہاری قوم کی بھی ذلت ہوئی اس کے بعد سب کے سامنے واقعہ  
 مذکورہ کو دوہرایا۔ حاضرین جلسہ نے پوچھا کہ اب تو ہم سے کس قسم کی امداد چاہتا ہے۔  
 ابو الجوشن نے جواب دیا کہ تاوقتیکہ میں ابو الخطار کو اس ملک کی حکومت سے  
 علیحدہ نہ کر دوں گا زندگی اور آرام مجھے حرام ہے۔ اسی وقت میں قرطبہ سے  
 روانہ ہوتا ہوں یہاں مجھے کامیابی کی امید نہیں ہے مگر یہ بتاؤ کہ میں کہاں اور کس کے  
 پاس جاؤں کون مجھے مدد دے گا۔ ان لوگوں نے کہا کہ باشناسی ابو عطاء القیس  
 اور جس کے پاس تیرا دل گواہی دے چلا جا اول تو یہ کسی قبل ہی نہیں ہے دوسرے  
 یہہ اگر تیرے لئے کچھ کر بھی سکتا ہے تب ہی یہہ تجھے کسی قسم کی مدد نہ دے گا ابو عطا  
 کی بظنی کی یہہ وجہ ہے کہ وہ ابو الجوشن سے بہت عداوت رکھتا تھا بخیر ابو بکر ابن  
 طفیل العبدی کے سب نے اس رائی کی تائید کی وہ خاموش بیٹھا سو اس کی  
 گفتگو سنتا رہا۔ اگرچہ یہہ سب سے کم عمر تھا لیکن اپنی قوم میں بڑا صاحب الرائی سمجھا جاتا تھا  
 ابو الجوشن نے اس سے پوچھا کہ اے ابن طفیل تو اپنی رائی کیوں نہیں ظاہر  
 کرتا اس نے جواب دیا کہ مجھے صرف ایک بات تجھے کہنی ہے کہ اگر تو ابو عطا

کے پاس نہ گیا اور اب بھی اوس کا دشمن بنا رہا تو ہم کسی طرح اپنے مقصد میں کامیاب  
 نہ ہون گے اور انجام کار ہم سب قتل ہون گے۔ برعکس اس کے اگر تو ابو عطاء  
 کے پاس چلا جائے اور اوس سے یہی اس راز میں شیریک کر لے تو مجھے یقین ہے کہ  
 وہ ایسے نازک وقت میں اپنی قدیم عداوت اور دشمنی کو بھول جائے گا اور اپنی قوم  
 کے لئے دل و جان سے تیرا ساتھ دے گا۔ یہ تقریر ابو الجوشن سنتے ہی اڑھٹھ کھڑا  
 ہوا اور ابن طفیل کی جانب مخاطب ہو کر کہا کہ یہ رائی مناسب وقت ہے اور میں  
 بلا تامل اسی پر عمل کروں گا اس کے بعد ابو الجوشن شہر غریحہ چلا گیا شہر میں داخل  
 ہوتے ہی سید بابو عطا کے مکان پر گیا اور اس قصہ کو اوس کے سامنے بیان  
 کیا وہ اس کی مدد اور اعانت کرنے پر مستعد ہو گیا پھر ابو الجوشن یہاں سے  
 روانہ ہو کر شہر موڑو پہنچا اور ابن سلامتہ سے ملاقات کی۔ چونکہ ابن سلامتہ کو بھی  
 ابو الجوشن نے اسی قسم کی زک پہنچائی تھی۔ یہ امیر اہل مین کے مشہور سردار و  
 گنا جاتا تھا لیکن اس نے ابو الجوشن سے اقرار کر لیا کہ اگر بنی مضر کی فوج میدان  
 جنگ میں آئے گی تو میں بھی تیری مدد کروں گا۔ الغرض جب ابو الجوشن کو معلوم ہو گیا  
 کہ اندلس کے مشہور اور ذی اقتدار امیر بھی والی کے طرز حکومت سے ناراض ہیں  
 اور میری مدد کے لئے تیار ہیں اس نے سب سے شد و نہ میں اپنی اپنی فوج کے

ساتھ ملنے کا وعدہ لیا اس کی بعد شہر مذکور میں وہ سب لوگ فراہم ہو گئے اور ابو الخطار کے مقابلے کے لئے آگے بڑھے۔

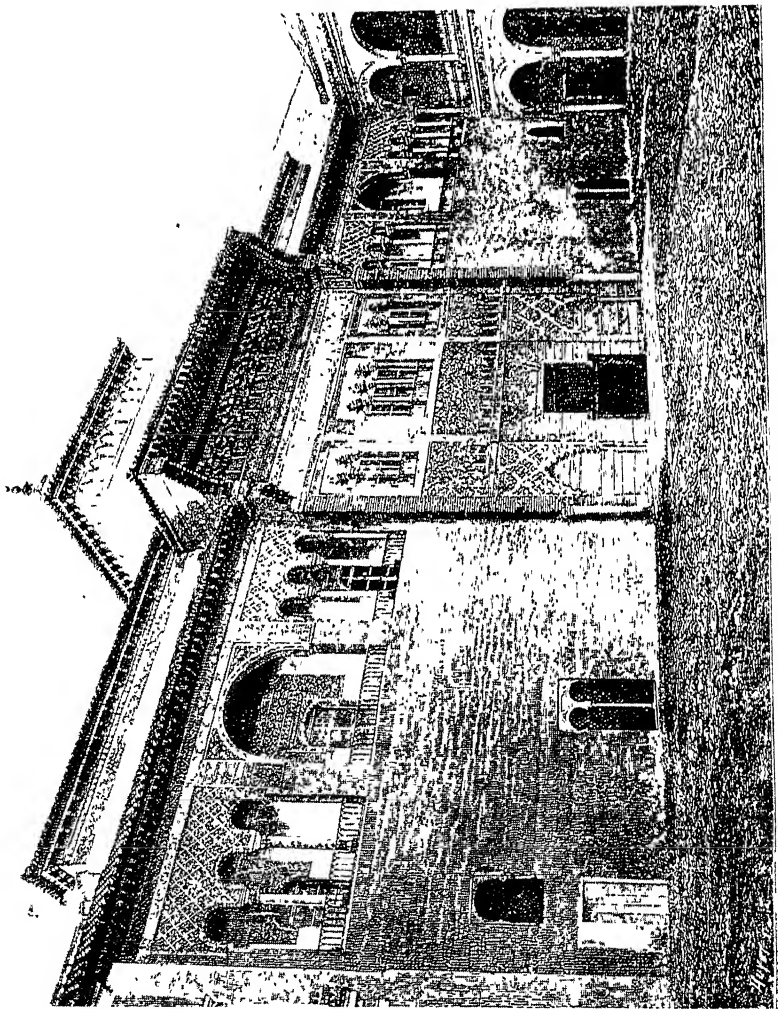
وادی الکنتہ کے کنارے پر جنگ شروع ہوئی اس جنگ میں صرف والی مذکور کی فوج کو شکست فاش ہی نہیں ملی بلکہ وہ خود ہی گرفتار ہو گیا ابو الجوشن اور ابن سلامتہ کا پہلے یہ خیال ہوا کہ اسے قتل کر دیں مگر بعدہ یہہ رائی بدل ہی اور ابو الخطار کو پانچ قرطبہ کے ایک مستحکم مضبوط قلعہ میں مقید کر دیا۔ یہہ جنگ اور گرفتاری ابو الخطار کی ماہ رجب ۱۲۷ھ ۱۸۷۵ء میں واقع ہوئی ابو الخطار

بہت روز مقید نہیں رہا۔ قید کے تھوڑے ہی دنوں بعد اس کے ایک دوست عبدالرحمن ابن حسن لکھبی نے ایک رات کو موقع پا کر اسے رہا کر دیا۔ اس کے بعد جب یمنی عربوں کو معلوم ہوا کہ امیر کا قصد دشمنوں کے مقابلہ کا ہے سب اہل قوم اس کے پاس جمع ہو گئے اور ابو الخطار یہ ہمراہی فوج کثیرہ قرطبہ روانہ ہوا۔

ابو الجوشن اور ابن سلامتہ یہی غافل نہیں بیٹھے تھے وہ اپنی فوج تیار کر کے میدان شکندہ میں ابو الخطار کے مقابل ہوئے۔ یہہ جنگ ۱۲۹ھ ۱۸۸۲ء میں واقع ہوئی اس میں ابو الخطار نے پہر شکست فاش پائی اور دشمنوں کے ہاتھ میں دوبارہ گرفتار ہو گیا اونھوں نے فوراً اسے قتل کر ڈالا ابو الخطار

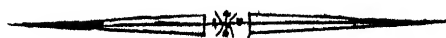
کے قتل کے بعد ملک کے امراء اور فوجی افسروں نے ابن سلامتہ کو اس کا  
 قائم مقام مقرر کیا لیکن چند ماہ کے بعد ربیع الثانی ۲۹ھ میں یوسف ابن  
 عبد الرحمن ابن حبیب الفہری کو عربوں نے اس عہدہ پر مامور کر دیا۔ چونکہ ابن  
 سلامتہ اور ابوالجوشن کے عہد حکومت میں تمام ملک میں انتظامی پہل گئی تھی اس  
 وجہ سے امیر یوسف کے تقرر سے عیسائی اور مسلمان دونوں کو خوشی حاصل ہوئی  
 ابن سلامتہ کا انتقال اس واقعہ سے کچھ روز پہلے ہی ہو چکا تھا ابوالجوشن  
 اور عمر بن عمر القریشی حاکم سواحل اندلس کو یوسف کا تقرر نہایت ناگوار گزرا  
 لیکن اس امیر کی لیاقت اور متانت اور بنحیدگی اظہار میں شہس ہی اور اس ملک کا ادرا  
 اور اعلیٰ اسے اپنے دل سے عزیز رکھتا تھا ان لوگوں کو بجز خاموشی اور اطاعت  
 کے دوسرا چارہ نہ تھا امیر یوسف نے عنان حکومت کو ہاتھ میں لیتے ہی ابو  
 الجوشن کو صوبہ طلیطلہ سپرد کر دیا مگر یوسف کی صلح کل طرز حکومت نے کچھ فائدہ  
 نہ پہنچایا۔ چنانچہ عبد الرحمن ابن علقمہ حاکم شہر اربونہ نے بغاوت شروع کر دی  
 اور اس کے مقابلہ کے لئے فوجیں جمع کرنے لگا۔ لیکن قبل اس کے کہ یہ پورا  
 تیار ہوتا اور یوسف سے مقابلہ کرتا یہ خود مار ڈالا گیا۔ اس کے بعد ایک دوسرے  
 امیر ابن الولید نے عیسائیوں کی مدد سے مقابلہ کیا اور شہر ایشیلیہ کو فتح کر کے قریطہ

کے قریب پہنچ گیا لیکن امیر یوسف نے اس کی فوج کو شکست دی اور اسے  
 گرفتار کر کے فوراً قتل کر ڈالا۔ اسی طرح عمر ابن عمر و فیہی بخت کی لیکن یہی کام  
 الغرض جب یوسف الفہری ان باغیوں کو تینہ دے چکا اور اسے یقین  
 ہو گیا کہ اب کسی کو جرات اس کے مقابلہ کی باقی نہیں رہی یہ پہرہ انتظام ریاست کی  
 طرف متوجہ ہوا۔ اس نے تمام صوبوں کا دورہ کیا اور ہر صوبہ پر ایسا حاکم مقرر کیا جس پر  
 بہروساتھا۔ بدینیت او نظام حکام کو سزائیں دین فوجی راستے جو اس خانہ جنگی میں توڑ ڈالے  
 گئے تھے وہ درست اور بنادے گئے علاوہ اس انتظام کے امیر یوسف نے  
 ایک فہرست اس ملک کے شہروں کی تیار کرائی اور اندلس کے پانچ صوبے  
 مقرر کیے پہلے صوبہ کا نام اندلوسیہ رکھا اس صوبہ کے مشہور شہر یہ تھے قرطبہ  
 قرمونہ۔ اشبیلیہ۔ شدونہ۔ ملقون۔ البیرہ۔ جیان۔ دوسرا صوبہ طلیطلہ تھا  
 اس میں جو شہر مشہور تھے وہ ذیل میں درج ہیں طلیطلہ۔ اوبیدہ۔ یسیہ۔ مرسیہ۔ قیتیہ  
 بلنسیہ وغیرہ تیسرا صوبہ مریدیہ تھا یہ پیشتر صوبہ حلیقیہ کے نام سے مشہور تھا اس کے  
 مشہور شہروں میں مریدیہ۔ بحیستہ۔ لثونہ۔ سلا منیکا وغیرہ گئے جاتے تھے چوتھا  
 صوبہ سرقسطہ تھا اس کے مشہور شہر حسب ذیل ہیں سرقسطہ۔ ترکونہ۔ برشلونہ  
 لریدیہ وغیرہ۔ پانچواں صوبہ اربونہ یہ صوبہ سرزمین فرانس میں واقع تھا۔



اشفیلیہ کی القصر کاروکار

خلیفہ مروان ابن محمد کے عہد حکومت میں بنی عباسیہ نے اس خان  
 کو کمزور پا کر ملک شام میں بغاوت شروع کر دی خلیفہ نرید اور مروان کے زمانہ  
 حکومت میں ظلم اور زیادتی نے اس قدر ترقی پائی تھی کہ زمین مشرق کی تمام رعایا اس  
 خاندان سے بد دل ہو گئی تھی صرف ایک سہارے کا انتظار تھا بنی عباسیہ  
 پہلے ہی سے اس موقع کے منتظر تھا وہوں نے فوراً بغاوت کا نشان بلند  
 کر دیا اور بنی امیہ کو متواتر شکستیں دیں۔ جب اس انقلاب عظیم کی خبر ملک اندلس  
 میں مشہر ہوئی تو بعض ہواخواہان بنی عباسیہ اس ملک میں ہی بغاوت شروع  
 کر دی جن میں الظہری اور ابن حاتم بھی شریک تھے۔ ان امرائے اہل القیصر نے  
 اپنے ارادوں میں اس قدر کامیابی حاصل کی کہ شہر ہر قسطہ کا محاصرہ کر لیا ابو الجحش  
 نے امیر یوسف سے مدد طلب کی لیکن اس نے مدد دینے سے انکار کر دیا۔  
 ابو الجحش کی خوش قسمتی سے بنی قیس نے اس کی مدد و اعانت کی اور  
 بہت کچھ کشت و خون کے بعد اسے قید محاصرہ سے رہا کر دیا۔ مگر شہر ہر قسطہ  
 الظہری کے قبضہ میں رہا اور آخر کار امیر یوسف کے ہاتھ سے قتل ہوا۔







بنی عباسیہ کی کامیابی - سلطنت امیہ کا خاتمہ - مروان کے انتقال کے بعد

عبدالرحمن ابن معاویہ کا فساد ہو جانا - اس کا تعاقب کیا جانا - اس کا مغربہ لایا جانا

میں داخل ہونا بدر کو اندلس روانہ کرنا - اس کے طرفداروں کی کامیابی عبدالرحمن ابن معاویہ کو

امیر موصت کی تیاری عبدالرحمن کا جانب نظر جانا جنگ مصارہ - اہل کامیابی امیر موصت کا تاج پہنانا

مروان ابن محمد کے زمانہ حکومت میں ابوالعباس عبداللہ نے بغاوت اختیار

کی اور اپنی جمعیت کے ہمراہ خلیفہ کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا شام کی حمایت

خلیفہ یزید اور مروان کے ظلم و ستم سے عاجز اور بد دل ہو گئی تھی - اہل کو فہ

نے ابوالعباس کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کر لی تھی اور سلطنت کا اسے خدا

سمجھ کر بغاوت پر آمادہ ہو گئے تھے خلیفہ نے سلطنت کی حفاظت کیلئے فوج جمع

کر کے بنی عباس کے مقابلہ کے لئے روانہ کی لیکن آخر کو فتح و نصرت بنی عباس ہی کو

نصیب ہوئی ابوالعباس مروان کی فوج کو متواثر شہر دیتا ہوا شہر دمشق کے

پایہ تخت میں داخل ہو گیا خلیفہ مروان نے مصر کا غرم کیا لیکن قبل اس کے کہ یہ مین

داخل ہوا ابو العباس کے بہائی صالح نے اس کو شہر نصیر میں گرفتار کر لیا مروان  
 جامدی الثانی ۳۲ھ میں قتل ہوا سلطنت بنی امیہ کا اسی سنہ میں  
 خاتمہ ہوا اور دور خلافت عباسیہ شروع ہوا۔ ہمیشہ قابل آدمی ہی ہر قوم میں عام اس سے  
 کہ وہ جاہل ہو یا مہذب اور اس قوم پر قابض و متصرف ہوا کرتا ہے۔ زمانہ قدیم میں بحال  
 حفظاً مقدم بقائے سلطنت اور استحکام اس حکومت کی غرض سے یہ لازم  
 سمجھا جاتا تھا کہ جب کوئی بادشاہ تخت نشین ہوتا تھا تو کل دعویٰ داران ریاست کو عام  
 اس سے کہ وہ یگانہ نہ ہوں یا بیگانہ موافق ہوں یا مخالف اون کے نقش ہستی کو صفحہ  
 دنیا سے مٹا دیتا تھا۔ تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب بھی اسی طریقہ کے  
 پابند تھے۔ چنانچہ جب بنی عباسیہ تاج اور تخت حاصل کیا تو تمام مالک محروسہ میں  
 جاسوسوں کو یہ حکم دیا کہ بنی امیہ کے خاندان کا ایک شخص بھی زندہ نہ رہے پائے۔  
 جہاں کہیں اس خاندان کا آدمی نظر آتا تھا وہ نہایت بے رحمی سے قتل کیا جاتا تھا  
 الحاصل جب سلطنت بنی امیہ ختم ہو گئی اور بنی عباس اس خاندان کو تباہ و  
 برباد کرنے لگے تو اون میں سے ایک نوجوان جس کی عمر تیس سال سے زیادہ نہ تھی اور  
 نام اس کا عبد الرحمن بن معاویہ تھا کسی ترکیب سے اپنے دشمنوں کی نگاہ بچا کر  
 یہاں نکلا اور اپنی بی بی اور لڑکے کے ساتھ دریای فرات کے قریب ایک خطرناک

جنگل میں پناہ گزین ہوا افریقہ میں پہنچنے کے قبل جو مشکین اور واقعات اس کو اس سفر میں پیش آئے اون کی نسبت ہم خاص عبدالرحمن کی تقریر کو حسب ذیل تحریر کرتے ہیں۔

”ایک روز میں اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ پانی زور سے برس رہا تھا کہ میرا بیٹا سلیمان جس کی عمر چار سال کی تھی خیمہ کے باہر میرے سامنے کھیل رہا تھا چھین مارتا ہوا اندر آیا اور میرے سینہ سے لپٹ گیا میں نے اسے علیحدہ کرنا چاہا لیکن اس پر اس قدر خوف طاری تھا کہ مجھ سے کسی طرح جدا نہ ہوا تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے خیمہ سے باہر نکلا تو قریب کے قصبوں سے شور و غل کی آوازیں مین سنیں اور لوگوں کو پریشان حال چاروں طرف بھاگتے ہوئے دیکھا۔ جب میں آگے بڑھا تو بنی عباس کے پہرے ہو امین اوڑتے ہوئے نظر آئے میں نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا کہ اتنے میں میرا چھوٹا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ اسی بھائی یہاں ہے بھابھائی عباس کے پہرے بہت ہی قریب آپہنچے ہیں۔ یہ سنتے ہی میں اپنے مین واپس آیا اور کچھ دینار لیکر بیٹے اور بھائی کے ہمراہ بان سے روانہ ہوا جب میں اپنے خیمہ سے باہر نکلا تو سواروں نے خیمہ کو گھیر لیا اور آدمیوں نے اندر جا کر خوب ڈھونڈا مگر کوئی نہ ملا۔ یہ لوگ باہر نکل آئے اور تھوڑی دیر کے بعد قصبہ سے کوچ کر گئے مگر ہم نہ

آدمی ایک محفوظ مقام پر پڑے اسی استاد میں بدریہ غلام ایک اجنبی شخص کے ہمراہ میر  
 پاس آیا یہ اجنبی دریا اور اس سرزمین سے خوب واقف تھا میں نے اس کے لئے  
 گھوڑا اور نفیس پوشاک خریدنے کا حکم دیا پھر معلوم ہوا کہ یہ دشمنوں کا جاسوس ہے  
 ہم تھوڑی دوز تک اس کے ساتھ گئے تھے کہ پھر اونہیں سواروں کو اپنی جانب  
 بہت تیزی کے ساتھ بڑھتے ہوئے دیکھا ہم بھاگتے تھے اور خدا سے وعائن  
 مانگتے تھے کہ دریا کے کنارے ان سے پہلے ہم پہنچ جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا  
 ہم جب دریا میں تیرتے ہوئے چلے تو اونہوں نے لب دریا پہنچ کر ہم سے کہا کہ تم  
 باہر نکل آؤ ہم تمہیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں گے لیکن میں نے ایک نہ سنی اور ہم اہونکے  
 ہمراہ تیرتا ہوا چلا تا کہ پار پہنچ جاؤں مجھے تیرنے میں کمال حاصل تھا میں نے  
 اپنے لڑکے کو اور بدریہ میرے بہائی کو کا ندھے پر چڑھالیا۔ ہنوز وسط دریا  
 تک نہ پہنچے تھے کہ میرے بہائی کو خوف و اضطراب از حد پیدا ہوا اور ظاہر ہوتا تھا کہ  
 اگر وہ آگے بڑھا تو ڈوب جائے گا۔ میں یہ حالت دیکھ کر اس کے پاس آیا اور  
 بہت کچھ سمجھایا لیکن وہ آگے نہ بڑھا۔ چونکہ اس کی قضا سپر کھلتی تھی دشمنوں کی جانب  
 واپس ہوا میں مشکل تمام دریا کے پار ہوا تو پھر کر کیا دیکھتا ہوں کہ طنالمون نے کنارے  
 سے کچھ فاصلے پر میرے بہائی کو قتل کر ڈالا اس کی عمر تیسرے برس کی تھی

دشمنوں نے لاش کو وہیں ڈال دیا صرف سر لے گئے جن آدمیوں نے میرا ساتھ دیا تھا وہ بھی جدا ہو گئے اس وحشت ناک واقعہ کا اثر میرے دل پر اس قدر ہوا کہ میں پہر پہاگا اور جنگل کی جھاڑی میں چھپ رہا چند روز کے بعد دشمنوں نے میرا تعاقب چھوڑ دیا اور میں افریقہ کی طرف روانہ ہوا۔“

عبدالرحمن بڑی مشکل سے افریقہ پہنچا وہاں اپنے غلام بدر اور سالم اور اپنی بہن ام الاسبغ سے ملاقات کی لیکن اس ملک میں بھی اسے آرام نصیب نہ ہوا عبدالرحمن ابن عبید الفہری والی افریقہ نے بنی عباس کی کامیابی کی خبر سن کر بنی امیہ پر اس ملک میں بھی ظلم و ستم شروع کیا۔

عبدالرحمن بن معاویہ کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہاں بھی میرا ہمسایہ نہیں تو اپنے متعلقین کے ہمراہ بنی رستم کے پاس فرار ہو گیا۔ یہ شخص قبیلہ بربہ کا تھا۔ یہاں سے اندلس کے حالات دریافت کرنے لگا اس کو معلوم ہوا کہ یہاں اس کے خاندان کے لوگ موجود ہیں اس نے اپنے غلام بدر کی معرفت ابو عثمان عبید اللہ ابن عثمان اور عبداللہ ابن خالد کو جو عہد سلطنت بنی امیہ میں علم برداری کے عہدہ پر مامور تھے اور با وقعت سمجھے جاتے تھے خطوط روانہ کئے جن میں وہ احسانات و مراعات درج تھے جو خلفائے بنی امیہ نے بنی عباس کے ساتھ

کیے تھے۔ اوس کے بعد عبدالرحمن نے اپنے حقوق سلطنت کا اظہار  
 کیا تھا اور اوس سے دریافت کیا تھا کہ آیا وہ ایسے نازک وقت میں ہماری مدد  
 و اعانت کرنے پر آمادہ ہیں یا نہیں اور جن امور پر اونکی کامیابیٰ منجھڑتیں اون کا  
 تذکرہ ہی کیا تھا اور یہ بھی یقین دلایا تھا کہ آج کل اہل یمن اور بنی مضر میں فتنہ پھیل چکی  
 ہے اور یہ آپس کی خانہ جنگیوں میں مصروف ہیں اگر تم ہماری مدد کر دے گے تو ہم  
 کامیاب ہو جائیں گے ابو عثمان نے مدد دینے کا وعدہ کر لیا۔ یہ خط اوس کو  
 اوس وقت ملا کہ جب یہ حسب الحکم امیر یوسف والی اندلس شہر قسطنطنیہ کو حسین  
 الطہری نے ابن حاتم کو محصور کر لیا تھا جانے کی تیاری کر رہا تھا اور باوجود وعدہ  
 مذکورہ ابو عثمان نے والی کے حکم کی تعمیل مناسب خیال کی آئندہ راہ میں اس نے  
 اپنے داماد عبداللہ ابن خالد سے مشورہ کیا اور بعد مباحثہ یہ رائی قرار پائی کہ  
 عبدالرحمن کے ارادوں سے ابن حاتم کو بھی مطلع کرنا چاہیے عجب نہیں کہ وہ  
 اپنے ذاتی فائدہ کے خیال سے ہمارا شریک ہو جائے چنانچہ ابو عثمان نے اوس  
 سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہنوز اس نے گفتگو ختم نہ کی تھی کہ ابو جوشن نے امیر یوسف  
 کی شکایت کی اور بیان کیا کہ میں تمہاری مدد کے لیے موجود ہوں عبدالرحمن کو  
 یہاں آنے کا مشورہ دوین اندلس میں داخل ہوتے ہی امیر یوسف کو اس

امیر پر آمادہ کروں گا کہ وہ عبدالرحمن کو شاہانہ استقبال سے شہر میں لائے اور اپنی بیٹی کا نکاح اوس سے کر دے اگر امیر اس پر راضی ہو گیا تو بغیر کشت و خون تھاں مطلب نکل آئے گا اور اگر وہ راضی نہ ہو تو اوس سے عہدہ حکومت سے جدا کر کے تمہارا دوست کو خلیفہ بنائیں گے۔ اس قرارداد کے بعد ابو الجوشن صوبہ طلیطلہ کو روانہ ہوا ابو عثمان اور عبداللہ ابن خالد شہر البیہرہ کو واپس آئے اس شہر کی رعایا اور شام کی فوج اور امراء جو اس امیر کے ماتحت تھے اس راز سے واقف ہو گئے تھے اور اس کی مدد و اعانت کرنے پر آمادہ ہو چکے تھے رفتہ رفتہ خیبر شہر کے اطراف اکناف میں بھی شعل ہونے لگی جس سے عوام الناس کے خیالات دریافت کرنے کا موقع بھی ملا چونکہ اوس زمانہ کے سخت قحط سے رعایا حیران و پریشان ہو رہی تھی۔ تھوڑی سی داد و دہش نے اوس کو ہموار کر لیا۔

بعض مورخین اس واقعہ کو بہ تبدیل مضمون یوں تحریر کرتے ہیں کہ ابن جاتم نے پہلے مدد دینے کا وعدہ کر لیا پھر اپنی رائی سابقہ بدل دی اور ان امیروں سے صاف کہہ دیا کہ میں امیر یوسف کے طرز حکومت سے خوش ہوں میں نہیں پسند کرتا کہ دوسرا شخص اوس عہدہ پر مقرر کیا جائے میں تم کو مطلع کرتا ہوں کہ تم اگر اون خیالات سے جو تم نے دل میں جوائے ہیں باز نہ آئے تو مجھ کو مجبوراً دوسری تدبیروں سے متہین روکنا

پڑ گیا جب ابو عثمان اور اوس کے ہمراہیوں نے دیکھا کہ بنی مضر وہابی  
 قیس مدد دینے پر آمادہ ہیں تو انھوں نے ان قبیلوں کو اہل یمن سے لڑنا  
 شروع کیا اور ایک جہاز خرید کر بدر کو گیارہ آدمیوں کے ہمراہ افریقہ روانہ کیا کہ  
 وہ عبد الرحمن کو یہاں کے واقعات سے اطلاع کر دے اور اندلس میں داخل  
 ہونے کے لئے اسے تیار رکھے عبد الرحمن - بدر اور تمام ابن علقمہ  
 سے اپنی کامیابی کی خوش خبری سنتے ہی اندلس کی طرف روانہ ہوا اور ربیع الاول  
 یا ربیع الآخر ۳۳ھ میں بندر المنقاب صوبہ البیرۃ میں جہاز سے اتر اس کے  
 استقبال کے لئے ابو عثمان اور ابو خالد اور یوسف ابن نجبت اور  
 ابو عبیدہ حسین ابن مالک الکلبی اور دوسرے امراء بنی امیہ کے دریا  
 موجود تھے یہاں سے یہ سب ابو عثمان کے مکان پر گئے اوس نے پہلی  
 کامیابی کا پورا بندوبست کر لیا تھا عبد الرحمن کے پہونچتے ہی عوام الناس کو مدد  
 و اعانت کرنے پر آمادہ کرنے لگا۔ چنانچہ جب یہ اندلس میں پہونچا اوس کے سارے  
 مہینے کے بعد قرطبہ پایہ تخت اندلس میں داخل ہوا جس کا ذکر من بعد کیا جائے گا  
 اور عبد الرحمن اور اوس کے ہمراہی فوج کی فراہمی اور درستی میں مصروف تھے  
 جس کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور یوسف الفہری صوبہ ارغون میں



باغیوں کے مقابلے میں خیمہ زن ہوتا عبد الرحمن کے آنے کی خبر سنتے ہی  
 باغیوں سے مقابل ہو گیا اس میں پوری کامیابی حاصل ہوئی یہ بیان <sup>طلیطلہ</sup>  
 کی طرف بسرعت تمام روانہ ہوا <sup>طلیطلہ</sup> پہنچتے ہی امیر نے اون قیدیوں کو زمین  
 بعض مشہور اہل قریش کے امرا یہی تھے خلاف وعدہ قتل کرنے کا حکم دیدیا  
 اوس کا یہ فعل دوسرے امرا کو ناگوار گزرا اور یہ اس کی وعدہ خلافی سے اس قدر  
 بدول ہو گئے کہ رات ہی کو اپنی اپنی فوج کے ہمراہ عبد الرحمن سے ملنے کے لئے  
 روانہ ہوئے امیر یوسف کو یہ خبر اوس وقت پہنچی کہ جب وہاں پر بحر بنہ امراے  
 بنی قیس کے جواہر الجوشن سے ایک تعلق خاص رکھتے تھے دوسرا شخص موجود تھا  
 امیر نے ابن حاتم سے رائی طلب کی اس نے بیان کیا کہ بہتر ہوگا کہ  
 آگے بڑھنے کے عوض ہم عبد الرحمن کو اپنی طرف آنے دین اور یہیں اوس کا  
 مقابلہ کریں امیر یوسف نے اس رائی سے اختلاف کیا اور کہا کہ مقابلے سے  
 پہلے قرطبہ میں داخل ہو کر فوج کا درست کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ <sup>سبھ</sup>  
 ابن حاتم کے خلاف مشورہ قرطبہ روانہ ہوا۔ ادھر عبد الرحمن نے یہی اپنا  
 وقت بیکار صرف نہ کیا تھا۔ ساتھ سواروں کے ہمراہ ریتہ کی جانب روانہ ہوا  
 یہاں کی رعایا اس کی مدد اور اعانت پر آمادہ ہو گئی حاکم شہر عیسیٰ ابن مساود نے

بحلف اطاعت قبول کی یہاں سے عبدالرحمن شہد نہ اور مسور و ہوتا ہوا شہر  
 اشبیلیہ میں داخل ہوا۔ ان شہروں کے حاکم عتاب ابن علقمہ اور ابوالصیا  
 ابن محبی سردار اہل یمن بھی باظہار اطاعت و فرمانبرداری اپنی اپنی فوج کے  
 ہمراہ اس کے لشکر میں شامل ہو گئے عبدالرحمن نے تمام فوجی افسروں کو جمع  
 کر کے آگے بڑھنے کے متعلق مشورہ کیا۔ سب نے قرطبہ پر حملہ کرنے کی  
 رائی دی عبدالرحمن نے اس کے مطابق شہر قرطبہ پر یورش کی امیر یوسف  
 یہی اس کے مقابلے کے لیے شہر سے باہر نکلا۔ دونوں فوجیں وادی البکیر کے  
 متصل میدان مصارعت میں ایک دوسرے کے مقابل خمیہ زن ہوئیں۔ قحط نے  
 عبدالرحمن کی فوج کو پریشان کر رکھا تھا اور یہاں کے دلوں کے بڑھانے کی کوشش  
 کر رہا تھا کہ دفعتاً امیر یوسف نے پیام صلح بھیجا چونکہ عید الفضحیٰ میں صرف دہی روز  
 باقی تھے اس نے دو روز کی مہلت حاصل کر کے اسی قلیل عرصے میں فوج درست  
 کر لی۔ جمعہ کے روز ۳۱ مہرم ۱۱۱ ہجری ۱۷۵۰ء میں اس نے نصیحم امیر یوسف  
 کی فوج پر حملہ کیا دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ اگرچہ امیر یوسف اور ابوالجوشن نے  
 کمال دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا لیکن کامیابی عبدالرحمن ہی کو نصیب ہوئی۔  
 اس لڑائی میں امیر یوسف کا بیٹا عبدالرحمن اور دوسرے امراتہ جنہوں نے امیر یوسف کا

ساتھ اس جنگ میں دیا تھا گرفتار ہو گئے۔ ابن حاتم۔ ابو الجوشن۔ یوسف الفہری  
 بچکر نکل گئے ابن حاتم شہر مدینہ میں اور یوسف الفہری صوبہ حبان میں ناگہ کرین ہوا  
 اس جنگ کے ختم ہوتے ہی امیر ابو الصبا نے فوج کی طرف مخاطب  
 ہو کر حسب ذیل تقریر کی۔ ”اے یہ وطنوں آج اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ عظیم الشان فتح عطا  
 فرمائی ہے۔ امیر یوسف اور ابن حاتم میں اب اتنی جرات نہیں ہے کہ وہ دوبارہ ہم سے  
 مقابلہ کریں اس موقع کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ اس  
 نوجوان افسیر یعنی عبدالرحمن بن معاویہ کو فوراً قتل کر ڈالو اور اتنے آدمیوں میں سے  
 جس کو تم پسند کرو اسے اس ملک کا حاکم مقرر کر دو۔“ ابو الصبا کی اس تقریر کو افسر  
 اور فوج دونوں نے سنا لیکن کسی نے اس کا جواب نہ دیا بلکہ اس تقریر سے عبدالرحمن  
 کو مطلع کیا ابو الصبا ایک سال کے بعد عبدالرحمن کے حکم سے قتل کیا گیا پھر  
 عبدالرحمن یہاں سے دارالسلطنت قرطبہ کی جانب روانہ ہوا۔ شہر میں داخل  
 ہونے کے بعد یہ حکم دیدیا کہ جو شخص ہماری اطاعت کرے گا اس کی خطا معاف کر دوں گا  
 اس مہربانہ برتاؤ نے عبدالرحمن کو چند ہی روز میں ہر دل عزیز بنا دیا۔ حتیٰ کہ  
 اس ملک کے بڑے بڑے شہروں کے حاکموں نے اس کی اطاعت قبول کر لی  
 امیر یوسف اور ابی حاتم نے اپنی منتشر فوج کو از سر نو جمع کیا اور ایک بار پہر مقابلہ

کے لیے شہر قسطنطنیہ روانہ ہوئے لیکن بمقتضای وقت عبدالرحمن سے صلح کرنی مناسب سمجھی چنانچہ حسب معاہدہ امیر عبدالرحمن نے امیر یوسف اور ابن ابوالجوشن کی خطائیں معاف کر دیں۔ صلح نامہ کے شرائط یہ تھے کہ یہ دونوں قسطنطنیہ میں سکونت اختیار کریں اور ہر روز ایک مرتبہ عبدالرحمن کو اپنی صورت دکھایا کریں۔ یہ معاہدہ ۳۹۷ھ میں منعقد ہوا اور اسی سنہ سے خلافت اندلس شروع ہوئی جو کچھ تعلقات و مشق سے تھے وہ بالکل امنتقطع ہو گئے اس پچاس برس کی خانہ جنگی اور بدانتظامی سے اہل اندلس کو یقین ہو گیا تھا کہ جب تک ملک سلطنت شمام کے زیر حکومت رہے گا یہی خرابیاں روز بروز بڑھتی جائیں گی اندلس سے دمشق تک کسی مہینے کی راہ تھی خلیفہ کے احکام کا پہلے تو یہاں پہونچنا ہی مشکل تھا اور اگر پہونچے بھی تھے تو خود غرض حکام ان کی تعمیل نہیں کرتے تھے اور بلحاظ حقوق اور انصاف رعایا کو اپنے احکام کی پابندی پر مجبور کرتے تھے ہر صوبہ دار خود سری کا دعویٰ کرتا تھا اور جو والی منجانب خلیفہ مقرر ہوتا تھا اس سے یہ بغاوت کیا کرتے تھے انہیں وجہ سے اہل اندلس نے عبدالرحمن بن معاویہ کا ساتھ دیا اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری فوراً قبول کر لی۔

سلطنت بنی امیہ کے زمانہ حکومت میں بائیس امیر اندلس پر موروثی جنگ نام اور بدت حکومت فیل میں مرج

شمار	نام والی	مدت حکومت	کیفیت
۱	طارق ابن زیاد	شوال ۹۲ هـ بمولدانی ۹۳ هـ لغایت جمادی الاول ۹۳ هـ بمولدانی ۹۳ هـ	
۲	موسى ابن نصیر	جمادی الاول ۹۳ هـ بمولدانی ۹۳ هـ لغایت ذی الحجه ۹۵ هـ بمولدانی ۹۳ هـ	
۳	عبد العزیز ابن موسی بن نصیر	ذی الحجه ۹۵ هـ بمطابق ۹۶ هـ لغایت ذی الحجه ۹۷ هـ بمولدانی ۹۶ هـ	
۴	ایوب بن حبیب النخعی	ذی الحجه ۹۷ هـ بمولدانی ۹۷ هـ لغایت ذی الحجه ۹۷ هـ بمطابق ۹۷ هـ	بغیر حکم خلیفه منجانب فوج حاکم موافقتاً
۵	الحبر بن عبد الرحمن الثقفی	ذی الحجه ۹۷ هـ بمولدانی ۹۷ هـ لغایت رمضان ۹۸ هـ بمطابق ۹۷ هـ	
۶	السمح بن مالک القولانی	رمضان ۹۸ هـ بمولدانی ۹۸ هـ لغایت ذی الحجه ۹۸ هـ بمطابق ۹۸ هـ	
۷	عبد الرحمن بن عبد الله الثقفی	ذی الحجه ۹۸ هـ بمولدانی ۹۸ هـ لغایت صفر ۹۹ هـ بمطابق ۹۸ هـ	بغیر حکم خلیفه منجانب فوج حاکم مقرر ہوا
۸	عبد بن سحیم الکلبی	صفر ۹۹ هـ بمولدانی ۹۹ هـ لغایت شعبان ۹۹ هـ بمطابق ۹۹ هـ	
۹	عفہ بن عبد الله الغفیری	شعبان ۹۹ هـ بمولدانی ۹۹ هـ لغایت شوال ۹۹ هـ بمطابق ۹۹ هـ	بغیر حکم خلیفه منجانب فوج مقرر ہوا
۱۰	یحییٰ ابن سلیمان الکلبی	شوال ۹۹ هـ بمولدانی ۹۹ هـ لغایت ربیع الثانی ۹۹ هـ بمولدانی ۹۹ هـ	
۱۱	عثمان ابن ابی عبیدہ	ربیع الثانی ۹۹ هـ بمولدانی ۹۹ هـ لغایت شعبان ۹۹ هـ بمولدانی ۹۹ هـ	اس کا انتخاب فوج نے کیا
۱۲	عثمان ابن ابی نصح البصری	شعبان ۹۹ هـ بمولدانی ۹۹ هـ لغایت ربیع الاول ۹۹ هـ بمولدانی ۹۹ هـ	
۱۳	حذیف بن الاعمش القصبی	ربیع الاول ۹۹ هـ بمولدانی ۹۹ هـ لغایت محرم ۹۹ هـ بمولدانی ۹۹ هـ	
۱۴	الغفیر بن عبد الکلابی	محرم ۹۹ هـ بمولدانی ۹۹ هـ لغایت جمادی الاول ۹۹ هـ بمولدانی ۹۹ هـ	

شمار	نام والی	مدت حکومت	کیفیت
۱۵	محمد بن عبداللہ الاشجعی	جمادی الاولیٰ ۳۱۳ھ سے ۳۱۴ھ لغایت ۳۱۵ھ شعبان ۳۱۳ھ	
۱۶	عبدالرحمن بن عبداللہ الفقی	شعبان ۳۱۳ھ سے ۳۱۴ھ لغایت ۳۱۵ھ رمضان ۳۱۴ھ	دوسری بار حکم خلیفہ حاکم مقرر ہوا
۱۷	عبدالملک بن القطن القہری	رمضان ۳۱۴ھ سے ۳۱۵ھ لغایت ۳۱۶ھ رمضان ۳۱۴ھ	
۱۸	عقبن بن الحجاج	رمضان ۳۱۴ھ سے ۳۱۵ھ لغایت ۳۱۶ھ صفر ۳۱۵ھ مطابق ۳۱۴ھ	
۱۹	عبدالملک بن القطن القہری	صفر ۳۱۵ھ سے ۳۱۶ھ لغایت ۳۱۷ھ ذیقعدہ ۳۱۵ھ	دوسری بار بانتخاب فوج حاکم مقرر ہوا
۲۰	الحاج بن بشر العیاض القشیری	ذیقعدہ ۳۱۵ھ سے ۳۱۶ھ لغایت ۳۱۷ھ شوال ۳۱۵ھ مطابق ۳۱۶ھ	بانتخاب فوج حاکم مقرر ہوا
۲۱	ثعلبہ بن سلامۃ العالمی	شوال ۳۱۵ھ سے ۳۱۶ھ لغایت ۳۱۷ھ ربیع الثانی ۳۱۵ھ مطابق ۳۱۶ھ	بانتخاب فوج حاکم مقرر ہوا۔
۲۲	ابوالخطاب بن ہزار الکلبی	ربیع الثانی ۳۱۵ھ سے ۳۱۶ھ لغایت ۳۱۷ھ رجب ۳۱۶ھ مطابق ۳۱۷ھ	
۲۳	ثواب بن سلامۃ الجنامی	ربیع الثانی ۳۱۵ھ سے ۳۱۶ھ لغایت ۳۱۷ھ رجب ۳۱۶ھ	اولا بانتخاب فوج حاکم مقرر ہوا لیکن چند روز بعد خلیفہ فطس کی ساموری کو منظور کر لیا۔
۲۴	یوسف بن عبدالرحمن البہری	ربیع الثانی ۳۱۵ھ سے ۳۱۶ھ لغایت ۳۱۷ھ ذیحجہ ۳۱۶ھ	سید آخر حاکم انتخاب خلیفہ شام مقرر ہوا
(خلیفہ بنی امیہ بن کے زمانہ میں ملک اندلس فتح ہوا و ان کے نام حسب ذیل ہیں)			
۱	ولید بن عبدالملک بن مروان		معادیر بن سفیان کے زمانہ
۲	سلیمان بن عبدالملک		سے تا این دم نہایت بیادلی
۳	عمر بن ابن عبدالعزیز		سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
۴	یزید بن عبدالملک		کا نام پایا جاتا تھا اس خلیفہ کے
۵	ہشام بن عبدالملک		مدت حکومت میں موقوفہ کر دیا گیا

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

جلد دوم

# خلافتِ اہلسنی



ملکِ سپین میں عربوں کی ہشت صدیہ حکومت  
تصنیفِ عالی جنابِ مولانا ابوالقادر جنابہ درایم امیر سید  
ناظم اول جمہوری بلوہ فرخندہ بنیاد حیدر آباد ترجمہ کیا ولی علم  
باہتمام محمد قاسم

قاتم حسین لکھنؤ میں روزِ نقِ طبع ملانی

1

سیلیمان کو بعد از اس جمعہ ذی الحجہ کو خاندان  
نبی امیس سے کوئی غلام نہ رہا چنانچہ  
کے واسطے حکومت کی تھی۔

عبدالرحمن رابع کے بعد تقاسم  
ابن محمود نے عوی محمود سے بہت ترقی  
پانچ سال حکومت کی تھی۔

محمد ثالث کے بیٹے ابن علی بن محمود  
نے تقریباً دو سال حکومت کی تھی



# فہرست مضامین خلافت اندلس حصہ دوم

نمبر صفحہ

## باب اول

آغاز خلافت اندلس - بغاوت امیر یوسف القہری - امیر یوسف اور ابن حاتم ابو الجوشن کا انتقال - ابن بغیش کا حسب الحکم غلیفہ ابو جعفر المنصور اندلس میں داخل ہونا اس کی کامیابی اور اس کا قتل - اہل یمن کی بغاوت - المغیرہ عبدالرحمن کے بیٹے کا قتل - سلطان عبدالرحمن کا ملک شام کی فتح کا قصد کرنا - جنگ فرانس - شارلین کا صلح کی درخواست کرنا - تعمیر مسجد عبدالرحمن بن معاویہ کے ذاتی حالات -

## باب دوم

ہشام کی تخت نشینی - بنو حمی سے ملاقات - سلیمان کی بغاوت - فتح اربونہ اور عیسائیوں کے جنگ - تعمیر پل قرطبہ - طرہ حکومت - ذاتی حالات -

## باب سوم

الحکم کی تخت نشینی - اس کے چچا سلیمان اور عبداللہ کی بغاوت - جنگ حبلیقہ - انتقال سلیمان - عیسائیوں کے ساتھ جنگ اور اون کی شکست - قحط عظیم - انتقال - طرہ حکومت

## باب چہارم

عبدالرحمن ثانی کی تخت نشینی - عیسائیوں کے ساتھ جنگ - یونان کے سفیر کا قرطبہ آنا -

یحییٰ ابیجی ابن البیہقی اور عبدالملک ابن حبیب۔ اندلس کا محاصل۔ عبدالرحمن کے ذاتی حالات۔ نمبر صفحہ

## باب پنجم

سلطان محمد۔ اور سلطان منذر۔ اور سلطان عبداللہ کا یکے بعد دیگرے تخت نشین ہونا۔ ۱۰۲ تا ۱۰۶  
ان کے زمانہ حکومت کے مختصر حالات۔ عبدالرحمن ثالث کی تخت نشینی جلیقہ اور نوار  
اور البہ پر یلغار عربوں کی شکست۔ عربوں کی فتح۔ اہل یورپ اور عبدالرحمن سے بغاوت  
سلطان کے بیٹے عبداللہ کا قتل۔ افسر یقہر یلغار۔ انتظام مالک محمد و سہ عمارات کا شوق  
اس کا دربار۔ عبدالرحمن کا انتقال۔

## باب ششم

الحکم ثانی کی تخت نشینی۔ عیسائیوں سے محاربات۔ اردونی چہارم کا ترطبہ آنا۔ سیفون کا  
قرطبہ آنا۔ قسطلی شہزادی کا قرطبہ آنا۔ واقعات افریقیہ۔ علم کا شوق کیتخانہ۔ ذاتی حالات و انتقال۔ ۱۰۷ تا ۱۱۲

## باب ہفتم

ہشام ثانی کی تخت نشینی۔ المفیہ کا قتل۔ جعفر ابن عثمان المصطفیٰ۔ المنصور اور اسکی  
سازشیں۔ اس کا انتظام ملک۔ نصاریٰ کو ساتھ جنگ زیری بنیاد و علم و فن عبدالملک بن عبدالرحمن بن المنصور

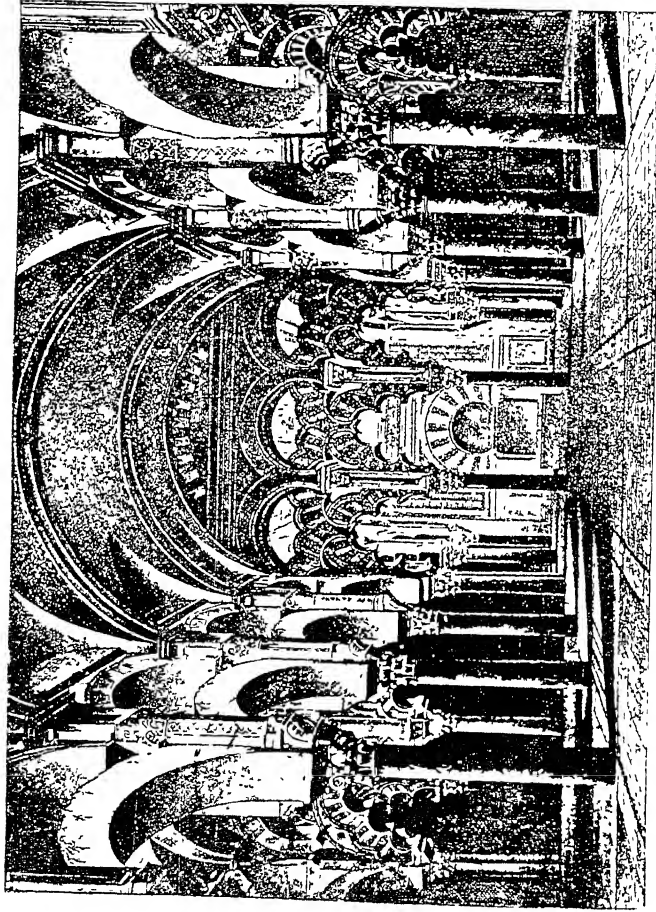
## باب ہشتم

طلوٹ الملوک محمد ابن عبدالجبار المہدی۔ سیمان سلطان شہزاد کا دوبارہ تخت پر بیٹنا۔ اہل بکر کا بغاوت۔ قتل عام خلیفہ شہزاد کا قتل۔ ۱۱۲ تا ۱۱۳

## غلط نامہ جلد دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱	۱۲	حیرث	حریث	۲۷	نوٹ کی سطر	جملہ کرنے	حکمہ نہ کرنے
۳۱	۱۰	ساٹھ	سات	۵۱	۱۳	گم	۰
۵۲	نوٹ کی سطر	کو	کی	۶۰	۱	خورد و نوش	خورد و نوش
۶۸	۱۲	قدرت	قدرت نے	۸۳	۷	الناصر الدین	الناصر الدین
۸۳	۹	۳۲۲	۳۲۲	۱۳	۳۲۵	۳۲۵	۳۲۵
۱۰۸	۱۰	عسی	عیسیٰ	۱۰۹	۱۳	فرڈلند	فرڈلند
۱۱۰	۱۱	فساد نقص	فساد نقص	۱۲۸	۱۰	مستحق	مستحق
۱۲۹	۲	کوہی	کوہی	۱۳۰	۳	عامر کو	عامر
۱۵۵	نوٹ	سٹاکو	سٹاکو	۱۵۶	نوٹ سطر ۲	سٹ	سٹ
۱۸۱	۶	رعایا کو	رعایا بہی	۱۸۹	۴	ابن عوس	ابن عوس
۱۹۰	۱۵	دیر شوس	دیر شوس	۱۹۱	نوٹ سطر	مکر لکھی گئی ہے	۰
۱۹۳	۵	لمبندی	لمبند	۱۹۵	۴	ان سب	زیادہ لکھا گیا ہے
۱۹۷	۱۱	واضح اور	زیادہ لکھا گیا ہے	۲۱۰	۱۵	ابن جابوس	ابن جابوس
۲۱۱	۱	البرزی	البرزالی	۲۱۱	۳	علی اور قاسم	علی اور قاسم

مسجد قرطبه کا اندرونی حصہ



فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

جلد دوم

# خلافت الہند

معنی

ملکِ بین مین عربون کی ہشت صد حکومت

تصنیف عالی جناب طباطبائی والقد خلیفہ داریم امیر علیہ السلام

ماہ نام اول جداری بلکہ فرخندہ بنیاد حیدر آباد مترجم کتاب گیاروی علم

باہتمام محمد قاسم

قاسم پریس لکھنؤ میں رونق طبع ملی

# حصہ دوم باب اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آغا زخافات اندلس - بغاوت امیر یوسف الفہری امیر یوسف اور ابن حاتم - ابو یوسف کا انتقال  
ابن مغیث کا حسب الحکم خلیفہ ابو جعفر المنصور اندلس میں داخل ہونا اس کی ناکامیابی اور  
اس کا قتل - اہل یمن کی بغاوت - المغیرہ عبدالرحمن کے بھتیجے کا قتل - سلطان  
عبدالرحمن کا ملک شام کی فتح کا قصد کرنا - جنگ فرانس شاہین کا صلح کی درخواست کرنا -  
تیمسجد بر صافہ - عبدالرحمن بن معاویہ کے ذاتی حالات -

جنگ مصارۃ کے بعد جو ۳۸۰ھ میں مابین یوسف الفہری والی اندلس اور  
عبدالرحمن بن معاویہ ہوئی تھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے عبدالرحمن سربراہ

سلطنت ہوا اور اسی سال سے خلافت اندلس جس کو عربوں نے تقریباً آٹھ سو برس تک اس ملک میں قائم رکھا شروع ہوئی بعد صلح یوسف الفہری اور ابن جاتم ابو الجوشن نے حسب معاہدہ شہر قرطبہ میں اقامت اختیار کی اور سلطان عبدالرحمن انصرام سلطنت اور استحکام مملکت کی طرف متوجہ ہوا۔ کئی سال کی متواتر خانہ جنگیوں نے اہل اندلس کو نہایت پریشان اور تباہ حال کر رکھا تھا۔ انتظام کا نام و نشان تک اس ملک میں باقی نہ رہا تھا۔ غریب رعایا کی جانیں قزاقوں کی لوٹ مار اور امیروں اور زمینداروں کے ظلم و ستم سے تلف ہو رہی تھیں اس جدید انتظام سے ایک نوع کا اطمینان ہوا اور باستثنا چند امراء باغی فساد و بد باطن تمام ملک نے لطیف خاطر غاشیہ اطاعت اس کا اپنے دوش پر رکھا۔ اور خلفائے بنی عباسیہ شکست کھا کر اس ملک کی حکومت سے محروم کر دیے گئے۔ اس سلسلہ میں سلطان کو اطلاع ہوئی کہ یوسف الفہری خلافت معاہدہ قرطبہ سے فرار ہو گیا ہے اور اب شہر مریدہ میں بغاوت کی نیت سے فوج فراہم کر رہا ہے سلطان نے فوراً اپنے ایک تجربہ کار امیر عبدالملک بن عمر بن مروان کو فوج کشی کے ساتھ شہر مریدہ روانہ کیا اور خود بھی اوس کے عقب میں کچھ فوج لیکر قلعہ المدور کی طرف متوجہ ہوا۔ اس طرف یوسف نے بیس ہزار فوج فراہم کر لی تھی۔

یہ فوج کو لیکر شہر سے باہر نکلا اور عبد الملک کا مقابلہ کیا اس جنگ میں یوسف ہر قسم کا نقصان عظیم اٹھا کر اور شکست فاش کھا کر شہر طلیطلہ ہاگ آیا مگر یہاں بھی اپنی جان عزیز کو موت کے پنجے سے نہ بچا سکا۔ اور عبد اللہ بن عمر الانصاری کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ قاتل نے اس امیر کے سر کو عبد الرحمن کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کامیابی کے بعد سلطان مع افسران فوج نہایت شان و شوکت سے شہر مریڈہ میں داخل ہوا سلطان ابھی اس شہر کے انتظام ہی میں مصروف تھا کہ اس کو اپنی پیاری بی بی کی علالت کی خبر پہنچی۔ اس نے عبد الملک کو اس صوبہ کا حاکم مقرر کیا اور خود شہر قرطبہ روانہ ہوا یہاں پہنچنے کے چوتھے روز آفتاب سلطنت و حکومت برج حل سے طلوع یعنی فرزند و لبند وارث تخت و تاج پیدا ہوا جس کا نام ہشام رکھا گیا اور تمام سلطنت میں محفلیں خوشی و مسرت کی قائم کی گئیں۔ سلطان نے بنیال رفع فساد ابن حاتم اور یوسف کے لڑکوں ابو الاسود محمد الفہمی اور عبد الرحمن کو قید کر دیا

لشام اور بغداد میں سلطان کا خطاب امر اعظام کو دیا جاتا تھا اور بوقت عطاسی خطاب خلیفہ خود اپنے ہاتھ سے جس کو خطاب ملتا تھا غفلت پہناتا تھا۔ اندلس میں عبد الرحمن ثالث کے پہلے لقب سلطان یا امیر متعل تھا۔ عبد الرحمن سوم نے مستقل طور پر خلیفہ اور امیر المومنین کے القاب اختیار کئے تھے۔



اس واقعہ کے چند ہی روز بعد ابن حاتم زہر سے مار ڈالا گیا اور یہ دونوں لڑکے قید سے بہاگ نکلے عبدالرحمن فوراً گرفتار و قتل ہوا لیکن ابوالاسود محمدؓ تک سلطان کا مقابلہ کرتا رہا اور بالآخر اپنی موت سے مر گیا۔

سلطان کو ہنوز ان بجا و تون سے فرصت نہ ہوئی تھی کہ خلیفہ ابو جعفر المنصور عباسی نے ۱۳۶ھ مطابق ۷۵۳ء عین اندلس پر فوج کشی کی اور اپنے ایک امیر العلاء ابن مغیث ایتھسی کو مع فوج کثیر اندلس روانہ کیا اس امیر نے سرحد پر قدم رکھتے ہی شہر بیجۃ کو فتح کیا اور رعایا کو اپنی مدد پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ اور خیر خواہان خاندان بنی امیہ کو ہر قسم کی تکلیف اور نقصان پہنچانا شروع کیا۔ سلطان جتنی فوج کہ اس قلیل عرصہ میں فراہم ہو سکتی تھی لیکر شہر ہند کو رک کی جانب راہی ہوا اور شہر اشبیلیہ کے قریب جس کی تسخیر کی نیت سے ابن مغیث آگے بڑھا تھا دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اس جنگ میں ابن مغیث مع اپنے افسران فوج گرفتار ہو گیا سلطان نے ان قیدیوں کے سر کاٹ کر دمشق اور مکہ بھیج دیے۔ اوس وقت خلیفہ ابو جعفر حج کی غرض سے مکہ آیا ہوا تھا ایک روز صبح کو دربانوں نے خلیفہ کے خیمہ کے سامنے ایک صندوق رکھا ہوا پایا۔ دربانوں نے یہ صندوق خلیفہ

لے انگریزی میں پڑا کہتے ہیں۔

کے ملاحظہ میں پیش کیا۔ جب وہ صندوق کھولا گیا تو خلیفہ نے اوس میں اپنے سپہ سالار  
 حاکم افریقیہ کا سرتراشیدہ رکھا ہوا دیکھا اس امر کے مشاہدہ سے خلیفہ کو اس قدر رنج  
 ہوا کہ اوس جوش میں اوس نے عبدالرحمن کے قتل کا عہد کیا۔ اور تادم مرگ  
 عبدالرحمن کو نقصان پہونچانے میں کوتاہی نہ کی لیکن باوجود اس دشمنی اور متواتر  
 حملوں کے یہ ہمیشہ عبدالرحمن بن معاویہ کی جس کو اس نے صقر القریش  
 خطاب دیا تھا تعریف اور اس کی لیاقت اور انصاف کی داد دیا کرتا تھا۔ خلیفہ نے  
 ایک روز اپنے اہل دربار سے عبدالرحمن کی نسبت یہ تقریر کی کہ ہم کو اس ملک کی  
 وسعت اور قوت پر تعجب نہ ہونا چاہیے۔ اس نوجوان قریشی نے صرف اپنی بہادری  
 اور غوش اسلوبی سے اپنے کوس اعلیٰ درجہ تک پہونچایا جس زمانہ میں اس لڑکے کا دنیا  
 میں کوئی دوست یا معاون نظر نہ آتا تھا اس نے اپنے پاس خوف و ہراس کو بالکل  
 آنے نہیں دیا اور نہایت دلیری سے مشکل ترین مرحلوں پر کامیاب ہوتا اور آفات زمانہ  
 سے بچتا ہوا اندلس تک جا پہونچا اور وہاں کی خانہ جنگیوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا  
 مختصر یہ کہ ایک قلیل عرصہ میں اپنے تئیں ہر دل عزیز بنا لیا اور اس ملک کو شر و فساد  
 پاک و صاف کیا اور اب بحال اطمینان اوس زر خیز و شاداب ملک پر حکمرانی کر رہا ہے  
 ۳۸۷ھ میں اہل یمن نے بارادہ بغاوت قرطبہ پر فوج کشی کی سلطان نے

فوراً عبدالملک بن عمر حاکم اشبیلیہ کو حکم دیا کہ باغیوں کا مقابلہ کرے۔  
 عبدالملک نے اپنے بیٹے امیہ کو ہراول لشکر مقرر کر کے آگے جانے کا  
 حکم دیا اور خود اس کے عقب میں روانہ ہوا۔ امیر امیہ نے نہایت تیزی کے  
 ساتھ باغیوں کی فوج کو آٹلایا لیکن جب اس نے دیکھا کہ فوج مخالف کی تعداد  
 اس کی فوج سے کہیں زیادہ ہے اس نے پیچھے ہٹنا شروع کیا تا انکہ اپنے  
 باپ کی فوج سے ملتی ہوا عبدالملک نے جب دیکھا کہ اس کا بیٹا باغیوں کی  
 فوج کے سامنے سے بہاگ رہا ہے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آگیا  
 اور نہایت غضب کے ساتھ اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ”امی سپت بہت  
 کیا میں نے اسی روز کے لئے تجھ کو اپنی فوج کا ہراول مقرر کیا تھا۔ کیا اہل  
 اندکس اور افریقیہ یہ نہیں جانتے کہ ہم نے کس محنت اور مشقت سے خون بہا  
 دیکر جان عزیز کے عوض اس ملک کو خریدا۔ یہ کہہ کر امیر نے اپنے بیٹے کے قتل  
 کا حکم دیا جس کی اسی وقت تعمیل کی گئی اس واقعہ کے بعد امیر نے اپنے دوستوں  
 اور رشتہ داروں اور افسران فوج کو جمع کر کے یہ کہا کہ ”کیا ہم مشرق سے اس ملک  
 کی انتہا ملک بغیر محنت و مشقت کے پہنچ گئے تھے۔ اور کیا ہم ادن سخت مشکلوں کو پہنچے  
 جو ہم کو اپنی فتوحات سابقہ میں سہنی پڑی تھیں۔ کیا ہمارے جسم میں وہ گردش خون کی

باقی نہیں رہی جس نے ہم کو ہمیشہ فتوحات اور اپنے ارادوں میں کامیاب کیا تھا  
 اپنی اپنی تلواروں کو غلاف سے نکالو اور مردانہ وار میدان جنگ میں مرنا قبول کرو۔“  
 اس تقریر کے بعد امیر نے اپنی فوج کو حکم کا حکم دیا۔ اس سخت یورش کی تاب  
 اہل مین نہ لاسکے اور نہایت بدحواسی کے ساتھ چار طرف منتشر اور پراگندہ ہو گئے  
 تاہم اتنے قتل اور گرفتار ہوئے کہ پھر ان میں مقابلے کی قوت باقی نہیں رہی۔  
 دونوں طرف سے تیس ہزار آدمی اس جنگ میں قتل ہوئے امیر عبدالملک  
 کو بھی شدید زخم آیا۔ سہو ز عبد الملک میدان جنگ ہی میں تھا کہ عبدالرحمن بھی  
 فوج لیکر اس کی مدد کے لیے پہنچا۔ سلطان نے جب اس عظیم الشان کامیابی کی  
 خبر سنی اور اپنے لائق سپہ سالار اور رشتہ دار کو زخموں سے چور اور اوس کی تلوار کو  
 خون چکان دیکھا اوس نے میدان جنگ ہی میں امیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے  
 بہائی میری یہ خوشی ہے کہ میں اپنے بیٹے ولی عہد ہشام کے ساتھ تیری بیٹی کی  
 شادی کر دوں اور اس ہی جنگ کے صلہ میں سلطان نے اپنے وفادار اور جان نثار  
 امیر کو اپنا وزیر اور شیر سلطنت مقرر کیا اور دولت دنیا سے مالا مال کر دیا۔

سلطان عبدالرحمن جیسا کہ اپنے دوستوں کے حق میں فیاض اور گناہگاروں  
 کے لیے خطا بخش اور رحیم و کریم تھا ویسا ہی اپنے مخالفین اور معاندین کے حق میں

سم قاتل۔ چنانچہ ۴۳ھ میں ایک مولد عبد اللہ نامی نے اس کو خیر پہنچائی کہ بعض مشہور امراء عرب جن میں عبد السلام بن یزید بن ہشام اور اس کا بہا بن عبد اللہ بن معاویہ بن ہشام شریک تھے سلطان کو تخت سے اتارنے کی کوشش کر رہے ہیں عبد الرحمن نے ان لوگوں کو فوراً گرفتار اور قتل کیا ابو عثمان سلطان کا وزیر عظیم بھی اس سازش میں شریک تھا لیکن بلحاظ حقوق خدمات سابقہ عبد الرحمن نے اس کی جان بخشی کی۔ اس واقعہ کے تین سال بعد ۶۶ھ میں سلطان نے اپنے دوسرے بھتیجے المغیرہ ابن الولید بن معاویہ اور ہذیل ابن حاتم کو اس جرم کی پاداش میں قتل کر ڈالا اور اپنے حقیقی بہائی ابن الولید یعنی المغیرہ کے باپ کو ملک سے خارج کر دیا لیکن اپنے بہائی کے ساتھ اس نے اتنی رعایت کی کہ اپنے متعلقین کو ساتھ لے جانے کی اجازت دی المغیرہ کے قتل کی نسبت ایک سیہ بھی روایت ہے کہ جس وقت عبد الرحمن نے اپنے بھتیجے کے قتل کا حکم دیا ایک عرب جس کو سلطان بہت دوست رکھتا تھا سلطان کے پاس آیا اور دیکھا کہ اس کے چہرہ سے غم اور فکر کے آثار ظاہر ہیں۔ سلطان نے اس عرب کو دیکھ کر اس سے کہا کہ کس قدر تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ یہ لوگ جن کی جان اور مال بچانے میں نے اپنی جان و مال کی پروا نہیں کی

ایسے احسان فراموش بلکہ محسن گُش بکھلے کہ آخر کار میرے ہی مخالف اور دشمن بن گئے۔ جبکہ یہ لوگ دشمنوں کی تلواروں کے خوف سے در بدر اور تباہ حال پہر رہے تھے مین نے ان کی ہر طرح اعانت کی اور اس ملک میں آرام و آسائش کا سامان مہیا کر دیا۔ مقام شکر ہے کہ خدا ہی تعالیٰ نے ان لوگوں کے حالات کو ظاہر کر دیا اور ہر ایک نے اپنی بدعتی اور بد اعمالی کی سزا پائی۔ اسی سال میں عبدالرحمن نے ملک شام کی فتح کا قصد کیا اور قریب تھا کہ سلطان اپنے بڑے بیٹے سلیمان کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے اندلس سے روانہ ہو کہ وقتاً قریباً قسطنطنیہ میں حسین الانصاری کی بغاوت کی خبر پہنچی اور سلطان کو اپنا سفر ملتوی کرنا پڑا۔ علاوہ حسین الانصاری کے دوسرے امراء عرب مثل حیات بن ملیس حاکم اشبیلیہ اور عبدالغفار بن حامد حاکم شہر نیلہ اور عمرو حاکم سجستہ نے بغاوت کے جھنڈوں کو بلند کیا اور یکدل کھجیت ہو کر کثیر التعداد فوج کے ساتھ قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوئے سلطان بھی لڑائی کے لئے مستعد تھا بروقت مقابلہ متینوں کو شکست فاش ہوئی اور آخر کار گرفتار اور قتل ہوئے۔

ان امیروں کی مخالفت سے عبدالرحمن کو یقین مل گیا کہ جب تک اس کے گرد ایسے لوگ جمع نہ ہوں گے جن پر اس کو پورا بہروسہ نہ ہو بغاوت کا سلسلہ متقطع نہ ہوگا

اس خیال سے سلطان نے افریقیہ اہل بربر کو اندکس آنے کی ترغیب دی  
 چنانچہ چالیس ہزار بربر اس کی فوج میں شریک ہوئے اور اسی فوج کی مدد سے ہمیشہ  
 اپنے دشمنوں پر غالب رہا عبد الرحمن اس طرف اپنے مخالفین اور باغیوں کی  
 تبلیغ میں مصروف تھا اور ادھیرنی صوبہ حلیقیہ کے عیسائی اپنی قوت کو روز بروز ترقی  
 دے رہے تھے فرولیک بن الفانز نے عبد الرحمن کو بے خبر پاکر سرحدی  
 قلعوں اور شہروں پر قبضہ کر لیا تھا اور اسی طرح رفتہ رفتہ عیسائی شہر لوگو اور پرتغال اور  
 قسطلہ وغیرہ پر قابض اور متصرف ہو گئے تھے۔

اسی زمانہ میں شارلمین بادشاہ ملک فرانس نے جو ایک عرصہ دراز

لے مورزان اسپین مصنف اسٹائونپول بابت صفحہ (۶۶) میں لکھا ہے کہ عبد الرحمن نے بغرض ظلم  
 رسانی بربروں کو فوج میں بہرتی کیا تھا اور ایسی ظلم زیادتی شروع کی کہ تمام رعایا اور سلطان کے رشتہ دار  
 بدل ہو کر بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ حالانکہ یہ بیان صحیح نہیں ہوتا لیکن سے ثابت ہے کہ عبد الرحمن نے بعض بات  
 کو فراموش کرنے کی عرض سے قوم بربر کی فوج قائم کی تھی اور بعد رفع فساد اس کا زمام حکومت عدل و انصاف  
 دروشتن خیالی میں گزرا چنانچہ المقری و ابن حیان تحریر کرتے ہیں کہ عبد الرحمن کی خلق فانی مدلت گسٹری ضرب المثل  
 ہتی لینیول نے بلاد ریافت و تحقیق بنادت کے فوکر نکالو ظلم و تعدی خیال کیا ہے بربروں کو فوج میں بہرتی کر نیکی اصل وجہ  
 یہ تھی کہ اکثر امراء عرب خلفای دمشق کی خیر خواہی کا دم بہہ رہے تھے ان کی سازشوں کا توڑ نا لازمی تھا دیکھو مصلحا

تک عبدالرحمن سے لڑتا رہا سلطان کے پاس سفارت بھیج کر اپنی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے کی درخواست اور صلح کی خواہش ظاہر کی۔ چونکہ سلطان اپنی راج کے زخم کے سبب سے بیکار ہو گیا تھا اس نے شادی کرنے سے انکار کر دیا لیکن شارالیمین سے صلح کر لی۔

عبدالرحمن نے ملک اندلس میں عربی صنعت اور دشتکاری کی بنیاد ڈالی اور قرطبہ میں اوس مشہور و معروف مسجد اور قصر اور باغ و صافہ کی تعمیر شروع کی کہ جس کو اس کے بیٹے ہشام نے اختتام کو پہنچایا۔ سلطان نے اس ملک کی ایک سال کی آمدنی کا پانچواں حصہ یعنی اسی ہزار دینار طلائی اس عمارت پر خرچ کیے تھے اور قصر کی چہت میں اس قدر سونا چڑھایا گیا تھا کہ جس کی چمک سے دیکھنے والے کی آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں اس کے جانشینوں نے بھی اس قصر اور باغ پر

بقیہ صفحہ (۱۰) اور یہ آسان بات ہے۔ یہی ردیکھو پٹری آف دی راسنس مصنف جسٹس امیر علی بابٹ صفحہ ۶۷۷۔

لہ المقری نے عبدالرحمن سے یہ کہلاتا تھا اور یہ کہ حالات میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے لیکن فریسیسی اور انگریزی مؤرخین اس کی تصدیق نہیں ہوتی تاریخ سے پہلے البتہ اچھی طرح ثابت ہے کہ شارالیمین اور عبدالرحمن میں لڑائی ہوئی تھی اور شارالیمین نے اندلس پر حملہ کیا تھا لیکن عربوں نے فریسیڈون کو شکست دیکر اندلس سے خارج کر دیا اس جنگ کے بعد جو ۷۵۵ء میں ہوئی تھی شارالیمین نے عبدالرحمن کے ساتھ صلح کر لی ”بھٹری آف دی راسنس“ مصنف جسٹس امیر علی بابٹ صفحہ ۷۷۷۔



روپیہ خرچ کرنے میں اور ان کی شان و شوکت بڑھانے میں کمی نہیں کی عبد الرحمن نے اپنی سکونت اسی قصر اور باغ میں اختیار کی تھی چونکہ اس کو بچھو لون اور میوہ دار درختوں سے بے انتہا شوق تھا اس باغ میں اس نے دنیا کے مشہور بھول اور درختوں کو فراہم کیا تھا اس باغ کی سفری انار اور آٹا و اشفا لولذت اور نزاکت میں اپنا فیض نہیں رکھتے تھے علاوہ اس کے عبد الرحمن نے او بہت سی عمارتیں مثل مساجد اور حمام اور پل اور قلعے ممالک محروسہ میں عامہ خلائق کے آرام و آسائش کے واسطے بنائی تھیں۔ قصر صافہ کے باغ میں ایک درخت خرا بھی نصب کیا گیا تھا ایک روز سلطان اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی نگہبازی اور خانہ جنگی سے نہایت متفکر اور افسردہ خاطر باغ میں گشت کر رہا تھا کہ اس درخت خرا پر نظر پڑی دل پہلے ہی سے پہرا ہوا تھا بے ساختہ یہ اشعار اس کی زبان پر جاری ہوئے

تَبَدَّلْتُ لَنَا وَسْطَ الرِّصَافَةِ نَحْلَةً  
نَتَأْتُ بِأَرْضِ الْغَرْبِ عَنْ بَلَدِ الْفَخْلِ

لہ ہم نے باغ صافہ کے وسط میں ایک درخت خرا دیکھا جس نے نخلستان سے علحدہ ہو کر زمین غربت میں نشوونما پائی ہے۔ پس میں نے کہا کہ تو غربت و پریشانی میں جو بہ سبب دوری اولاد و اہل کے مجھ لائق ہے میرا مشابہ ہے۔ تیری نشوونما اس سرزمین پر ہوئی ہے کہ تو اس میں تنہا و غریب ہے۔ دیکھو صفحہ (۱۳)

فَقُلْتُ شَيْبِي بِالْتَّغْرِبِ وَالنَّوْءِ  
وَطُولِ النَّيَاسِ عَنِّي وَعَنْ أَهْلِي  
نَشَاتِ بِأَرْضٍ وَأَنْتَ فِيهَا غَرِيبٌ  
فَمِثْلُكَ فِي الْأَقْصَا وَالْمُنْتَكَ بِمِثْلِي  
سَقَنْتُكَ عَوَارِي الْمَزْنِ فِي الْمُنْتَكَ الَّذِي  
يُطْعَمُ وَلَيْسَتْ مَرِيءُ الْمَسَاكِينِ بِالْوَبْلِ

عبدالرحمن ابن معاویہ نہایت نیک سیرت اور نصف مزارج تھا اسکی رعایا میں سے اگر کوئی مرجا تا تھا تو وہ کیسا ہی غریب کیون نہ ہو سلطان مسیت میں شریک اور بذات خود نماز جنازہ کی امامت کرتا تھا رعایا کے ساتھ نماز جمعہ اور بعد نماز خطبہ پڑھنا ایک معمولی بات تھی اپنی رعایا کے شادی اور غم و دنون میں شریک تھا ہتھیا ہا تک کہ اگر کوئی شخص بیمار ہوتا تو یہ ہم اوس کی عیادت کو ضرور جاتا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۲) پس تیرا مثل دوری و جدائی میں میرا مثل ہے۔ مقام جدائی میں تجھے مفید ابرو نہ لے سیراب کیا ہے کیونکہ مسکین بوجہ بارش کے صحت اور راحت پاتے ہیں۔

۱۵۔ ۱۶۔ مرین معاویہ بن صالح قرطبہ کے قاضی القضاۃ نے انتقال کیا عبدالرحمن مسیت میں شریک تھا اور

اس نے بذات خود نماز جنازہ کی امامت کی تھی۔ دیکھو عرسلان سنین مصنفہ کوئٹہ جلد (۱) باب ۲ صفحہ ۲۱۳۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلطان بعد شرکت میت واپس ہو رہا تھا کہ اثنائی  
 راہ میں ایک معمولی حبشیت کے آدمی نے جو قاضی کے فیصلہ سے ناراض تھا کہا  
 کہ یا امیر قاضی نے میرے حق پرین نا انصافی کی ہے جس کی داد میں تجھ سے  
 چاہتا ہوں سلطان نے جواب دیا کہ اگر تو سچا ہے تو میں تیرے حق میں انصاف  
 کروں گا اس آدمی نے عبدالرحمن کے گھوڑے کی باگ کو مضبوط پکڑ لیا  
 اور کہا کہ یا سلطان برائے خدا میری فریاد کو سن اور توفیق دے قاضی کو انصاف کا حکم  
 مذے اس مقام سے ہرگز آگے نہ بڑھو وہ اس وقت تیرے ہمراہ رکاب ہے  
 عبدالرحمن نے قاضی کو بلا کر اس شخص کے حق میں انصاف کرنے کا سختی جو حکم  
 دیا جب عبدالرحمن محل میں واپس آیا تو ایک منہ پڑ ہے مصاحب نے اس طرح تنہا  
 پڑے پھرنے کے قصصانات ظاہر کئے اور بیان کیا کہ یا سلطان اس طرح بغیر کافی  
 احتیاط کے شہر میں پہنچا تو گویا نہین اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ رعایا کے دل سے تیرا عیب  
 اور خوف بالکل جاتا رہے گا۔ عبدالرحمن نے اس خیر خواہانہ راہی کو بہت پسند کیا  
 اور آئندہ سے باہر نکلنے میں بہت کچھ کمی کر دی اور اپنے بیٹے ہشام کو بھی  
 اس کے متعلق ہدایت کی۔

عبدالرحمن کی تقریر نہایت شستہ اور دل آویز تھی اور نہایت سنجیدہ اور معاملہ فہم

اور نظم خلق ہوا تھا کسی کام کے کرنے میں جلدی نہیں کرتا تھا لیکن جس کام کے کرنے کا قصد کرتا تھا تو پہر اس کو بغیر تم کے ہرگز نہ ہٹاتا تھا ہو و لعب اور ضرورت سے زیادہ آرام کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا یا سستی معاملات اس نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھے تھا اور کبھی کسی پر ضرورت سے زیادہ بہرہ و سہ نہیں کرتا تھا لیکن مشکل معاملات میں اپنے لائق اور خیر خواہ مشیروں کی راجی ضرور لیا کرتا تھا۔ فیاض کمال درجہ کا تھا اور فن شعر سے اس کی طبیعت کو بہت کچھ لگاؤ تھا۔ سفید لباس ہمیشہ پسند کرتا تھا۔

سلطان عبدالرحمن کی خلق اور فیاضیان عام طور پر ضرب المثل تھیں جس وقت اس نے یوسف الفہری اور دیگر مخالفین پر پوری کامیابی حاصل کی اور اطمینان کے ساتھ سربراہی سلطنت ہوا تو ملک اندلس کے ہر صوبہ اور شہر سے حاکم اور رئیس اطاعت قبول کرنے کے لیے شہر قرطبہ میں آنے لگے سلطان ہر روز وقت مقررہ پر ہر شخص سے علیحدہ خلق سے ملتا تھا ہر شخص کو اس کی عام فیاضی اور عطائی خلعت و انعامات نے جان و دل سے مطیع و فرمان بردار بنا دیا تھا۔ ایک روز ایک غریب عرب بنی قناصین سے اس کے دربار میں حاضر ہوا اور عبدالرحمن سے عرض کی کہ یا سلطان خدائی تعالیٰ نے مجھ کو بادشاہ اور

بے انتہا خزانوں کا اس لئے مالک کیا ہے کہ تو غریب اور یتیم اور بیوہ کے حق میں انصاف اور اون کی مدد کرے عبد الرحمن نے جواب دیا کہ میں نے تیرے معروضہ کو سنا اور تیری خواہشوں کو پورا کر دیا میں نے حکم دیا ہے کہ تیری مدد کی جائے تاکہ تو اس تباہ حالی اور پریشانی سے نجات پائے اور میں عام طور پر حکم دیتا ہوں کہ وہ لوگ جو مثل تیرے تباہ اور پریشان ہو رہے ہیں وہ یا تو بذات خود دربار میں حاضر ہو کر مجھے مدد چاہیں یا اپنی اپنی درخواست میرے پاس پیش کریں تاکہ میں اون کی مدد کر سکوں اور مثل تیری اون کو ہر قسم کی پریشانی سے نجات دوں۔ اس کے بعد عبد الرحمن نے اس عرب کو اپنے دربار سے خوش و خرم روانہ کیا اور حکم دیا کہ اگر کوئی درخواست لیکر دربار میں آنا چاہے تو اس کو ممانعت نہ کی جائے سلطان کی ایک یہ بھی عادت تھی کہ کہانے کے وقت اگر کوئی اہل غرض حاضر ہو جاتا تو اس کو اپنے ساتھ شریک کر لیا کرتا تھا۔

ان واقعات متذکرہ صدر سے جسے سلطان عبد الرحمن کے ذاتی حالات معلوم ہوئے ہیں بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ یہ کس قدر رحم دل رعایا پرور اور اپنی عام رعایا کی بہبودی اور فلاح کا سچا خواستگار تھا۔ یہی باتیں ہیں کہ جس سے بادشاہ ہرل عزیز بنتا ہے اور یہی طرز حکومت ہے جس سے اس کا نام ابد الابد قائم اور رعایا کے دلوں میں

ہمیشہ زندہ رہتا ہے بادشاہ کو چاہیے کہ اپنے کو ملک اور رعایا کا حاکم اور نوکر و نو  
 بھجے کیونکہ مطابق حدیث شریف یہاں قوم خادما ہوا بادشاہ زیادہ کوئی و شہرین جو ملک اور رعایا کا بہترین  
 جن عرب مورخین نے عربوں کے اس حصہ تاریخ کی نسبت کچھ لکھا ہے  
 وہ سب متفق الیہ اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ تحت پر بیٹھتے ہی عبد الرحمن  
 نے شام اور مصر کو گون کو اس غرض سے روانہ کیا کہ یہ لوگ خاندان بنی امیہ  
 کے بچے ہوؤں کو جہان کہین میں اندلس آنے پر آمادہ کریں سلطان عام طور پر  
 کہا کرتا تھا کہ خدای تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ایک عنایت مجھ پر یہی کی ہے  
 کہ مجھ کو اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو اس ملک میں جگہ دینے کا موقع دیا تاکہ یہ  
 لوگ بھی اس ملک کی حکومت میں شریک ہو سکیں اور خدای تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر  
 ادا کریں چنانچہ اسی حکم کا نتیجہ تھا کہ وہ لوگ جو اپنی جانوں کو کتبلی پر لیے پریشان اور  
 سرگردان خاک چھانتے ہوئے پہر کرتے تھے وہ اس ملک میں داخل ہونے لگے  
 جہان داؤن کو امن اور اطمینان نصیب ہوا اس گروہ میں سلطان کا ایک بہائی ابو الو  
 بن معاویہ اور ایک چچا زاد بہائی عبد السلام بن زید بن ہشام اور دو بہتیجے  
 المغیرہ بن لید اور عبد اللہ اور دو لڑکے خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے اور دوسرے  
 عرب امراء مثل عبد الملک بن عمر اور ابو سلیمان اور عبد الملک بن بشیر

اور حبیب بن عبد الملک وغیرہ اس زرخیز اور شاداب ملک میں پناہ گیر ہوئے  
عبد الرحمن نے ان سب کو جاگیرات اور فوجی اور دیوانی خدمات عطا کیں  
جس سے خود سلطان کو انتظام سلطنت اور انصافِ مملکت میں بہت مدد ملی چونکہ  
عبد الملک بن عمر خلفا بنی امیہ کے عہد حکومت میں بڑے عہدوں پر  
رہ چکا تھا اپنی تجربہ کاری اور ہمدانی سے اہم معاملات اور پیچیدہ مقدمات میں  
سلطان کو بہت مدد دیا کرتا تھا عبد الرحمن نے اس امیر کو صوبہ اشبیلیہ کا  
حاکم مقرر کیا اور اس کے بیٹے عمر کو صوبہ مورور کا۔

اس زمانہ میں بظاہر کوئی تعلق اندلس کو شام سے باقی نہیں رہا تھا لیکن  
اندلس کی مساجد میں خطبہ خلیفہ ابو جعفر المنصور بنی عباس ہی کا پڑھا جاتا تھا۔  
عبد الرحمن نے بھی اس قاعدہ کو دو سال تک جاری رکھا بالآخر عبد الملک  
بن عمر کے شورہ سے خلیفہ کے عوض عبد الرحمن کا نام خطبہ میں شریک کیا گیا۔  
جس وقت عبد الرحمن نے اندلس کی فتح کا قصد کیا اس کے ساتھ  
اس قدر دوست اور خیر خواہ اس کے اور اس کے خاندان کے نہ تھے جو امیر  
یوسف الفہمی والی ملک اندلس کا مقابلہ بامید کامیابی کر سکتے۔ یہ صرف  
عبد الرحمن کی دور اندیشی اور چالاکی اور مدبرانہ برتاؤ کا سبب تھا کہ اس نے سلطنت

شام کے خیر خواہوں کو پہی اپنا دوست بنا لیا اور ان سے اس سے زیادہ کام لیا جتنا وہ اس کی کامیابی کے لئے دے سکتے تھے ایک مدبر آدمی جو اصول سیاست سے آگاہ ہو اس کے نزدیک دوست اور دشمن دونوں سے اپنے حسب منشا کام نکالنا کوئی بڑی بات نہیں عبد الرحمن بن سہب صفات موجود تھے۔ جب سہب پورے طور سے کامیاب ہو گیا اور ملک انڈس کو اپنے قبضہ میں کر لیا تو اب اس نے اپنی قوت کے بڑھانے کی کوشش کی اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو مصر اور شام وغیرہ سے بلا کر اپنے گرد جمع کرنا شروع کیا لیکن بعضی مورخین سلطان کی اس طرز اور بڑاؤ کی بہت کچھ شکایت کرتے ہیں جو اس نے بعد کامیابی اور تخیل ملک انڈس اپنے پروردہ اور معاون بدر اور نیز ابو عثمان کی خلاف میں اختیار کیا تھا اس میں شک نہیں کہ ایک ایسے آدمی کے احسانوں کو فراموش کر دینا جس نے غم اور خوشی دونوں میں اس کا ساتھ دیا اس کو لایق اور سزاوار نہ تھا۔ پھر وہ شخص تھا کہ جس نے نہ صرف پریشانی اور حیرانی اور سرگردانی ہی میں عبد الرحمن کا ساتھ دیا بلکہ اسی خیر خواہ اور سچے دوست اور غلام کی وجہ سے عظیم الشان کامیابی حاصل کی لیکن عبد الرحمن نے تخت پر بیٹھتے ہی ان نمایاں خدمات اور خیر خواہی کے



صلہ میں بدر کو نہایت ذلت کے ساتھ قید کیا اور بعدہ اندلس سے بدر کو دیا  
 بعد اخراج بدر نے ایک خط سلطان کو لکھا جس کا مضمون یہ ہے -  
 ”مجھ کو امید تھی کہ صحرا اور دریا طے کرنے اور تجھ کو ایک ملک کا مستقل حاکم  
 بنا دینے کے بعد تو مجھ کو ہرگز ذلیل اور بے آبرو نہ کرے گا اور دشمنوں کو مجھ پر  
 ہنسائے گا اگر میں بنی عباس کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جاؤں تو مجھ کو یقین ہے  
 کہ وہ میرے ساتھ اس قدر برابری نہ کرتے۔ میں نے اپنے معاملات کو  
 خدا کے سپرد کر دیا ہے پھر رے کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کرنے کی کوئی وجہ نہیں  
 سے نہیں معلوم ہوتی لیکن بغیر کسی وجہ خاص کے عبد الرحمن سانیک تینت او  
 ہمہ صفات موصوف آدمی سے ایسی حرکت کا سرزد ہونا ہر گز یقین نہیں کیا جاتا کہ  
 اپنے دلی دوستوں اور جان نثاروں کے ساتھ اس کو یہم برتاؤ کرنا منظور ہوتا  
 تو یہ وہ عام حکم اپنے متعلقین کو اندلس میں اگر بسنے کا کیوں دیتا قرین قیاس اور  
 قابل اعتبار یہی معلوم ہوتا ہے کہ بدر ہی کی کسی خطا کا معاوضہ اس کو منجانب اللہ  
 ملا ہے امیر ابو عثمان کی نسبت موزنین یہ تحریر کرتے ہیں کہ جب اس امیر نے  
 دیکھا کہ سلطان میری طرف ملقت نہیں ہے اور نیز اپنے معروضوں کو بھی بے اثر  
 پایا اس نے البیرہ میں اپنے پیہجہ کو بغاوت پر آمادہ کیا لیکن ابھی بغاوت شروع

نہ ہوتی تھی کہ سلطان پر یہ بات ظاہر ہو گئی اور اسکا نتیجہ جامع شہر کا قتل کیا گیا  
 اس ناکامیابی کے بعد امیر ابو عثمان نے سلطان کے ہتھیے کو بغاوت کی  
 ترغیب دی اس دفعہ بھی عبدالرحمن کو سازش کا حال معلوم ہو گیا اور قبل اسکے  
 کہ بغاوت شروع ہوتی سلطان نے اپنے ہتھیے اور ابو عثمان کو گرفتار کر لیا  
 گو سلطان کو یقین کامل ہو گیا تھا کہ فساد کا بانی ابو عثمان ہی ہے لیکن اس نے اسکو  
 قتل نہیں کیا بلکہ صرف خطابات اور جاگیرات ضبط کر لینے کے بعد ایک مدت کے بعد  
 اس امیر پر بحال کی گئیں۔ اسی طرح عبداللہ ابن خالد اور تمام ابن علقمہ جو بدر  
 اور عثمان کے شریک تھے اپنے اپنے عہدوں سے علیحدہ کئے گئے۔  
 ان دونوں پر عتاب نازل ہونے کی کوئی دوسری خاص وجہ نہیں پائی جاتی۔  
 سلطان عبدالرحمن کے عہد حکومت میں حسب ذیل اشخاص یکے بعد  
 دیگرے حجاب مقرر ہوئے تھے تمام بن علقمہ یوسف بن بخت عبدالکریم  
 ابن محران عبدالرحمن ابن مغیث ابن حیرت۔ منصوص یہ اخیر الذکر پہلا  
 خواجہ سر تھا جو اس عہدہ پر مامور ہوا اور سلطان عبدالرحمن بن معاویہ کی زندگی  
 تک اسی عہدے پر سرفراز رہا عبدالرحمن کا کوئی وزیر یا مشیر مقرر نہیں تھا بلکہ  
 اس نے ایک مجلس امراء مقرر کی تھی جن کی رائی اور مشورہ سے سلطان انتظامی

کام ریاست کا کیا کرتا تھا اون کے نام حسب ذیل ہیں :-

ابو عثمان بشیر اول عبد اللہ بن خالد یہ داماد تھا ابو عثمان کا ابو عبیدہ  
حاکم اشبیلیہ شہید ابن عیسیٰ ثلایہ ابن عبیدہ حاکم سر قسط آثم ابن مسلم۔  
عہدہ خطابت پر حسب ذیل امراء کیے بعد دیگرے مامور ہوئے تھے  
ابو عثمان - عبد اللہ بن خالد امیہ بن زید۔

عہدہ قضاۃ پر یحییٰ ابن زید ابو عمرو معاویہ وغیرہم مقرر تھے۔  
سلطان عبد الرحمن بن معاویہ کی پیدائش کی تاریخ کی نسبت زیادہ  
اختلاف نہیں پایا جاتا بسکوا اتفاق ہے کہ یہ ۳۱۱ھ میں پیدا ہوا تھا  
لیکن اس کے انتقال کی تاریخ میں کس قدر اختلاف ہے بعض ۳۱۷ھ میں  
بتاتے ہیں اور بعض ۳۱۹ھ کہتے ہیں خلیفہ ہارون رشید کے عہد خلافت  
میں سلطان کا انتقال ہوا اور قرطبہ میں دفن کیا گیا۔

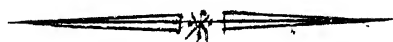
عبد الرحمن کے ابتدائی حالات کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ  
اس کے باپ معاویہ نے نظیفہ ہشام کے عہد حکومت ۳۱۱ھ میں انتقال کیا

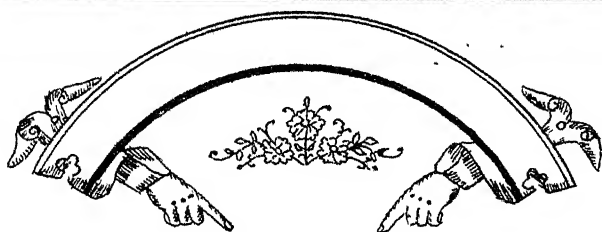
۳۱۷ھ تاریخ میں عبد الرحمن بن معاویہ الداخل کے لقب سے مشہور رہے جس کی وجہ یہ پائی جاتی ہے

کہ خاندان بنی امیہ کا یہ پہلا شخص تھا جو اندلس میں داخل ہوا تھا۔

اوس وقت معاویہ کی عمر ۲۱ سال کی تھی۔ خلیفہ ہشام نے عبد الرحمن کو  
 پرورش کیا تھا چونکہ خلیفہ کا یہ خیال تھا کہ اس کو اپنا ولیعہد مقرر کرے۔ اعلیٰ درجہ  
 کی تعلیم اور تربیت دی گئی۔ سلطان علاوہ تمام صفات مذکورہ بالا علم و فضل و  
 کمال کی قدر دانی میں اپنے لایق و مشہور ہم عصر خلیفہ ہارون رشید کا ہمسایہ تھا  
 غرض کہ عبد الرحمن بن معاویہ تخت و تاج و حکومت کے لئے نہایت موزون تھا  
 عبد الرحمن سے لیکر عبد الرحمن انصاری تک فرمانروایان اندلس امیرین  
 کے خطاب سے مشہور تھے سلطان عبد الرحمن انصاری کے عہد حکومت  
 میں جبکہ خلافت عباسیہ میں ضعف پیدا ہو گیا تھا اور سلطنت کا نام ہی نام  
 باقی رہ گیا تھا عبد الرحمن انصاری نے رعایا کی خواہش سے اپنے خطابات  
 شاہی میں امیر المومنین شریک کیا اور اوسى زمانہ سے شاہان اندلس نے  
 امیر المومنین اور خلیفہ المسلمین کے القاب اختیار کیے۔

عبد الرحمن بن معاویہ نہایت خوبصورت اور وجہ آدمی تھا۔ رنگ بہت  
 صاف بال بہرے اس کی صرف ایک آنکھ کام دیتی تھی۔ قوت شامہ سے  
 بے بہرہ تھا اس کے بئیں بچے تھے گیارہ بیٹے اور نو بیٹیاں۔





## باب دوم

ہشام کی تخت نشینی نجومی سے ملاقات - سلیمان کی بغاوت - فتح اربوہ

اور عیسائیوں سے جنگ - تعمیر لی قمرطبہ - طرز حکومت - ذاتی حالات -

۳۷۱ مطابق ششمین عبد الرحمن بن معاویہ اندلس کے خلیفہ اول نے انتقال کیا اور اس کا دوسرا بیٹا ہشام ابوالولید جس کو عبد الرحمن نے اپنے حین حیات اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا تخت سلطنت پر ٹھکن ہوا۔ اس کی مان کا نام حلال تھا اور شوال ۳۹۱ء میں یعنی عبد الرحمن کے اندلس میں داخل ہونے کے ایک سال بعد پیدا ہوا تھا اور بچپن ہی سے اس کو علماء اور اہل کمال کی صحبت میں بیٹھنے کا بے انتہا شوق تھا۔ اس کے بڑے بھائی سلیمان کی طبیعت اس کے برعکس واقع ہوئی تھی عبد الرحمن نے ہشام کے ان ہی فضائل حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کی وجہ سے اس کو ولیعہد مقرر کرنا مصمم قصد کیا تھا

۱۷ عبدالرحمن بن معاویہ نے اپنے تمام بچوں کی تعلیم کا خاص طور پر انتظام کیا تھا ہشام اور سلیمان (بیکو صفحہ ۲۷)

اور ہمیشہ لوگوں سے ان دونوں بہائیوں کے حالات اور ذاتی صفات کا مستفسر رہتا تھا۔ سب ہمزبان تھے کہ شہزادہ ہشام کا دربار ہمیشہ علماء اور فضلا اور بہادران و مدبران وقت اور صاحب کمال لوگوں سے معمور رہتا ہے جہاں ہر قسم کے علمی مسابقتیں ہوا کرتے ہیں برخلاف اس کے شہزادہ سلیمان کے دربار میں کم ہمت اور پست حوصلہ اور خوشامدی جمع رہتے ہیں ہشام صوبہ مریدہ کی صوبہ داری کو انجام دے رہا تھا کہ اس کو اپنے باپ کے انتقال کی خبر پہنچی شہر مریدہ ہی میں اس نے غان حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور رعایا نے بلا عذر اس کو سلطان عبدالرحمن کا جانشین تسلیم کر لیا۔

تحت پر بیٹھتے ہی سلطان ہشام نے الضحیٰ نامی مشہور اور معروف منجم ساکن انجرائمر کو دربار میں طلب کیا اور اس سے کہا کہ گو خدا ہی تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا عالم الغیب نہیں ہو سکتا لیکن چونکہ تو اپنے فن میں یکتا ہے زمانہ بجا جاتا ہے لہذا تو راسخ کے ذریعہ سے بلاتامل اور بغیر خوف و خطر حکم دے تاکہ میرا زمانہ حکومت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) دونوں کو حکم تھا کہ دارالقضائین جاکر کام کیا کریں اور جس وقت کہ نسل آں شیخ یعنی مجلس امرا کو انعقاد ہوتا تھا تو یہ شہزادے ختم کام وہاں حاضر رہتے تھے شعراء اور علماء سلطان کی سالگرہ کو فریاد و شکر سلطان کی تعریف میں لکھتے شہزادوں کے سامنے پیش کرتے تھے اور جسکی نظم یا شعر سچہ ہوتی تھی اس کو انعام دیا کرتے تھے عیسائی اس میں ضابطہ کوئی نہیں (۱) صفحہ ۲۱۳

کس طرح گزر گیا۔ سلطان کے اس اطمینان دلانے پر اس نجومی نے زائچہ تیار کیا اور بارگاہِ سلطانی میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا امیر تیرا زمانہ حکومت نہایت مبارک اور بے مثل رہے گا دشمن ہمیشہ پامال اور فتح و نصرت ہمیشہ ہمراہ رکاب رہے گی مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تیرا عہد حکومت آٹھ سال تک یا کچھ کم و بیش رہے گا ہشام نے فہم کے اس بیان کو بغور سنا اور کچھ دیر تک سوچ و فکر میں رہا بعد خندہ لختے کے سراوٹھایا اور کہا کہ اے الضحیٰ تیری پیشین گوئی نے مجھ کو مطلقاً ہراساں اور پریشان نہیں کیا بلکہ اس تیرے بیان نے مجھ کو اپنی نیکی اور کامیابی حاصل کرنے کا راستہ بتایا۔ میں ہمیشہ اپنے معبود ہر حق کی عبادت اور اپنے منصبِ جلیلہ کی انجام دہی میں تادمِ مرگ مشغول رہوں گا اس کے بعد ہشام نے فہم کو خلعت و انعام کے ساتھ رخصت کیا اور اسی وقت سے دنیوی عیش و آرام اور لباسِ خوشنہاشانی کو یکلخت دور اور معدلت گستری اور فیاضی کے جامے کو زیب تن کیا۔

اپنے عہدِ حکومت کے اوایل میں سلطان ہشام کو اپنے خاندان کے بعض لوگوں کا جنہوں نے بغاوت کے جھنڈے کو بلند کیا تھا مقابلہ کرنا پڑا چنانچہ اس کے بڑے بہائی سلیمان نے دوسرے بہائی عبد اللہ نامی کی شرکت سے فوج کشی

کے ساتھ سلطنت کا دعویٰ کیا سلطان نے بذات خود باغیوں کا مقابلہ کیا اور اون کو شکست فاش دی اس خانہ جنگی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہشام ملک فرانس کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے شہر اربونہ کو دوبارہ فتح کیا صوبہ جلیقیہ کے ماتحت عیسائی رئیسوں نے نہایت عجز کے ساتھ صلح کی درخواست کی جس کو سلطان نے بائیں شرط قبول کیا کہ یہ لوگ شہر اربونہ کی شکست دیواروں کے چونہ اور مٹی وغیرہ کو خود ڈھو کر دار السلطنت قرطبہ تک پہنچائیں جہاں پر سلطان نے اسی مٹی اور چونے وغیرہ سے ایک مسجد باب الجنہ کے محاذی تعمیر کی ۷۷۰ھ میں البہ اور ارض القلاع کے عیسائیوں نے بغاوت شروع کی لیکن سلطانی فوج نے باغیوں کو ایسی شکست دی کہ یہ ان عیسائیوں کو بغاوت کی جرأت نہ ہوئی۔ اسی سال میں سلطان نے اپنے وزیر یوسف ابن بخت کو فوج کشی کے ساتھ صوبہ جلیقیہ کے عیسائیوں کے کتبہ کے لئے روانہ کیا اس نے یسویہ

لے اس فتح کی نسبت الفاظ بہت صاف ہیں ۲۲۰ فی ایامہ فتح اربونہ، بعض فرانسیسی مورخین مثل رومی اور ریناد بیان کرتے ہیں کہ عربوں نے اس شہر کو فتح نہیں کیا بلکہ صرف اس شہر کے قریب جوار کے مقامات کو تاخت و تاراج کیا تھا المقری اور دیگر مورخین عرب کا بیان ہے کہ عربوں نے اس شہر کو فتح کر لیا تھا اور یہ آٹھ لاکھ بیان صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس شہر کے قریب پہنچنے کے بعد اس پر حملہ کرنے کی کوئی وجہان مورخین اول الذکر نے بیان نہیں کی ہے۔



برمیوڈو کو شکست کامل دی جس میں بے انتہا عیسائی قتل و غارت ہوئے اور اس صوبہ کا بہت بڑا حصہ مملکت مفتوحہ میں شریک کیا گیا۔ اسی طرح ۱۷۷۱ء میں دوسرے وزیر عبد الملک ابن عبد الوہاب بن معیث نے البہ اور ارضع القلا کے عیسائیوں کو کافی سزا دی ۱۷۷۲ء میں اسی امیر کو اربوئیہ اور جہندہ کی مہم مقرر کیا جہاں امیر عبد الملک نے اپنی خدمات مفوضہ کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا۔

اسی زمانہ میں قمر طبعہ کی پل کی جس کو امیر السحیح نے خلیفہ عمر ابن عبد العزیز کے زمانے میں بنایا تھا از سر نو تعمیر کی گئی۔ یہ پل جس کا نقشہ سلطان ہشام نے اپنے ہاتھ سے کھینچا تھا حسن اور وسعت میں بے نظیر تھا۔ زمانہ تعمیر میں ایک روز سلطان نے اپنے اہل دربار سے پوچھا کہ اس پل کے بنانے کی نسبت عام خیال کیا ہے۔ جواب دیا کہ رعایا کا یہ خیال ہے کہ سلطان کی پل کو اس غرض سے تعمیر کیا ہے کہ تھکار کی آمد و رفت میں دقت نہ ہو۔ یہ سن کر ہشام نے عہد کیا کہ آج سے تا دم مرگ اس پل پر پاؤں نہ رکھوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ہشام کے زمانہ حکومت میں بعض علماء اور فقہاء کی نیت سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے جن میں فرعون ابن العباس عیسیٰ ابن دینار سعید بن ابی ہند اور دیگر

مشہور لوگ شریک تھے شام میں ان لوگوں کی طاقت مالک ابن انس سے جو  
 اوس زمانے میں علم فقہ کا مشہور عالم تھا ہونی جو کچھ فیض کہ ان لوگوں کو اوس کی  
 صحبت سے حاصل ہوا تھا اوس سے اندلس میں آکر پورا کام لیا اور  
 مالک ابن انس کے خیالات کے پہلے نے میں کو تا ہی نہیں کی ابو  
 عبد اللہ زید ابن عبد الرحمن نے یہی جو علاوہ عالم ہونے کے نہایت  
 نیک اور صاف باطن آدمی تھا بہت کوشش کی تھی کہ ابن انس کی تصانیف  
 اس ملک میں رواج پائیں ہشام نے ابو عبد اللہ زید کو بلجا اوس کی  
 لیاقت اور قابلیت کے عہدہ قضاۃ کے لیے تجویز کیا لیکن اس نے اس  
 عہدے کو نا منظور کیا سلطان نے اس کو مجبور کرنا چاہا تاہم یہ اپنے ارادہ  
 سابق پر قائم رہا اور وزرا سے کہدیا کہ اگر میں نے بجز اس عہدے کو قبول ہی کیا  
 تو شرع اور فقہ کے بالکل خلاف احکام جاری کروں گا اوس وقت تم خود مجھ کو اس  
 خدمت سے علیحدہ کر دو گے سلطان بصوابدید وزرا اپنے ارادہ سے باز رہا اور  
 یہ کہی ابو عبد اللہ کو عہدہ قضاۃ کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ اس عالم  
 کا انتقال سنہ ۱۷۰ھ میں ہوا۔

سلطان ہشام کے عہد حکومت میں علم و فضل اور قہر قسم کے کمال نے بچید

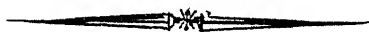
ترقی پائی چونکہ بادشاہ خود لایق اور علم دوست اور صاحب فن کا قدردان تھا۔  
 اس کی طبیعت نے اپنے کردار سے بے نظیر اور نادر العصر لوگوں کو جمع کیا  
 کہ جن کی بدولت اس کا نام اس وقت تک قائم ہے اور آئندہ بھی قائم رہے گا  
 ایک روز کا واقعہ ہے کہ اس کا باپ سلطان عبدالرحمن بن معاویہ دربار  
 میں بیٹھا ہوا تھا اور اہل دربار حاضر تھے کہ سلطان نے یہہہ دو شعر پڑھے۔

وَعَرِفْتُ مِنْ رَبِّي شَيْئًا لَا	مِنْ خَالِهِ أَوْ مِنْ يَتِيمٍ وَمِنْ حَجْرٍ
سَمَخْتُ ذَامِعًا وَوَفَا ذَا	وَنَائِلًا إِذَا احْتَا وَإِذَا اسْكُرَ

اور ہشام سے پوچھا کہ کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہہہ اشعار کس کے ہیں ہشام نے فوراً کہا  
 یہہہ اشعار امر و القیس کے ہیں جو خاص تیرے لئے لکھے گئے سلطان اپنے  
 بیٹے کی اس حاضر جوابی سے بہت خوش ہوا ہشام کی فیاضی اور معدلت گسری  
 کی نظیروں سے تارخ بھری ہوئی ہے اور اس نے اپنی بیدار مغری اور دانشوری  
 سے سلطنت کو ایسے مستحکم اصول پر قائم کیا کہ اگر ان کی پابندی اس کے جانشین  
 کرتے تو اسی وقت یورپ کا مغربی کونہ بھی مسلمانوں کے قبضہ میں ہوتا جس سے

علم (تجربہ) اس کے باپ اور امون کی یازید کی بھرکی مثال سے تو اس کو معلوم کر سکتا ہے کہ وہ صاحب شہ  
 و نکوئی و صاحب فاد صاحب جود ہے صحت اور نش کی حالت میں۔

سلطنت ہائی بلاد مشرقیہ اسلامیہ کو تقویت ہوتی تمام ممالک محروسہ میں منجہر پہلے ہو  
تھے جن کے ذریعہ سے سلطان کو حکام کی طرز حکومت کی خبر و مدد پہم ہونچتی رہتی  
ہتی جس طرح کہ خیر خواہ اور نیک نیت حکام حشیہ فیض و قدر دانی سے سیراب اسطرح  
ظالم اور بدخواہ آتش غضب ظلم سوز سے راہی ملک بوار ہوتے تھے اس کو رعایا  
کی تکلیف ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا نہ ہتی اور ہمیشہ کوشش یہ ہتی کہ رعایا اپنے  
حکام سے خوش رہے اور اس کے جان و مال کی پوری پوری حفاظت کی جاتے  
شخصی سلطنت میں ملک اور رعایا کی یہودی خاص بادشاہ کی ذات سے  
وابستہ ہے اس بادشاہ کی خوش قسمتی ہتی کہ اس نے اپنی محنت اور  
جفاکشی کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا رعایا نے اس کو العادل کا خطاب  
دیا تھا اس لقب کو یہ نہایت عزیز رکھتا اور اپنا منہر سمجھتا تھا ہشام نے ساہیل  
اور آٹھ یا نو مہینے کی حکومت کے بعد ۹۶ھ میں انتقال کیا قبل انتقال  
مسجد قرطبہ کو جس کی بنیاد عبدالرحمن نے ڈالی تھی ختم کر دیا تھا۔





الحکم کی تخت نشینی۔ اس کے چچا سلیمان اور عبداللہ کی بغاوت۔ جنگ جلیقہ  
اتصال سلیمان عیسائیوں کے ساتھ جنگ اور انہی شکست فتح عظیم انتقال طرہلو

سلطان الحکم اپنے باپ سلطان ہشام کے بعد تخت پر بیٹھا۔  
عربوں کی یہ خوش قسمتی تھی کہ لائق باپ کی میراث لائق تر جانشین کے حصہ میں  
آئے لیکن مثل سابق اس کے رشتہ داروں نے اس کو یہی آرام لینے نہیں دیا۔  
چنانچہ الحکم کے تخت پر بیٹھے ہی اس کے دونوں چچاؤں یعنی عبداللہ اور  
سلیمان نے بغاوت شروع کر دی اگرچہ یہ لوگ علانیہ بغاوت کی قدرت  
نہیں رکھتے تھے مگر چونکہ یہ سب سلطنت کے رکن عظیم تھے خفیہ طور پر اس کو  
اور اس کی سلطنت کو نقصان پہنچا سکتے تھے اور اس تکلیف اور نقصان سانی  
میں انہوں نے کوتاہی نہیں کی۔ عیسائی بھی ہمیشہ ایسی سازشوں اور خانہ جنگیوں کا  
انتظار جن پر ان کی کامیابی منحصر تھی کیا کرتے تھے جب عیسائیوں نے دیکھا  
کہ الحکم خانہ جنگی میں مشغول ہے فریسیوں نے ۵۸۵ء میں شہر میں بے شکوہ

حکمہ کیا اور اس کو اپنے قبضہ میں لے آئے۔ عربوں نے وہ پورا صوبہ  
 خالی کر دیا اور سرحدی قلعوں میں پناہ گزین ہوئے لیکن قبل اس کے کہ  
 عیسائی کچھ زیادہ نقصان پہنچا سکتے احکام نے اپنے مشہور حاجب عبدالکریم  
 ابن مغیث کو معقول تعداد فوج کے ساتھ عیسائیوں کے مقابلہ کے لیے روانہ  
 کیا۔ اس امیر نے نہایت دلیری اور ہوشیاری سے اپنے کارِ مفوضہ کو انجام  
 دیا اور ایک ہی جنگ میں فرانسیسیوں کو ملک سے خارج کر دیا اور کافی انتظام  
 کے بعد قرطبہ واپس آیا۔ اسی اثنا میں معتقدان مالک انس نے جن کو اپنے  
 سیادت اور تقدس پر ناز تھا یہ خبر مشہور کی کہ سلطان دنیوی عیش و آرام کی طرف  
 متوجہ ہو گیا اور حکومت کے قابل نہیں رہا۔ اس خبر کے مشہور کرنے کا بانی  
 یہ بھی ابن کحیی اللیثی تھا بغاوت شہر قرطبہ کے مغربی حصہ سے شروع ہوئی  
 اگر سلطان فی الحقیقت جیسا کہ اس فرقہ نے اسے مشہور کیا تھا امور سلطنت سے  
 بے خبر اور لہو و لعب میں مصروف تھا تو بخیر ہی کی حالت میں اس انقلاب اور بغاوت کو  
 بڑھنے دیتا تو معلوم نہیں کہ انجام کار کیا ہوتا۔ اس بغاوت کا اثر نہ صرف سلطان کی  
 ذات پر پڑتا بلکہ تمام خاندان شاہی کو نقصان عظیم پہنچتا خاندان معاویہ کی خوش قسمتی  
 تھی کہ احکام میں وہی لیاقت اور خوبیاں موجود تھیں جن کی بدولت اس کے دادا

عبدالرحمن بن معاویہ نے بغیر یار و مددگار صرف خدائی عزوجل کی رحمت اور کرم  
 سلاسل ملک کو فتح کیا اور اپنے خاندان کا نام قائم رکھا۔ یہ بغاوت کوئی نئی بات  
 نہ تھی۔ تاریخ اس امر کی پوری شہادت دیتی ہے کہ انقلاب عظیم کے بانی اکثر ہی  
 فرقت ہوئے ہیں اور مذہب کی لگائی ہوئی آگ اپنا اثر کیے بغیر جھتی نہیں جس وقت  
 الحکم کے مخبروں نے اس بغاوت اور مالک انس کے معتقدوں کی مفسدہ پردازی  
 کی اطلاع دی اس نے قبل اس کے کہ رعایا پر ان باغیوں کی سازش کا کچھ اثر ہو  
 اس حصہ شہر کو جس میں یہ لوگ مقیم تھے نیست اور نابود اور جو لوگ باقی رہے ان کو  
 سنہری سخت بعد اندلس سے خارج کر دیا کچھ باغی دارالسلطنت مراکش میں سکونت پذیر  
 ہوئے اور کچھ مصر چلے گئے اور باوجود اس سختی اور مصیبت اوٹھانے کے بھی  
 یہ لوگ اپنی شرارت جلی سے باز نہیں آئے مصر میں ہی آتش فساد بڑھائی یہی  
 لیکن خلیفہ المامون کے قائم مقام عبداللہ ابن طاہر نے کافی سزا کے  
 بعد ان کو جزیرہ آفرطیس کی طرف نکال دیا جس کو ان باغیوں نے فتح کیا اور  
 مدت دراز تک اس پر حکومت کرتے رہے آخر کو آرمطاس پشیر طنطنین نے  
 ۹۶۱ء میں اس جزیرہ کو فتح اور ملک یونان سے ملحق کر لیا آخر بادشاہ ان کا  
 عبدالعزیز خاندان ابو حفص سے تھا۔

اندرونی بغاوتوں کو رفع کرنے اور اپنے چچا سلیمان کے انتقال کے بعد ۸۳۰ھ میں الحکم سرحد کی درستی اور حفاظت کی طرف مائل ہوا پہلے اس نے قلعجات سرحد می کو مکرر درست اور مستحکم کیا اور پہرہ عیسائیوں کے حملوں کو روکنے کی غرض سے مختلف دستہ فوج کے اپنے نامی اور جانشا رامیرون کی سرکردگی میں سرحد کی طرف روانہ کیے۔ ۸۳۰ھ میں شاہ فرانس کی سازش سے لذریق نے شہر طروشہ کا محاصرہ کیا جب اس محاصرہ کی اطلاع سلطان کو پہونچی تو باوجود اس کے کہ بعض مشہور اور تجربہ کار امیر میدان جنگ میں موجود تھے الحکم نے بذات خود اس طرف کا غم کیا۔ پہلی ہی جنگ میں اس کے بڑے بیٹے عبدالرحمن نے لذریق کو شکست فاش دیکر اپنی حدود سے باہر کر دیا۔ اس جنگ کے چار برس بعد ۸۳۴ھ مطابق ۸۳۵ھ میں سلطان نے پہرہ جنگ کا غم کیا اور اپنے وزیر عبدالکریم ابن مغیث کو جو فوج سپہ گری میں یکتا ہی زمانہ تھا فرانسیسیوں کے مقابلے میں بھیجا عرب حدود حلیقیہ میں داخل ہوئے اور بلا کسی محنت اور مشقت کے سرحدی قلعجات کو اپنے قبضے میں لے آئے ہنوز یہ سرحد کے قریب تسخیر شدہ ملک کے انتظام میں مصروف تھے کہ ان کو شاہ حلیقیہ کی فوج کشی کی اطلاع پہونچی دونوں فوجیں دریا کے کنارے خیمہ زن



ہوئیں چونکہ دریادونوں کیسچ چینل تھا جنگ چند روز تک ملتوی رہی امیر عبدالکریم  
نے مصلحت اپنی فوج کو کنارے سے ہٹا لیا اور عیسائیوں کو دوسری طرف  
آنے کا موقع دیا۔ تیرہ روز تک دونوں فوجیں لڑتی رہیں اور باوجود کیہ عرب اس  
جنگ میں کامیاب ہوئے لیکن بارش اور دریا کی شورش کی وجہ سے یہ اپنی  
کامیابی سے پورا فائدہ حاصل نہیں کر سکے جب امیر نے دیکھا کہ دریا کی طغیانی  
زیادہ مڑتی مڑتی جاتی ہے اور طوفان بھی کم نہیں ہوتا تو اس نے سلطان کو اطلاع کی  
اور حسب الحکم قرطبہ واپس چلا آیا۔

اسی زمانہ میں اندلس میں ایسا شدید قحط پڑا کہ ہزار ہا آدمی ہلاک ہو گئے  
لیکن اسی حادثہ عظیم میں سلطان نے بھی اپنی غریب رعایا کی پریشانی رفع کرنے میں  
بے انتہا کوشش کی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے دشمن اس زمانہ میں بھی ناکام رہے  
عباس ابن ناصح البحر ایری حسب ذیل اشعار میں اس واقعہ کو ظاہر کرتا ہے۔

مَنْ أَنْ يَكُونَ بَعْصَرٍ عَشْرُ  
تِلْكَ الْكَرِيْهَةِ جُودَةُ الْغَمْرِ

يَكْدُ الزَّمَانُ فَاَمْنَتْ اَيَّامُهُ  
ظَلَعَ الزَّمَانُ بِأَرْمَةِ فُجَلَتْ لَهُ

ترجمہ زمانہ خراب ہو گیا تھا مگر اس کے ایام نے اس بات سے بچا یا کہ اس کے عہد میں تنگی و پریشانی ہو  
میں ہونے کی کثرت سے زمانہ تنگ ہو رہا تھا مگر اس کی دریا دل بخشش نے اس رنج کو دور کر دیا۔

عباس ابن ناصح ایک واقعہ بیان کرتا ہے کہ جب میں وادی الحجارة کے قریب سے گزرا تو ایک عیسائی عورت نے مجھ کو سلطان سمجھ کر ڈانڈا لہا کہ اے الحکم کیا اس سخت زمانے کے ساتھ جس نے ہمارے باپ اور شوہر دونوں کو مار ڈالا تو یہی اپنی غریب رعایا کو جو یہو کی پیاسی تھجھکیا دکر رہی ہے بھول گیا۔ میں نے نہایت تشفی اور دلداری کے ساتھ اس تباہی کی وجہ دریافت کی اس نے بیان کیا کہ جب ہم اپنے مردوں اور بچوں کے ساتھ وادی الحجارة کے کہیتوں سے گزر رہے تھے عیسائیوں کے ایک گروہ نے ہم کو گھیر لیا اکثر قتل ہوئے اور بقیۃ السیف کو گرفتار کر کے لے گئے اس واقعہ کو ہی اشاعر نے یوں نظم کیا ہے۔

أَرَأَيْتُمْ جُؤَامًا يَدْرُونَ تَغْيِيرًا	كَمَلَّتْ فِي الْوَادِي الْحَجَارَةِ مَسَدًا
تَسِيرُ بِهِمْ سَارِيًا وَمُجْجَدًا	إِلَيْكَ أَبَا الْعَاصِي نُضِيتْ مَطْنِي
فَإِنَّكَ آخِرِي أَنْ تُغَيِّتَ تَنْصُرًا	تَدَارِكُ نِسَاءَ الْعَالَمِينَ نُبُصْرًا

ترجمہ مقصود ان شعروں کا یہ ہے کہ وادی الحجارة میں بڑی مصیبتوں سے میری شب بھر رہی اور ابوالعاص کی مدد کے نظر کرتے اونٹ کورات دن اس قدر دوڑا تا کہ وہ ناتوان دلاغر ہو گیا جبکہ تیرسی ذات نصیر کے لئے لائق تر ہے اپنے زمانہ کی عورتوں کی فریاد سن اور مدد کر۔

عباس ابن ناصح نے دربار سلطانی میں اپنے قصیدے کو پڑھا جس سے سلطان اس قدر متاثر ہوا کہ فوراً بذات خود مع فوج کے وادی الحجازۃ پہنچا اور کامل تحقیقات کے بعد مجرموں کو قتل کیا اور اس عیسائی عورت کے سامنے سلطان نے عباس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے عباس اب اس عورت سے بچو چہ کہ الحکم اپنی غریب رعایا کی آہ و زاری سنتا ہے یا نہیں اور اس کے کھڑا کے دفع اور اس کے حقوق کی نگہداری کرنے میں خاص توجہ اور کوشش کرتا ہے یا نہیں۔ بیوہ یہہ سن کر آبدیدہ ہوئی اور رکاب سعادت کو بوسہ دیکر نہایت ادب سے عرصن کیا کہ اے امیر جو کچھ میں نے اس وقت دیکھا اور سنا اس کے صحیح ہونے میں بالکل شبہ نہیں خدا تعالیٰ تجھ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

الحکم کے گرد پیش جو مشیر اور ارکان سلطنت تھے وہ اپنے اپنے فن میں وحید عصر تھے ان کے نام نامی یہہ بن اسحاق ابن المنذر اور عباس ابن عبد اللہ اور عبد الکرم ابن مغیث اور سعید ابن حسین یہہ چار پانچ شخص الحکم کے خاص وزیر اور سپہ سالار تھے شہر قرطبہ کی قضات پر عمر ابن بشیر اور بشیر ابن قطن اور عبد اللہ ابن موسیٰ اور حمید ابن محمد ابن یحییٰ یہہ مشہور عالم فقہ تھے بعد دیگرے مامور ہوئے اور اس کے خطیب حجاج ابن العقیلی اور

فطیس ابن سلیمان اور عطا ف ابن زید تھے۔

سلطان الحکم کے علم دوست ہونے کی نسبت جو کچھ اوپر تحریر کیا گیا ہے اس کی تائید متعدد مورخین سے ہوتی ہے۔ یہ قضاات شہر کی اوس شخص کے سپرد کیا کرتا تھا جو علاوہ عالم ہونے کے راتباز اور نصف مزاج ہوتا تھا چنانچہ ایک مورخ کا بیان ہے کہ ابن عمران کے انتقال کے بعد محمد ابن بشیر قاضی الجماعت اندلس کا مقرر کیا گیا اس کا باپ سعید ابن بشیر مشہور اور واجب لتظیم عالم علم فقہ اور حدیث کا تھا جس کو سلطان عبدالرحمن اول نے اس عہدے کے لیے منتخب کیا تھا۔ اس کا انصاف صرف اندلس ہی میں نہیں بلکہ کل ممالک اسلام میں ضرب المثل ہو گیا تھا۔ نقل مشہور ہے کہ جب شاہی منزل تقرر کا اس کے وطن مقام سحیہ پہنچا اور یہ شہر قرطبہ کی طرف روانہ ہوا اس نے ایک منزل اپنے ایک پُرانے دوست کے مکان پر بسر کی اثنائی گفتگو میں ابن بشیر نے اپنے دوست سے کہا کہ اگر سلطان نے مجھ کو اندلس کا قاضی مقرر کیا تو میں تجھ کو اپنا مددگار بنا لوں گا دوست نے جواب دیا کہ اس درخواست کے منظور کرنے میں مجھ کو عذر نہیں بشرطیکہ تو میرے تین سوالوں کا جواب شافی دے۔ پہلے یہ کہ

لے اندلس کے قاضی کو قاضی القضاات اور قاضی الجماعت دونوں کہتے تھے۔

اگر تجھ کو عہد لباس عک کہا نا اور عہد سواری دی جائے تو تجھے خوشی حاصل ہوگی یا نہیں  
 جواب یہ کہ لذیذ کھانوں کی مجھ کو پروا نہیں۔ غذا سے صرف زندگی منظور ہے نہ کہ  
 زندگی واسطے غذا کو لباس سے ستر منظور ہے نہ خوشنمائی اور جب خدا تعالیٰ  
 نے پاؤں عطا فرمائے ہیں تو پہر سواری کی کیا ضرورت۔ دوسرا سوال یہ کہ  
 حسن خداداد کے دیکھنے اور معشوق کے ناز و کرشمہ کے اٹھانے کی تاب  
 تجھ میں موجود ہے یا نہیں ابن بشیر نے جواب دیا کہ جب ان امور کا مجھ کو تجربہ نہیں  
 تو مجھ پر معشوق کے حسن خداداد کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ تیسرا سوال یہ کہ اگر تیرے  
 ہمعوم تیری خوشامد اور تعریف کریں تو کیا تو خوش ہوگا اور اگر اسی عہدہ پر ماسور ہو نیکے  
 بعد علیحدہ کر دیا جائے تو کیا تو پسند کرے گا۔ جواب دیا کہ قسم ہے مجھ کو اللہ کی کہ  
 تعریف اور ستائش کی نہ مجھ کو پروا اور نہ بڑا کہنے کا مجھ کو بچہ اس عہدے سے  
 علیحدہ ہونا مجھ کو کیا بڑا معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ سنتے ہی اوس دوست نے  
 ابن بشیر کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا کہ میرے سوالات کے جواب مجھ کو حسب  
 دل خواہ ملے اور اب میں نہایت خوشی سے تیری نیابت کو قبول کرتا ہوں۔  
 الحاصل ابن بشیر اپنے دوست سے رخصت ہو کر سید ہادار السلطنت آیا

لہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوالات اس کی فنی طبیعت اور طینت کی جانچ کے لئے کیے گئے۔

اور مسند قضا کو زیب دی چند ہی روز میں اس کے انصاف اور اسکی شرع کی پابندی نے اوس کو شہرہ آفاق کر دیا اور دور دور سے لوگ اوس سے ملنے اور اوس کی صحبت سے فیضیاب ہونیکے واسطے قمر طبع آتے رہے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے خاص سلطان پر ایک قطعہ زمین کے متعلق جو قمر طبع کے پل کے قریب واقع تھی دعویٰ کیا۔ بعد تحقیقات ابن بشر کو دعویٰ کا مقدمہ صحیح معلوم ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ سلطان اپنا قبضہ اوس جایداد سے اوٹھالے۔ اب الحکم کے منصفانہ تبراؤ اور قانون کی پابندی کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے فریق اول کو طلب کر کے قیمت اوس جایداد کی دریافت کی اور جو قیمت کہ مانگی گئی فوراً ادا کر دی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب بادشاہ قانون شرع کے کس قدر پابند تھے۔ اسلام کا یہ بہت بڑا اصول ہے کہ جس قانون پاک کی رو سے پادشاہ شیخ الاسلام کو مغزول کر سکتا ہے اسی قانون پاک کی رو سے شیخ الاسلام پادشاہ کو سزا دے سکتا ہے۔ اسلام میں کسی سے کیسخت اور جابرانہ شخصی سلطنت کیون نہ قائم ہو بادشاہ ہمیشہ قانون شرع کا تابع رہے گا جب الحکم کو یہ اچھی طرح یقین ہو گیا کہ ابن بشر سے بہتر ملک کو قاضی القضاہ نہیں مل سکتا سلطان نے اس کی قدر و منزلت میں اور زیادہ ترقی کی اور اس کے

مخالفین سے منہ پھیر لیا۔ چنانچہ ایک روز موسیٰ ابن سمح نے جو شاہی اصطل کا صاحب الخیل تھا سلطان سے عرض کی کہ ابن بشیر نے میرے مقدمہ میں نا انصافی کی ہے اور ایسے احکام جاری کئے ہیں جو خارج الاقدار ہیں سلطان نے جواب دیا کہ تیرے بیان کی صحت اسی وقت ہو سکتی ہے۔ تو چا اور ابن بشیر سے ملاقات کر اگر تو اوس میں کامیاب ہوا تو میں تجھ کو سچا سمجھوں گا اور اس کو عہدے سے معزول کر دوں گا ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ میں اوس کو اور زیادہ عزیز رکھوں گا۔ چنانچہ موسیٰ حسب الحکم ابن بشیر کے مکان پر گیا اور اوس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ سلطان نے موسیٰ کے عقب میں اس واقعہ کی تحقیق کے لئے دو مخبروں کو بھی روانہ کیا۔ ان میں سے ایک واپس آیا اور احکم سے عرض کیا کہ جب موسیٰ نے قاضی سے ملنے کی کوشش کی۔ قاضی کے ایک ملازم نے موسیٰ سے کہا کہ قاضی کہتا ہے کہ اگر تجھ کو کسی عدالتی معاملے میں کچھ کہنا ہے تو عدالت میں وقت مقررہ پر حاضر ہو احکم یہ سن کر مسکرایا اور کہا کہ مجھ کو پہلے ہی یہ یقین ہو چکا تھا کہ یہی ایک شخص اس عہدے کے لئے موزون ہے ابن بشیر کی تعریف نہ صرف ایک دو بلکہ جتنے عرب مورخین ہماری نظر سے گزرے سب کرتبیں المقرمی نے ہی اپنی بے نظیر تاریخ اندلس میں اسی قاضی کی نسبت

ایک ایسا واقعہ بیان کیا ہے جس کا اظہار اس مقام پر نامناسب نہ ہوگا۔ وہ  
تحریر کرتا ہے کہ الحکم کے چچا سعید النخیر ابن عبد الرحمن الداخل نے دعویٰ  
کیا سعید النخیر کی مختار نے ایک دستاویز جایدا و متنازعہ کی نسبت قاضی کے  
سامنے پیش کی۔ اس دستاویز پر مختلف لوگوں کی شہادت موجود تھی لیکن ان  
گواہوں میں سے سوائے سلطان الحکم اور ایک اور شخص کے کوئی زندہ نہ تھا  
فریق ثانی نے یہ عذر پیش کیا کہ جب تک دستخطوں کی تصدیق نہ ہو دستاویز  
منظور نہیں ہو سکتی ابن لشیہ نے اس عذر کو تسلیم کیا اور فریق اول کو حکم دیا کہ وہ  
گواہوں کو عدالت میں حاضر کرے۔ قاضی کے اس فیصلے سے سعید النخیر  
بہت متعجب ہوا اور سلطان سے عرض کیا کہ کیا اب ہماری حکومت اس قدر  
کمزور ہو گئی کہ ایک قاضی خاص سلطان کی دستخط کو منظور نہیں کرتا اور ایسے احکام  
جاری کرتا ہے جس سے بادشاہ کی تدبیر عام طور پر ہوا الحکم نے اپنے چچا کی بہت کچھ  
تشفی کی اور کہا کہ تو قاضی کی صفات اور منصفانہ طبیعت سے واقف نہیں ہے۔  
اس نے یہ احکام اضااف رسانی کی نیت سے جاری کیے ہیں اور میں بھی  
نہیں چاہتا کہ میری رعایا میں جن کی جان و مال میرے ہاتھ میں خدا تعالیٰ  
نے دی ہے کسی کی حق تلفی ہو۔ مجھ کو معلوم ہے کہ تیرا دعویٰ سچا ہے دستخط کی تصدیق



کر دینے میں کیا ہرج ہے یہ کہہ کر سلطان نے اپنے دو قانونی مشیروں کو طلب  
 کیا اور ان کے سامنے اپنے ہاتھ سے اپنی دستخط کی تصدیق کی اور اس کو بند  
 کر کے انہیں مشیروں کے ذریعہ سے قاضی کے پاس بھیج دیا۔ ابن بشیر  
 نے یہ شاہی تحریر بغور پڑھی اور سعید النخیر کے مختار کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ  
 جب تک تصدیق کنندہ اصالتاً حاضر ہو کر تصدیق نہ کرے عدالت اس کو منظور نہیں  
 کر سکتی سعید النخیر یہ سن کر یہ حکم کے پاس آیا اور کہا کہ قاضی کی عدول  
 حکمی اب حد سے بڑھ گئی ہے اگر اس کو فوراً سزا نہ دی گئی تو رعایا کے حقوق  
 تلف ہوں گے اسکے علاوہ شاہی رعب و اب کا قائم رہنا محال ہو گا سلطان  
 نے جواب دیا کہ قاضی نے اپنے فرائض منصبی کو ادا کیا ہے میں اس کو کسر طرچ  
 سزا کا مستوجب قرار دوں سعید النخیر یہ سن کر اور زیادہ برداشتہ خاطر ہوا اور  
 عرض کیا کہ کیا تو ہی میرے حقوق کو تسلیم نہیں کرتا حکم نے کہا کہ میں پہلے ہی  
 کہہ چکا ہوں کہ تیرا مقدمہ بالکل سچا ہے مجھ سے جہاں تک ہو سکتا تھا میں نے  
 تیری مدد کرنے میں کوتاہی نہیں کی البتہ قاضی کے فیصلے کے خلاف میں کچھ کر سکتا  
 محمد ابن بشیر نے ۹۷۱ ہجری میں امام شافعی کے چہ برس قبل قرطبہ میں انتقال کیا  
 ۹۷۱ میں سلطان الحکم نے اپنے امرا و اراکین سلطنت کو جمع کر کے بیان کیا

کہ اب میری زندگی کے بہت تھوڑے روز باقی رہ گئے ہیں میری خوشی  
 ہے کہ اپنے بیٹے عبدالرحمن کو اپنا ولی عہد مقرر کروں میری یہ خواہش  
 ہے کہ تم سب اس کی اطاعت کو تکلف قبول کرو سب سے پہلے شہزادوں  
 نے اور ان کے بعد حاجب اور قاضی القضاۃ اور دیگر ارکان سلطنت نے  
 عبدالرحمن کے ہاتھ پر بوسہ دیکر اطاعت و فرمانبرداری قبول کی۔ چونکہ  
 اس زمانے میں جنگ موقوف تھی اور ملک میں امن تھا عبدالرحمن کے  
 ولیعہد ہونے کی عام طور پر خوشی کی گئی اور سلطان کو بھی اپنی باقی عمر آرام سے  
 گزارنے کا موقع ملا الحکمہ ۲۵ ذیقعدہ ۸۲۷ھ ۲۷ مئی ۱۴۲۷ء بروز پنجشنبہ کو انتقال کیا  
 یہ طویل القامت لاغر اندام آدمی تھا۔ رنگ سانولادرازمینی جو سامنے سے  
 کسی قدر کچ تھی۔



# باہجیام

عبدالرحمن ثانی کی تخت نشینی۔ عیسائیوں کے ساتھ جنگ۔ یونان کے سمیر کا قلعہ

آنا۔ یحییٰ ابن یحییٰ ابن الیشی اور عبدالملک ابن حبیب۔ اندلس کا محصل۔ عبدالرحمن

کے ذاتی حالات۔

سلطان الحکم کی وصیت کے موافق عبدالرحمن زبیدہ سیر مملکت ہو تخت پر بیٹھے ہی اس کے خلیفہ پر فوج کشی کی اور اس ملک کا بہت بڑا حصہ اندلس میں شریک کیا اور اس جنگ کے اختتام کے بعد سلطان نے شہر میں اپنے مشہور سپہ سالار امیر عبدالکریم ابن عبدالواحد کو مع فوج قسطلہ اور البہ کی تسخیر کے لئے روانہ کیا اس امیر نے عیسائیوں کے قلعوں پر قبضہ کیا اور ان کو اس معاہدے کی پابندی پر مجبور کیا کہ وہ مسلمانوں کو قید سے رہا کریں اور حسب معمول خراج ادا کرتے رہیں۔

جنگ مذکور کے بعد سلطان خانگی امویہ کی طرف متوجہ ہوا لیکن عیسائیوں نے

اس کو آرام لینے نہیں دیا اور پھر اندلس کی حدود میں آکر مسلمانوں کو لوٹنا اور قتل کرنا شروع کیا۔ سلطان نے ۲۲۴ھ میں عبداللہ ابن عبداللہ البلبسی کو ان کے مقابلے کے واسطے بھیجا عبداللہ نے اہل قسطہ کو شکست فاش دیکر اپنی حدود سے باہر کر دیا اور دوسری جانب ابن موسیٰ نے بادشاہ جلیقیہ کو شکست دیکر سیکیڑوں عیسائیوں کو قتل اور گرفتار کیا لیکن چونکہ ابھی کافی ستر عیسائیوں کو نہیں ملی تھی عبدالرحمن بن ہذات دا بن موسیٰ کی مدد کو آیا اور لڑائی کے بعد بہت دور تک اس ملک کو تاراج کرنے کا حکم دیا اور جو قلعے عیسائیوں نے سرحد کے قریب قائم کئے تھے انہیں میں اپنی فوج کو چھوڑ کر سلطان قرطبہ واپس آیا

۲۲۶ھ میں عبدالرحمن بن موسیٰ کو فرانسیسیوں کے مقابلہ کو بھیجا اور پھر اسی میدان میں جہان موسیٰ ابن نصیر نے فرانسیسیوں کو شکست دی تھی عرب اور عیسائی لڑائی کے لئے تیار ہوئے۔ اس دفعہ بھی عیسائی تعداد میں مسلمانوں سے بہت زیادہ تھے لیکن افسر فوج اپنی مشہور ہمنام امیر سے جرات اور شجاعت میں کچھ کم نہ تھا اس نے اپنی فوج کی قلت اور دشمن کی کثرت پر پروا نہیں کی اور بلا خوف و ہراس فوج مخالف پر حملہ کیا۔ فرانسیسیوں نے بھی نہایت

دلیری سے عربوں کا مقابلہ کیا اور بہت دیر تک معرکہ کارزار گرم رہا بارے  
 آخر کو فرانس میں منتشر ہو کر چار طرف بہاگ نکلے اور عرب مظفر کا میاب اندلس آئے  
 اس ہی سال موسیٰ ابن موسیٰ اور سلطان کے ایک دوسرے  
 مصاحب خوزمیع فوق میں کیو جہ نزاع شروع ہوئی۔ سلطان نے خوز کی طرف  
 کی موسیٰ کو بیہ امر ناگوار گزارا اور یہ غر سیہ بادشاہ بلبلو سے ملا اور اس کو و غلا نکھر  
 عربوں سے لڑنے پر آمادہ کیا عبدالرحمن نے ان باغیوں کے دفع کرنے کے  
 واسطے احراریت کو حکم دیا۔ شروع جنگ میں حریت ایک دوبار کا میاب ہوا  
 لیکن ایک موقع پر دہو کے سے گرفتار ہو گیا۔ سلطان کو جس وقت اس امیر کی  
 گرفتاری اور اپنی فوج کی شکست کی خبر پہنچی اس نے فوراً اپنے بیٹے محمد کو  
 فوج کشیدگی اس دہے کے مٹانے کی غرض سے روانہ کیا۔ شہزادے نے  
 شہر تطلیہ تک جس میں موسیٰ مع اپنی فوج کے مقیم تھا محاصرہ کر لیا۔ موسیٰ  
 نے جب اپنی کمزوری کے آثار دیکھے جو بھرایم کی اسد علی شہزادے نے بصلحت و  
 اس درخواست کو منظور کر لیا اور خود غر سیہ کی طرف متوجہ ہوا اس جنگ میں  
 نہ صرف عیسائیوں کو شکست ہوئی بلکہ اون کا بادشاہ ہی مارا گیا۔

لے اس شہر کو انگریزی میں ٹوڈلہ کہتے ہیں۔ لے مورخ کوٹڈ نے اس جنگ کا ذکر غلطی سے (دیکھ صفحہ ۴۹)

اس فتح عظیم سے عربوں کو بے حد فائدہ پہونچا۔ پادشاہ غریسیہ عیسائی بادشاہوں  
 میں ممتاز تھا اور اسی کے بہرہ و سہ پر چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کو عربوں کے  
 مقابلہ کی جرات پیدا ہوتی تھی جب اس طرف سے سلطان کو اطمینان کامل  
 ہو گیا تو پہر چونکہ شاہ جلیقیہ مثل غریسیہ کے ہمیشہ مصدر شورش اور فساد کار ہا کرتا تھا  
 اور اب غریسیہ کے قتل ہو جانے سے اس کی کمرہمت شکستہ ہو گئی تھی۔  
 عبدالرحمن کو یہ قرین مصلحت معلوم ہوا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس بانی شرفیاد کو بھی  
 مثل اس کے معین کے تہ تیغ کرنا چاہیے پس اس نے ۲۳۱ھ ہجری میں ملک  
 جلیقیہ کی طرف اپنے رایت فتح آیت کو جنش دی۔ عرب شہر لیون تک بغیر کسی  
 تعرض کے جا پہونچے اور اس کا محاصرہ کیا لیکن یہ شہر ایسا مضبوط اور مستحکم تھا کہ  
 عرب ایک مدت تک اس کے گرد پڑے رہے اور مختلف دستے فوج کے  
 گرد و نواح میں چھوٹے چھوٹے شہر اور قصبوں پر قبضہ کرنے کی غرض سے  
 بھیجتے رہے بالآخر قلعہ کی دیوار کا ایک حصہ ٹوٹا لیکن بنیل مرام قریطہ واپس آنا پڑا  
 عربوں کی فتوحات متواترہ نے ان کے زور و شجاعت اور ان کی ترقی

بقیہ نوٹ (صفحہ ۴۸) سلطان محمد کے عہد حکومت میں کیا ہے اور یہی غلطی ایک دوسرے مورخ ام رومی نامی نے بھی

کی ہے۔ المقری نے اس جنگ کا ۲۲۹ھ میں ہونا بیان کیا ہے جس سے دوسرے عرب مورخین کو بھی اتفاق ہے۔

علوم و فنون کو دور و در تک مشہور کر دیا تھا یورپ کے چھوٹے اور بڑے بادشاہ  
 کچھ بوجہ خوف اور کچھ بوجہ شوق ان سے اتحاد و دوستی بڑھانے اور پیدا کرنے  
 کی فکر میں پڑے۔ ۱۲۲۰ء میں طوفیلس بادشاہ قسطنطنیہ نے عبد الرحمن سے  
 دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی درخواست کی اسی زمانے میں خلیفہ المامون  
 اور خلیفہ المعتصم نے یونان پر فوج کشی کی تھی۔ اس بادشاہ کی یہ ہی خواہش تھی  
 کہ عبد الرحمن کو جس کو وہ عباسیوں کا دشمن سمجھتا تھا اپنی مدد پر آمادہ کرے۔  
 اس نے اپنے نامہ میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر عبد الرحمن نے اس درخواست  
 کو قبول کیا اور فوج اور روپیہ سے اہل یونان کی مدد کی تو اس کو عمدہ موقع اپنی آبائی  
 سلطنت کے مکرر قبضہ میں لانے کا ملے گا۔ عبد الرحمن نے اس کے جواب  
 میں اپنے لائق وزیر یحییٰ العززال کے ذریعے سے پیش بہا تحائف طوفیلس  
 کو بھیجے اور یہ سفارت مشید بنائی دوستی و یک جہتی جانین کی ہوئی۔ بادشاہ  
 یونان نے نہایت اعزاز و اکرام سے یحییٰ سے ملاقات کی اور دعوت و مہمان  
 نوازی میں کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا۔ ایک روز یحییٰ طوفیلس سے  
 باتن کر رہا تھا کہ اس اثناء میں بادشاہ کی بی بی پر تلخ لباس پہنے کمرے میں  
 داخل ہوئی یہ عورت ایسی حسینہ و جمیلہ تھی کہ یحییٰ اس کی صورت تکٹار گیا۔

اور ایک عرصے تک ایسا محوِ جمال ہوا کہ اصلاً بادشاہ کی موجودگی کا خیال ہی نہ ہا طوفیلس کو سفیر کا یہ فعل بہت ناگوار گزرا۔ مترجم کے ذریعہ سے اس خلاص تہذیب واقعہ کی وجہ پوچھی گئی۔ اس نے ایسے عمدہ الفاظ میں شہزادی کی تعریف کی کہ دونوں کا غصہ مبدل بخوشی ہو گیا اور یحییٰ خوش و کامیاب اندلس واپس آیا۔ اس کی دانشوری اور جادو سیانی کی عبدالرحمن نے بہت کچھت درکی اور اس کو پہرہ یورپ کے مختلف سلاطین کے پاس بطور سفیر روانہ کیا جہاں یہ گیا وہاں امیر و غریب سب عزت و توقیر سے پیش آتے تھے۔ آخر عمر میں کبھی جب سے یہ اندلس سے خارج کر دیا گیا۔ بقیہ عمر اس کی مثل سابق عراق اور دیگر بلاد مشرقیہ کی سیر و سیاحت میں گزری۔ یحییٰ نے پچاس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ اسی زمانے میں مجوسیوں نے جو یورپ کے شمال میں رہتے تھے اندلس پر حملہ کیا اور اپنے جہازوں سے اوتار کر سمندر کے کنارے کے مقامات کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ پہلی فوج جو ان کے اخراج کے لئے بھیجی گئی تھی وہ ناکام رہی لیکن امداد کے پہنچنے کے بعد عربوں نے اس غیر قوم کو شکست دی۔ یہ لوگ جہازوں پر سوار ہو کر شہ و نہ کی طرف بہاؤ لگے عربی جہازی ٹیپوں کا تعاقب کیا

لے ان کو ناز و غرہ کہتے ہیں۔



مگر یہ وحشی صفت لشونہ ہوتے ہوئے نظرون سے غائب ہو گئے عبدالرحمن  
 نے سمندر کے کنارے قلعجات مجوسیوں کے روکنے کی غرض سے قائم کئے  
 عبدالرحمن کے عہد حکومت میں بہت سے نامی اور گرامی اہل سیف  
 اور اہل قلم نے سلطنت عباسیہ کو چھوڑ کر اندلس کو اپنا وطن گردانا۔ ان  
 لوگوں میں علی ابن نقی۔ معروف بہ زریاب اور زمانہ میں علم موسیقی میں  
 دور دور تک مشہور رہا عبدالرحمن کی طلبی پر اندلس آئے علاوہ اس علم کے یہ علم  
 نجوم اور علم ہستیا اور جغرافیہ میں کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کو ایک  
 ہزار غزلین خطایا دتھیں۔ یہ نہایت مہذب و با اخلاق شخص اور فن انشا پر دانی میں  
 اور خوش بیانی میں شہرہ آفاق تھا۔ جہاں یہ گیا وہاں معزز و ممتاز رہا۔ طباطبائی میں بھی  
 اس کو بہت کچھ ملکہ حاصل تھا۔ غرضیکہ انہیں خوبیوں کے باعث یہہ ایسا مقرب  
 بارگاہ سلطانی ہوا کہ عبدالرحمن اس کو ایک لحظہ کے لئے بھی اپنے سے جدا  
 نہیں کرتا تھا۔ زریاب کی صحبت کا اثر تمام اہل ملک کی طرز معاشرت پر بھی  
 بہت کچھ پڑا۔ چنانچہ پہلے اس ملک کے عرب اپنے کپڑوں کو گلاب یا اور کسی

لے اس ہی زمانہ سے اندلس کے عربوں کو علم موسیقی کا شوق ہوا اور اس کو انہوں نے درجہ کمال تک پہنچایا  
 رفتہ رفتہ ان کو تہذیب اخلاق اور نازک خیالی اور نفاست طرز معاشرت نے اہل یورپ کو اپنا مقلد بنالیا۔

خوشبودار پانی میں برائی نام دہولیا کرتے تھے۔ اس نے پانی میں نمک ملا کر کپڑے دہلوانا شروع کیے جس سے زیادہ نفاست اور صفائی پیدا ہوئی۔ اسی طرح بعض ترکاریاں جو اوس ملک میں بکثرت ہوتی تھیں جن سے عرب بالکل ناواقف تھے اون کا استعمال شروع کیا اور ہر موسم کے مناسب ایک خاص لباس مقرر کیا۔ زریاب کی تقلید سے عربوں کو بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوئیں جن سے وہ روزمرہ فائدے اٹھا سکتے تھے۔

یحییٰ ابن یحییٰ اللیثی اسی عہد میں فقہ اور حدیث کا بہت بڑا عالم گزرا ہے۔ یہ وہ شخص تھا کہ جس نے اوس زمانہ شور و شر میں ہزاروں میل کا سفر گوارا کیا اور مدینہ منورہ جا کر مالک ابن انس سے فقہ اور حدیث میں درس لیا اور ایک زمانہ تک اوس عالم کی صحبت سے مستفید ہوتا رہا اور جو کچھ کہ اوس نے بکمال محنت و جانفشانی حاصل کیا تھا اوس کو اندلس میں اگر اپنے ہم وطنوں کو بطور تحفہ نذر کیا جو ذوق و شوق یحییٰ کو علم سے تھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک روز یہ دوسرے طالب علموں کے ساتھ بیٹھا ہوا درس لے رہا تھا کہ ایک بارگی ہاتھی کے اوس طرف سے گزرنے کا غل ہوا چونکہ ہاتھی اس ملک میں ایک نئی چیز تھی اوس محلہ کے لوگ اور نیز اوس کے ہم درس سب اوس کے

دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے لیکن کھجی اپنی جگہ سے نہیں ہلا اور حسب دستور کتاب دیکھتا رہا مالک ابن انس نے پوچھا کہ ہاتھی تیرے ملک میں نہیں ہوتا یہ تو کیوں نہیں اوس کو باہر جا کر دیکھتا جواب دیا کہ میں مغرب سے مشرق ہاتھی دیکھنے کے لئے نہیں آیا بلکہ اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو دیکھوں اور آپ کی صحبت سے جو میرے ملک کو نصیب نہیں خود بھی فائدہ اٹھاؤں اور اپنے ہموطنوں کو بھی اوس سے مستفید کروں مالک ابن انس کے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ تو اوس ملک کے لئے باعث فخر و مباہات ہے کب جس میں تجھے ایسا علو ہمت و بلندوصلہ آدمی پیدا ہوا۔

سلطان عبدالرحمن نے ایک مرتبہ اپنے نامور علماء کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ مجھ سے ایک سخت خطا سرزد ہوئی ہے کہ میں رمضان میں دن کو محل میں چلا گیا۔ اس کا کفارہ کس طرح ممکن ہے کھجی نے جو اوس وقت علماء کے گروہ میں موجود تھا عرض کی کہ یا امیر اگر تو دو مہینے متواتر روزہ رکھے تو البتہ تیری بخشش کی صورت ہو سکتی ہے۔ حاضرین یہ سن کر خاموش ہو گئے لیکن جب یہ لوگ دربار سے باہر آئے تو بعض نے کھجی سے پوچھا کہ کیا مالک ابن انس نے اس کفارہ کا بدلہ ہی کوئی بتایا ہے یا نہیں جواب دیا کہ معاوضہ ضرور ہے لیکن

اگرین عبد الرحمن کو اس سخت سفر کا معاوضہ بتا دیتا تو اس کو مکر راوسی گناہ کرنے کی جرات ہوتی اور اب یہ ہے کہ وہ ضرور اپنے کو ہر گناہ سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے گا۔ اس پابند شرع پادشاہ کی ہمت کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے یحییٰ کے حکم کی پوری تعمیل کی۔ جیسا کہ یحییٰ لائق تھا اس کی خوش قسمتی سے اسکو الیق بیٹا نصیب ہوا اس کا نام عیسیٰ تھا۔ اس کو صغر سنی سے سیر و سیت اور علماء و فقراء کی صحبت میں بیٹھنے کا بدرجہ غایت شوق تھا۔ بعد تحصیل علم جب یہ ہاندلس واپس آیا تو عبد الرحمن نے عیسیٰ کو شہر قرطبہ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا یحییٰ کے انتقال کے چار سال بعد اس کا ہم درس اور ہم فن ابو مروان عبد الملک ابن حلیب نے بھی انتقال کیا یہ بھی یحییٰ کے کچھ کم مشہور نہتا یحییٰ کی ایک ہزار تصنیفات جن میں علاوہ اور علوم کے تاریخ اور صرف خواور فہرہ اور اصول قانون بھی شریک ہیں اس کے دل و دماغ کی قوت اور ذہن کی تیزی کے عمدہ ثبوت ہیں یحییٰ ابن الدیثی نے ۲۳۴ھ میں رحلت کی۔

غرضیکہ عبد الرحمن کی سلطنت میں علم و فضل و کمال کے ایسے بڑے ہا جو ہر جڑے ہوئے تہ جن کی آب و تاب کے مقابلہ میں الماس و یاقوت معمولی

سلہ یہ بھی ایک بڑا ناگہی گرامی عالم اس وقت میں تھا۔

پتھر سے بھی کم رتبہ رکھتے تھے ان علماء کی دوراندیشی اور لیاقت سے بادشاہ کی شوکت اور دبدبہ کو اس قدر قوت پہنچی کہ اندلس کے نام سے تمام یورپ میں زلزلہ پیدا ہو جاتا تھا اور ہر بادشاہ اس سلطنت سے اتحاد اور دوستی بڑھانا باعث عزت و فخر تصور کرتا تھا

عبدالرحمن ثانی بیرونی دشمنوں کے کامل استیصال کے بعد امور ملکی کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ بعض محکوم عیسائی شہر النفس مفسدہ پر دازون نے ہنگامہ برپا کیا اور بالقصد و علانیہ عام راستوں اور عدالتوں میں نقص امن کے مرتکب ہونے لگے۔ پادریوں نے جب دیکھا کہ حکومت کے ساتھ ہماری قوت و وقعت بھی جاتی رہی ان سے خاموش نہ بیٹھا گیا اور مذہب کی آڑ میں عام طور پر عیسائیوں کو بغاوت پر آمادہ کرنا چاہا۔ یہ لوگ شارع عام پر اور بعض اوقات دارالقضا میں خاص قاضی کے اجلاس پر مذہب اسلام کی توہین اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مہنایت ناسزا اور ناملائم الفاظ استعمال کرتے تھے سلطان کی یہ اعلیٰ درجہ کی لیاقت اور خوش تدبیری اور حکام عہد کی روشن خیالی۔ ہوشیاری اور نیک نیتی تھی کہ انھوں نے ایسے نازک وقت میں تعصب و غیظ و غضب کو اپنے پاس آنے نہیں دیا اور اس فساد کو بلا کشت و خون رفع کرنے کی کوشش کی اور ان مغویوں کو تازیانہ اغماض سے ایسی سزا دی

کہ خود ان کے ہم قوم اور ہم مذہبوں نے ان کی حرکات ناشائستہ پر لعنت و ملامت کی اور ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس ہنگامہ عظیم کا بانی مہاتما ایک عیسائی یو لو حبس نامی تھا جس نے اپنے کو مرد پرہیزگار اور با خدا ظاہر کیا تھا۔ اگر عبد الرحمن ثانی سے ذرا سی غلطی ہو جاتی تو یہ پادری ضرور اپنے ارادہ میں کامیاب ہو جاتا۔ اس کے مریدوں میں دو عورتیں بھی تھیں ان میں سے ایک کا نام فلورا تھا اس لڑکی کا باپ مسلمان اور ان عیسائی تھی۔ ان نے نفعیہ طور پر اس لڑکی کو تلقین اپنے مذہب کی کی تھی۔ جب یہ لڑکی سن شعور کو پہنچی تو مان کے ورغلانے سے یہاں کر ایک کانٹا یعنی معبد میں پناہ گیر ہوئی اس کے بہائی نے بمشکل تمام تپہ پا کر قاضی کے سامنے پیش کر دیا لڑکی نے قاضی کے سامنے اسلام کی نہایت جرأت سے توہین کی۔ قاضی نے عموماً اس کو مجنون قرار دیکر جیل خانہ میں قید کر دیا اور اس کو راہ راست پر لانے کی بہت کوشش کی مگر یو لو حبس کی تعلیم کا اثر اس لڑکی پر ایسا پڑا تھا کہ یہ اپنی نازیبا حرکتوں پر اپنی عیسائی لہجہ کے عوام الناس کو ایسا اپنے قبضہ میں کیا تھا کہ ان پر ان باتوں کا

۱۔ مورزان اسپین مصنفہ اسٹانیول باب (صفحہ ۸۶)

۲۔ مورزان اسپین مصنفہ اسٹانیول باب (صفحہ ۸۳)

کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ یہ سب ان خود غرض پادریوں کو یہ جواب دیتے تھے کہ  
 عربوں کی حکومت سے ہم کو کیا نقصان پہونچا ہے کہ ہم بلا وجہ تمہارا ساتھ دین  
 اور اپنی جانوں اور آزادی کو کھودیں۔ ہم ہر طرح آزاد اور ہماری جان اور مال  
 ہر طرح سے محفوظ ہے عرب ہمارے مذہب میں بالکل دخل نہیں دیتے ہم بالکل  
 مطلق العنان اور خوش حال ہیں صرف حکومت ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ ان فولیڈ  
 کے عوض محض حکومت کی تمنا میں اپنی جان اور مال تلف کر دینا عقل و دانش  
 سے بالکل بعید ہے۔

عبدالرحمن کو علاوہ فتوحات کے ملک کو آراستہ اور اس کی مالی حالت  
 درست اور عمدہ اصول پر قائم کرنے کا بہت کچھ خیال و شوق تھا۔ نسبت سلاطین  
 سلف کے اس کے عہد حکومت میں ملک بیرونی حملوں اور خانہ جنگیوں سے  
 امن میں رہا۔ ملک سرسبز اور رعایا خوش حال جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اندلس کی آمدنی  
 پہلے سے دوچند ہو گئی عبدالرحمن کی تخت نشینی کے زمانہ میں ٹکس کی  
 آمدنی چھ لاکھ دینار وصول ہوتی تھی اور اب اس کے کسب نظام سے دس لاکھ  
 دینار تک نوبت پہونچ گئی تھی عبدالرحمن بن معاویہ کے زمانہ میں تین لاکھ  
 دینار بڑے شہروں سے تجارت اور اہل شہر کی مالی حالت کے لحاظ سے

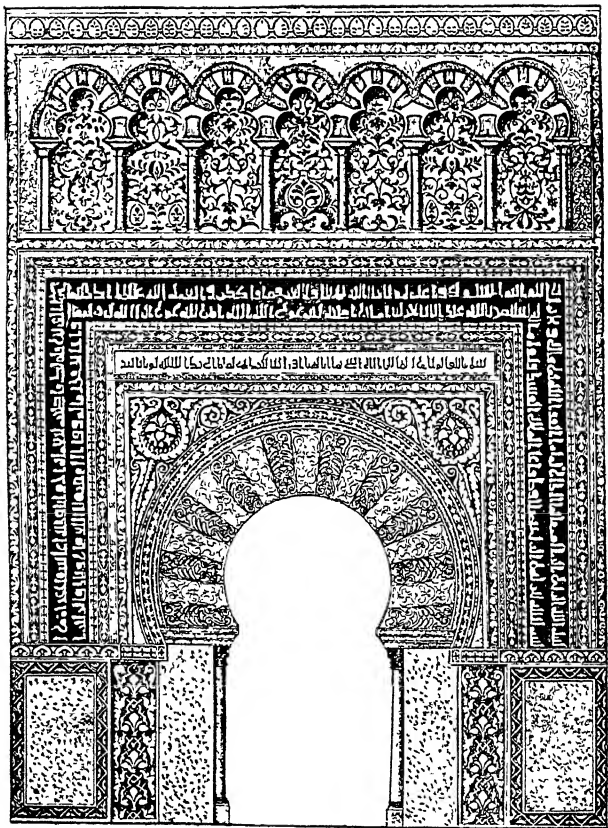
وصول کیے جاتے تھے۔ ہر شخص کو ایک رقم معینہ خزانہ عامرہ میں داخل کرنی پڑتی تھی اور علاوہ اسی ٹکس کے یہودی اور نصاریٰ سے ان کی حیثیت کے موافق جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ یہی طرز اب بھی جاری رہا لیکن کل آمدنی تین حصوں میں تقسیم کی گئی تھی۔ ایک ثلث فوج پر صرف کی جاتی تھی اور ایک ثلث حکام و عہدہ داران سلطنت وغیرہ کی تنخواہیں اور اخراجات ادا ہوتے تھے۔

بقیہ حصہ آمدنی کا خزانہ عامرہ میں خاص موقعوں مثلاً جنگ وغیرہ کے لیے محفوظ و امانت رکھا جاتا تھا۔ زکوٰۃ مطابق شرع ذریعہ آمدنی کا تھا جو خاص مسلمانوں سے وصول کی جاتی تھی۔ صدقہ۔ زراعت۔ مولشی اور اسی تجارتی مال سے جو ملک سے برآمد و درآمد ہوتا تھا و دینار فی صدی بلحاظ قیمت مال لئے جاتے تھے۔ سونا چاندی اور جواہرات جو ہتھیاروں کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ اور گھوڑوں کا ساز و سامان اور کتابیں اور وہ زیور جو شادی کے وقت دلہن کو پہنایا جاتا تھا محصول سے بری تھا لیکن اب بوجہ مصلح ملکی بحری و بری فوجوں کی ترقی پر بادشاہ مجبور ہوا اوس وقت اور ذریعہ آمدنی کے ایجاد کرنے پڑے جب کہیں وہ آمدنی جو عیسائیوں اور یہودیوں سے وصول ہوتی تھی بلحاظ ملک کی ترقی اور ضروریات کے لیے کافی سمجھی جاتی تھی تو باٹکس کا مسلمانوں پر



ڈالاجاتا تھا یہاں تک کہ ان کو خورد و نوش کی اشیاء پر بھی محصول دینا پڑتا تھا اور ان نئے محصولوں کا نام المستخلص اور جیاہہ رکھا گیا تھا جن کا جملہ حاصل سات لاکھ پیسہ تھ ہزار دینار سالانہ ہوتا تھا عبد الرحمن نے بہت کچھ روپیہ محلات اور باغات پر خرچ کیا لیکن ان سب یادگاروں میں سے اسی عہد میں ایک ایسی یادگار قائم ہوئی جس سے عبد الرحمن کی لیاقت اور روشن خیالی ظاہر ہوتی ہے۔ اس نے آب رسانی کا محکمہ قرطبہ میں جاری کیا اور پانی کے متعدد ذخائر بنا کر نلوں کے ذریعہ سے شہر میں پانی پہنچایا۔ ملک میں پل اور راستے اور ہر بڑے شہروں میں مسجدیں تیار کی گئیں قرطبہ کی مشہور مسجد بھی بڑھائی گئی لیکن قبل اس کے کہ مسجد کی تعمیر ختم ہوتی عبد الرحمن نے ۲۳۵ھ بم ۵۲ھ ع ۱۰۳۱ء میں اس کی حکومت کے بعد انتقال کیا۔

عبد الرحمن کے دو سواولادین تھیں۔ ڈیڑھ سولڑ کے اور باقی لڑکیاں یہ نہایت ہی نیک نیت ہر دل عزیز اور بیدار مغز بادشاہ تھا اس کی عظیم الشان فتوحات کے لحاظ سے رعایا اس کو المنظر کے لقب سے لقب کرتی تھی قیادت میں بے مثل تھا اور کہا کرتا تھا کہ حکومت اور اعزاز کی خواہش ایسے لوگوں کو رہتی ہے جن کو انجی قد نہیں دلا اس لیے اسی لوگ حکومت اور اعزاز حاصل کر نہیں سکتے۔



مسجد قرطبہ کا مصلیٰ

# باب

سلطان محمد - اور سلطان منذر - اور سلطان عبداللہ کا یکے بعد دیگرے  
تخت نشین ہونا - ان کے زمانہ حکومت کے مختصر حالات - عبدالرحمن ثالث  
کی تخت نشینی - جلیقیہ اور نووار اور البہ پر یغیا عربوں کی شکست - عربوں کی فتح - اہل  
یورپ اور عبدالرحمن سے بغاوت - سلطان کے بیٹے عبداللہ کا قتل - افریقیہ پر یغیا  
انتظام ممالک محمد سہ عمارات کا شوق - اس کا دربار عبدالرحمن کا انتقال -

۳۳۰ھ میں عبدالرحمن ثانی کے انتقال کے بعد سلطان محمد  
اس کا بیٹا تخت نشین ہوا - مثل اپنے باپ کے فتوحات کا اس کو بھی بے انتہا  
شوق تھا - تخت پر بیٹھے ہی اس نے موسیٰ ابن موسیٰ کو سپہ سالار لشکر مقرر کیا  
اور قسطلہ کی فتح کے لیے بھیجا اور ایک دوسری فوج برشلونہ روانہ کی ہنوز یہ  
ہم ختم نہ ہونے پائی تھی کہ طلیطلہ کے عیسائیوں کی ترغیب سے بادشاہ جلیقیہ  
نے اندلس پر حملہ کیا - سلطان نے بذات خود یغیا کا غم کیا اور وادی السلیطہ

کے کنارے پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ مقابلے میں میں ہزار اہل طلیطلہ اور اسی قدر حلیقیہ کی فوج تھی۔ سلطان نے چند سوار بطور ہراول عیسائیوں کے مقابلے کے لئے روانہ کیے اور رقیہ فوج کو ٹیلوں اور درختوں کی آڑ میں پوشیدہ رکھا۔ ہراول کے افسر کو یہ حکم تھا کہ وہ عیسائیوں سے لڑتا ہوا ان کو ان درختوں میں لے آئے جب یہ سوار آگے بڑھے تو بادشاہ حلیقیہ نے انہیں کو پوری فوج سمجھ کر حملہ کا حکم دیا۔ سواروں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ عیسائیوں نے اس خیال سے کہ عرب بہت تھوڑے ہیں نہایت بے پروائی اور بے ترتیبی کے ساتھ ان کا تعاقب کیا اور اسی طرح پسپا کرتے ہوئے پہاڑی کے انڈر گرس گئے۔ سلطان ایک بلند مقام پر سے اس جنگ کا تماشا دیکھ رہا تھا جیسے ہی یہ پہاڑی کے قریب پہنچے اس فوج کو حکم دیا کہ عیسائیوں پر حملہ کرے۔ عیسائیوں کو اس فوج کا کمان تک نہ تھا اس قدر فوج کے دفعتاً پیدا ہو جانے سے ایسے بدحواس ہوئے کہ کتاب معتامت نہ لاسکے اور پہاگ کھڑے ہوئے عربوں نے ہزاروں کو قتل اور ہزاروں کو گرفتار کیا اور جو کچھ مال اون کے ساتھ تھا تمام کمال عربوں کے قبضے میں آیا۔

سلطان نے ۲۴۵ھ اور ۲۴۶ھ اور ۲۵۱ھ ہجری میں عیسائیوں اور باغیوں

پرلیغار کی اور ہر بار منصور و مظفر رہا۔ ۱۱۷۱ھ ہجری میں اس کے بیٹے المنذر نے  
 شاہ ایفانزہ کو شکست دی اور حوال و متاع اس کے ہاتھ آیا سلطان کی خدمت  
 میں پیش کیا۔ اسی سال سلطان محمد نے حلیقیہ پر پیر فوج کشی کی اور ملک کو  
 تاراج اور ملعون اور شہروں پر قبضہ کرتا ہوا دار الخلافہ واپس آیا۔ غرض کہ اس کی عمر  
 اسی قسم کی جنگ اور لیغاروں میں گزری۔ گویا یہ بھی مثل اپنے باپ کے قدردا  
 اہل علم و کمال کا تھا اور اس نے بھی اپنے دربار میں مشہور علماء مثل ابو عبد الرحمن  
 القزطبی وغیرہ کو جگہ دی لیکن اس کی لڑائیوں نے اس کو اس طرف متوجہ نہ کیا  
 موقع نہیں دیا سلطان محمد کے لایق اور بہادر ہونے میں شبہ نہیں لیکن  
 بادشاہ میں علاوہ صفت بہادری اور سہی صفات کی ضرورت ہے فی الحقیقت  
 اس کے اور اس کے بعد جو بادشاہ گزرے ان کے زمانہ حکومت میں کوئی  
 نیا ملک دائرہ اسلام میں نہیں آیا۔ یہ زیادہ تر اپنے خود غرض اور خوشامد پسند  
 مشیروں کی رائی پر چلتے تھے جن کے ظلم و زیادتی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں بغاوت  
 پھیل گئی جس کے فرو کرنے میں انکی عمریں گزریں۔ سلطان محمد نے ۱۱۷۳ھ  
 مطابق ۱۱۷۳ء میں انتقال کیا اور اسی سال المنذر تخت نشین ہوا اس کا زمانہ بھی  
 سرحدی لڑائیوں میں گزرا۔ دلیل ایسا تھا کہ جنگ میں اپنی جان تک کی پروا نہ کرتا تھا۔

چنانچہ ۷۵۰ء کی جنگ میں مارا گیا اس کے انتقال کے بعد اس کا بہائی عبداللہ  
 ابن محمد تخت پر بیٹھا اس کا زمانہ حکومت ایک حد تک امن میں گزرا اور گو یہ بھی  
 شائق علم نہ تھا لیکن اس کے زمانہ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا جو قابل تحریر ہو۔  
 دنیا کی چوٹی بڑی سلطنتوں میں یہ ہمیشہ ہوتا آیا ہے کہ بعض بادشاہ اپنی لیاقت  
 و محنت اور جانفشانی سے ملک اپنے قبضہ تصرف میں لائے لیکن ان کے  
 بعض کوتاہ عقل اور نا عاقبت اندیش جانشینوں نے اپنے باپ دادا کی  
 محنت اور عرق ریزی کی یہ قدر کی کہ نالج اور رنگ اور عیش و آرام کے شعلے بن کر  
 ملک کو برباد کر دیا۔ چنانچہ عربوں کی سلطنت اندلس بھی اس مرض سے محفوظ نہ رہی  
 اور عبدالرحمن ثانی کے جانشینوں نے کچھ بوجہ تالیقی اور کچھ بوجہ آرام طلبی نظام  
 اور انصرام سلطنت نظر انداز کر دیا اور خود غرض اور چرب زبان مذکورہ جن کے  
 پاس سوائے زبانی جمع خرچ کے اصلی جوہر نہ تھا ہاتھوں میں ہنس گئے۔ سلطان  
 عبداللہ بوجہ بلوں مزاجی اس قابل نہ تھا کہ اس نوعمر سلطنت کے اہم امور کا انصرام  
 کر سکتا۔ سختی اور نرمی کو ایسے بجا موقعوں پر کام میں لایا کہ تمام رعایا اس سے بیزار  
 اور نالاں تھی یہاں تک کہ رعایا کو اس کے تخت پر سے اتار دینے کا خیال  
 پیدا ہو گیا اس کو ابھی پورے تین سال ہی تخت پر بیٹھ نہ ہوئے تھے کہ اندلس کا

بہت بڑا حصہ قریب قریب خود مختار ہو گیا۔ سلطنت کا ہر رکن ایک دوسرے کا مخالف بادشاہ میں اتنی لیاقت اور دور اندیشی نہیں کہ سلطنت کے مختلف ارکان سے ان کی اہلیت و قابلیت کے مطابق کام لے ہر عرب اور ہر بربری اور عیسائی نے علانیہ خود مختاری اور خود رائی سے کام لینا شروع کیا غرض اس سخت بد انتظامی اور بادشاہ کی بے انتہا لاپرواہی سے ہر طرف بد نظمی پھیل گئی۔ عیسائی پادریوں نے غل مچایا کہ سلطنت عرب اپنی عمر طبعی کو آپہونچی ہے اور زوال و ادبار کے آثار روز بروز نمایاں ہوتے جاتے ہیں وہ عرب امر کہ جن کے ہاتھوں پر یہ ملک فتح ہوا تھا اور جن کی آنکھوں میں اب تک عبدالرحمن اعظم اور احکم کے دربار کی شان و شوکت کا سماں پہر رہا تھا بوجہ ناقہ ردانی دار الخلافہ چھوڑ چھوڑ کر اپنی اپنی جاگیروں میں خود مختار بن بیٹھے یہاں تک کہ شہر اشبیلیہ قرطبہ کی ہمسری اور برابری کرنی لگا۔ وہ شہر جو اس بد نظمی پر یہی علانیہ بغاوت کی قدرت نہ رکھتے تھے صرف برائی نام عبداللہ کو بادشاہ مانتے تھے دار الخلافہ کی نواح کے باہر جہاں سلطان کی فوج کا اثر نہیں پڑتا تھا کوئی شہر یا صوبہ ایسا نہ تھا کہ خاندان امیہ کی حمایت اور زندہ رکھنے پر آمادہ ہو۔

عربوں کی یہ حالت دیکھ کر قوم بربر کے قول و فعل سے بھی بغاوت اور خود مختاری

کے آثار آشکارا ہوتے جاتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے پرتغال کے جنوب کی طرف جو صوبہ تھا اور انڈلسیہ کے مشہور شہر جیان پر قبضہ کر لیا اور ان کے سرگروہ موسیٰ اور اس کے تین بیٹوں نے جو فتنہ انگیزی اور بد معاشی میں اپنے آپ نظیر تھے ملک کو تباہ و تاراج اور لوٹنا شروع کر دیا وہ عیسائی جو ابھی مسلمان ہوئے تھے اور عربوں سے بھی زیادہ قواعد اسلام و شریعت کے پابند تھے اور جو ابھی تک شاہی خاندان کے خیر خواہ اور طرفدار سمجھے جاتے تھے دوسروں کی دیکھا دیکھی بادشاہ سے مخالفت اور سرکشی کرنے لگے اور ملک کے مغربی حصہ کو دبا بیٹھے۔ وہ عیسائی جو پہاڑوں کی چوٹیوں اور دامنوں میں چھپے ہوئے تھے ابھی موقع کے منتظر تھے اب باہر نکل کر علانیہ فوجیں جمع کرنے لگے سلطان نے بار بار ان سے مقابلہ کیا لیکن ہر بار ناکام رہا۔ عربوں کی حالت زار پر نئے زبانوں سے یہ کہہ رہا تھا کہ اے اولاد عرب تم یہ نہ سمجھو کہ تمک اس خاندان کا جس نے تمکو اور تمہاری اولاد کو پرورش کیا اور وہ تمک جو کہ تمہارے رگ و پے میں اثر لگ گیا ہے تمہارے یا تمہاری اولاد کے دامنوں کو چھوٹے گا وہ ملک اور دولت جس کو تمہارے باپ اور دادا نے خوبنا دیکر جان عزیز کے بدلے خریدا یوں آٹا فنا ضائع کر دینا اچھا نہیں بغاوت سے دین و دنیا دونوں نہ کہو واد سرخروئی



حاصل کرنے کے بعد اپنا منہہ کالا نہ کرو اور اپنے آباؤ اجداد کے صاف پاک  
 و امنوں کو کورنگی کے دہبے سے بچاؤ۔“

غرض جب عبداللہؑ نے دیکھا کہ دن بدن ملک کی حالت اترتی جاتی  
 ہے تو اب اس نے عیسائیوں سے صلح کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی سی  
 سوئی تدبیر سے کہ جس سے اسی کو زک اور نقصان پہونچا۔ شہر طلیہ سے  
 بھی بغاوت کی خبریں پے در پے آئے لیکن نوبت بانبارسیدہ کہ سوامی تخت  
 اور تاج کے کسی قسم کا سرمایہ باقی نہ رہا لیکن اس شدید مایوسی اور ہراس بلکہ یہ کہنا چاہئے  
 کہ نزع کی حالت میں اس سلطنت نے خفیف سانسبھالا لیا یعنی عربوں کو ملک سے  
 نکلانے کے قبل ہی عیسائیوں میں باہمی حسد نے زور کیا اور دشمن کے مقابلے  
 کی عوض خانہ جنگی شروع ہو گئی اور کہیں کہیں خود مختار عرب امرانے اپنے انتظام  
 اور خوش اسلوبی سے عیسائیوں پر قدیم رعب و اب قائم رکھنے کی کوشش کی  
 ان سب میں سربراہ و ردہ ابن حجاج تھا جس نے صوبہ اشبیلیہ کو قرطبہ کا  
 ہیملہ بنا دیا اور سلطان کو اپنے ساتھ دو ستانہ تعلقات پیدا کرنے پر مجبور کیا اور خود  
 اپنے کو اس صوبے کا بادشاہ کہا کرتا تھا۔ یہہ چونکہ دیرینہ سال مدبر و تجربہ کار آدمی  
 تھا اس نے اپنی ریاست کو پرائے اصول پر قائم رکھا تھا۔ فوج نہایت باقاعدہ

خزانہ جمہور اور دربار علما و اہل فن اور دانشوروں سے بہراوہ لوگ جو کسی زمانہ میں  
 دربار شاہی کے رکن اعظم اور دار الخلافہ کی زیب و زینت تھے جن کی تعظیم و تکریم  
 کے لیے شاہان سلف اوٹھ کھڑے ہوتے تھے وہ اب شہر اشبیلیہ میں  
 نظر آنے لگے مگر جب ملک سے اتحاد و رقوم عصیت کا خیال جاتا ہے اور ملک چھوٹی  
 چھوٹی ریاستوں میں بٹ جائے تو پھر ایک دو کی ترقی کا اثر تمام ملک پر کیونکر  
 پڑ سکتا ہے۔ جب عربوں کو دار الخلافہ کی ناموس کا خیال نہ رہا اور عیسائی اور مسلمان  
 دونوں قرطبہ کے لینے کی فکر میں ہوئے تو اب کیا رہ گیا سب کو خیال یہی ہوا  
 کہ سلطنت ہاتھ سے گئی ملک کی یہ حالت خیر خواہان ریاست کا یہ حال کہ  
 شہر بکھنچا بجی غوارت تحت و تلج ہو نیکاشوق قریب تھا کہ طارق ابن زیاد اور  
 موسیٰ ابن نصیر کے ہاتھ کاروشن کیا ہوا چراغ جواب ٹٹمارہا تھا خاموش ہو جائے  
 سنہلنے کی تمام امیدیں منقطع ہو گئی تھیں کہ قضا و قدر نے چراغ بے وعین کو قدرت  
 کامیابی کے تیل سے سیراب کیا ایک بارگی تمام ملک میں مشہور ہو گیا کہ سلطان عبداللہ  
 بنی ہشام ۲۱۰ھ عجمیں برس کی حکومت کے بعد ملک کو اس تباہ حالت میں  
 چھوڑ کر سفر آخرت اختیار کیا اور عبدالرحمن ثانی بن سلطان محمد سرریا اسی سلطنت ہوا  
 اس خبر سے خیر خواہان بنی امیہ کے جان میں جان انی قرطبہ میں خوشی کے

نقار سے بچنے لگے بادشاہ کی بیس برس کی عمر جوان بخت اور جوان سال تھا  
 اوس وقت قریب کے رشتہ دار اور تاج و تخت کے دعویٰ دار اسی جوان دوست  
 کو گھیرے ہوئے تھے اور ملک کی یہ حالت تھی کہ سوائے دار الخلافہ کے  
 اور کسی جگہ حکم شاہی کا اثر نہ ہوتا تھا لیکن جس کو خدا بنائے اوس کو کون بگاڑے  
 دعویٰ داروں کے دہن پر قدرت کی مہر لگ گئی شہر شخص نے بخوشی تمام عبدالحکم  
 کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور دربار میں امر سے پہلے دعویٰ داران سلطنت نے نذر  
 پیش کیں۔ تمکین و وقار اس کے چہرے سے نمایان۔ اقبال و کامیابی کا شائبہ  
 اس کی پیشانی سے درخشان۔ سخاوت اور دلیری اس کے اطوار سے آشکار مروت  
 و فتوت افعال سے نمودار۔ یہ ہر کون اہل قرطیہ امیر و غریب اس پر اپنی جانیں  
 نثار نہ کرتے اہل شہر کی نظریں اس بہت سالہ لڑکے کی طرف لگی ہوئیں تھیں اور ب  
 نہایت مسرت و انبساط کے ساتھ اس کی ترقی اقبال اور کامیابی کی دعائیں  
 مانگ رہے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا طرز حکومت اختیار کرتا ہے۔  
 یہ دیکھ چکا تھا کہ اس کے دادا کی تلون مزاجی اور بے موقع سختی اور نرمی سے  
 ملک کس حالت کو پہنچ گیا تھا اس نو جوان بادشاہ نے اپنے تخت پر بیٹھے ہی  
 فوج کی ترتیب شروع کی اور پہر ایک عام حکم ممالک محروسہ میں اس مضمون کا نافذ کیا کہ

جو شاہی حکم سے ذرا بھی انحراف کرے گا قتل کیا جائے گا اور ان امراء اور  
عہدہ داروں کو جو باغی ہو کر خود مختاری کا دعویٰ کر رہے تھے حکم دیا کہ فوراً دربار میں  
حاضر ہو کر اپنے اپنے ملک کا حساب پیش کریں۔ یہ غیر ممکن ہے کہ کوئی حصہ  
ملک کا کسی کے تصرف میں بلا حکم شاہی رہ سکے فرمان میں جو احکام مندرج تھے  
وہ نہایت صاف اور قطعی تھے۔ گو ملک کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص اپنے ملک کا  
بادشاہ بنا ہوا تھا لیکن عبدالرحمنؑ بھی اپنی قوم کے عادات اور صفات سے  
یوری طرح واقف تھا یہ جانتا تھا کہ یہ موقع ایسا نہیں ہے کہ نرمی سے کام  
نکل آئے جرات سے کام لے لیا جائے اور اگر اس پر یہی کام نہ نکلے تو فوج بھی  
امداد کے لئے وافر ہونی چاہیے اس کی خوش اقبالی سے بغاوت کا زور بھی  
کم ہوتا جاتا تھا وہ لوگ جو اس فساد کے بانی تھے بہت تو مر گئے تھے جو باقی تھے  
ان کو ضعیفی نے کم قوت و بیکار کر رکھا تھا۔ عام رعایا نے خیال کیا کہ ہم کو گزشتہ  
زمانہ طوفان خیر اور حکومت شورانگیز اور انقلابات پر آشوب سے کیا نفع پہنچا۔  
عیسائیوں کو گو اس زمانہ کس میں سی اور مسلمانوں کی باہمی مخالفت سے نفع پہنچا تھا  
اور یہ لوگ پُر زور اور صاحب جرات ہو گئے تھے بلکہ کچھ ملک بھی ان کے قبضہ  
میں آ گیا تھا تاہم یہ دیکھتے تھے کہ مسلمان اوسی طرح اندلس میں موجود اور حکمران ہیں

عربوں کو عیسائیوں کا یہہ زور اور اپنی یہہ حالت کب گوارا ہو سکتی تھی۔ ادنیٰ اور اعلیٰ کی یہی خواہش ہوئی اور اسی میں اپنی یہہودی دیکھی کہ سلطان کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے تاکہ وہ عزت و آبرو اور وہ مال و دولت جو ان کے آباؤ اجداد نے پسینہ کی جگہ اپنا خون گرا کر اگر حاصل کی تھی مخالفوں کی دست برد سختیوں سے غرض کہ امرائے عرب کے تصفیہ کے بعد اب عبد الرحمن نے عیسائیوں کی طرف عنان توجہ کو منعطف کیا یہہ نہایت مشکل مہم تھی جہاں صرف شجاعت نہیں بلکہ لیاقت اور تدبیر کو بھی بہت کچھ دخل تھا اس لئے کہ ایک عیسائی ابن حفصون نے موقع پا کر بہت کچھ خزانہ اور لشکر جمع کر لیا تھا اور مع اپنے شرکا کے ایک نہایت مستحکم اور دشوار گزار پہاڑی قلعہ میں پناہ گیر ہوا تھا عبد الرحمن نے جب دیکھا کہ ان چند کونشٹیوں کا استیصال آسان نہیں اور نیز عیسائی عالم پر ان کے ہمدرد اور اگر موقع ملے تو انکی مدد کرنے سے بھی باز نہ آئیں گے اس نے نہایت دانشمندی سے بغرض تالیف قلوب عملاء عام الناس پر یہہ ثابت کر دیا کہ عدل اور انصاف کی نظر میں مسلمان اور عیسائی اور یہودی سب درجہ مساوات کا رکھتے ہیں جب عیسائیوں نے یہہ دیکھا کہ سلطان بلا لحاظ قوم و ملت عدل پر آمادہ اور رعایا کے حقوق کا نگہ ان ہے سب نے ہتھیار رکھ دیئے اور دربار سلطانی میں

حاضر ہو کر عفو خط کے طلبگار ہوئے سلطان نے نہایت دہجائی اور دل دہی کے ساتھ سب کو بکمال خوشی واپس کیا۔ جن عیسائیوں کی جائداد اس طوائف الملوکی میں ضائع ہوئی تھی ان کی امداد شاہی خزانہ سے کی گئی لیکن اس جفصون مع چند اشترار کے بدستور بغاوت اور جنگ پر آمادہ رہا راتوں کو شیخون مارتاؤ لوٹ مار سے شاہی لشکر کو پریشان کر رہا تھا مگر بقول شخصے یک پیری و عسب بڑھاپے نے اس کی ہمت اور جرأت کو پست کر دیا تھا صرف ملک اور قوم کی خیر خواہی تھی کہ اس کو لڑا رہی تھی اس ہی اثنا میں اس کا انتقال ہو گیا اور اس کے ہمراہیوں نے اپنے کو بے یار و مدار دیکھ کر ہتھیار رکھ دئے اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ سلطان مع چند سواروں کے قلعہ میں داخل ہوا اور قلعہ کے ایک برج پر کھڑے ہو کر جب اس نے اجمالی نظر چار طرف ڈالی قلعہ کو نہایت مضبوط اور مستحکم پایا اور اس طرح بلا کشت و خون قلعہ کو اپنے قبضہ میں پا کر بخیاں تائی غیبی حالت وجد میں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور جن عیسائیوں نے اس کو اس قدر حیران و پریشان کیا تھا سب کو بغیر باز پرس معاف کر دیا اور خود لیغا کر کے راستے کے شہروں کو فتح کرتا ہوا اطلیل طہ پہونچا یہی ایک شہر باقی رہ گیا تھا اس مشہور شہر کا قلعہ وسیع اور دیواریں نہایت مستحکم تھیں لیکن سلطان فتح و نصرت نشان کب ان مشکلات کو خیال نہ

لاتا تھا بلا خوف و ہراس اس کی دیواروں کے سایہ میں خیمہ زن ہوا۔  
 طلیطلہ وہ شہر تھا کہ جس نے بہادر ترین بہا درون کی ضرب  
 شمشیر کو برداشت اور بہت سے جنگجویان قلعہ شکن کو ناکام و نامراد واپس کیا  
 اس کی شان و شوکت گواہی دے رہی تھی کہ یہ شاہان سلف کا مایہ ناز و فخر  
 تھا مگر اب اس کو ایک بادشاہ کے سامنے کہ جس کا نیر دولت و حکومت ترقی  
 روز بہ روز ہے تسلیم خم کرنا پڑا۔ ابتدا میں طلیطلہ کی مستحکم دیواروں نے عربوں کے  
 متواتر حملوں کو روک دیا۔ عید الرحمن نے جب دیکھا کہ معمولی تدبیروں سے  
 کشائش کا ممکن نہیں اس نے نہایت استقلال کے ساتھ اس ہی شہر کے  
 قریب ایک دوسرا شہر موسوم بہ لفتح آباد کیا اور وہیں سے محاصرہ کو بدستور قائم کیا  
 ہر طرف کے راستے اور رسد کے ذرائع مسدود و منقود ہو چکے تھے چنیدہ  
 روز میں محصورین دست فقر و فاقہ سے ایسے تنگ آئے کہ انجام کار دروازہ  
 شہر کے کھول دیئے اور اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لی۔

اٹھارہ برس کی تباہی و بربادی کے بعد اب پہر ایک بار تمام ملک اندلس  
 خاندان بنی امیہ کے دائرہ حکومت میں آیا اس وقت سلطان نے اپنے طرز  
 حکومت کو بالکل بدل دیا اور عرب امرائے جن کی خود غرضی اور سرکشی نے ملک کو

قریب قریب تباہ و ویران ہی کر دیا تھا وہ وسیع اختیارات جو ان کو اس وقت تک حاصل تھے واپس لے لئے کوئی اہم کام سلطان کی بلا اجازت یہہ نہیں کر سکتے تھے اور صوبوں میں وہی اختیارات استعمال کر سکتے تھے جو دربار سلطانی سے عطا ہوئے تھے عبد الرحمن کی طرز حکومت حسبِ میل اصول پر قائم تھی۔

(۱) شاہی اقتدارات کو سوائے سلطان کے اور کوئی امیر کام میں نہیں لاسکتا تھا اور تمام اہم امور سلطنت بغیر شاہی اجازت کے کوئی امیر یا وزیر فیصل نہیں کر سکتا تھا

(۲) اس نے اوہنین لوگوں کو بڑا یا جو خاص اس سے وابستہ و خیر اندیش تھے تاکہ سازش و عدول حکمی کی بنیاد باقی نہ رہے۔

(۳) پُرانے امرائے عرب جن سے سازش اور عدول حکمی کا خوف تھا سب کو اقتدارات صلب اور ان سے نئے لوگوں کو عطا ہوئے۔

(۴) شاہی رعب و اب قائم رکھنے کی غرض سے اس نے اپنی فوج کی تعداد کو بہت بڑھا دیا تھا اور اپنے غلاموں کا ایک بڑی گارڈ قائم کیا جس میں عیسائی اور مسلمان دونوں شریک تھے یہہ وہ فوج تھی جس نے نہایت نازک موقعوں پر سلطان کا ساتھ دیا اور اس خاص فوج کے بڑھانے کی یہہ ترکیب ایجاد کی تھی کہ ہر سپاہی کو حسبِ حیثیت جاگیر عطا کی اور یہ حکم دیا کہ وہ اوسے آدمی سے اپنی فوج تیار



کرے جو بوقت ضرورت شاہی فوج میں شریک کر لی جاتی تھی۔

اس جدید طرز حکمرانی سے بظاہر ملک کو بہت فائدہ پہونچا۔ قدیم امریکی قوتیں توڑ پھوٹنے سے فی الحال بغاوت اور سرکشی کا خطرہ جاتا رہا اور نو دولتوں کو عبرت حاصل ہوئی۔ غلاموں کی خاص فوج قائم کرنے سے اور اس کو روز بروز ترقی دینے سے بد معاش اور جبرائیم پیشہ کا نشان تک ملک میں باقی نہیں رہا لیکن اس سخت اور جابرانہ طرز حکومت سے آئندہ چل کر سلطنت کو ایسا نقصان پہونچا کہ جس کا حد و پیمانہ نہیں جیسا انقلابات عظیم کے بعد شخصی سلطنتوں میں ہمیشہ دیکھا گیا ہے۔ اس وقت بھی عرب رعایا جو خود غرض اور ظالم امرائے ہاتھوں جان بلب تھی ایسے با اخلاق رعایا پر ور عدل گستر بادشاہ کو دیکھ کر دل و جان سے اس کا ساتھ دینے اور مرنے پر آمادہ ہو گئی لیکن رفتہ رفتہ اس خاص فوج کا حال مثل ترکی بنی عسکر کا سا ہو گیا اور دن بدن اس قدر ترقی کی کہ آئندہ چل کر یہ فوج جس کو چاہتی تھی بادشاہ بنا دیتی تھی اور جس کو چاہتی تھی تخت سے اوتار دیتی تھی۔ اور یہی فوج اس

لہ بینی لفظ ترکی ہے بمعنی نئے کیے بنی عسکر یعنی نیا لشکر۔ سلطان محمود ثانی کے زمانہ حکومت تک سلطنت

عثمانیہ میں یہی فیوڈل سسٹم یعنی فوج جاگیر دار کا قاعدہ جاری تھا جس سے سلطنت کو ایسا نقصان پہونچا کہ بالآخر

سلطان محمود نے اس کو بہت کشت و خون کے بعد مسدود کر دیا۔

سلطنت کے بگاڑ کی بانی ہوئی۔

جب ملک اندلس خانہ جنگی کے جھگڑوں سے پاک و صاف اور سلطان کو  
اطمینان کامل حاصل ہو گیا تو اب یہ اپنے بیرونی دشمنوں کی طرف متوجہ ہوا اور  
اس کو دو قوی بازو دشمنوں کا ایک ہی دفعہ مقابلہ کرنا پڑا شمال کی جانب نصاریٰ  
اور جنوب کی جانب بنی فاطمہ جنہوں نے ابھی افریقیہ کے شمالی حصہ میں اپنی  
حکومت قائم کی تھی اندلس پر حملہ کرنے کے واسطے وقت اور موقع کے  
منتظر تھے۔ جو ان کا عالم بحث و جدل اور فوج و رعایا اپنے دلیر و جفاکش اور غریب  
پرور پادشاہ پر جان نثاری کے لئے دل سے آمادہ اور وہ خزانے جو بد نظمی کے  
زمانہ میں خالی پڑے تھے معمور بھلا یہ کب ان دشمنوں کو خیال میں لاتا لیکن  
دور اندیشی اس کے خمیر میں تھی اس نے فوج کشی سے قبل تدبیر سے کام لیا  
اور چند ہی روز میں افریقیہ کی رعایا میں مذہبی فساد کی بنیاد ڈال دی اور خود بیٹھا ہوا  
اپنی تدبیر کی تاثیر کا تماشا دیکھتا رہا۔ مذہبی آگ بھلا کسی سے بچہ سکتی تھی جو حاکم اس کو  
فرمانے کی کوشش کرتے تھے وہ کسی نہ کسی فریق کی طرف داری کر بیٹھتے تھے۔  
جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ آتش فساد زیادہ مشتعل ہوتی تھی۔ لاؤن کا بیچ میں ڈالنا تیل کا  
حکم رکھتا تھا یہ اتنے کہاں کہ مصالح ملکی اور مہات مملکت کو پیش نظر کہیں جہاں کسی نے

ان کے فتوے پر اعتراض کیا یہ فوراً اس کو کافر اور واجب القتل قرار دیتے  
 تھے غرض اس فساد نے اس قدر طول کہنچا اور سلطان نے اپنی لیاقت کے وہ جوہر  
 دکھائے کہ بغیر کشت و خون اور خرچ کے ملک پر بر اس کے قبضے میں آگیا  
 اور اس نے فوراً فوج کثیر بھیج کر ملک اور سرحد کا انتظام کر لیا۔ شاہان بنی فاطمہ  
 اندلس کو لیتے کے عوض اپنے ملک کا عمدہ حصہ کہو بیٹے اور قلعہ سوطا پر  
 خاندان بنی امیہ کا پہرہ بڑا ہوا میں لہرانے لگا اس ملک کی آمدنی سے عبدالکریم  
 نے دریائی بیڑوں کو ساز و سامان جنگ سے آراستہ کیا بحر متوسط کی حکومت  
 جس کو خاندان بنی فاطمہ باعث فخر سمجھتے تھے وہ بھی سواحل افریقہ کے ساتھ  
 ان کے قبضے سے نکل گئے۔ یوں تو اسلام کے شاہان سلف اور معاصرین  
 کو عموماً بحری قوت کے ترقی دینے کا شوق تھا لیکن ملک گیری کے شوق و  
 ذوق نے سلطان کے دل میں دریائی حکمرانی کا اس درجہ شوق پیدا کیا کہ بہت  
 تھوڑے عرصہ میں اس کے جنگی جہاز آبنامی طارق اور بحر متوسط پر حکومت کرتے  
 جب تک اس مہم جنوبی میں مشغول رہا شمالی دشمن کی روک تھام کرتا جاتا تھا  
 لیکن اب اس مہم کے اختتام کے بعد عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوا عیسائیوں نے  
 جو ہر طرح جنگ کے واسطے آمادہ اور نیا رہتے خود پیش قدمی کی لیغا کرتے ہوئے

سرحد اندلس میں داخل ہوئے۔ ہم اس تاریخ کے پہلے سے میں بیان کر  
 آئے ہیں کہ جب عربوں نے حلیقیہ کو فتح کیا تو ایک عیسائی پلیو نامی مع میں  
 ہمارا ہیون کے پہاڑوں میں جاگہا تھا اور وہیں عربوں کو ستانے اور اپنی قوم  
 کو عربوں کی بغاوت پر آمادہ کرنے کی کوششیں کرتا تھا عرب ان چند گنا ملام کو  
 ڈاکو اور رہزن تصور کر کے کچھ اعتناء نہ کرتے تھے پلیو نے عربوں کی بی پروائیوں  
 پورا فائدہ اٹھایا اور گو سیہ خود اپنے دلی مقصود کو نہیں پہونچا لیکن اس کی جانشین  
 اس کی وصیت پر ثابیت قدم رہے۔ یہ وہی وحشی عیسائی ہیں جو پرتو زور لشکر  
 کے ساتھ پہاڑوں میں پولوش رہنے کی عوض جنگ کے لئے پیش قدمی کر رہے  
 ہیں اور عربوں کی فوج اور ساز و سامان کو خیال میں نہیں لاتے لاشعہ عین الفانز  
 اردو فی نے پلیو کی بیٹی سے شادی کی جس سے پلیو کو دو بیوت حاصل ہوئی  
 اس نے الفانز کو مدد سے اور نیز باغی عیسائیوں کو اپنا معین و مددگار بنا کر  
 بڑے بڑے شہروں مثل سمورہ لیون البکیرہ و سالونیکا وغیرہ پر عربوں کو  
 شکستیں دیکر اپنا قبضہ کیا۔ قریب قریب تمام ملک حلیقیہ اور قسطلہ عربوں کے دائرہ  
 حکومت سے نکل گیا تھا پہلے پہل عربوں نے ان کو اپنی سرحد میں آنے سے  
 روکا لیکن اہل طلیطلہ اور شاہ نوار کی مدد سے یہ لوگ عربوں کو پیچھے ہٹاتے ہوئے

آگے بڑھتے گئے۔ عیسائی مذہبی تعصب سے اندھے ہو رہے تھے۔ جنگ میں سپاہی اور غیر سپاہی عورتوں اور بچوں میں تمیز نہیں کرتے تھے جو مسلمان ان دشمنوں کے سامنے آجاتا تھا اس کو بلا سوال و جواب ملک عدم کا راستہ بتا دیتے تھے جن شہروں پر یہ قابض ہوتے تھے وہاں مسلمان مردوں اور عورتوں اور شیرخوار بچوں کے خون سے دریا بہا دیتے تھے جو بچ جاتے تھے ان کو جبراً عیسائی مذہب اختیار کرنا یا غلامی کا طوق گردن میں ڈالنا پڑتا تھا خلاف اس کے کہ جب کہیں عرب میدان جنگ میں فتحیاب یا کسی ملک پر قبضہ کرتے تھے تو سوائے ان لوگوں کے جو مردانہ وار تیر و شمشیر سے ان کے سراہ ہوتے ضعیف اور بچوں کو اور ان لوگوں کو جن کو لڑائی سے کوئی تعلق نہ ہوتا تھا گو وہ عیسائی یا کافر کیوں نہ ہوں اپنے غم ظفر پیر کے سایہ میں پناہ دیتے تھے۔ جب کہیں انہوں نے کسی شہر کو فتح کیا تو انصاف و رحم دلی اور دل جوئی سے رعایا کے دلوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ان کے سامنے مسلمان اور نصاریٰ اور یہودی سب برابر تھے گرجا میں ان کی بدستور قائم بلکہ عربوں نے یہاں تک کیا کہ یہودی اور نصاریٰ کی حقوق اور مذہب کی عظمت کیلئے

محکمہ قائم کیا تھا۔ غرض کہ عربوں کے عہد حکومت میں مذہبی تعصب نام کو نہ تھا لیکن باوجود ان تمام باتوں کے جب سپہم انقلابات اور بدظمی نے سلطنت کو کمزور کیا اور عیسائیوں نے موقع پا کر زور پکڑا تو ان تمام احسانات سابق کو فراموش کر کے محض مذہبی تعصب اور اختلاف کی وجہ سے یہہ وحشیانہ طرز جنگ اختیار کیا اور نہروں بے گناہ عورتوں اور بچوں اور لون لوگوں کو جن کو جنگ کے کچھ تعلق ہی نہ تھا قتل کڑوا عبد الرحمن کو ہنوپور سے دو سال بھی تخت پر بیٹھنے نہ ہوئے تھے کہ اردوئی ثانی نے اس کے حدود میں اگر ملک اور رعایا کو تباہ کرنا شروع کیا بلکہ دار الخلافہ کے قریب آ پہنچا۔ بادشاہ ابھی تخت نشین ہوا تھا عرب امر اپنے اپنے صوبوں میں خود مختاری کے دعوے کر رہے تھے نہ فوج و سامان اتنا کہ دشمن کو کلمہ بکلمہ جواب دیکھے ایسے نازک وقت میں اس نے دشمن کے حملے روک دینے پر اکتفا کیا اور سلطنت کے انتظام و انصرام کی طرف دل سے متوجہ ہوا۔ اب یہ وہ وقت ہے کہ سلطان خدا داد اقبال کی تائید اور اپنی لیاقت اور جرات کی امداد سے ممالک محروسہ پر پورے طور سے تسلط ہو چکا ہے اور بنی فاطمہ کے قصفیہ کے بعد فوج و سامان سے درست عیسائیوں کے مقابلے

بقیہ صفحہ (۷۹) کے مذہب اور جاہلاد وغیرہ کی حفاظت و نگرانی کے لئے مقرر کیا گیا تھا اس کو خطاب لازم کہتے تھے

کے لئے تیار ہے اس نے فوراً ایک دستہ فوج کا بطور ہراول عیسائیوں کو  
 سرحد پر روکنے کے لیے بھیجا اس فوج نے یہاں تک کامیابی حاصل کی  
 کہ اپنے سے چوگنی فوج کو ریتی ہوئی دشمن کی سرحد میں گھس گئی اور متواتر ٹیکسٹین  
 دیکر عیسائی فوج کو منتشر کر دیا۔ ششم ہجری میں سلطان نے مکرر فوج روانہ کی  
 لیکن اس مرتبہ شاہ اردوئی نے عربوں کو شکست دی اور عرب منتشر ہو کر  
 میدان سے ہٹا۔ فوج نے اس بدنامی سے میدان جنگ میں مرجانا  
 پسند کیا اور شمشیر بکھٹ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتا ہوا ایک و تنہا عیسائیوں کے انہوہ کثیر  
 میں در آیا اور شہادت کا درجہ پایا۔ عیسائیوں کا تعصب مذہبی اس واقعہ سے منکشف  
 ہوتا ہے کہ اردوئی دون بہت نے اس آدمی کے سر کو سور کے سر کے ساتھ  
 قلعہ کے دروازے پر نصب کیا۔

لیون اور نوار کے عیسائیوں کا دل اس قدر بڑھا کہ یہ لوگ پہر میدان میں  
 آسمو جہوئے لیکن دار الخلافہ کی فوج نے ان کو شکست دیکر واپس کر دیا عبدالرحمن  
 نے دیکھا کہ اس طرز جنگ سے یہ لوگ اپنی فتنہ انگیزی سے باز نہ رہیں گے اور  
 چھوٹی چھوٹی کامیابیوں کو فخر عظیم سمجھیں گے عبدالرحمن نے بذات خود مقابلہ  
 کا عزم کیا اور ششم مطابق ۹۲۰ء میں اپنے بہادر و تجربہ کار امرا کو ساتھ لیکر

عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔ شاہ ارورون نے رانی رین الفانزو کی مدد کے لئے  
 شاہان فرانس اور ایشکنس اپنی اپنی فوج لئے میدان میں موجود تھے  
 سلطان کے میدان جنگ میں موجود ہونے سے ہر امیر اور ہر سپاہی  
 عجب شوق سے لڑائی کا انتظار کر رہا تھا اور منتظر تھے کہ کب ہم کو اپنے جوہر  
 سپہ گری کے دکھانے اور حق نمک ادا کرنے کا موقع ملتا ہے۔ مختصر یہ کہ ایسی  
 سخت جنگ واقع ہوئی کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ عبدالرحمن نے قلب لشکر میں  
 کھڑا ہوا تماشا دیکھ رہا تھا اور جہان کہیں اپنی فوج کو کمزور اور ہٹتا ہوا دیکھتا وہاں  
 اپنی خاص فوج کو لیکر مثل بجلی کے جاگڑا تھا اور دشمن کی فوج کو درہم و برہم کر کے  
 ریتا ہوا لشکر مخالف کے قلب پر جا پہنچتا تھا۔ عیسائیوں نے اپنی فوج کو سنبھالنے  
 کی بہت کوشش کی لیکن عربی سواروں کے حملے کو جس سے یہ ہمیشہ خوف زدہ  
 رہتے تھے روک نہ سکے۔ منتشر اور بدحواس ہو کر یہاں کے نکلے کشتوں کی انتہا نہ تھی جو  
 گرفتار ہوئے تھے ان کی تعداد ہزاروں تھی۔ سلطان فتح کامل کے بعد وہاں کے  
 قلعوں اور مورچوں کو تباہ اور منہدم کرتا ہوا اپنے دارالخلافہ میں واپس آیا۔  
 عبدالرحمن کو معلوم تھا کہ اس بے مثل کامیابی سے عیسائیوں کی  
 امیدوں پر پانی پھر گیا اور اب ان کا سنبھالنا مشکل ہے لیکن مذہبی اور قومی جوش سے



یہ خوب واقف تھا اور سمجھتا تھا کہ جب تک ان کی قوت پورے طور سے ٹوٹ نہ جائے گی یہ پہر اسی جوش سے مقابلہ ضرور کریں گے لہذا اس نے اس جنگ کے بعد ہی پہر فوج و سامان کو درست کرنا شروع کیا اور یہ قصد کر لیا کہ اس قدر فوج و سامان اور ہتھیار ہو جانا چاہیے کہ اگر لڑائی کی نوبت آئے تو مکمل تصفیہ لڑائی برابر جاری رہے عبدالرحمن بن ہوز استقامت میں سرگرم تھا کہ اس کو خیر بخشی کہ اردوئی اور شاہ بنبلو نہ نے پہر اس کی سرحد میں اگر چند قلعوں پر قبضہ کر لیا اور ملک و رعایا کو تباہ کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ ۱۱۳۱ھ ۹۲۳ء میں ہوا جس قدر فوج کہ موجود تھی اس کو لیکر عبدالرحمن آگے بڑھا لیکن سابق کی جنگ سے اس کا اتنا رعب مخافین پرچا گیا تھا کہ اس کی آمد آمد سنتے ہی عیسائی فوج قلعوں کو خالی کر کے خائف و ہراسان اپنی اپنی سرحد کی طرف بھاگی سلطان بغیر کسی تعرض کے بنبلو نہ کے پایہ تخت تک چلا آیا عیسائیوں پر جو خوف کہ طاری ہو چکا تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بادشاہ مع فوج اپنے پایہ تخت کو چھو کر بھاگ گیا۔ سلطان خدم و جلوس کے ساتھ شہر میں داخل ہوا شہر نیاہ اور قلعوں کو منہدم کر دیا۔ اس ملک پر اب قبضہ کر لینا بڑی بات نہ تھی مگر اس کے اقبال کو دیکھو کہ ہنوز ایک دشمن کا ملک اس کے قدموں کے نیچے پڑا رہا تھا کہ اس کو

اردوئی والی لیون کے مرنے کی اور اس کے بیٹوں میں خانہ جنگی شروع ہو جانے کی خبر پہنچی۔ یہ ہم لوں بغیر محنت و مشقت سر ہو گئی۔ سلطان کی خوشی کا کیا پوچھنا تھا وہیں جشن شاہانہ منعقد ہوا اور سلطان و فوج دونوں شادان و فرحان دارالخلافت کی طرف روانہ ہوئے۔

عبدالرحمن نے شہر قرطیبہ پہنچ کر ان فتوحات متواترہ کی یادگار میں اور نیز اپنی عزیز رعایا کی خواہش اور مذہبی جوش ان کے دلوں میں پیدا کرنے کی غرض سے امیر المومنین اور الناصر الدین اللہ کے خطاب سے اپنے تاج و تخت کو رونق بخشی۔

عبدالرحمن ۲۲ھ مطابق ۹۳۳ء میں لیغار کر کے نیبلونہ پہنچا۔ وہاں کی شہزادی طوتہ نے بغاوت کا ارادہ کیا تھا لیکن بادشاہ کے پہنچنے ہی حاضر ہو کر عفو خطا کی خواستگار ہوئی۔ سلطان نے اس کی خطا کو معاف کیا اور اس کی بیٹے عرسیمہ کو اس ملک کی حکومت بخشی اور خود البیہ ہوتا ہوا دارالخلافت واپس آیا مگر ۲۵ھ میں ملکہ نیبلونہ نے خلاف معاہدہ عمل کیا جسکی فوراً مٹائی کر دی گئی۔

لے اس سے قبل اندلس کے بادشاہ امیر یا سلطان کہلاتے تھے اس ہی کے وقت سے یہ خلفائے اندلس کے نام سے مشہور ہوئے لہذا ہم نے یہی بیان بجائے سلطان کے خلیفہ لکھا ہے۔

عبدالرحمن ملک کے انصرام و انتظام میں مشغول تھا کہ ناگاہ خبر پہونچی کہ لیون میں خانہ جنگی ختم ہو گئی اور رومیر تانی تخت نشین ہوا۔ یہ شخص نہایت لائق اور شجاع تھا مگر اپنے متقدمین کی طرح بلکہ ان سے سہ چند متعصب اور عربوں کا دشمن تھا اسی اشار میں احمد ابن اسحق سلطان کا وزیر کسنگین جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ یہہامیہ ابن اسحق صوبہ داسر قسطہ کا بھائی تھا۔ جب اس کے قتل کی خبر امیہ کو پہونچی اس نے پاس نکم اور قوم اور مذہب کو بالائے طاق رکھا۔ رومیر سے اپنے بادشاہ کے خلاف سازش کی سلطان فوراً فوج لیکر تنبیہ کی غرض سے آیا امیہ میں اتنی قدرت کہان تھی کہ سلطان کا سامنا کرتا سرقسطہ سے بہاگ کر رومیر سے جا ملا اور اسپر عربوں کے فوجی راز ظاہر کر دئے لیکن عبدالرحمن بلاغون حلیقیہ کے پایہ تخت سمورہ تک چلا آیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا اس کی فوج کی تعداد ایک لاکھ تھی رومیر اس وقت اپنے پایہ تخت میں موجود نہ تھا اس یورش کی خبر سن کر فوج کثیر کے ساتھ آ پہونچا۔ ماہ شوال ۳۲۲ ھ میں ۳۲۳ ھ میں یہ جنگ النخدق شروع ہوئی شہر سمورہ اور اس کا قلعہ سات حکام بلند دیواروں سے گہرا ہوا تھا اور ہر دیوار کے بعد ایک نہایت عمیق اور پختہ خندق بنی ہوئی تھی۔ پہلے جو کچھ کہ اٹالیاں میدان میں ہوئیں اون میں عرب ہمیشہ کامیاب رہے

لیکن سوچ گھن کے تیسرے روز عیسائیوں نے بہت سخت حملہ کیا عرب ان کو  
 پسپا کرتے ہوئے شہر کی دو دیواروں کے اندر گھس گئے مگر خدقون کی وجہ سے  
 فوج کی ترتیب وقاعدہ باقی نہیں رہا۔ تیسری دیوار کے قریب عرب ہنوز سنبھلنے نہ  
 پائے تھے کہ عیسائیوں نے ایک دفعہ مڑ کر حملہ کیا اور ان کی مدد کے لئے  
 وہ فوج جو دیواروں کے پیچھے چھپی بیٹھی تھی مثل پانی کے ابل پڑی چار طرف سے  
 عربوں کو گھیر لیا خدقون میں جو عرب آگئے تھے ان میں سے ایک نہ بچا بیان  
 کیا جاتا ہے کہ قریب پچاس ہزار عرب کے خدقون میں ڈوب گئے جس زمانہ  
 سے کہ عربوں نے اس سرزمین میں قدم رکھا اس وقت تک ایسا حادثہ سخت  
 ان پر نہیں گزرا تھا۔ چوبیس ماندہ فوج اس آفت سے بچ کر نہایت بے ترتیبی سے  
 بہاگی تھی اوس کا تعاقب اگر رومیہ کرتا تو اوس کا قتل اور غارت ہو جانا نہایت  
 آسان امر تھا لیکن امیہ ابن اسحق نے رومیہ کو تعاقب سے روکا اور یہ خوف  
 دلایا کہ مبادا عرب جہازیوں میں نہ چھپے ہوں اور اس کی فوج پر پیچھے سے حملہ کر دیتیں  
 اور یہ فتح مبدل شکست نہ ہو جائے اور جو بے حسابا سباب و دولت کہ عرب  
 چھوڑ گئے ہیں ہاتھ سے نہ نکل جائے لیکن امیہ نے اب دیکھا کہ اس شکست  
 کے بعد عبدالرحمن چپ نہ بیٹھے گا بلکہ ایسا بدلے گا کہ پھر شاید کوئی عیسائی اس

ملک میں دکھائی دے۔ اس نے سلطان سے بعجز و اسحاق عفو خطا کی درخواست کی۔ خطا بخش عذریہ پیش سلطان نے درخواست کو فورا منظور کر لیا اور اس سیاہ رونمک حرام نے جس کی وجہ سے ہزار ہا عرب شہید ہوئے تھے اپنے تین بادشاہ کے قدموں پر ڈال دیا۔ اس شکست عظیم اور قتل عام سے خلیفہ ایسا متاثر ہوا کہ پہر اس نے بذات خود فوج کشی نہین کی لیکن ہر سال اپنے فوجی امیرون کو رومیہ کے مقابلہ کے لئے بھیجتا رہا جنہوں نے ایسا بدلہ عیسائیوں سے لیا کہ پہر رومیہ کو عربوں کے مقابلے کی جرات نہ ہوئی اور ان متواتر کامیابیوں کا اثر نہ صرف رومیہ پر ہوا بلکہ تمام عیسائی قوتیں قریب و دور کی اس قدر متاثر اور خفا ہوئیں کہ ہر بادشاہ نے سفیر عبدالرحمن کی دوستی اور رضامندی حاصل کر نیکی غرض سے قبرطہ بھیجے چنانچہ ۳۲۶ھ ۹۴۷ء میں قسطنطین شہنشاہ قسطنطنیہ نے بیش بہا تحائف بذریعہ سفیر بھیجے خلیفہ نے سفیر کا نہایت اعزاز و احترام کیا شہر کثرت آئینہ بندی اور آرایش سے مثل دواہن معلوم ہوتا تھا تمام فوج نئے سامان و اسلحہ سے آراستہ قصر اور دربار کی آراش کی تعریف نہین ہو سکتی تھی تحت پر خلیفہ رونق افروز گرد و پیش شہزادے اور والیان ملک اور ارکان سلطنت دست بستہ حاضر جس وقت سفیر اور اس کے ساتھی سامنے پیش ہوئے تو عرب و اب شاہی

اور دربار کی شان و شوکت دیکھ کر دنگ ہو گئے اور سر جھکا لئے تخت کے قریب  
 اگر آپ نے بادشاہ کا نام پیش کیا عبد الرحمن نے علمائے حاضر و بار کو حکم دیا  
 کہ وہ اسلام کی شان و شوکت اور بزرگی اور خلفائی اندلس کی فتوحات بیان کریں  
 لیکن حاضرین و دربار کے دلوں پر کچھ ایسا عجب چھا گیا تھا کہ ان مشہور علمائے  
 یکے بعد دیگرے ہر شخص نے تقریر شروع کی لیکن دو چار لفظوں سے زیادہ نہ  
 کہہ سکے۔ خلیفہ نے یہ دیکھ کر ولید عبد الحکم کے اتالیق ابو علی القالی کی طرف  
 اشارہ کیا۔ یہ حال ہی میں عراق سے اندلس آیا اور علم و فضل میں بے نظیر سمجھا جاتا تھا  
 مگر اس کو بھی یارائی گویائی نہ ہو ایہہ حالت دیکھ کر منذر ابن سعید اپنے مقام پر  
 کھڑا ہوا۔ گو مثل علمائے دیگر کے اس کا علم و فضل اس قدر مشہور نہ تھا لیکن اس نے  
 اس خوش اسلوبی اور نہایت شستہ تقریر میں خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی اور ایک ایسا  
 پر جوش برجستہ قصیدہ پڑھا کہ اہل دربار کی زبانوں پر تعریف جاری ہو گئی۔ خلیفہ اس قدر  
 خوش ہوا کہ اس کو اسی وقت قاضی القضاۃ کے عہدے سے سرفراز کیا۔ اس بابا  
 کے بعد عبد الرحمن نے کئی روز تک سفیروں کی مہانداری کی اور ہشام بن  
 ہزل کو اپنی جانب سے بصریغہ سفارت یونانی سفیر کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ کیا اور  
 یہ حکم دیا کہ دونوں سلطنتوں میں دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی غرض سے ایک معاہدہ

لکھو اے ہشام دو سال کے بعد کامیاب واپس آیا اس کے بعد ذوق  
 بادشاہ سلاو نیز اور شاہان المان اور فرانس نے یکے بعد دیگرے سفیر  
 عبد الرحمن کے پاس بھیجے سلطان ان سب سے نہایت اخلاق اور مروت  
 کے ساتھ پیش آیا اور مناسب جوابات و خلعت فاخرہ سے فرما کر ان سب کو نصرت کیا  
 جب اردوئی اور شاہ پرتگیزیوں نے وغیرہ نے دیکھا کہ دور کے بادشاہ  
 عبد الرحمن سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنا باعث فخر سمجھا اس کی خوشامد  
 کرنے میں تقدیم کر رہے ہیں امید ادا و شراکت سے بالکل مایوسی ہو گئی جب  
 ان کو اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی ناچار اپنے اپنے سفیر دربار سلطانی  
 میں روانہ کیے اور استدعا کی کہ ہم لوگوں کا دلی منشا یہ ہے کہ ہم خلیفہ کے ظل  
 عاطفت میں اپنی عمر بسر کریں جن ملکوں پر ہم اس وقت حکمران ہیں ان کو ہم عطیہ  
 سلطانی تصور کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ سلطان ہم کو اپنا مطیع اور فرمان بردار  
 سمجھ کر جو فوجیں کہ ہمارے ملکوں کی طرف بھیجی گئی ہیں وہ واپس کر لیا  
 اور جس قسم کا معاہدہ منظور ہوگا وہ لکھ دینے پر ہم بسر و چشم آمادہ ہیں۔ یہاں عفو خطا  
 کا دریا بہ رہا تھا صرف عرض کرنے کی دیر تھی کہ خلیفہ نے بحال مراحم خسروانہ و خوجو  
 قبول کیا اور فوجوں کی واپسی کا حکم دیا۔ دوسری وجہ ان بادشاہوں کے مطیع

اور منقاد ہونے کی بظاہر معلوم ہوتی ہے کہ ان ہی دنوں میں اردوئی ثالث  
کا انتقال ہوا تھا اور اس کا بھائی شانجہ ادس کی جگہ تخت پر بیٹھا۔ یہ واقعہ  
۳۶۴ھ ۹۵۵ء میں ہوا گو نزلیر حاکم قسطلہ جو اردوئی کے مرنے کے قبل  
شانجہ کو ادس کے خلاف مدد دے رہا تھا اب ایک دفعہ شانجہ کو چھوڑ کر اردوئی  
چہارم کا طرفدار بن گیا ادس لڑکے کو حلیقیہ کے تخت کا مالک قرار دیا اس لڑکے  
نے باوجود مغلوب ہونے کے دست ظلم و زیادتی دراز کر رکھا تھا اس خانہ جنگی کا  
نتیجہ یہ ہوا کہ شانجہ کو تخت چھوڑ کر اپنی نانی طوٹہ ملکہ اریو تہ کے پاس پناہ لینی پڑی  
اردوئی چہارم گو نزلیر کی مدد سے حلیقیہ کا حاکم بن بیٹھا خلیفہ ہی اپنی تجربہ کار  
نظرون سے اس خانہ جنگی کا تماشا دیکھ رہا تھا اور یہ خوب جانتا تھا کہ ان ہی لوگوں کی  
درخواست پر اس کو دست اندازی کا موقع ملنے والا ہے یہی ہوا کہ شانجہ کی تباہ  
حالت کو دیکھ کر ملکہ سے نہ رہا گیا اور اس نے اپنے زبردست معاون عبدالکریم  
سے امداد کی درخواست کی شانجہ کا موٹا پاعتدال سے بڑھ گیا تھا یہاں تک کہ  
نشست و برخاست دشوار ہو گئی تھی چونکہ ادس زمانہ میں قرطبہ علم و فضل کا مرکز  
بنا ہوا تھا اور یہاں کے حکماء حاذق دنیا میں مشہور اور اپنے علم و فضل میں منتظم  
سمجھے جاتے تھے ملکہ نے ایک طبیب کی درخواست کی سلطان نے اپنے خاص



حکیم کو شانجہ کے علاج کے لیے بھیجا لیکن صلح کی بند سلطان نے شرائط معاہدہ میں کسی قدر سختی کی مثلاً ایک شرط یہ تھی کہ چنڈ قلعہ جو نہایت مضبوط اور مشہور تھے وہ خلیفہ کے حوالہ کر دئے جائیں یہ شرط ایسی تھی کہ اس کا منظور کر لینا اور ریاست سے دست بردار ہو جانا یکساں تھا ایسی سخت پریشانی کی حالت میں ملکہ اپنے بیٹے شاہ نوار کے ساتھ عبدالرحمن کے پاس خاص دار الخلافہ میں آئی۔

یہ بہت ہی اخلاق سے پیش آیا اور اس کے حسب مراتب تواضع اور تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا اور بالآخر ازراہ ترجمہ اس کی درخواستوں کو منظور اور جود و اس نے چاہی تھی بغیر کسی سخت شرط کے دینے کا وعدہ کیا۔

عبدالرحمن کے مدبرانہ طرز فرمان روائی اور اخلاق عام کا ایسا اثر ہوا کہ جملہ بادشاہان یورپ نے سلسلہ سفارت کا برابر جاری رکھا اور اتحاد و باہمی اور بنامی دوستی کو مضبوط کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر جتنی اسلامی تاریخین کہ ہماری نظروں سے گزرین اوں سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ شوق حکومت اور بغض و عناد نے مسلمانوں کے دلوں میں ایسی جڑیں بکھڑیں تھیں کہ جن سے ہر بادشاہ اسلام کو کم و بیش نقصان پہنچا۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ مسلمان یہ جانتے تھے کہ ایسا رعایا پرور اور بیدار مغرب بادشاہ جس نے انکی ڈوبتی ہوئی ناک کو اپنی لیاقت

اور جو انمردی سے سنبھال لیا اور جس نے اپنی سلطنت کو اس قدر وسیع کیا کہ  
 عبدالرحمن اول کے دور کو لوگ بہول گئے نہ ہوا اور نہ ہوگا لیکن پہر ہی  
 اس کی مخالفت اور اس کو نقصان پہونچانے میں کوئی سہلو اوٹھانہ رکھا ہاں  
 از روی انصاف اتنا کہ دنیا ضرور ہے کہ عوام الناس ہمیشہ اپنے بادشاہ کے  
 طرفدار اور امر کی مخالفت اور ارکان خاندان شاہی کی خانہ جنگی سے ہمیشہ بری  
 اور متنفر رہے ۹۳۹ء مطابق ۳۵۹ھ میں ایک فقیہ عبدالباری نامی کے  
 ورغلانے سے خلیفہ کے چھوٹے لڑکے شہزادہ عبداللہ نے جو بوجہ پابندی  
 صوم و صلوٰۃ الزاہد کے لقب سے مشہور تھا اپنے باپ اور بڑے بہائی  
 الحکم دونوں کے قتل کی سازش کی مگر قبل اس کے کہ یہ لوگ اپنے ارادے  
 کو پورا کریں اس واقعہ کی اطلاع عبدالرحمن کو پہونچی وہ روز عید الضحیٰ کا تھا۔  
 خلیفہ نے جو کہ سختی اور نرمی دونوں میں مشہور تھا اسی وقت عبداللہ کو گرفتار کیا  
 اور عید ہی کے روز اس کو قتل کر ڈالا عبدالباری کو جو اس وقت قید میں  
 تھا جب اس واقعہ کی خبر پہونچی تو اس نے فوراً خود کشی کر لی۔

اندلس میں یہ جگہ بڑے ہو رہے تھے اور افریقہ میں ایسے واقعے  
 درپیش ہوئے کہ جن سے عبدالرحمن کو ایک عمدہ موقع اس ملک کی تسخیر کا ملا۔ اس

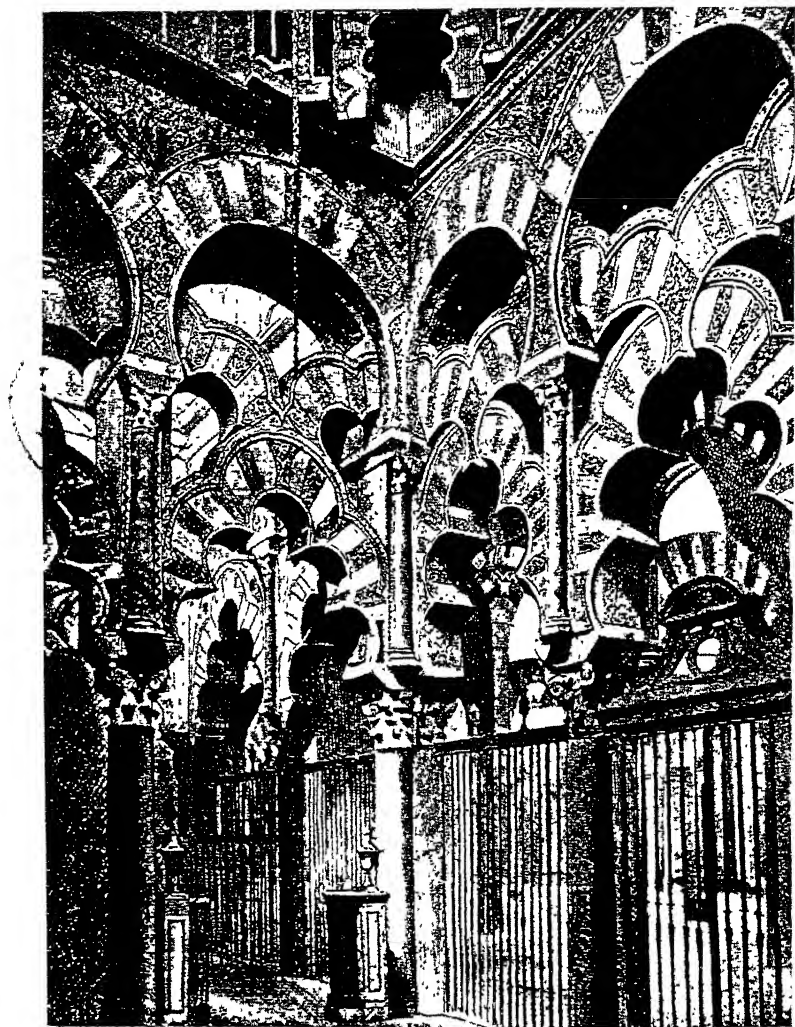
یلغار افریقہ کی خاص وجہ یہ ہوئی کہ خاندان بنی فاطمہ افریقہ کو فتح کرتے  
 ہوئے اندلس کے قریب تک چلے آئے تھے اور چونکہ بنی فاطمہ اور بنی امیہ میں خاندانی  
 مخالفت چلی آتی تھی سوا حل افریقہ کا مخالفون کے قبضے میں چلا جانا سخت ناگوار  
 گزرا۔ خلیفہ نے فوراً ایک بیڑا جہازوں کا سامان حرب سے آراستہ بنی اندلس  
 اور بنی صالح کی مدد کے لیے بھیجا۔ افریقہ کی جنگ کا ذکر ہم کچھ اوپر ہی کر آئے  
 ہیں اور یہ بتا آئے ہیں کہ اوس ملک میں مذہبی نزاع پیدا کر کے عبدالرحمن  
 نے کیا فائدہ اٹھایا لیکن سلسلہ قائم رکھنے کی غرض سے اون واقعات کا ذکر  
 کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جن کی ابتدا ۱۱۸۳ء سے ہوئی۔ اس سنہ میں عبداللہ  
 جس کا مذہب تشیعی تھا ملک افریقہ کے شرعی حصہ کو اپنے دائرہ حکومت میں لایا  
 اور اپنے امیر صالح ابن جالس کو یحییٰ ابن ادریس بادشاہ فاس کی مقابلہ  
 کے لیے بھیجا۔ مصلح نے یحییٰ کو شکست دیکر شہر فاس کا محاصرہ کر لیا لیکن اوس وقت  
 اس ملک پر پورا قبضہ نہ کر سکا۔ ۱۱۸۴ء میں اس امیر نے پھر فاس پر حملہ کیا اور  
 یحییٰ ابن ادریس گرفتار قتل ہوا لیکن کچھ عرصے کے بعد یحییٰ کے ایک رشتہ دار  
 الحسن نامی نے فاس کو فتح کیا اور بادشاہ بن مہیہا تھوڑے ہی روز میں موسیٰ  
 ابن العافیہ نے جو منجانب شاہان بنی فاطمہ مغربی حصے کا گورنر تھا اس کے ساتھ

فاس کو فتح کیا اور احسن کو قتل کر ڈالا۔ ۳۳۳ء میں خاندان بنی ادریس نے  
 پہر اس ملک کو سوائے شہر فاس کے فتح کیا تھوڑے زمانے تک خاندان  
 بنی ادریس نے کسی قدر بے فکری سے حکومت کی مگر ابو العیش احمد کے عہد  
 حکومت میں بنی فاطمہ نے اس پر اتنے حملے کئے کہ اس نے بحالت مجبوری  
 عبدالرحمن سے مدد کی درخواست کی اس نے مدد دینے سے قبل قلعجات  
 طنجة و سوطا یرمال میں طلب کیے ابو العیش نے ان قلعوں کے دینے  
 سے انکار کیا۔ خلیفہ نے فوراً جہازی بیڑے سواحل افریقیہ کی طرف روانہ کیے۔  
 اور قلعوں پر بحیرہ قبضہ کر لیا جس کا اثر قرب وجوار کے روسا پر یہ ہوا کہ یہ لوگ مع  
 ابو العیش کے قرطبہ آئے اور عبدالرحمن کو اپنا سرپرست اور بادشاہ تسلیم کیا  
 خاندان بنی صالح کے لوگ بھی اندلس میں داخل ہوئے اور اس ملک میں  
 بود و باش اختیار کی۔ غرض کہ سلطان عبدالرحمن نے اس تمام افریقیہ کے  
 حصے کو فتح کر لیا جو مغرب الاقصیٰ کے نام سے موسوم ہے۔

سلطان عبدالرحمن ثالث کی عمر اب قریب ستر برس کے آہونچی تھی  
 جو کار نمایان اس سے اس پچاہ سالہ حکومت میں ظہور میں آئے ان کا مفصل ذکر  
 ہم اوپر کرتے ہیں میں برس کی عمر میں یہ اپنے موروثی تخت پر متمکن ہوا تھا یہ وہ

زمانہ تھا کہ سوائے شہر قرطبہ کے اور سب صوبے خود مختار ہو گئے تھے اور  
 خانہ جنگی کا بازار گرم تھا۔ قزاق اور راہزن تمام ملک میں بلا خوف و خطر عایا کے  
 جان و مال کو تباہ کر رہے تھے۔ اندلس کے جنوب کی جانب مغرب الاقصیٰ  
 میں خاندان بنی فاطمہ حکومت کر رہے تھے اور اندلس میں داخل ہونے کا موقع  
 ڈھونڈتے تھے۔ شمال کی جانب عیسائی اندلس کو لینے کی فکر میں تیار یاں  
 کر رہے تھے۔ ایسی طوائف الملوکی کے زمانہ میں عبدالرحمن ثالث اپنے  
 دادا عبدالرحمن اعظم کے قائم کیے ہوئے تخت پر بیٹھا۔ اس کو تخت نشین ہوئے  
 بیس سال بھی نہ گزرے تھے کہ ملک کے چاروں طرف سے امن و امان کی  
 ہوا چلنے لگی۔ سختی سیاست سے بد معاشوں کا نام و نشان تک بھی نہ رہا چونکہ امراء  
 عرب اور ارکان سلطنت اس زمانہ ملاطمت میں موقع پا کر خود مختار بن بیٹھے تھے ان کی  
 قوتوں کو توڑنے کی غرض سے اپنے غریب ملازمین کو انہیں کے مساوی خطاباً  
 اور جاگیریں عطا کیں۔ عیسائیوں کی قوت کو اتنا توڑا کہ شاہنشاہ قسطنطنیہ اور بادشاہ  
 فرانس و اطلی و جرمن نے نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ سفارتین  
 قرطبہ بھیجیں اور خلیفہ اندلس سے اتحاد و دوستی پیدا کرنے کی کوشش کی یورپ  
 اور افریقہ میں عبدالرحمن کی لیاقت و فراست اور بہادری ضرب المثل ہو گئی تھی

اور اس کی قدر دانی علم و فن نے ان مشہور لوگوں کو جمع کر لیا تھا جو دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔  
 عبدالرحمن نے مختلف ذرائع آمدنی کے ایجاد کیے تھے۔ چوتن لاکھ  
 اسنی ہزار دینار اصل مالگزاری داخل خزانہ عامہ ہوتے تھے۔ علاوہ اسکی سات لاکھ  
 پنسیسٹھ ہزار دینار مختلف ذرائع سے وصول ہوتے تھے۔ یہ تمام آمدنی  
 ملک کی ملک اور رعایا ہی پر خرچ کی جاتی تھی علاوہ اس کے جو روپیہ کہ بطور  
 خراج و جزیہ عیسائیوں اور یہودیوں سے وصول ہوتا تھا وہ خاص خزانہ شاہی  
 میں داخل کر دیا جاتا تھا اور اس آمدنی کی کوئی تعداد معین نہ تھی نہ کوئی باضابطہ  
 حساب اس کار کہا جاتا تھا اس میں سے ایک ثلث فوج اور اعیان و ملازمان  
 سلطنت پر خرچ ہوتا تھا۔ ایک ثلث خاص سلطان کی حبیب خاص کے لیے  
 مقرر تھا۔ باقی کل رقم عمارات اور یون اور ملک کی سڑکوں وغیرہ وغیرہ پر خرچ کی جاتی  
 تھی۔ اس کے زمانہ حکومت میں شہر قرطبہ خوبصورتی اور ہر قسم کی آرائش میں اپنا  
 نظیر نہیں رکھتا تھا عبدالرحمن کو ہر طرح کی عمارات کا کمال شوق تھا جن کے آثار  
 اس وقت تک اس زمانہ کی بے نظیر صنعت و حرفت کو ظاہر کر رہے ہیں قرطبہ  
 کی مشہور مسجد اور قصر الزہراء عمارتیں ہیں جو دنیا میں حسن و خوبصورتی اور صنعت معماری  
 میں بے مثل و بے عدیل ہیں۔ اس زمانہ جدید میں اگرچہ اہل یورپ ہر چیز میں



مسجد قرطبه کی محرابین

معاذ اللہ خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں تاہم ان عمارات کو عجوبہ روزگار سمجھتے ہیں  
 مسجد کی تعمیر فی الحقیقت عبدالرحمن اعظم کے زمانہ میں شروع ہوئی تھی اور  
 ہشام نے اس کو اختتام تک پہنچایا تھا لیکن ان کے بعد ہی ہر بادشاہ  
 مسجد کے بڑھانے اور مشین کرنے میں دولت کی پروا نہیں کی۔ اس مسجد کا  
 طول شرق سے غرب تک قریب قریب پانچ سو فٹ کے تھا اور اس کی  
 خوشنما محرابیں ایک ہزار چار سو سترہ سنگ مرمر کے ستونوں پر قائم تھیں جن پر  
 سنہرا کام کیا ہوا تھا۔ محراب اس مسجد کی سات سنگ مرمر کے ستون پر قائم  
 اور اس قدر بلند اور خوبصورت تھی کہ صرف اسی کے دیکھنے کے لیے دور دور  
 سے لوگ آتے تھے محراب کے قریب ایک بلند ممبر خالص ہاتی دانت اور  
 چھتیس ہزار مختلف رنگ اور وضع کی لکڑی کے ٹکڑوں سے بنا اور ہر قسم کے  
 جواہرات سے جڑا ہوا رکھا تھا۔ اس ممبر ہی کی قیمت (۳۵۰,۰۰۰) دینار تھے  
 اور سات برس میں جا کر تیار ہوا تھا عبدالرحمن ثالث نے قدیم مناروں کو  
 گرا کر ایک نیا مینار اکیس سو آٹھ فٹ بلند تیار کر لیا جس میں چڑھنا وترنے کے دو  
 لہ فی دینار تقریباً ۱۰۰ روپے کے حیر آباد کن کے برابر تھا۔ جسٹس امیر علی نے اپنی کتاب تاریخ عرب میں مینار  
 کی قیمت ساڑھے تیرہ لاکھ لکھی ہے۔



زینے تھے اور ہر زینہ میں ایک سو سات سٹیریاں تھیں اس مسجد میں دس ہزار  
 جہاڑ روشنی کے چھوٹے بڑے جلا کرتے تھے جن میں سے تین سب میں  
 بڑے جہاڑ خالص چاندی کے اور باقی پیتل کے تھے۔ بڑے سے بڑے  
 جہاڑ میں ایک ہزار چار سو اسی پیالے روشن ہوتے تھے اور ان تین چاندی  
 کے جہاڑوں میں چھتیس سیریل جلا کرتا تھا تین سو ملازم اور خدام اس مسجد پر متعین  
 تھے جو جدید تعمیر اس عہد میں کی گئی اس پر دو لاکھ بیسٹھ ہزار پانچ سو تین دینار خرچ ہوئے تھے  
 عبدالرحمن نے علاوہ مسجد مذکور کے قرطیہ سے چار میل کے فاصلے پر  
 جبل العروس کے پرنسز دادامن میں ایک رفیع الشان قصر تیار کیا اور اس کو اپنی  
 محبوبہ کنیز الزہرا کے نام سے موسوم کیا یہ اس قدر وسیع عمارت تھی کہ اس کو  
 قصر نہیں بلکہ مدینۃ الزہرہ کہتے تھے اور فی الحقیقت یہ ایک چھوٹا شہر تھا جس میں  
 علاوہ شاہی مکانات اور متعدد باغات کے ہزاروں ملازمین اور فوج شاہی کے  
 لیے علیحدہ عمارتیں تیار کی گئی تھیں اس محل کی وسعت کا صرف اسی سے اندازہ  
 ہو سکتا ہے کہ اس کے حدود کی دیواروں میں پندرہ ہزار بلند اور مشین دروازہ نصب تھے  
 جس وقت یہ قصر ایک کروڑ پچاس لاکھ دینار سرخ کی لاگت سے تیار ہوا اور سلطان  
 مع الزہرا کے اس میں رونق افروز ہوا اور دونوں نے اس مرغزار کو جہر و کون سے



مسجد قوطبہ کی قندیل

دیکھا سانسے قصر شاہی سنگ مرمر کی عمارات اور برجوں اور میناروں سے آراستہ  
 مثل موتی کے دکھائی دیتا تھا اور اس کی پشت پر ایک کوہ سیاہ سرفراک کشیدہ  
 اپنا لطف علیحدہ دیر با تھا اگر تھیرا نے جس وقت اس بے نظیر سما کو دیکھا تو اس  
 سیاہ پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا یا امیر المومنین یہ قصر مثل ایک معشوقہ نازنین  
 کے ہے جو بصدناز و انداز اس حبشی کے پہلو میں تنگن ہے عبد الرحمن نے  
 یہ جملہ سن کر حکم دیا کہ یہ پہاڑ اسی وقت بج و بن سے کہو دڈالا جائے یہ سن کر  
 امراسی دربار نے خلیفہ سے کہا کہ انسان کی کیا مجال کہ کوہ کو جنبش تک دے سکے  
 اس کا اس مقام سے علیحدہ کرنا اوسی خالق حقیقی کے دست قدرت میں ہے  
 جس نے اس کو اور ہم کو پیدا کیا۔ اس تھیرے عبد الرحمن ہی اپنے  
 دل میں قایل ہوا اور یہ حکم دیا کہ اس کوہ کو فوراً صاف کر کے تہ سے چوٹی تک  
 درختا ہی میوہ دار مثل بادام اور انجیر وغیرہ کے نصب کیے جائیں چنانچہ ایسا ہی  
 ہوا اور اس حبشی نے سبز پوشاک زیب بدن کی درختا ہی میوہ دار نے اپنی خوشبو  
 سے اس دشت کو معطر کر دیا طول اس قصر کا تقریباً چار میل اور عرض قریب تین  
 میل کے تھا۔ ۳۲۵ء میں اس کی تعمیر شروع ہوئی تھی اور پچیس سال میں ختم ہوئی۔  
 دس ہزار عمار اور مزدور اور قریب قریب چار ہزار اونٹ اور خچر دن روزانہ اس کے

بنانے میں کام لیا جاتا تھا۔ قصر چار ہزار تین سو سولہ برجوں اور ستونوں پر اقسام کے  
 پتھروں مثل سنگ مرمر وغیرہ کے بنے ہوئے تھے قائم تھا ان ستونوں  
 میں سے بعض ستون بادشاہان یورپ مثل فرانس اور قسطنطنیہ وغیرہ نے  
 تحفہ عبد الرحمن کو بھیجے تھے باقی خاص اندلس کے معادن کے  
 تھے کچھ سنگ مرمر معمار عبد اللہ اور حسن ابن محمد اور علی ابن جعفر کی بگرائی  
 اور ذریعہ سے افریقہ سے بھی منگایا گیا تھا ان ستون کو اندلس پہنچانے کی  
 اجرت دس دینار سرخ فی ستون مقرر کی گئی تھی۔ قصر میں دو فوارے نصب  
 کیے گئے تھے۔ ایک جو سب سے بڑا تھا بچرس کا تھا اور بچر سعد طبع کیا گیا تھا  
 کہ خالص سونے کا معلوم ہوتا تھا اور اس پر نہایت خوشنما انسانی صورتیں بنی ہوئی  
 تھیں احمد یونانی اور ربیع پادری اس فوارہ کو قسطنطنیہ سے لائے تھے۔  
 چھوٹا فوارہ سنگ سبز کا شام سے منگوا گیا تھا یہ اس قدر خوبصورت تھا کہ خلیفہ  
 نے اس کو قصر المونس میں نصب کرنے کا حکم دیا تھا۔ بارہ پرند اور چرند جانور  
 صورتیں مختلف جواہرات اور سونے سے بنی ہوئی اس میں لگائی گئی تھیں اور ہر  
 جانور کے منہ اور چونچ میں سے پانی کا فوارہ جاری ہوتا تھا اس فوارے میں کارگر  
 نے وہ دستکاری ظاہر کی تھی کہ جن اہل یورپ سیاہون نے اس کو اپنی آنکھوں سے

دیکھا ہے بیان کرتے ہیں کہ دیکھنا اور سننا تو ایک طرف خواب و خیال کو بھی  
 یہاں مجال دخل نہ تھی اس قصر کا ایک حصہ قصر الخلفا بھی قابل دید تھا اس کی  
 یہ چھت طلائی بغیش اور سنگ مرمر سے جو ایسا صاف و شفاف تھا کہ دوسری طرف  
 کی چیز مثل آئینہ کے نظر آتی تھی جی ہونی اور باہر کی جانب سونے اور چاندی کے  
 سفالوں سے سجی ہوئی تھی اس کے وسط میں ایک خوبصورت مرصع فوارہ نصب تھا  
 جس کے سر پر وہ مشہور موتی جڑا تھا جس کو شہنشاہ یونان نے بطور تحفہ کے  
 عبدالرحمن الناصر کو بھیجا تھا۔ سوائے اس فوارہ کے قصر کے بیچ میں ایک  
 فوارہ نمائش پارہ سے لبریز رکھا تھا اس قصر کے گرد آئینہ نہایت خوشنما ہاتی دانت  
 کے چوکھٹوں میں جڑے اور مختلف اقسام کی لکڑیوں کے مرصع دروازہ سنگ مرمر  
 اور بلوری چوکھٹوں پر نصب تھے۔ جس وقت یہ دروازے کھول دیئے جاتے اور  
 آفتاب کی شعاع سے مکان روشن اور منور ہوتا تھا کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ اسکی  
 چھت اور دیواروں کی طرف نظر نہ کر دیکھے سکے اس حالت میں اگر پارہ ملا دیا جاتا تھا تو  
 یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام مکان جنبش میں ہے۔ جو لوگ اس راز سے واقف نہ تھے  
 وہ مکان کو فی الحقیقت جنبش میں سمجھ کر بے حد خائف ہوتے تھے۔ اس قصر کے  
 انتظام اور نگہبانی کے لیے تیرہ ہزار سات سو پچاس ملازم اور تیرہ ہزار تین سو سی

غلام قوم نصاریٰ متعین تھے۔ اندر حرم سرا کے چہ ہزار عورتیں خدمتگزاری کے  
 لیے حاضر رہا کرتی تھیں۔ حوضوں میں روزانہ بارہ ہزار روٹیاں علاوہ اور اشیاء  
 کے پھیلون کے لیے ڈالی جاتی تھیں۔ غرض مدینۃ الزہرہ و محل شہی نادر الوجود  
 تھا جس کی تعریف سن کر دور سے تماشادوست اور سیاحان جہان آتے تھے اور  
 اس کی وسیع سنگ مرمر کی عمارات۔ دربار خاص و عام کی شان و شوکت۔ اس کے  
 باغات کا پُر فضا سما جہان ہزار ہا فوارے چھوٹے ہوتے اور نہرین اور حوض بہتے  
 پانی سے چلکتے ہوئے۔ سایہ دار درخت نہروں پر سایہ نلکے۔ شاخاے میوہ دار  
 میوہ کو جوہر بنیں تک جہی ہو مین یک کھنجر تماشاً ہو جاتی تھی ہزار ہا لڑکوں اور لڑکیاں خوش رو اور  
 خوش وضع زرق برق لباس اور زیورین ڈوبی ہوئیں خدمت کے لیے دست بستہ  
 حاضر افسران فوج تجربہ کار جنگ آزمودہ فن سپہ گری میں بختیائی زمانہ۔ امرا و ارکان  
 دولت اور علماء وقت اپنی اپنی جگہ پر حاضر۔ یہ قصر کیا تھا خلافت اندلس کی شان  
 و شوکت اور عظمت و بزرگی اور رعب داب کا مرکز تھا۔ عربوں نے اپنی صنعت و  
 حرقت کو اس قصر خیمہ کر دیا تھا اور اس کو اپنی صنعت و حرقت اور دستکاری کی  
 نمائش گاہ بنا دیا تھا۔ افسوس صد ہزار افسوس کہ عیسائیوں نے جو اس زمانہ  
 میں ویشیوں سے بھی بدتر تھے اس عجبہ روزگار عمارت کا نشان تک باقی نہ رکھا

ان کے عناد اور حسد اور مذہبی تعصب نے مسجد وں کو شہید کیا۔ قبر وں کو توڑا اور ہڈیاں جو باقی رہ گئیں تھیں ان کو ہوا میں اُڑا دیا۔

عبدالرحمن الناصر کے انتقال کے بعد اس کے کاغذات میں ایک پرچہ اس ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا اس میں ان دنوں کا ذکر تھا جو اس نے اپنے زمانہ حکومت میں آرام اور خوشی کے ساتھ گزارے تھے اور صرف یہ چودہ روز تھے جن میں اس کو اپنی تمام عمر میں عیش و آرام کا موقع ملا تھا۔ خیال کرنا چاہئے کہ یہ کس قدر بلند خیال اور جفاکش بادشاہ تھا جس نے اپنی تمام عمر اور اپنا تمام وقت اپنی سلطنت کے انصرام اور اپنی عزیز رعایا کی خدمت میں صرف کیا۔ اپنے عیش و آرام بلکہ اپنی صحت کی بھی پروا ان امور کے مقابلہ میں نہیں کی۔

عبدالرحمن کو ہرگز منظور نہ تھا کہ کروڑ ہا روپیہ لوازمات شاہی میں خرچ کیا جائے لیکن وہ خوب جانتا تھا کہ بغیر ان باتوں کو اختیار کیے ملک کا متول اور مملکت کی عظمت و جبروت کا کوئی اثر دوسرے معاصر بادشاہوں کے دلوں پر نہیں پڑے گا اس نے محض اپنی سلطنت کی وقعت اور بزرگی کو بڑھانے کی غرض سے امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا تھا جس کے مستحق حقیقت میں شاہان عباسیہ تھے۔ علم دوست اس قدر تھا کہ اس کے دربار میں وہ علمائے کامل اور حکماء حاذق اور صنائع روزگار

جمع تھے جن کی بزرگداشت یہ اپنا باعث فخر سمجھتا تھا پانچ ایک روز کا واقعہ ہے کہ خلیفہ نے مکان بنانے کی غرض سے ایک مقام کو پسند کیا اور اس کی خرید و فروخت کا حکم دیا۔ اتفاق سے وہ مکان یتیم بچوں کا نکلا اور یہ بچے قاضی القضاۃ قاضی متدر البلوٹی کی نگرانی میں تھے قاضی مذکور علم فقہ اور حدیث کا مشہور عالم تھا اور عبدالرحمن بوجہ فضل و کمال اس کی دل سے تعظیم کرتا تھا جس وقت قاضی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اس نے جائیداد کے فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ یتیموں کی جائیداد اس وقت منتقل ہو سکتی ہے جبکہ ان تین شرطوں میں سے کوئی ایک شرط پوری ہو۔ یا تو کوئی سخت ضرورت لاحق ہو یا جائیداد کے تلف ہو جائے گا اندیشہ ہو یا یہی قیمت ملتی ہو کہ جسکے منظور کرنے میں یتیموں کا آئندہ فائدہ متصور ہو فی الحال ان شرائط میں سے کوئی شرط موجود نہیں ہے اور جو قیمت ملا زمان شاہی نے اس جائیداد کی تجویز کی ہے وہ بہت ہی کم ہے خلیفہ نے یہہ دیکھا کہ قاضی بغیر قیمت بڑھائے باز نہ آئے گا اور قاضی کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں خلیفہ اس مکان کو جبراً لے لے۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ مکان منہدم کر دیا جائے بعدہ زمین دونی قیمت پر شاہی ملازمان کے ہاتھ فروخت کر دی جس وقت عبدالرحمن کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اس نے فوراً قاضی کو طلب کیا اور مکان کے گرا دینے کا سبب پوچھا مندر البلوٹی نے



بلا خوف عرض کیا کہ جس وقت میں نے مکان کے گرائے کا حکم دیا تھا اس وقت  
 وہ واقعہ یاد آیا جہاں چند غیر آپ کی ایک جہاز کے ذریعہ سے اپنی گزران کرتے تھے  
 لیکن جہاز کو بہت ہی شکستہ حالت میں رکھتے تھے اس لیے کہ اس ملک  
 کے بادشاہ میں یہ بڑی عادت تھی کہ جس کے پاس ایسا جہاز دیکھتا تھا جبراً  
 چھین لیتا تھا۔ یہ اشارہ قرآن شریف کی آیت کی طرف تھا عبد الرحمن یہ سن کر  
 خاموش ہو گیا اور اس روز سے قاضی کو اور زیادہ عزیز رکھنے لگا منذر البلوطی  
 کا انتقال ۵۳۵ھ میں ہوا۔ اس کی متعدد مشہور تصانیف علم فقہ اور دلائل فلاسفہ  
 کے رد میں موجود ہیں۔ علاوہ اس کے فن عروض اور شعر و سخن میں کمال و نگاہ  
 رکھتا تھا۔ چنانچہ جو تاریخین مثل الفتح اور حیان وغیرہ ہماری نظروں سے گزری ہیں  
 وہ تمام قاضی کی تعریف سے بھرے ہیں علاوہ المنذر البلوطی اور بہی علماء اور حکماء  
 جو اس کے دربار کی زیب و زینت تھے ان کے نام نامی یہ ہیں احمد عبد الحمید  
 جس کا قصیدہ موسوم بہ عقد مشہور ہے اور خلف ابن عباسی الظہری اس کے دربار  
 کا مشہور طبیب اور عبد اللہ ابن یونس المرادی اور ابو بکر الزبیدی اور محمد القہستانی  
 اور ابراہیم ابن الشہبانی اس کے وزراء تسلطت میں موسیٰ  
 ابن جدیر۔ عبد الملک ابن جہور۔ عبد اللہ ابن العلیٰ اور احمد

عبدالملک ابن شہید یہ لوگ مشہور گزرے ہیں آخر الذکر وزیر اس وجہ سے زیادہ تر مشہور ہوا کہ اس نے عبدالرحمن کو لاکھوں روپیہ خرچ کر کے پیش بہا پھیر دیا اور اسے منکا کر بطور تحفہ نذر گزرائی تھیں۔

ایک روز عبدالرحمن الناصر نے فصد لینے کی غرض سے اپنے طبیب کو طلب کیا۔ طبیب چاہتا تھا کہ نشتر لگائے دفعتاً ایک مینا اڑتی ہوئی مکان کے اندر آئی اور سونے کے گلدستہ پر جو قریب رکھا تھا بیٹھ گئی اور نہایت صاف الفاظ میں شمع گلاس خوش آوازی سے ادا کیا کہ سلطان پٹر گیا۔

بَا مِيرَ الْمُؤْمِنِينَ  
فِيهِ فُحِّي الْعَالَمِينَ

أَيُّهَا الْفَاصِدُ رَفُفًا  
إِنَّمَا تَقْصِدُ عِرْقًا

اور دریافت کیا کہ یہ مینا کسکی ہے۔ قبل اس کے کہ حاضرین میں سے کوئی جواب دے مینا نے خود بیان کیا کہ میں مرجانہ والدہ ولی عہد الحکم مستنصر باللہ کی مینا ہوں عبدالرحمن یہ سن کر اور زیادہ خوش ہوا اور بطور تحفہ اپنی بی بی مرجانہ کو میں ہزار دینار شمع امیر المؤمنین عبدالرحمن الناصر لدین اللہ شہید میں پیدا ہوا تھا۔ اور ۲ رمضان ۳۷۷ھ میں ۷۳ سال کی عمر میں اپنے قصر الزہراء میں انتقال کیا۔

۱۔ اے فصد کہو! والے نرمی سے امیر المؤمنین کی فصد کہو! اے سیکے جس گ پر توشہ لگایا جاتا ہے گیل و سکی جو زندہ کرے والا عالم کو مکتا



الحکمرانی کی تحفہ نشینی۔ عیسائیوں سے محاربات۔ اردو کی چارم کا قریبہ آنا۔ سفرون کا

قریبہ آنا۔ قسطلہ کی شہزادی کا قریبہ آنا۔ واقعات افریقہ علم کا شوق کتب خانہ۔ ذاتی حالات اور اصلاحی

امیر المؤمنین عبدالرحمن الناصر لدین اللہ کے انتقال کے دور و ز بعد تاریخ  
 ۵ رمضان المبارک ۳۵۷ھ بم ۱۱۶۶ء الحکمرانی اپنے موروثی تخت خلافت پر  
 جلوس فرما ہوا اور بروز جشن عام تمام فوج رزق برق لباس اور نئے سامان جنگ  
 سے آراستہ اس کے خاص رسالہ سونے اور چاندی کے زرہ بکتر پہنے اور تہیا  
 جواہر نگار جسم پر لگائے ہوئے موجود۔ یہی سما قابل دید تھا۔ بعد معائنہ فوج الحکم  
 نے دربار عام کیا۔ دونوں طرف امرای سلطنت اور ارکان دولت حسب مرتبہ  
 جواہر نگار کرسیوں پر ٹمکن پشت پر ملازمان خاص دریائی جواہرین غرق دست بستہ  
 حاضر خلیفہ کے بہائی ابو مروان عبداللہ الاصبغی اور عبدالعزیز وغیرہ موجود رہا  
 میں ایک روز قبل سے حاضر نہیں ہوئے تھے اول کو بذریعہ وزیر جعفر ابن عثمان

اور موسیٰ ابن احمد طلب کیا اور حکم دیا کہ یہ لوگ اگر حاضری سے انکار کریں تو جبراً حاضر کیے جائیں۔ چنانچہ حسب الحکم یہ شہزادے بھی تخت سلطانی کے جس پرسوں کا چتر سایہ فگن ہتا چپ و راست حاضر تھے۔ قصر شاہی کے دروازہ سے لیکر دربار تک دونوں طرف جیشیوں کا رسالہ اور سلطان کی خاص فوج نکلی تو اربابین لئے ہوئے صف بستہ کھڑی تھی۔ باہر ٹرکون پر بھی دونوں جانب فوج با ساز و سامان حاضر تھی۔ الغرض الحکم کے تخت پر جلوس فرماتے ہی پہلے شاہزادے تخت کے سامنے بڑھے اور خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیکر اطاعت و فرمانبرداری کا حلف کیا ان کے بعد امراء مملکت حسب مراتب آگے آئے اور بیعت کی رسوم ادا کرتے گئے پہر خاص فوج سلطانی نے جان نشاری اور خیر خواہی کا حلف کیا۔ عوام الناس کے لئے عسائی ابن فطیس دوسرے مکان میں حلف لینے کے لئے حاضر تھا۔ ان مراسم کے ادا ہونے کے بعد دربار برخواست ہوا۔ سوائے شہزادوں اور وزیروں کے اور سب کو جانے کی اجازت دی گئی

لہ المقری رسم بیعت کا رواج شام اور بغداد میں بھی تھا گو خلیفہ اپنے حیات اپنا جانشین نامزد کرتا تھا لیکن امراء رعایا کی منظوری لازمی تھی لہذا رسم بیعت سلطنت کے قواعد میں جزو اعظم سمجھی جاتی تھی امکان ناخدا ان ہی امراء سلطنت خود کے بعد دیگرے اپنا ہاتھ سلطان کی ہاتھ میں رکھ کر اطاعت جان نشاری کا حلف کرتے تھے اور فوج کی بیعت بذریعہ امراء ہوتی تھی۔

شہزادوں کو قصر الزہرا میں رہنے کا حکم ہوا۔ حکم نے اپنے باپ کو وقت کے  
وزیروں کو اپنی خدمتوں پر بحال رکھا اور بعض اصرقلی کو اپنا حاجب مقرر کیا  
اس امیر نے ایک رسالہ سو فرانسسی سواروں کا مسلح اور تین سو بیس مختلف  
اقسام کے زرہ بکتر۔ تین سو خود فو لادی اور پچاس خود چوبی۔ تین سو یورپ  
کی بنی ہوئی تلواریں۔ ایک سو سلاطینہ سپر اور دس زرہ بکتر لٹس چاندی کی جن پر  
طلائی کام کیا ہوا تھا اور اسی قسم کی بیش بہا اشیاء بطور تحفہ پیش کیں۔

✽

سردی عیانی بادشاہوں کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی  
خلیفہ انتقال کرتا تھا تو یہ ضرور نئے خلیفہ کے اوایل زمانہ میں سرکشی کرتے تھے  
اور اگر افسون سازش چل جاتا تھا تو اندلس پر حملہ ہی کر بیٹھتے تھے۔ اپنے  
اس ہی قاعدہ کے موافق الجلا القتہ نے سرحدین داخل ہو کر مسلمانوں کو تکلیف  
دینی شروع کی اگر حکم ان کی تنبیہ و تادیب کے لئے فوراً فوج نہ بھیجتا تھا تو آگے  
چل کر یہ بڑی فوج سے عربوں کا مقابلہ کرتے۔ جس وقت خلیفہ کو سرحدی واقعہ  
کی اطلاع ہوئی یہ بذات خود فوج کثیر لیکر حلیقیہ کی طرف روانہ اور قرطوبہ  
غند شلب کی ریاست میں داخل ہوا قلعہ شدت اشیتن کو فتح اور منہدم  
کر کے منظر اور منصور قرطبہ واپس آیا۔ لیکن الجلا القتہ نے اس قدر تنبیہ کی

پروانہ کی اور بغاوت کو برابر جاری رکھا الحکم نے اپنے پروردہ امیر غالب  
 کو فوج دیکر روانہ کیا۔ جس وقت امیر غالب شہر ساکن کے قریب پہنچا تو  
 اس کو معلوم ہوا کہ عیسائی فوج بہ نسبت اس کی فوج کے تعداد میں کہیں زیادہ  
 اور مقابلہ کے لیے تیار ہے غالب نے بغیر امداد طلب کیے ہوئے  
 مقابلہ کیا اور شکست فاش عیسائیوں کو دیکر تعاقب کنان فر دلدن کی ریاست  
 کی حدود میں در آیا اور اس ریاست کے ایک بڑے حصہ کو تاراج کرتا ہوا قریطہ  
 واپس آیا۔ ہنوز اس مہم کا تصفیہ نہ ہونے پایا تھا کہ شاخجہ ابن رومیر بادشاہ  
 البشکنس نے معاہدوں کے خلاف عمل کرنا شروع کیا۔ اور قرب وجوار  
 کی عیسائی ریاستوں کو بغاوت اور جنگ کی ترغیب دی الحکم کو جب اس سائنش  
 کی اطلاع ہوئی یعلیٰ بن محمد التحیبی حاکم قسطلہ کو مع لشکر جہار اس شورش  
 و فساد نقض عہد کے انسداد کا حکم دیا شاخجہ اس بلا خیر طوفان کو آتے دیکھ کر بادشاہ  
 جلیقیہ سے امداد کا خواستگار ہوا۔ پادشاہ مذکور مع اپنی فوج و خزانہ کے شاخجہ  
 کی طرف روانہ ہوا اور دونوں مل کر عربوں کے مقابلہ کی غرض سے آگے بڑھے  
 فوجوں کا مقابلہ شہر قورینہ کے قریب ہوا امیر التحیبی ان دونوں کو شکست دیکر  
 اطراف و جوانب کے شہروں اور قلعوں وغیرہ کو تاراج کرتا ہوا بہت کچھ مال غنیمت

کے ساتھ دارالخلافہ واپس آیا اسی اثناء میں برشلونہ سے بغاوت کی خبر پہنچی  
 خلیفہ نے اس ہی امیر کو اس بغاوت کے فرو کرنے کے لیے پہر روانہ کیا  
 اور اس کے ساتھ ہی ساتھ امیر بنو ذیل ابن ہاشم اور امیر غالب کو  
 القومس حاکم قسطلہ کی سرکوبی کی غرض سے بھیجا۔ یہہ امراء اپنے اپنے  
 فرائض منصبی کو نہایت حسن و خوبی سے انجام دیتے رہے۔

الحکم کے زمانہ میں جو عظیم الشان فتوحات عربوں کو نصیب ہوئیں ان کے  
 تذکرون سے تاریخین بہری ہوئی ہیں امیر غالب جس کے نام سے نصاریٰ  
 کے زہرے آب ہوتے تھے البشکنس کے ملک میں داخل ہوا اور شہر  
 قلمریہ کو چند روز کے محاصرہ کے بعد فتح اور مسلمانوں سے آباد کیا قائد <sup>نصف</sup>  
 نے شہر قسطلہ پر قبضہ کیا۔ ۵۵۷ھ میں امیر غالب مہم البتہ پر مامور کیا گیا اور اس کے  
 ساتھ دو مشہور جنگ آزمودہ امیر علی بن محمد الحمیری اور قاسم ابن مطرف فی النون  
 بھی گئے تھے ان تینوں امیروں نے اس ملک کو فتح کیا اور قلعہ عراج کی جھکو

۱۔ انگریزی میں ہویز کا کہتے ہیں (۲) مسیورومی اپنی تاریخ اندلس جلد ہم باب ۱۱ میں لکھتا ہے کہ یہ قلعہ ہویز کا قریب تھا مگر قاسم  
 انگریزی نام میں معلوم ہوا اور نہ مورخ مذکور کا بیان قابل اطمینان ہے اس کے المقری لکھتا ہے کہ قلعہ ہویز کا (۳) اس کو فتح کیا تھا جس سے  
 کا ہویز کا قریب ثابت نہیں ہوتا (۴) انگریزی میں لاؤ کہتے ہیں (۵) کو سان ٹیڈون کی مارتھی عرب کو عراج اور شہر البتہ میں لکھتے ہیں

نصاری نے توڑ دالا تھا مگر تعمیر کی اسی سال یعنی ۱۵۴۲ء میں مجوسیوں کے جہاز سواحل اندلس پر نمودار ہوئے اور شہر لیسبون کے قریب اوترگرگہ دونواح کے مقامات کو تباہ و تاراج کرنا شروع کیا لیکن قبل اس کے کہ احکام کو اس واقعہ کی اطلاع ہوتی وہیں کے باشندوں نے ان کو ملک سے خارج کر دیا اس واقعہ کی اطلاع جب احکام کو شہر قرطبہ میں پہنچی یہیں مع فوج کثیر مقام واقعہ کی طرف بذات خود روانہ ہوا۔ یہاں پہنچ کر اس نے پہلے ملک سواحل کے استحکام اور مضبوطی کا بند و بست کیا اور متعدد قلعے لب دریا قایم کیے پھر اپنے قائد البحر عبدالرحمن راحس کو حکم دیا کہ ایک بیڑا جنگی جہازوں کا لیکر مجوسیوں کا تھکا کرے اگر مل جائیں تو پوری سزا دے لیکن امیر البحر کو مقابلہ کا موقع نہیں ملا۔ اس لیے کہ مختلف مقامات سے جہان مجوسیوں نے جہازوں سے اوترنیکا قصد کیا تھا وہاں کی رعایا نے مارپیٹ کر ایسا بھگایا کہ پہرہ لوگ کہیں نظر نہ آئے ان واقعات کے بعد جب سلطان احکام قرطبہ واپس آیا تو اس کو خبر پہنچی کہ اردون چہارم بن ادفونش بادشاہ چلتیہ بغرض انقیاد فرمانبرداری حاضر ہوا چاہتا ہے ہم تحریر کر چکے ہیں کہ خلیفہ عبدالرحمن الناصر نے اردون کو

لہ انگریزی میں ان کو نافرنگ کہتے ہیں۔ (۲) سب سے اب پائی تخت ریاست پر تغال کا ہے۔



غاصب ریاست اور شانشہ بن رومیر کے حقوق بمقابلہ اردون منج بھکر  
شانشہ کو حاکم جلیقیہ بنادیا تھا۔

خلیفہ عبدالرحمن کے مقابلے میں اردون نے اپنے خسر فردلانڈ  
غذ شلب قومس قسطلہ سے مدد چاہی تھی لیکن قومس میں اتنی کہاں قدرت  
ہی کہ وہ الناصرا مقابلہ کرتا اور اپنے داماد کو تخت پر بٹھاتا الحکم نے بھی شانشہ  
بن رومیر کی طرف ذاری اور سرپرستی اور جو معاہدہ کہ اس سے خلیفہ سابق فر  
کئے تھے اون کو قائم رکھنے کا ارادہ ظاہر کیا اردون جس وقت اس خبر  
سے مطلع ہوا بجالت پریشانی صرف بیس مصاحبوں کے ساتھ بغرض اظہار عقیدت  
وارادتمندی دارالخلافہ کا عازم ہوا۔ چونکہ ان کے سرحد اندلس میں داخل ہونیکے  
اغراض کی اطلاع کسی کو نہ تھی اس لیے جب یہ لوگ مدینہ سالم کے قریب  
پہونچے امیر غالب الناصری نے ان کو گون کو آگے بڑھنے سے روکا او  
بغیر اجازت حدود ممالک محروسہ میں اس طرح بغیر اطلاع داخل ہونے کی وجہ دریا  
کی اردون نے جس وقت امیر غالب کو بذات خود آتے ہوئے دیکھا مع  
اپنے ہمراہیوں کے گھوڑے پر سے اوتر پڑا اور امیر کے ہاتھ کو بوسہ دیکر کہا کہ  
میں اپنے تین سلطان کا ایک ادنیٰ غلام سمجھتا ہوں اس لیے میں نے باضابطہ

اجازت کی ضرورت نہیں سمجھی اور اب میری دلی خواہش و تمنا یہ ہے کہ مجھ کو اپنے  
 خلیفہ کی دولت قدس مہربانی حاصل ہو مگر امیر غالب نے بغیر حکم خلیفہ ان کو اگڑ بڑھنے  
 کی اجازت نہیں دی اور احکم کو اس واقعہ کی مفصل اطلاع کی۔ سلطان نے  
 اردون کی درخواست کو منظور کیا اور کچھ فوج بغرض استقبال روانہ کی۔  
 جس وقت اردون قریب دارالخلافہ پہنچا احکم نے امیر ہشام المصحفی کو مع  
 فوج اردون کو شہر میں لانے کے لئے بھیجا امراء فوج کی شان و شوکت اور  
 فوج کی کثرت و آراستگی ہی کو دیکھ کر اردون اور اس کے ہمراہیوں کے  
 حواس باختہ ہو گئے اور نظر حیرت و استعجاب سے یہ اس تماشے کو دیکھتا تھا  
 اور سبب خوف کے ہر امیر کے سامنے گھوڑے سے اوتر کر اس کے ہاتھوں  
 بوسہ دیتا تھا۔ غرض جس وقت یہ قصر الزہرا کے باب الجنان کے سامنے  
 پہنچا تو اس نے ایک امیر سے پوچھا کہ خلیفہ عبدالرحمن الناصر لدین اللہ  
 کا مزار کس جگہ ہے جب روضہ بتایا گیا تو یہ فوراً گھوڑے پر سے اوتر پڑا۔  
 اور ٹوپی کو ہاتھ میں لئے گھٹنوں کے بل قبر کے قریب جا کر بہت دیر تک سرنگون  
 رہا اور پھر قصر الناعواۃ کی طرف چلا۔

احکم نے اپنے ملک و سلطنت کی عظمت و بزرگی کا سکھان عیسائیوں کے

دلون پر جانے کی غرض سے ایک عالی شان دربار کے کہ جس کو اس نے بتوجہ  
 خاص کر دربارِ روپیہ کے سامان و اسباب سے آراستہ کیا تھا انتہاء کا حکم دیا  
 بروزِ شنبہ الحکم نے اردون کو باریابی کی اجازت دی اوس روز تمام  
 فوج لباسِ فاخرہ سے آراستہ راستہ کے دونوں جانب صف بستہ ایستادہ۔  
 قصرِ شاہی میں خلیفہ تختِ طلا پر جو بیش بہا جواہرات سے مرصع تھا بعدِ شان و  
 شوکت رونق افروز اور سر پر تاجِ گوہر نگار سایہ نگین۔ سرِ خلافت کے چپے راست  
 شہزادے بکمال ادب کھڑے۔ علماء و امراء سلطنت کا نڈت اپنی اپنی جگہ پر حاضر  
 علماء جو اوس دربار میں حاضر تھے اون میں سب سے پہلے نظر مندر بن سعید  
 البلوطی جو علوم فقہ و حدیث میں مشہور زمانہ اور جو الناصر کے زمانے میں قاضی القضاۃ  
 کے عہدے کو زیب دیتا تھا پڑتی تھی خلیفہ کے تخت پر بیٹھنے کے کچھ دیر بعد اردون  
 محمد بن القاسم بن طلیس کے ساتھ دربار میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ  
 قرطبہ کے مغر زعیسانی اور اون کا قاضی مع دیگر افسر شل ولید بن خیرون  
 اور عبد اللہ بن قاسم المطران شرف باریابی سے سرفراز ہوئے  
 جس وقت اردون قصرِ شاہی میں داخل ہوا اوس نے دیکھا کہ دو طرف فوج  
 مسلح نہایت ہی مہذب و باقاعدہ ایستادہ ہے۔ کثرت فوج کو دیکھ کر حیران رہ گیا

اردون اس عجیب سما کو دیکھتا تھا اور ہر با صلیب کا نقشہ اشارے سے اپنے سینے پر بناتا ہوا بابا القتبہ تک پہنچا جہاں چند معزز اشخاص اس کے استقبال کیلئے کھڑے تھے کہوڑوں پر سے اوترے اور پیادہ پاروانہ ہوئے۔ لیکن اردون اور اوس کے ساتھیوں کو محمد بن طلحس نے اپنے ہمراہ کہوڑوں پر سوار رکھا دار الجندل کے قریب پہنچ کر یہ دونوں کہوڑوں پر سے اوترے اور قصر میں داخل ہوئے اور ایک چبوترے پر کہ جس پر کارچوبی فرش بچھا ہوا تھا تا انتظار حکم خلیفہ عیسائی بٹھا دئے گئے۔ چند لمحوں کے بعد اردون کو اندر آئے کا حکم ہوا یہ مع اپنے ہمراہیوں کے اوس مقام کے قریب پہنچا جہاں احکم تخت پر بیٹھا تھا اس مکان کی شان و شوکت کو دیکھ کر ایسا ستیجہ ہوا کہ سر پر سے ٹوپی اوتار لی اور کچھ دیر تک سر برہنہ کھڑا رہا۔ ملازمین نے اس کو آگے بڑھنے کے لئے اشارہ کیا جب یہ قریب تخت کے پہنچا اپنے گھٹنوں کے بل کھڑا ہو کر نہایت ہی ادب سے زمین کو بوسہ دیا اور پہر آگے بڑھ کر اسی طرح زمین کو بوسہ دیتا ہوا اوس مقام پر پہنچا کہ جو اس کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ یہاں سے اوس نے خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اسی طرح پیچھے ہٹتا ہوا سنہری کرسی پر جا بیٹھا ملازمین کے

لے عیسائیوں کا ایک فرقہ جن کو رومن کیتھولک کہتے ہیں برکت بھگوان بعض وقت حالت استعجاب میں اپنے منہ پر اشارہ صلیب کی شکل کرتے ہیں

اشارے کے موافق اس کے ہمراہیوں نے یہی کیے بعد دیگرے خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اسی طرح پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے بادشاہ اردون کی پشت پر آکھڑے ہوئے رعب سلطانی اور داب شاہی کے آثار ان کے چہروں سے نمایاں تھے ان کی کچھ کھلی کچھ بند ٹٹاٹی آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہ کوئی خواب دیکھ رہے ہیں اردون نے کئی بار ولید ابن خیرون کے اشارے پر بولنے کی کوشش کی لیکن ایک حرف بھی اسکی زبان سے نہ نکلا الحکم اس کی یہ حالت دیکھ کر کچھ دیر خاموش رہا تاکہ اس کو اپنے سوش و حواس درست کرنے کا موقع ملے اس کے بعد خلیفہ نے اردون کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے اردون ہم تیرے یہاں آنے سے بہت خوش ہوئے اور امید کرتے ہیں کہ تیری خواہشات پوری ہوں گی ہماری اس قدر عنایت و الطاف خسروانہ سے جن کی تجھے امید بھی نہ ہوگی تجھ پر ثابت ہو گیا ہو گا کہ ہم تیرے سچے دوست ہیں اور نیک رائے اور مشورہ دینے کے لیے ہر وقت موجود ہیں ”جب خلیفہ کی اس تقریر کا ترجمہ ولید بن خیرون قاید نصاریٰ نے اردون کو سنایا تو یہ اتنا کہ فرط خوشی سے شادی مرگ ہو جائے اس نے فوراً کرسی سے اٹھ کر تخت کے سامنے نہایت ادب سے زمین کو بوسہ دیا اور عجز و انکسار کے ساتھ عرض کیا کہ اے سردار میرے

میں امیر المومنین کا ایک ادنیٰ غلام ہوں جس کی زیارت جمال اور نیز جو ظلم و تعدی کہ  
 مجھ پر گزرا ہے اپنے مالک کے گوش گزار کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں  
 خوش نصیب میرے اگر امیر المومنین میری اس درخواست کو قبول فرمائیں اور  
 مجھ کو زمرہ غلامان شاہی میں شریک کر کے عزت بخشیں میں جائز درخواستیں لیکر  
 صدق دل سے حاضر ہوا ہوں "الحکم نے جواب دیا کہ "ہم تم کو اپنے خیر خواہان دولت  
 میں شمار کرتے ہیں اور ہم بخوشی تمام تیری ان درخواستوں کو منظور کرتے ہیں۔  
 جس سے تیری عزت و آبرو تیرے ہم عصر ہم پلہ رؤسای نصاریٰ میں زیادہ ہو بیان  
 کہ وہ درخواستیں کیا ہیں۔" اس جواب کا ترجمہ شاہ اردو نے سن کر پہر زین کو  
 بوسہ دیا اور دیر تک اسی طرح سہر جو دھڑا رہا۔ پہر عرض پر داز ہوا کہ "یا امیر المومنین  
 اوس واقعہ کے اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ جب میرے چچا زاد بھائی شاہ  
 نے اسی شہدار الخلافہ میں حاضر ہو کر خلیفہ الناصر لدین اللہ کو اپنا بادشاہ اور  
 اپنا سرپرست گردانا تھا اور اوس زبردست معاون نے فوراً مثل مشہور خلفائی  
 سابق کے شانچہ کو بے یار و مددگار دیکھ کر اس کی مدد کی تھی لیکن شانچہ نے  
 اپنی خواہش سے نہیں بلکہ بوجہ مجبوری امیر المومنین کی اطاعت اور فرمانبرداری  
 قبول کی تھی۔ یہ واقعہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اوس کی رعایا نے اوس کی

طرز حکومت اور جاہلانہ برتاؤ سے بد دل و متنفر ہو کر مجھ کو اپنا بادشاہ بنایا خدا گواہ ہے کہ نہ مجھ کو تخت و تاج کی خواہش تھی اور نہ میں نے اس کے حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن جب میری رعایا نے بتصرع و زاری مجھ کو مجبور کیا تو مجھ کو بھی اُلٹی حالت زار پر رحم آیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد جنگ شانشیہ کو دار الخلافہ میں پناہ دینی پڑی لیکن سلطان عبدالرحمن الناصر لدین اللہ نے اس کو یہ ریاست واپس دلادی اور میری سچی خیر خواہی اور فرمانبرداری پر لحاظ نہیں فرمایا میں نے بھی بخوشی تمام خلیفہ کے فیصلہ کو منظور کر لیا اس لئے کہ میں عبدالرحمن کو مثل تیرے اپنا بادشاہ سمجھتا تھا شانشیہ کو مجبوری اپنی رعایا کو اپنی حکومت سے ناراض اور اپنے اخراج پر آمادہ پا کر یہاں آیا تھا مگر میں اپنی خواہش دلی و رضائی قلبی سے حاضر ہوا ہوں۔ نہ تو رعایا مجھ سے ناراض اور نہ اخراج کا مجھ کو خوف۔ میری آنکھ کا منشا یہ ہے کہ میں اپنے کو مع رعایا اور ملک تیرے سپرد کر دوں۔ امید ہے کہ امیر المؤمنین ہم کو اپنے ظل عافیت میں رکھنا منظور فرمائیں گے“ الحکم نے جواب دیا کہ ”ہم نے تیری اس تقریر کو غور سے سنا اور تیرے منشاء و مطلب کو خوب سمجھا۔ اس میں شک نہیں کہ میرے باپ کے زمانے میں شانشیہ نے یہاں اگر اطاعت و فرمانبرداری قبول کی تھی لیکن یہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم فیصلہ سابق کو انصاف و

معدلت کے مقابلہ میں بجال رکھیں اگر تیرے حقوق بہ نسبت شانہ کے ہکو  
مرجع معلوم ہوں گے تو ہم ضرورتی مدد کریں گے اور تیرے ملک کو واپس  
دلائن گے اور بذریعہ اپنی سند شاہی کے جھکو اس ریاست کا حاکم مقرر کریں گے  
یہ مژدہ جان فرانسس کرا دون نے فرط خوشی میں نہایت ادب کے ساتھ  
زمین کو بوسہ دیا اور پہر دست بستہ اس ہی جگہ سر جھکا کر کھڑا رہا۔ خلیفہ نے  
دربار کے برخاست کا اشارہ کیا اردون ملازمین کے اشارہ سے اس طرح  
پہچھڑتا ہوا دربار کے باہر اس جگہ آیا جہاں خواجہ سرا وغیرہ اس کو دوسرے  
مکان میں لیجانے کے لیے حاضر تھے یہ لوگ اس کو قصر کے اس مغربی حصہ  
کی طرف لے گئے جہاں سے سینہ و شاداب باغون کا تماشا دیکھ سکتا تھا۔  
اس کے اور اس کے ہمراہیوں کے چہروں سے ظاہر تھا کہ اس نادرا اور  
خوبصورت اور مشین قصر نے اور دربار کی شان و شوکت نے جس سے اس  
عظیم الشان سلطنت کا عظمت و جلال ظاہر ہوتا تھا۔ ان کے دلوں پر کس قدر  
اثر کیا ہے قبل اس کے کہ اردون بالا خانہ پر پہنچتا یہ ایک مقام سے گزرا  
جہاں ایک تخت شاہی جس پر ایک جواہر نگار غلاف پڑا ہوا تھا ہوا تھا اردون  
نے خالی تخت کے سامنے جا کر زمین کو بوسہ دیا اور دیر تک مودب اس طرح



کھڑا رہا جیسے کہ خلیفہ خود اس تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے بعد جب یہاں پہنچا  
 قیامگاہ پر آیا تو حاجب جعفر ابن مصحفی نے اس کو اگر کامیابی کی مبارکباد دی  
 اور سلطان کی جانب سے ایک خلعت مکلف مع ایک جواہر نگار کمر بند کے عطا کیا جسکو  
 دیکھ کر ان وحشی سرشتوں کی آنکھیں کھل گئیں اور اس کے ساتھیوں کو بھی خلعت عطا  
 فاخرہ سے سرفراز کیا بعد ازاں چند روزان کو اور مہمان رکھا احکام نے اردون کی  
 چرب زبانی اور خوشامد آمیز تقریر پر بہرہ ور نہ ہوا اور اس کے بیٹے غریب کو  
 یرغمال میں لے لیا تاکہ جو وعدے کہ اس نے کیے تھے انکی تعمیل تکمیل میں پہنچتی نہ دیکھ لیتے  
 ادھر تو اردون خوش و خرم اپنے ملک روانہ ہوا اور ادھر شانجہ بن مہر  
 کو یہ خبر وحشت اثر پہنچی کہ خلیفہ نے اس کے مخالف سے صلح کر لی ہے ایک  
 حالت یاس و نومیدی میں اپنے مشیرون کو طلب کیا سب کی یہی رائی ہوئی کہ  
 اس وقت عربوں کی مخالفت خلاف دانش ہے بہتر یہی ہے کہ شانجہ بھی اپنے  
 سر کو احکام کے قدموں پر رکھ دے اور وہ وعدے کہ جو عبد الرحمن الناصر بن  
 نے اس کے ساتھ کیے تھے یاد دلاوے ممکن ہے کہ خلیفہ اس کی درخواست  
 منظور کر لے۔ چنانچہ شانجہ نے اپنی اور حلیقیہ اور سمورہ کے توہین کی جانب سے  
 ایک عریضہ امیر المؤمنین کی خدمت میں باریں مضمون روانہ کیا کہ ہم لوگ خیر خواہان و ملت

بنی اُمیہ ہیں اور امیر المومنین کو اپنا بادشاہ اور سرپرست سمجھتے ہیں مثل خلفائی سابق کے ہم کو خلیفہ سے یہی یہی امید ہے کہ ہم موروثی خیر خواہوں کو تادم مرگ مدد ملتی رہے گی۔ اس درخواست کو الحکم نے اس شرط سے منظور کیا کہ تمام سرحدی قلعہ منہدم کر دئے جائیں اور اس امر کی احتیاط کی جائے کہ بد معاش عیسائی ممالک محروسہ میں داخل ہو کر مسلمانوں کو پریشان نہ کرنے پائیں۔ شاخہ نے اس شرط کو قبول ہی نہیں کیا بلکہ حکم کی فوراً تعمیل کر دی۔

ان واقعات کے بعد ہر شلو نہ اوپر کو نہ ودگیر ممالک کے بادشاہوں نے یہی سابق کے معاہدوں کی تجدید کی درخواست کی اور بیش بہا تحائف خلیفہ کی خدمت میں روانہ کیے الحکم نے جواب دیا کہ یہ درخواستیں ہم اسی وقت منظور کریں گے کہ جب تم لوگ مثل دوسرے بادشاہوں کی حسب ذیل شرط قبول منظور کرو

- (۱) ممالک محروسہ کی سرحد کے قریب جتنے قلعہ قائم کیے گئے ہیں منہدم کر دی جائیں
- (۲) عیسائی ہماری سرحد میں داخل ہو کر مسلمانوں کو پریشان نہ کرنے پائیں
- (۳) اگر کوئی عیسائی بادشاہ ہمارے ساتھ جنگ پر آمادہ ہو تو اس کی مدد نہ کریں۔
- (۴) اگر کوئی عیسائی ہم سے جنگ کا قصد کرے تو حتی الامکان اس کو اپنی ارادہ سے باز رکھیں۔

ان عیسائیوں میں اتنی کہاں بہت تھی کہ وہ ان شرائط پر کسی قسم کا اعتراض کرتے

شرائط کو منزلہ حکم کے مان کر فوراً منظور کر لیا۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی غرض  
 بن شامجہ والی البشکنس نے بھی اپنے مذہبی علماء اور قوسین کو بھیجا کہ آئندہ  
 اطاعت و فرمانبرداری کا وعدہ کیا۔ باوجود بغاوت سابقہ خلیفہ نے اسکی خطا و نحو  
 معاف اور اس کی درخواست اور تحائف کو منظور کر لیا۔ القومس لذریق  
 ابن بلاشک کی مان بھی قریب بغرض ملاقات آئی الحکم نے اس کی بہت  
 کچھ خاطر اور مدارات کی اور اس کی خواہشوں کو پورا کیا۔ غرض دور اور قریب کا  
 کوئی عیسائی بادشاہ ایسا نہ تھا جس نے خلیفہ اندلس کے ساتھ مراسم دوستی  
 اور اتحاد قائم کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔

یہاں تو یہہ واقعات پیش تھے لیکن افریقیہ کی حالت دگرگون ہوتی  
 جاتی تھی یہہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ ابو عیش کی وفات کے بعد الحسن  
 ابن کنون اوس کا بھائی یہاں کے تخت پر بیٹھا تھا۔ یہہ خاندان بنی امیہ  
 کا مطیع اور خیر خواہ بنارہا یہاں تک کہ خلفائی اندلس کا خطبہ بھی اپنے ملک میں جاری  
 کیا تھا اوسی زمانہ میں ملکین بن زیری ابن منشاو ایک شریعہ امیر نے فوج کثیر  
 کے ساتھ مغرب الافصحی پر حملہ کیا اور ایک بہت بڑے حصہ ملک کو اپنے  
 قبضہ میں کر لیا لیکن بنی امیہ کی حکومت کو چند ان ضرر نہیں پہونچا اور نہ اس ملک کی

حالت میں زیادہ تغیر و تبدل واقع ہوا مگر جب مغرب ابن اسماعیل تخت بنی فاطمہ  
 متکون ہوا اور اس نے سنا کہ مغرب الاقصیٰ میں بنی امیہ کی قوت روز بروز  
 ترقی کرتی جاتی ہے اس نے امیر جوہر کو یورش کا حکم دیا۔ اوس وقت شہر  
 طنجہ میں منجانب بنی امیہ لعلی ابن محمد حاکم مقرر تھا امیر جوہر کی یورش کی  
 خبر سن کر یہ امیر بھی اوس کے مقابلے کی غرض سے آگے بڑھا اوس جنگ عظیم  
 میں جب امیر لعلی ابن محمد نے دیکھا کہ کامیابی کی کوئی امید باقی نہیں اور فوج  
 کو شکست مل چکی ہے اس نے تنہا فوج دشمن پر مردانہ وار حملہ کیا اور شہید ہوا  
 اس کامیابی کے بعد امیر جوہر نے شہر فاس کو فتح کیا اور حاکم شہر کو قتل کر کے  
 ملک کو تاراج کرتا ہوا واپس چلا گیا جس وقت اس حادثہ عظیم کی اطلاع قرطبہ  
 پہنچی مسلمانوں کو بے انتہا رنج ہوا الحکم نے فوراً امیر غالب کو اس حکم کے ساتھ  
 مع فوج روانہ کیا کہ بغیر ملک فتح کیے اندلس واپس نہ آئے۔ امیر غالب رحمۃ اللہ علیہ  
 میں افریقیہ پہنچا اس کو خبر ملی کہ الحسن ابن کنون قلعہ حجر النضر میں موجود ہے  
 یہ پہلے وہیں آیا اور قلعہ کو فتح اور الحسن کو گرفتار کر کے شہر فاس کی طرف  
 متوجہ ہوا جس کو باسانی فتح کر لیا۔ غرض ایک سال کے عرصہ میں اس نے تمام  
 ملک پر بنی امیہ کی حکومت قائم کر دی اور سوطا ہوتا ہوا رحمۃ اللہ علیہ میں مع قیدیوں کے

اندلس واپس آیا الحکم کی اوس وقت مسرت کا کیا پوچھنا تھا جس وقت یہہ  
امیر قریب دار الخلافہ کے پہونچا خلیفہ نے امراء سلطنت کو مع فوج اس کے  
استقبال کے لیے بھیجا اور شہر کے دروازہ کے باہر بذات خود اپنے لقی  
افسر فوج کو لینے گیا۔ خلیفہ مع وزرا اور ارکان دولت کے سرے پاتک مسلح  
سفید گھوڑے پر سوار تھا۔ امیر غالب سرنگ گھوڑے پر سوار زرہ بکتر فولادی  
پہنے ہوئے سامنے سے نمودار ہوا۔ امیر کے دست راست کی جانب  
الحسن تھا جس وقت ان دونوں نے امیر المؤمنین کو بغرض استقبال  
آتے دیکھا گھوڑوں پر سے اوتر پڑے اور خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا الحکم خندہ  
بیشانی کے ساتھ الحسن سے ملا بلکہ اوسی وقت اوس کی اور اوس کے ساتھ  
تمام قیدیوں کی خطاؤں کو معاف اور ان کو انعام و خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا  
الحکم علم و کمال کا عاشق اور صاحب علم و فن کو بدل عزیز رکھتا تھا۔ ایسے  
لوگ بھی دور دور سے اس کی سیدار مغربی اور قدردانی کی تعریف سن کر اندلس  
میں اقامت اختیار کرنے کی غرض سے آتے اور ملازم ہو جاتے تھے۔ چنانچہ  
قلیل عرصہ میں اس کا دربار مشہور علمائے وقت اور کلمائے عصر سے معمور ہو گیا یہاں  
ہم اس کے دربار کے چند مشہور علماء کا بہت مختصر طور پر ذکر کرتے ہیں۔

ابو علی القالی بغدادی جو عبدالرحمن کے زمانہ حکومت میں اندلس آیا تھا نہایت نامی عالم تھا الحکم اس کو اپنے پاس سے ایک دم سہی جدا نہ کرتا تھا اس کی صحبت سے جو کچھ فیض اس کو پہونچا تھا اس پر فخر و ناز کرتا تھا۔ کتاب الالہی اس کی معروف تصنیف ہے۔

ابوبکر الازرق خاندان سلمہ بن خلیفہ عبدالملک ابن مروان سے اور اپنے زمانے میں سربر آوردہ عالم تھا۔ ۳۴۳ھ میں قاہرہ سے افریقہ آیا جب یہہ قیروان پہونچا اہل تشیعہ نے جو کہ وہاں حکمران تھے اس کو بجز مذہب بدلنے پر مجبور کیا جب اس نے صاف انکار کیا تو یہہ مہدیہ کے تاریک جیلخانہ میں قید کر دیا گیا جہاں روزانہ روحی اور جسمانی ہر طرح کی تکلیف اس کو پہونچائی جاتی تھی لیکن جب شیعہوں نے اس کو اپنے مذہب پر مضبوط اور ثابت قدم پایا تو ناچار رہا کر دیا۔ بعد رہائی یہہ ۳۵۹ھ میں اندلس آیا اور دار الخلافہ قرطبہ میں قیام پذیر ہوا الحکم نے اس کے علم و کمال کی شہرت سن کر اس کو اپنے علمائے دربار میں جگہ دی ابوبکر ۳۶۲ھ میں بمقام قاہرہ پیدا ہوا اور ماہ ذیقعدہ ۳۸۵ھ میں شہر قرطبہ میں انتقال کیا نصر البغدادی اپنے زمانہ کا مشہور نام بر آوردہ خوشنویس تھا بغداد سے قرطبہ آیا اور اس ہی کو اپنا وطن بنایا گو اس وقت الحکم کے دربار میں عہدہ سے عہدہ

نوشنویس مثل القیاس ابن عمر الصیقلی اور یوسف البلوچی وغیرہ موجود تھے لیکن ثغر کا خط خلیفہ کو اس قدر پسند آیا کہ یہہ نوکر رکھ لیا گیا اور کتابوں کے لکھنے اور نقل کرنے کا کام اس کے سپرد ہوا۔

اسمعیل ابن عبد الرحمن ابن علی القریشی کا سلسلہ عبد ابن مع سوادہ ام المؤمنین کے بہائی سے ملتا تھا قاہرہ سے اندلس آیا اور شہر اشبیلیہ میں سکونت اختیار کی الحکم نے اس عالم اور مصنف کی یہی بہت قدر کی اور اپنے دربار میں شریک کیا۔

گو اندلس کے خلفائے سابق بھی اکثر علم و فن کے بہت قدروان اور ماہر گزرے لیکن الحکم کو علم ادب اور فلسفہ سے ایک خاص مناسبت اور دلچسپی تھی۔ باوجودیکہ اس زمانہ کے مشہور علماء کو اس نے اپنے گرد جمع کیا تھا لیکن اس کا یہی پایہ علم اون سے کچھ کم نہ تھا۔ اس نے اندلس کو معدن ہر قسم کے علم و کمال کا بنا کر کہا تھا کوئی کتاب کسی علم میں ایسی نہ تھی جو اندلس میں نہ ملتی ہو۔ خلیفہ بیدریغ روپیہ خرچ کر کے مصنفین سے کتابیں خرید کرتا تھا اور اپنے ملک میں مشہر کرتا تھا گو وہ مصنف مشرق الاقصیٰ کا رہنے والا کیون نہ ہو لیکن اس کی تصنیف پہلے اندلس ہی میں شائع ہوتی تھی اور یہیں سے دیگر ممالک میں اشاعت

پاتی تھی۔ چنانچہ ابو الفرج اسفہانی کو سفہان اور ابو بکر المالکی کو جس نے  
ابن عبد الحکم کی مشہور کتاب المختصر کی شرح لکھی تھی کیا ایک ہزار دینار سُرُخ  
بھیج کر اون کی تصانیف منگا بھیجیں۔ سب سے پہلے یہ کتابیں اندلس میں  
شائع کی گئیں۔ مذکورہ بالا مثالیں ہم نے بطور نظیر کے دی ہیں ورنہ کوئی مصنف  
شرق اور غرب میں ایسا نہ تھا جس کو زرخیز بھیج کر سلطان نے ازراہ قدر دانی بلا  
نہ بھیجا ہو یا اوس کی کتاب خرید کر اندلس میں شائع نہ کی ہو اس کے کتب خانے  
میں چار لاکھ کتابیں نفیس اور عمدہ جلدوں سے آراستہ موجود تھیں جن کے ایک مقام  
سے دوسرے مقام پر منتقل کرنے میں چھ مہینہ صرف ہوتے تھے اس کتب خانہ  
کے ساتھ اگر کوئی کتب خانہ مل کر کہا تا تھا وہ خاندان عباسیہ کے سلطان الناصر ابن  
مستحقفی بالله کا کتب خانہ تھا اس کتب خانہ کو ہلاکو خان نے تاراج کیا اور  
اندلس کا کتب خانہ اہل بربر کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ کتب خانہ مختلف فنون پر مشتمل  
تھا ہر فن کی کتب کا انتظام اُن ہی لوگوں کے سپرد تھا جو اوس فن میں کمال مہارت  
رکھتے تھے قاسم ابن اصبعی اور احمد ابن دہیم اور محمد ابن عبد السلام اور  
ذکر یا ابن خطاب اور ثابت ابن قاسم کو علاوہ نگرانی کتب خانہ خلیفہ کی استاد کیا بھی  
الحکم خود علم تاریخ اور علم الرجال اور معدنیات میں کامل دستگاہ رکھتا اور ان



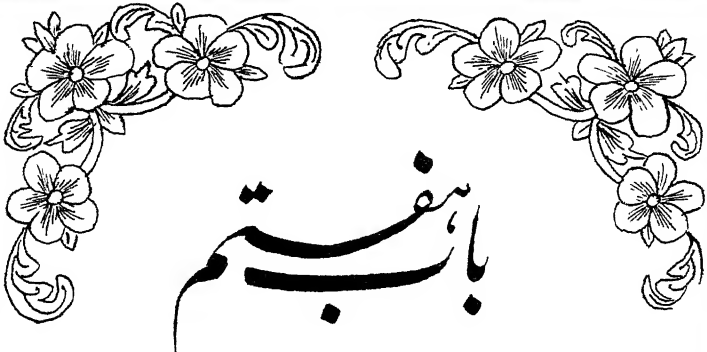
علوم میں یہ اعلیٰ درجہ کا مصنف مانا جاتا تھا اس کے شوق کا اندازہ اسی سے  
 ہو سکتا ہے کہ اس کے کتب خانہ میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس پر اس کے  
 خاص قلم کا حاشیہ نہ ہو۔ علاوہ علمائے مذکورہ بالا کے ابو عبد اللہ محمد ابن عبدون  
 العذری اس کا ایک خاص طبیب تھا جس نے ایک مدت دراز تک مصر  
 میں رہ کر اس فن کو حاصل کیا اور ایسا نامی ہوا کہ دور دور سے لوگ بغرض علاج  
 اس کے پاس آتے تھے ابو عبد اللہ محمد ابن مفرج نے علم فقہ اور حدیث  
 میں نام پیدا کیا تھا۔ ابن مغیث اور احمد ابن عبد الملک اور ابن ہشام  
 القومی اور یوسف ابن ہارون اور ابو الولید یونس اور احمد ابن سعید  
 ابن ابراہیم الہمدانی شعرو سخن کی خدائی کا دعویٰ کرتے تھے محمد ابن یوسف  
 التاریخی ذیو الورق یعنی کاغذ فروش کے لقب سے بھی مشہور ہے الحکم کے  
 حکم سے ایک صحیح تاریخ ملک افریقہ کی مع جغرافیہ لکھی تھی عیسیٰ ابن محمد الواصیغ  
 اور ابو عمر احمد ابن فرج اور یعیش ابن سعید ابن محمد ابو عثمان۔ اندلس کے  
 نامی مورخ تھے ان علماء اور مصنفین کی تصانیف سے الحکم کا کتب خانہ مزین تھا۔  
 الحکم ثانی المستنصر باللہ نہایت ہی رحم دل اور نصف مزاج بادشاہ تھا  
 یہ آخر زمانہ میں کتب بینی اور تالیف و تصنیف کی طرف اس قدر مشغول بلکہ محو بالانصراف

سلطنت اپنے وزراء اور ارکان دولت پر چھوڑ دیا تھا۔ یہ لوگ حکومت کے شیعہ  
 خلیفہ کو بالکل بے فکر اور دوسرے اشغال میں مصروف دیکھ کر جو جی چاہتا تھا کرتے بیٹھے  
 تھے۔ آپس کے بغض و حسد نے اہم معاملات کی طرف مثلاً سرحدی انتظام  
 اور رضاری کی بغاوت کی نگہبانی سے بالکل بے خبر کر رکھا تھا۔ چونکہ عبدالرحمن  
 ثالث نے اپنے زمانہ حکومت میں وہ عرب عیسائیوں کے دلوں پر جایا تھا جس کا  
 اثر قلیل زمانے میں زائل نہیں ہو سکتا تھا اسی وجہ سے احکم کے عہد حکومت میں  
 کوئی ایسا نقص واقع نہیں ہوا جس کا اثر فی الفور ظاہر ہو جاتا لیکن اس کے بعد ان  
 افسوسناک واقعات کا سلسلہ شروع ہوا جس سے عظیم الشان سلطنت مسلمانوں کی ہاتھوں سے جاتی رہی  
 احکم نہایت پابند مذہب اور شرع آدمی تھا نماز جمعہ ہمیشہ مسجد قرطبہ میں  
 اپنی رعایا کے ساتھ پڑھاتا تھا اور علماء اور حکام عدالت کو تاکید حکم دے رکھا  
 تھا کہ اس کے قلمرو میں کسی فرد بشر سے کوئی فعل خلاف شرع سرزد نہ ہونے پائے  
 بالخصوص شراب پینے والوں اور شراب فروشوں کے لیے سنگین سزائیں مقرر  
 کی گئیں تھیں۔ کروڑ ہا روپیہ مدارس اور مساجد پر خرچ کیا گیا تھا۔ حمام اور سرسائیں اور  
 آبدار خانے اور تجارت گاہیں تمام ممالک محروسہ میں بھرچ سرکاری قایم کی گئیں تھیں  
 رحمہ دل اس قدر تھا کہ اکثر عدول حکمی سے چشم پوشی کر جاتا تھا۔ چنانچہ ایک روز کا واقعہ

کہ ابو ابراہیم نامی فقیہ اپنے مکان کے قریب کی مسجد اوثمان میں جس کا یہ  
 امام بھی تھا وعظ بیان کر رہا تھا علماء اور طلباء ہزار ہا آدمی جمع تھے ابو القاسم  
 ابن مضر ج کا بیان ہے کہ باوجودیکہ مجھ کو ابو ابراہیم کے خیالات سے بہت  
 اختلاف تھا لیکن اس روز اتفاقاً میں بھی شریک مجلس وعظ تھا۔ ہم لوگ باد  
 خاموش بیٹھے ہوئے سن رہے تھے کہ اتنے میں سلطانی خواجہ سرا مسجد میں  
 آیا اور ابو ابراہیم سے نہایت ادب سے سلام کے بعد کہا کہ امیر المومنین نے  
 تجھ کو اسی وقت حاضر ہونے کا حکم دیا ہے اور یاہر تیرا انتظار کر رہا ہے اس واعظ  
 نے جواب دیا کہ میں ضرور امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کرتا لیکن تو خود دیکھ رہا ہے  
 کہ میں خائنہ خدا میں اپنے معبود برحق کے کام میں مشغول ہوں جب تک کہ میں یہاں  
 فراغت حاصل نہ کروں گا ورنہ میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ تو یہی جا کر امیر المومنین کی خدمت  
 میں عرض کر دے۔ یہ کہہ کر ابو ابراہیم نے پہر وعظ شروع کر دیا خواجہ سرا نہایت متعجب  
 ہوا اور ڈرتے ڈرتے خلیفہ کو یہ جواب پہنچایا۔ اور پہر مسجد میں آکر ابو ابراہیم سے کہا  
 کہ امیر المومنین نے بعد سلام یہ کہلا بھیجا ہے کہ میں یہ سن کر بہت خوش ہوا کہ تو  
 خدا کے کام میں بدل مصروف ہے۔ بعد ختم وعظ ورنہ میں حاضر ہوا ابو ابراہیم  
 نے جواب دیا کہ بوجہ کبرسنی نہ میں پیدل چلنے کی طاقت رکھتا ہوں اور نہ گھوڑے پر

بیٹھ سکتا ہوں باب السدۃ تک آنا محال ہے لیکن باب الصنع اس مسجد سے  
 قریب ہے اگر امیر المؤمنین بمرحوم خیر واندہ اس کے کہوئے کا حکم دین تو میں بلا تکلیف  
 جسمانی دربار میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ خواجہ سرا نے یہ جواب بھی خلیفہ کو پہنچایا اور  
 اگر کہا کہ امیر المؤمنین نے تیرے حسب استدعا اسی دروازے کے کہوئے کا حکم دیا  
 ہے۔ یہ کہہ کر خواجہ سرا وہاں بیٹھ گیا ابوالبرہیم نے باطنیان تمام اپنے وقت  
 مقررہ پر وعظ کو ختم کیا اور خواجہ سرا کے ساتھ دربار میں حاضر ہوا اور پھر اسی دروازے  
 سے اپنے گھر واپس آیا ابوالقاسم اسی سلسلے میں مقرر ہے کہ باب الصنع کو جو  
 ہمیشہ بند رہتا تھا اور خاص خاص موقعوں پر کھولا جاتا تھا اسی شب کو کھلا دیکھا تھا  
 جہاں شاہی ملازمین ابوالبرہیم کے انتظار میں کھڑے تھے۔ الحکم ثانی  
 المستنصر باللہ ۳۳۷ھ میں پیدا ہوا اور ۳۶۶ھ بم ۹۷۶ھ میں ترستہ برس کی  
 عمر میں انتقال کیا۔





ہشام شامی کی تخت نشینی۔ المیہ کا قتل۔ جعفر بن عثمان المصطفیٰ۔ المنصور اور اس کی

سازشیں۔ اس کا انتظام مملکت۔ نصاریٰ کے ساتھ جنگ۔ زبیری ابن نہا

ہشام اور علم و فن۔ عبدالملک ابن منصور۔ عبدالرحمن ابن المنصور۔

الحکم نے انتقال سے قبل اپنی جانشینی کے لیے ہشام کا انتخاب کیا تھا جس کی عمر اس کے انتقال کے وقت تقریباً گیارہ برس کی تھی۔ خلیفہ کی مدت سے دلی خواہش یہی تھی کہ ہشام اس کے بعد تخت و تاج کا وارث سمجھا جائے لیکن اس کی کم سنی اور ناتجربہ کاری کے باعث اس پر ایک طرح کی مایوسی چھا گئی تھی۔ بعد غور و تامل الحکم نے اپنے انتقال سے چند ماہ قبل اپنے تمام امرا کی دولت اور ارکان سلطنت کو جمع کیا اور ان سب سے علفی وعدہ لیا کہ بعد اس کے یہ لوگ ہشام کی اطاعت و فرمان برداری سے منحرف نہ ہوں۔ علف نامہ پر ان سب کی دستخطیں لیکر حاجب المصطفیٰ اور مقتد سلطنت محمد بن ابی عامر

کو اپنی زوجہ سلطانہ صبح کی نگرانی میں جو نہایت لائق اور سچیدار عورت تھی ہشام  
 کا اتالیق مقرر کیا پس الحکم کی اس نصیحت کے موافق ہشام ثانی المودیانہ  
 ۳۶۶ھ مطابق ۹۷۴ء میں اپنے موروثی تخت پر بیٹھا لیکن جس وقت الحکم  
 جان بحق تسلیم ہوا بعض بعض ملازمین اور امراء نے ہشام کے خلاف او اس کے  
 چچا المغیرہ کی تائید میں سازش شروع کی۔ چنانچہ ادھر تو خلیفہ کا دم نکلا اور ادھر دو  
 خواجہ سراؤں نے جن کے نام فایق اور جو ذر تھے آپس میں ایذا کا کیا کہ اگر  
 یہ ہم کو عمر لڑکا تخت نشین ہوا تو جعفر المصحفی ہمارے ارادوں کو کبھی پورا نہیں ہونے  
 دیکھا بلکہ ہم کو بیکار کر دیکھا۔ مناسب یہی ہے کہ ہشام کے چچا المغیرہ کو تخت پر بٹھا دیا  
 اور المصحفی کو موقع پا کر قتل کر ڈالا جو ذر نے المغیرہ کے انتخاب سے تو پوری  
 رضامندی ظاہر کی لیکن المصحفی کے متعلق بیان کیا کہ محسن دیرینہ کا قتل مناسب  
 نہیں فایق نے جواب دیا کہ سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ المصحفی مار ڈالا  
 جائے بعد اس کے ان دونوں نے جعفر المصحفی کو الحکم کے انتقال کی اطلاع کی  
 اور المغیرہ کو تخت پر بٹھانے کی رائی دی جعفر ایک جہان دیدہ اور مدبر آدمی تھا  
 ان خواجہ سراؤں کے اصل مطلب پر فوراً جا پہنچا اور یہ جواب دیا کہ ایسے وقت  
 نازک میں جو تمہاری رائی مصلحت اندیش ہو او اس پر کار بند ہو چو کہ تم لوگ بحیثیت

معتدین خانگی بہت کچھ وقعت اور قوت کہتے ہو اور میرا کام یہ ہے کہ تمہارے  
 حسب منشا کام کروں قبل اس کے کہ یہ لوگ اپنے ارادہ کو پورا کرتے اے مصحفی  
 قصر شاہی سے باہر آیا اور فوج اور افسران فوج کو جمع کر کے ان کو سہی اسی عظیم  
 علی طلوع کی اور فایق اور جوڈر کے ارادوں کو اون پر ظاہر کر دیا اور کہا کہ اگر ہم اپنے  
 آقا می مرحوم کے وارث حقیقی کو اس کے حق سے محروم کریں گے تو دین دنیا  
 دونوں میں سوائے بدنامی اور رسوائی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا اس وزیر نے  
 اسی وقت المیغیرہ کے مکان پر محمد ابن عامر کو ایک دستہ فوج کے ساتھ بھیجا  
 اور یہ حکم دیا کہ اس کو فوراً قتل کر ڈالے جب ابی عامر نے المیغیرہ کو خلیفہ  
 کے انتقال اور ہشام کی تخت نشینی کی خبر پہنچائی تو اس کو ان واقعات سے  
 بے خبر پایا المیغیرہ دفعتاً خلیفہ کے انتقال کی خبر سن کر سخت پریشان ہوا اور بعد  
 سال بسیار جواب دیا کہ میں اپنے نئے آقا کی بجا آوری احکام اور خیر خواہی کو لئے  
 حاضر ہوں اس خلاف امید خیر خواہانہ جواب سے ابی عامر بہت متفکر ہوا اور مصحفی  
 کو اس واقع سے مطلع کیا جواب یہ آیا کہ فوراً گرفتار کر کے قتل کر ڈالو اور اگر تم کو  
 اس حکم کی تعمیل میں کچھ عذر ہے تو میں دوسرے کو روانہ کرتا ہوں چنانچہ المیغیرہ مار ڈالا  
 محمد ابن ابی عامر جس نے جعفر المصحفی کے اس سخت حکم کی تعمیل کی تھی

مشہور آدمی تھا جس نے اسلام کو انتہائی ترقی تک پہنچایا تھا۔

اس کا سلسلہ عبد اللہ ابن عامر ابن ابو عامر ابن الولید ابن یزید  
 لیکر عبد الملک المعافری تک ملتا ہے۔ یہ شخص ۳۵۷ء مطابقت ۹۳۹ء  
 میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی ماں یحییٰ ابن زکریا ابن التیمی کی بیٹی تھی مختلف  
 تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر طوریش قریب الجزائر کا باشندہ تھا  
 اس کا جدا علی عبد الملک ان مشہور امراء عرب کے ہمراہ اندلس میں آیا  
 جنہوں نے امیر طارق ابن زیاد کے ساتھ اس ملک کو فتح کیا تھا اس کا باپ  
 عبد اللہ الملقب ابو حفص الجزائر میں پیدا ہوا تھا لیکن کم سنی کے زمانے میں  
 قرطبہ اگر احمد ابن خالد اور محمد ابن فطیس اور دیگر مشاہیر محدثین سے علم حدیث  
 بڑھا تھا۔ یہ نہایت با وضع اور باندھب شخص گزرا۔ بادشاہوں اور امراء سے ہمیشہ  
 متصرف تمام عمر اس نے گوشہ نشینی اور خدا کی یاد میں بسر کی عبد اللہ کی تاریخ و مقام  
 انتقال ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہوتا لیکن اتنا ضرور پایا جاتا ہے کہ خلیفہ الناصر کے  
 عہد حکومت میں جبکہ یہ حج سے واپس آ رہا تھا تو طرابلس غرب یا ارکادہ  
 میں اس کا انتقال ہوا۔ باپ کے انتقال کے بعد محمد ابن ابی عامر جو بعد از ان  
 تاریخ میں المنصور کے نام سے مشہور ہوا اپنے زمانہ کم سنی میں قرطبہ آیا اور



قصر شاہی کے قریب ایک دوکان کہولی جہان بیہ ادنیٰ ملازمین شاہی کے خطوط  
 یا عراض لکھ کر اپنی گزراوقات کرتا تھا۔ اسی عرصہ میں سلطانہ صبح ہشام کی  
 مان کو ایک خانگی محرر کی ضرورت ہوئی کسی خواجہ سرا نے المنصور کی سفارش  
 کی چند ہی روز میں اس نے اتنا رسوخ حاصل کیا کہ ملکہ نے اسے اپنا خانگی  
 معتمد مقرر کیا اور احکم سے اس کی لیاقت اور دیانت کی بہت کچھ تعریف کر کے  
 اس کو ایک شہر کا قاضی مقرر کر دیا۔ اس عہدے پر ہی المنصور نے ایسی نیکنامی  
 حاصل کی کہ بہت جلد اس کو شہبیلیہ کے ٹکیس کے وصولات کا افسر مقرر کر دیا۔  
 چونکہ اس کو دار الخلافہ سے باہر رہنا گوارا نہ تھا اس نے قرطبہ اگر ملکہ کو بہت  
 کچھ پیش بہا تحائف نذر گزارنے اور اسی کی سفارش سے محکمہ دار الضرب اس کے  
 تفویض کر دیا گیا۔ اس کام کو بھی اس نے بخوش اسلوبی انجام دیا اور ساتھ ہی ساتھ  
 محل کے ملازمین سے اپنا رابطہ مضبوط بنا رہا اور تمام خواجہ سراؤں اور غلاموں کو  
 خوشامد اور رشوت سے اپنا بنالیا۔ چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ محمد بن افلاج جو  
 احکم کے خاص زمزمہ ملازمین میں سے تھا اس کے پاس محکمہ دار الضرب میں آیا  
 اور اس سے نہایت ہی دردمینر الفاظ میں کہا کہ جو کچھ سرمایہ زندگی میں نے اپنی تمام  
 عمر میں فراہم کیا تھا وہ سب بیٹی کی شادی میں خرچ ہو گیا اور اب سوائے ان تین

چاندی کی چیزوں کے کچھ باقی نہیں رہا ابن عامر نے اس تمام قصے کو سنا اور بہت کچھ زبانی ہمدردی کے ساتھ اس کا دامن رویوں سے بہرہ دیا افلح کو اس قدر امید نہ تھی بالخصوص جبکہ بہ نسبت اور ملازمین کے یہہ ابن عامر سے اس درجہ واقف نہ تھا۔ اس سلوک کے چند ہی روز بعد المنصور نے اس غلام پر اپنا راز افشا کیا۔ اور اس کو بہت کچھ سنبلیغ دکھا کر احکم کے تخت سے اُتارنے میں مدد چاہی محمد ابن افلح نے ایک زمانہ کے بعد اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا تھا کہ قریب تھا کہ میں بعض ان احسانات کے جو اس نے میرے ساتھ کیے تھے اس کے ساتھ سازش میں شریک ہو جاتا۔ اس نے مجھ کو اس قدر پتہ دیا تھا کہ اپنی بیٹی کے جہیز دینے کے بعد ہی رقم کثیر بچ رہی تھی۔ غرض ابن عامر نے ادھر تو محلات شاہی کو اپنا بنا لیا تھا اور ادھر ملکہ صبح اس کو اپنا سچا خیر خواہ سمجھنے لگی تھی۔ یہہ ہی ملکہ کے خوش رکھنے میں ہمیشہ مصروف رہا کرتا تھا چنانچہ جس وقت اس کا تقرر اس محکمہ پر ہوا اس نے ایک مختصر سائل خالص چاندی کا بنا کر ملکہ کے نذر کیا جس کے صلے میں ملکہ نے احکم سے اس کی اس قدر تعریف و سفارش کی کہ احکم نے ایک روز اہل دربار سے کہا کہ اس لڑکے نے تجھے دیدیکہ ہمارے تمام مخلوق کو اپنا سرپرست اور معاون بنا لیا ہے اسی طرح رفتہ رفتہ احکم اور امرا کی سلطنت

یہی اس کو عزیز رکھنے لگے۔ یہاں تک کہ جب خلیفہ کا آفتاب عمر غروب ہونی لگا  
 تو الحکم نے اس کو ہی ہشام کا االیق مقرر کیا۔ المیغیرہ کے قتل کے بعد المنصور  
 نے ہشام کو اپنے قبضے میں لانے کی کوشش کی اور جب دیکھا کہ المصحفی  
 اور امیر غالب جیسے وزرا و امراء ہا وقت کے مقابلے میں اپنے ولی مقصود  
 کو پہنچنا غیر ممکن ہے تو اس نے احسانات سابقہ کو بالائمی طاق رکھا اور امراء اور  
 وزرائی دولت میں باہمی دشمنی پیدا کر کے سب کو معطل و بیکار کر دیا اور خود سلطنت کا  
 مختار بن بیٹھا ابن ابی عامر کی سازش کا واقعہ ہم ذیل میں تفصیل کے ساتھ تحریر کرتے ہیں  
 جس وقت ہشام تخت پر بیٹھا۔ جعفر المصحفی نے تمام انتظام ملک کو اپنے  
 ذمہ لیا اور تمام غیر ضروری شان و شوکت کو چھوڑ کر اپنے ملک و مالک کی خیر خواہی  
 میں مصروف ہوا لیکن محمد ابن ابی عامر جب کہیں کسی معاملہ میں اس کی سختی دیکھتا  
 رہتا تو خفیہ طور پر المصحفی کو نہایت خود غرض اور ظالم ثابت کرنے کی کوشش  
 کرتا رہا۔ چونکہ عوام الناس کو یہی اس کی خود غرضانہ قیاضی نے اس کا خیر خواہ اور  
 طرفدار بنا دیا تھا اس لیے وہ لوگ بھی اس کا ساتھ دیتے تھے۔ ان واقعات  
 نے خیر المصحفی اس کو فی الحقیقت اپنا سچا دوست اور خیر خواہ سمجھتا تھا کہ ابن عامر  
 یہی بظاہر اس وزیر کو اپنا سرپرست و محسن بنائے ہوئے تھا لیکن یہ خوب جانتا تھا

کہ المصحفی کی نظرون میں اس کی کچھ وقعت نہیں ہے اس ہی خیال سے اس نے  
 ملکہ صبح کو اپنی خلعت اور چالاکئی سے ایسا راضی کیا کہ ملکہ نے ایک حکم بائیں مضمون  
 المصحفی کو بھیجا کہ آئندہ سے تمام اہم معاملات ریاست میں اسن عامر کو بھیج دیک  
 کیا جائے المصحفی نے خالی الذہن اس حکم کی فوراً تعمیل کی بلکہ اس روز سے  
 اسن عامر کو اور زیادہ عزیز رکھنے لگا۔ سب سے پہلے اس نے المصحفی کے  
 ذریعہ سے فوج صقال کو جو ہمیشہ محل شاہی پر متعین رہا کرتی تھی برخواست کرادیا اور  
 اون افسر اور ملازمون کو جو اس کی ترقی کے حائل ہوتے تھے تھوڑوں کو خارج البلد  
 اور باقی کو قتل کرواڈالا اور بجائے اون کے اپنے خیر خواہ اور معتمد اشخاص کا تقرر کیا۔  
 اس کے بعد اس نے المصحفی اور امیر غالب میں مخالفت پیدا کرنے کی  
 کوشش کی غالب ایک سید ہا سادہ سپاہی تھا بہت جلد اس کے پہنڈ و نہیں  
 پہنس گیا اور یہم باور کر کے کہ المصحفی کو مجھ جیسے با وقعت مد مقابل کار ہنایندہ نہیں  
 وزیر عظم کی عدول حکمی کرنے لگا المصحفی نے غالب کے طرز عمل کی شکایت مجلس  
 امرائے کی سب کی یہی راسخی ہوئی کہ کسی امر کی نا فہمی سے جو نزاع پیدا ہوتی ہے  
 اس کی صفائی کر لینی چاہیے محمد اسن ابی عامر کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں ان دونوں  
 فی الحقیقت صلح نہ ہجائے اس نے غالب سے ملنے کی کوشش کی۔ اتفاقاً امیر غالب

کسی سرحدی نزل کے تصفیہ کی غرض سے اپنی فوج کے ساتھ گیا ہوا تھا  
ابن ابی عامر بھی اجازت حاصل کر کے عیسائیوں کے انسداد کے لئے  
قرطبہ سے روانہ ہوا ان مہات کے تصفیہ کے بعد یہ دونوں راستے میں ایک  
دوسرے سے ملے اور آپس میں یہ عہد و پیمان ہوا کہ جعفر المصحفی جہان تک  
جلد ممکن ہو خدمت سے معزول کر دیا جائے اس سازشی ملاقات کے چند روز  
بعد ابن ابی عامر نہایت شان و شوکت کے ساتھ قرطبہ میں داخل ہوا  
جنگ کی کامیابی نے عوام الناس کی نظروں میں اس کی وقعت کو دو بالا کر دیا۔  
ہشام نے المصحفی والی المدینہ کو خدمت سے معزول کر کے محمد ابن عامر کو  
اس کی جگہ مقرر کیا اور ایک بیش بہا خلعت اپنے ہاتھ سے اس کو پہنایا۔ اس  
خدمت کو اس نے ایسی لیاقت و خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ المصحفی کا علیحدہ  
ہونا باشتناہی چند خیر خواہان ریاست کسی کو ناگوار نہیں گزرا۔ اس واقعہ کے بعد  
المصحفی اپنے خواب غفلت سے چونکا اور جب دیکھا کہ محمد ابن عامر میری برباد  
پر آمادہ ہے اس نے امیر غالب کو بھی اس کی سازشوں سے مطلع کیا اور  
بغرض صلح یہ درخواست کی کہ غالب اپنی لڑکی کی شادی اس کے لڑکے  
عثمان کے ساتھ کر دے ابن عامر کو یہ کب منظور تھا کہ ان الوالعزم امیر و منہن

دوبارہ سلسلہ اتحاد و محبت کا قیام ہو۔ اس نے دونوں کو باہمی مصالحت پر مستعد کیا۔ فوراً ایک خط امیر غالب کو اس مضمون کا لکھا کہ المصحفی دہوکا دیکر محض اپنے ذاتی اغراض کے لئے تجھ کو میرا مخالف بنانا چاہتا ہے۔ چونکہ تمام امر اور حکام کی افسون رمازش سے رام ہو چکے تھے اس نے غالب کے بعض خاص رشتہ داروں سے اپنے اس خط کی تصدیق بھی کرادی جس کا اثر اس سادہ لوح سپاہی پر ایسا ہوا کہ اس نے المصحفی کے پیام کو فوراً منظور کر دیا اور اپنی لڑکی کی شادی خود ابن ابی عامر سے کر دی۔ <sup>۳۶</sup> محرم ۱۲۶۷ ہجری میں نسبت ہوئی اور شب نوروز کو سہایت ہی شان و شوکت سے نکاح کیا گیا۔ اس شادی میں خود ہشام شریک تھا لیکن باوجود کامیابی کے ابن عامر المصحفی پر پورا ہاتھ ڈال نہیں سکتا تھا اگر المصحفی مستعدی کے ساتھ اس کے حکون کو رد کرنا چاہتا تو یہ اس قدر جلد اپنے مطلب ولی پر فائز نہ ہوتا لیکن یا تو بوجہ ضعیفی یا اور وجہ سے المصحفی نے اس کی سازشوں کو رد کرنے کی کوشش نہیں کی اور اب حالت ناامیدی میں اپنے دشمن کو بالکل مطلق العنان کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن عامر کو پورا موقع المصحفی کے بیکار کرنا ملا۔ اور اس نے فوراً اپنے سرے غالب کو اس کے ساتھ شریک جب مقرر کر دیا تب دیرج المصحفی کے جملہ اختیارات سلب کیے گئے تاہم محمد ابن ابی عامر

کو اپنے محسن قدیم اور ایسے سچے خیر خواہ ریاست پر رحم نہ آیا اور المصحفی کے تنہا ہی  
 پر اکتفا نہیں کیا بلکہ نوعمر سلطان کو اس کے دوستوں اور رشتہ داروں بلکہ بچوں تک  
 سے بدظن کر دیا اور حکم دیا کہ جو کچھ سرکاری دسپین لوگوں کے ہاتھ سے اوٹھا ہے  
 اس کا کامل حساب پیش کریں اور یہاں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اس قدر جربائے ان پر  
 کیے کہ فاقہ کشی کی نوبت پہنچ گئی اور اسی طرح رفتہ رفتہ اس مشہور اور با وقعت  
 خاندان کو خاک میں ملادیا المصحفی کا مکان جو قصر شاہی کے بعد قرطبہ میں اپنا نظر  
 نہیں رکھتا تھا جبراً خرید لیا اور جب موقع ملا المصحفی کو علاوہ روحانی خدمت عظیم کے  
 جسمانی تکلیف مثل قید وغیرہ دیتا رہا اور بالآخر الزہراء کے قید خانہ میں قید کر دیا۔ بعض  
 باقل ہیں کہ یہ زہر سے مار ڈالا گیا۔ اس کے قریب کے رشتہ داروں اور چند  
 دوستوں نے اس کی نعش کو قید خانہ سے لے جا کر کسی گناہ مقام میں دفن کر دیا۔  
 جاتے عبرت ہے کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ جب کہی جعفر بن عثمان المصحفی  
 مسجد یا مکان سے باہر نکلا کرتا تھا تو لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ راستہ پر چلنے کی جگہ  
 نہیں ملتی تھی اور ایسے مواقع پر ہر جاہل کو عرضی دینے کا حکم تھا بلکہ ملازموں کو یہ تاکید  
 تھی کہ ایسے شخص کو بلاتامل ہمارے سامنے پیش کر دیا کریں۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ اس کے  
 جنازہ کے ساتھ دو چار آدمیوں کے سوائے کوئی موجود نہ تھا۔ اپنے آخر زمانہ میں

المصحفی یہ کہا کرتا تھا کہ جو کچھ مجھ پر کرایا جواب گزر رہا ہے یہ سب میرے اعمال کی یاد اش ہے میں نے اپنے زمانہ عروج میں ایک شخص کے ساتھ بے حد سختی کی تھی بلکہ اوس کو قید کر دیا تھا اوس نے میرے سامنے یہ بد دعا کی تھی کہ جن لوگوں نے مجھ کو اس درجہ تک پہنچایا اون کو بھی یہی حالت خدا نصیب کرے یہ سن کر میرے دل میں خدا کے خوف نے اثر کیا اور میں نے فوراً اوس کو رہا کر دیا لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص سبکناہ تھا خدا ہی تعالیٰ نے اوس کا معاوضہ مجھ کو دنیا میں عطا فرمایا امید ہے کہ آخرت میں اس کی باز پرس سے معاف کیا جائے

المقصود کے ایک کاتب کا یہ بیان ہے کہ ایک دفعہ ابن ابی عامر نے عمداً المصحفی اور اوس کے بیٹے عثمان کو ذلیل کرنے کی نیت سے جبراً اپنی فوج کے ساتھ رکھا اور اس قدر سختی کی کہ ایک روز حالت اضطراب میں ایشعار المصحفی کی زبان جاری ہوئے

تَعَالَيْتُ حُرُفَ الْحَادِثَاتِ فَلَمْ أَلْ	أَرَاكَ تَوَفَّى عَنْهُ وَعِدَ هَذَا الْحَدَّ
فَلِلَّهِ أَيُّامٌ مُضَتْ بِسَبِيلِهَا	فَإِنِّي لَا أُنْسِي لَهَا أَبَدًا ذِكْرًا
تَخَافَتْ بِهَا عَنَا الْحَوَادِثُ بِرُحَّةٍ	وَلَا نَظَرْتُ مِنْهَا حَوَادِثُهُ شَرًّا
لِيَا لِي مَا يَدِرُ الزَّمَانُ مَكَانَهَا	وَأَبَدَتْ لَنَا مِنْهَا الطَّلَاقَةَ وَالْبَشَرُ
وَمَا هَذِهِ إِلَّا يَأْمُ الْأَسْحَابِ	عَلَى كُلِّ أَرْضٍ مُطَرُّ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ



الغرض جعفر ابن عثمان لمصحفی کے انتقال کے بعد محمد ابن ابی عامر نے  
 دیکھا کہ اب سوائے امیر غالب کے اور کوئی حریف مقابل باقی نہیں رہا اس نے  
 اسی وقت سے غالب کی بربادی اور تباہی کی تدابیر سوچیں شروع کر دیں اور موقع کا منتظر بنا  
 ایک مرتبہ کسی سرحدی مہم پر یہ دونوں امیر ساتھ تھے ایک قلعہ پر دونوں  
 دشمن کی فوج کی حالت دریافت کرنے کی عرض سے چڑھے۔  
 ان کی رائے میں کسی قسم کا اختلاف واقع ہوا غالب چونکہ ابن ابی عامر  
 کی خود غرضیوں اور سازشوں سے بخوبی واقف تھا غصے کو نہ روک سکا اور انصاف  
 سے کہا کہ اُسے شیطان تو شاہی خاندان کو تباہ اور ان قلعجات کو منہدم کر کے خود  
 بادشاہ بنا چاہتا ہے۔ ”یہ کہہ کر امیر غالب نے ایک وازلوار کا اوس پر کیا اگر  
 افسران فوج حائل نہ ہوتے تو ضرور ابن ابی عامر کا کام تمام ہو جاتا تاہم ایک شدید

سلاہ میں نے حادثہ روزگار کے ساتھ داد و دستہ کی اور ثابت رہا درحالیکہ میں دیکھ رہا تھا کہ  
 حادثہ روزگار اپنی وعدہ گاہ پر مردِ حق کے ساتھ وفاق کرتے تھے۔ پس اندھنی کے لئے وہ دن  
 ہیں جو ان حادثہ کے راستہ میں گزر گئے ہیں کبھی ان کا ذکر نہیں ہوتا کچھ قلیل عرصہ تک حادثہ ہم سے چھپے رہے اور نہ ہکو  
 حوادث نے ٹیڑھی نگاہ سے دیکھا اس لئے کہ وہ راتیں ایسی تھیں کہ ان کا مقام زمانہ نہیں جانتا تھا کشادہ روی اور بشارت ہمارے  
 لئے ان وقتوں میں تھی۔ اور یہ دن بہتر دنوں اور دن کے ہیں جو سرزمین پر بُرائی اور نیکی کو برساتے ہیں۔

زخم اس کے سر پر آیا اور قریب تھا کہ یہ قلعے کی دیوار سے نیچے جا رہے لیکن اس کی خوش قسمتی سے کسی خیر نے اس کو گرنے سے روکا اور افسران فوج اس کو اوٹھا کر اس کے زخمی میں لے گئے غالب اسی حالت غصہ میں انصاف سلطانی سے بھی مایوس ہو کر سید ہائیسائیوں کے لشکر میں چلا گیا اور اون کا شریک ہو کر ابن ابی عامر رحلاؤ ہو اگر غالب نے اس جنگ میں نہ صرف شکست ہی پائی بلکہ مارا گیا۔

محمد ابن ابی عامر نے ان تمام امرائے حلیل القدر کے قتل اور تباہی سے فراغت اور میدان کو بالکل خالی پا کر اقتدارات شاہی کے غضب کرنے کی فکر و کوشش شروع کی اور نہایت جرأت اور اطمینان سے سلطان کے احکام کی نافرمانی کرنے لگا۔ ابن ابی عامر کو یہ خوب معلوم تھا کہ اب خلیفہ کے خانگی ملازموں سوائے اور کسی کو قدرت میر ہی مخالفت کی نہیں ہے پس اس نے ان سب کو برطرف اور ان کی جگہ خاص اپنے مقبرہ لوگوں کو مامور کیا اس اشار میں اس کو یہ خبر پہونچی کہ بعض محل کی عورتوں نے اون خزائن شاہی پر جو خاص محل میں رہا کرتے تھے تصرف کیا ہے اور ملکہ صبح نے جو اس کے ارادوں سے پورے طور پر واقف ہو گئی تھی بہت کچھ روپیہ نکال لیا ہے اور اس روپیہ کی جگہ صندوق مختلف چیزوں سے بھر کر رکھ دیئے ہیں اور حاکم شہر کو دھوکا دیکر بہت کچھ پیش بہا مال و اسباب قرطبہ سے باہر بھیجا ہے

ابن ابی عامر نے ملازمین شاہی کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ امیر المومنین برقعہ کا محل میں جمع رکھنا پسند نہیں کرتے علاوہ برین چونکہ ان کا وقت زیادہ تر روزہ و نماز میں گزرتا ہے خزانے کی نگہداری نہیں ہو سکتی پس ملازمین کو یہ ہدایت کی کہ روپیہ میرے سپرد کر دیا جائے یہ ہدایت بمنزلہ حکم کے تھی۔ ستاون لاکھ دینار شرح موجود خزانہ محلات اس کے خاص قلعہ الزاہرہ میں جو اس نے خود قرطبہ کے باہر بنایا تھا بھیج دئے گئے اور ملکہ صبح سے وہ روپیہ تمام کمال جو اس نے شاہی خزانہ سے لیا تھا اور جو ہنوز محل ہی میں رکھا تھا جبراً وصول کر لیا اس نے اپنی ظاہری اعطاف و فرمانبرداری سے نوجوان خلیفہ کے دل پر ایسا قبضہ کیا تھا کہ اس کے کظم و زیادتی کی شکایت کا خلیفہ مطلق اثر نہ ہوتا تھا بلکہ ہشام اس کو ایک مرد باخدا صاف باطن اور ملک و مالک کا سچا خیر خواہ سمجھنے لگا۔ اور ان معدودے چند کی زبانیں جو محض نیت خیر خواہی بلا لحاظ اپنے ذاتی نقصان کے اس کی سازشوں اور ارادوں کو خلیفہ ظاہر کرتے رہتے تھے بند ہو گئیں۔

محمد ابن ابی عامر جب اس انتظام سے فارغ اور ہر طرح مطمئن ہوا تو اب اس نے فوج پر قبضہ کرنے کی کوشش کی سب سے پہلے اس نے افسران سابق کو معزول اور بجائی اون کے اپنے خیر خواہوں کو مامور کیا اور پھر رفتہ رفتہ تمام

فوج اہل بربر اور زناتہ سے بہر دی فوج کا مطیع ہونا کیا تھا کہ تمام ملک اس کے  
 قبضہ تصرف میں آگیا۔ تمام امرائی عرب مرعوب ہو ہی چکے تھے اس نے اپنے کو  
 بالکل خود مختار پاکر ہشام کو محل میں نظر بند کر دیا اور خود بکمال اطمینان خلیفہ ہی کے نام  
 سے حکومت کرنے لگا اور یہ حکم نافذ کیا کہ آئندہ سے سب اس کو الحاح جب اور  
 المنصور کے القاب سے خطاب کیا کریں۔ اس نے بغرض حفاظت اپنا قیام  
 قلعہ الزاہرہ میں اختیار کیا اور تمام دفاتر و خزانہ و حکام وغیرہ کو اس ہی قلعہ میں  
 رہنے کا حکم دیا۔ الغرض بتدریج ابن عامر کو ایسی ثروت و قوت حاصل ہوئی کہ ملک  
 محروسہ کی تمام مساجد میں بعد خلیفہ کے اس کا نام ہی خطبہ میں پڑھا جاتا تھا۔ نوبت یہاں تک  
 پہنچی کہ المنصور نے لباس شاہنشاہی علانیہ پہنا شروع کیا۔ سکے پر بھی خلیفہ کے ہم  
 کی جگہ المنصور دکھائی دینے لگا۔ بوقت جنگ فوج کو یہ بذات خود لڑانا تھا۔ مشہور ہے  
 کہ چھپن باریہ لڑا اور ہمیشہ کامیاب رہا مخبروں کو افریقیہ پہنچکر وہاں کے قبیلوں اور  
 رسیوں میں نزاع کی بنا ڈالی اور پھر فوج پہنچکر مغربی افریقیہ کو اپنے دائرہ حکومت میں  
 لایا۔ اپنی بیٹے عبد الملک کو افریقیہ زیری ابن عطیہ حاکم فاس کی تنبیہ کے  
 لئے صرف اتنی بات پر پہنچا کہ زیری نے چند نامنرا الفاظ اس کی شان میں استعمال کیے  
 تھے اور اپنے بادشاہ ہشام کو قید کرنے کی نسبت ملامت کی تھی مگر اس جنگ کے

قبل ہم اون لڑائیوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو منصور زمانہ عروج کی قبل اور بعد ہوئیں جن کی وجہ سے اس قدر جلد اپنے دلی مقصود کو پہنچا۔

خلیفہ الحکم کے انتقال کے پانچ یا چھ سال کے بعد امراء عرب کو خانہ جنگی میں مصروف پاکر عیسائیوں نے اندلس پر حملہ کیا المصحفی کو سازشوں نے پریشان کر رکھا تھا اس یورش کا فوراً افسردہ نہ کر سکا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی نہایت جماعت کے ساتھ بلا مزاحمت قرطبہ کے قریب آپہنچے جب اطراف واکان سے عیسائیوں کے ظلم و زیادتی کی شکایتیں متواتر پہنچیں تو اس نے فوج بھیجنے کی عوض صرف یہ حکم دیا کہ دریائی ٹہکیس کا پل گرا دیا جائے۔ مگر اس سے کیا ہوا تھا المصحفی کو اس قدر بڑا پاپا کر ابن عامر کو عمدہ موقع حملہ کا ملا اور اس نے غل چایا کہ جب فوج کثیر خنک کے لیے تیار اور خزانے معمورین تو یہ ہر کون نینیں عیسائیوں کو کافی سزا دی جاتی المصحفی نے مجبوراً تمام وزراء کو جمع کیا سب نے ابن عامر کی رائی سے اتفاق کیا اور اس ہی کو فوج کا افسر مقرر کر کے عیسائیوں کے مقابلہ کا حکم دیا۔ ابن عامر کی دلی خواہش یہی ہی تھی یہ اسی وقت ایک لاکھ دینار لیکر روانہ ہوا اور (باؤن) روزمین عیسائیوں کو سرحد کے باہر کر دیا اور بہت پہلے مال غنیمت لیکر واپس آیا منصور ۳۷۲ھ مطابق ۹۸۲ء عزمین لیٹا کر کے حلیقہ یہوینچا اور وہان کے مشہور شہر و

مثل لیون وغیرہ کو لوٹنا چاہا۔ لیکن جب اس کو معلوم ہوا کہ عیسائی اس کے انکی  
 خبر پا کر ان شہروں سے تمام مال و اسباب لیکر پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے  
 ہیں منصور کسی شہر میں داخل نہیں ہوا بلکہ جن مقامات سے یہ گزرا اون کو تاراج  
 کرتا ہوا قرطبہ واپس چلا آیا لیکن دوسرے ہی سال پہر اگر لیون پر قبضہ کیا او  
 قلعوں کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ منصور ۳۵۴ھ بم ۳۵۴ھ ع ۸۵۷ھ میں بعد اعلان جہاد حیا  
 اور البیڑۃ اور بسطہ اور تدمیر تہا بلبنسیہ آیا اور یہاں چند روز فوج کو آرام دیکر بادشا  
 بریل کے ملک میں داخل ہوا جس کو اس نے شہر برشلونہ کے قریب شکست  
 فاش دی اور بتاریخ ۵۱۵ھ صفر اپنے جہنڈے کو اس قلعہ پر نصب کیا اس مرتبہ بھی  
 مورخین و مصنفین و شعراء اس کے ساتھ تھے جنہوں نے اس کی اور اس کی  
 فتوحات کی تعریف میں دفتر کے دفتر سیاہ کر دئے تھے۔ ایک مشہور مورخ نے  
 جو اس جنگ میں منصور کے ساتھ تھا ان لوگوں کے نام کی فہرست بھی دی ہے  
 جس سے اس امر کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کے عہد حکومت میں کیسے کیسے  
 عالم موجود تھے۔ ہم چند لوگوں کے نام اس مقام پر درج کرتے ہیں ابو عبد اللہ

۱۔ اس کو انگریزی میں بازاکتہ ہیں ۲۔ تدمیر اندلس کے ایک صوبہ کا نام تھا جو قرطبہ کے مشرق کی جانب واقع تھا و ایل نائین  
 اس صوبہ کے حاکم کا نام بھی تدمیر تھا جس کو طارق ابن زیاد و پر عبد الغزیز ابن موسیٰ ابن نصیر نے شکست دی تھی۔

ابن حسن ابوالقاسم ابن الحسین ابن الولید جو زیادہ تر ابن العارف کے نام سے مشہور ہے ابن شہید۔ عبد الرحمن ابن احمد۔ ابوالاعلیٰ سعید ابن الحسن اللغومی جس کی مشہور تصنیف فصوص موجود ہے ابوبکر زیادہ اللہ ابن علی ابن حسن لممنی۔ عمر ابن النجم البغدادی۔ ابوالحسن علی ابن محمد القریشی العباسی۔ عبدالغفر ابن الخطیب المحدث۔ موسیٰ ابن طالب۔ مروان ابن عبد الرحمن یحییٰ ابن ہذیل ابن عبد الملک سعد ابن محمد۔ علی النکاس البغدادی۔ ابوبکر یحییٰ ابن امیہ ابن سب محمد ابن اسماعیل الزبیری جس کی کتاب مختصر فی اللغت اور کتاب العین کا خلا جو خلیل ابن احمد کے نام سے مشہور ہے اور مختلف کتابیں صرف دوح اور تلخ میں موجود ہیں محمد ابن عبد الباصر۔ احمد ابن عبد الملک ابن شہید جو علما مصنف ہونے کے وزیر بھی رہ چکا تھا محمد ابن حسن القریشی۔ طاہر ابن محمد جو مشہور ریاضی دان تھا۔ ابن امیہ ابن غالب وغیرہ وغیرہ تھے۔

۳۵۰ھ میں المنصور نے اپنے چچا زاد بھائی ابوالحکم عمر کو فوج دے کر الحسن ابن کنون اور سی کی تنبیہ کے لیے بھیجا۔ اس نے شہر بصرہ پر قبضہ کر لیا تھا عمر نے الحسن کو مع فوج محصور کر کے صلح پر مجبور کیا اور بعد صلح خلاف معاہدہ

اس کو گرفتار کر لیا اور حسب الحکم المنصور اس کو قتل کر کے اس کے سر کو قرطبہ پہنچا۔  
 ۳۸۱ء مطابق ۹۹۱ء میں زیری ابن عطیہ المغربی نے جواہر نفا  
 کا حاکم تھا جس کا ذکر اوپر مجملاً ہو چکا ہے ایک سفارت مع تحائف کے جس میں دو  
 گھوڑے اور پچاس اونٹ نہایت تیز رفتار ایک ہزار سپہ گنڈے کے چمڑے کی  
 تیر و کمان زاب کی بنی ہوئیں اور بہت سے نادر جانور مثل گنڈے اور ہاتھی اور  
 شیر اور ایک ہزار تیلے خرے کے اور نادر افریقیہ کی اشیاء شریک تھیں یہی اس  
 سفارت کے روانہ کرنے سے اصل غرض یہ تھی کہ زیری سے جو عظیم الشان  
 فتوحات عمل میں آئے ہیں اور جو نیا ملک اس نے خلیفہ کے نام سے فتح کیا ہے  
 اس سے المنصور مطلع کر دیا جائے جس وقت دار الخلافہ میں یہ واقعات عام  
 طور پر ظاہر کیے گئے تمام شہر نے خوشی منائی اور المنصور نے سفیروں کو خلعت  
 اور تحفہ دیکر مع فرمان منجانب خلیفہ ہشام واپس کیا۔ اس فرمان کے ذریعہ سے  
 زیری اس تمام ملک مفتوحہ کا حاکم مقرر کیا گیا تھا۔

اس واقعہ کے دوسرے سال یعنی ۳۸۲ء میں زیری ابن عطیہ نے  
 بذات خود قرطبہ اگر المنصور سے ملاقات کی اور خلیفہ کے لئے پہلے سے بھی  
 زیادہ پیش بہا اور نادر تحفے ساتھ لایا اس کے ہمراہ تین سو حبشی سوار اور اسی قدر



پایا دے تھے المنصور نے بھی بہت ہی دھوم سے اس کا استقبال کیا اور جلد وین ایسی حسن خدمات کے اس کو وزیر سلطنت مقرر کر کے جعفر <sup>لمصطفیٰ</sup> کا مکان اس کی سکونت کے واسطے تجویز کیا زیر میاں بھی قرطبہ ہی میں تھا کہ اس کو خبر پہنچی کہ ابن لعلی الیفرونی نے اس کی عدم موجودگی میں موقع پاکر شہر فاس پر قبضہ کر لیا ہے زیر میاں فوراً افریقہ واپس آیا اور کئی لڑائیوں کے بعد جب ابن لعلی قتل ہوا تو <sup>۳۳۷</sup> ۳۳۷ھ میں فاس پر دوبارہ قابض ہوا۔

جیسا جیسا زیر میاں ابن عطیہ کو المنصور کا مکر وزور معلوم ہوتا گیا اسی قدر زیر میاں کو اس سے ایک قسم کی نفرت ہوتی گئی لیکن اصل نزاع ان دونوں میں اسی روز سے شروع ہوئی جبکہ زیر میاں نے علانیہ المنصور کی طرز حکومت اور اس پر ہودہ برتاؤ کی جو اس نے اپنے بادشاہ کے ساتھ رکھا تھا نہایت ہی بڑے الفاظ میں مذمت کی اور گو زیر میاں اس وقت بھی ہشام کو اپنا بادشاہ سمجھتا اور ہر طرح سے خیر خواہی پر آمادہ تھا لیکن اس نے المنصور کے مقابلے میں جب کی تیاری شروع کر دی المنصور نے اس کو منحرف پاکر ایک صقلی افسر کو مع فوج افریقہ روانہ کیا۔ یہ افسر شہر طنجبہ سے فاس کی طرف روانہ ہوا زیر میاں نے اسی فوج زمامت کو ساتھ لیکر اس کا مقابلہ کیا اور اس کو شکستین دیتا ہوا شہر طنجبہ میں محصور کر دیا <sup>۳۳۸</sup> ۳۳۸ھ

جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوراً اپنے بیٹے عبد الملک کو مد کے لیے سہجاء عبد الملک نے زیری کو بتایا ۵۱ رمضان ۳۸۴ھ کے ۹۹۷ء کا مکمل شکست دیکر شہر فاس پر قبضہ کر لیا اور اہل زناتہ کے ایک افسر کو اس شہر اور ملک کا افسر مقرر کیا زیری اس ناکامیابی کے بعد بھی المنصور کا مقابلہ کرتا ہوا وجود المنصور کی سخت عداوت کے ہشام کا سچا خیر خواہ بنا رہا۔ اس نے زاب اور شلف وغیرہ کو فتح کر لیا تھا اور اپنے باقی ملک کے فتح کرنے میں مصروف تھا کہ ایک شہر کے قریب ۳۹۱ھ مطابق سنہ ۹۹۸ء میں اس کا انتقال ہو گیا اور اس کے لڑکے المغرب نے جب اپنے من مقابلے کی قوت نہ دیکھی المنصور سے صلح کر لی المنصور نے اس کے باپ کی خطاؤں سے درگزر ہو کر اس کو منجانب خلیفہ افریقیہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

جس زمانے میں کہ مغربی افریقیہ میں جنگ وجدال کا بازار گرم تھا المنصور عیسائیوں پر بھی متواتر فتح پاتا تھا ۳۸۵ھ ہجری میں اس نے باغیوں کو اس قدر برباد اور تباہ کیا کہ ان لوگوں میں بغاوت کی قوت باقی نہ رہی لیکن پھر بھی المنصور ہر سال ایک دو بار فوج کشی اسی غرض سے کرتا تھا کہ اسلام کا رعب ان کے دل پر جس قدر ہے باقی رہے۔ اسی قصد سے المنصور بتایا ۲۳ جمادی الاخریٰ ۳۸۶ھ

یورش کرتا ہوا شنت یا قوہ پہونچا اس شہر کو عیسائیوں کا کعبہ سمجھنا چاہیے اس لیے  
 کہ یہاں پر حضرت عیسیٰ کے حواریں میں سے ایک کی قبر تھی جس کی زیارت کی  
 غرض سے نہ صرف اندلس بلکہ دور دور سے عیسائی آیا کرتے تھے المنصور  
 نے شہر سمورہ میں جس کو حلیقہ کا بایہ تخت سمجھنا چاہیے چند روز قیام کیا اور  
 یہاں کے قومیں یعنی امرا کو مع فوج ساتھ چلے کا حکم دیا ان عیسائیوں نے  
 طوعاً و کرہاً اس حکم کی تعمیل کی اور فوج اسلام کے ساتھ علاقہ شنت یا قوہ میں داخل  
 ہوئے المنصور نے اس کے قبل ہی حکم دیا تھا کہ ایک بڑا جنگی جہازون کا مع  
 فوج بندر قصرابی والنس میں تیار رہے جس وقت المنصور دریائی ڈیوڑ  
 کے قریب پہونچا یہ بڑا بھی حسن اتفاق سے اس ہی روز اس دریا میں داخل  
 ہوا اور جہازون کے ذریعہ سے المنصور مع فوج دوسرے کنارے پر اوترا  
 چونکہ رسد اور فوج کے آرام و آسائش کا پورا سامان مہیا ہو چکا تھا فوج شہر مذکور  
 کی طرف روانہ ہوئی مختلف دریاؤں اور جنگلون کو طے کرتی اور فرما ریش سے جو  
 اپنی لطافت آب و ہوا اور کسانوں کی محنت سے ایک بوستان جنت نشان  
 بنا ہوا تھا گزرتی ہوئی ایک نہایت ہی پُر فضا کہسار میں داخل ہوئی اس راستہ کو  
 دونوں طرف کے بلند اور تنگ پہاڑوں نے اس قدر دشوار گزار بنا دیا تھا کہ جو

لوگ دلیل راہ تھے وہ بھی اس کے طے کرنے میں بہت حیران و پریشان ہوئے لیکن منصور اس قسم کی دشواریوں کی کب پروا کرتا تھا اس نے فوج کو حکم دیا کہ تہرون کے ذریعہ سے راستہ کشادہ کر دیا جائے چنانچہ بہت ہی مشکوٰۃ سے راستہ صاف اور کشادہ ہوا اور اس کو وہ کئی اور محنت شاذہ کا نعم البدل مسلمانوں کو فوجاً مل گیا یعنی جس وقت عرب کہسار سے باہر نکلے اور دریائے مندھ کو عبور کر کے دوسری طرف پہنچے تو ان کو ایک مرغزار ایسا نظر آیا جہاں کی خوشگوار اور فرحت ہوا اور نہر بائیں شیریں نے ان کے دل و دماغ کو تروتازہ کر دیا اور کسافت راہ میں راحت ہو گئی یہاں سے منصور سیدہ ویر قسان آیا۔ یہاں پر ایک بہت قیمتی عیسائیوں کی عبادت گاہ بنی ہوئی تھی دیر قسان سے بلنسوا جوب دریائے شور واقع تھا ہوتا اور شہنت بلانی کے قلعہ کو منہدم اور وہاں سے غنیمت حاصل کرتا ہوا ایک جزیرے کے قریب پہنچا جس میں اطراف و اکناف کے باشندے عربوں کی دہشت سے پناہ گزین ہوئے تھے منصور نے ان سب عیسائیوں کو گرفتار کیا اور وہاں سے بجانب کوہ مرسیہ آیا اور دریائے اُلمہ سے پار ہوتا ہوا ایک قدیم

سے اس کو انگریزی میں مینو کہتے ہیں۔ سب سے اس کو انگریزی میں مشٹ کا سمو کہتے ہیں۔

سب سے اس کو انگریزی میں مورازد کہتے ہیں یہ مقام دیگو کے قریب واقع ہے۔

گرجا کے قریب پہنچا شنت یا قوہ کے بعد عیسائی اس مقام کو نہایت ہی  
 متبرک سمجھتے تھے اور یہاں ہی دور دور سے حتیٰ کہ ملک حبش سے عیسائی بصر  
 زیارت آیا کرتے تھے۔ اس مقام کو عربوں نے بالکل زمین دوڑ کر دیا اور یہاں  
 روانہ ہو کر بتاریخ ۲ شعبان چہار شنبہ کے روز خاص شہر شنت یا قوہ پہنچے  
 تو دیکھا کہ شہر پناہ کے دروازے کھلے ہیں اور کسی فرد بشر کا نشان تک نہیں تھا  
 اس شہر کے مشہور عمارات اور معبد کو تباہ و تاراج اور جو کچھ مال باقی رہ گیا تھا اوسیر  
 المنصور نے قبضہ کیا اور اطراف و اکناف کے شاداب اور مزرعہ مقامات کو تباہ  
 و برباد کرتا ہوا اور ایسے مقامات میں سے ہوا ہوا جان اس کے قبل کوئی مسلمان نہیں  
 آیا تھا ان قوموں کے ملک میں جو کہ اس کے ہمراہ رکاب تھے داخل ہوا ان  
 بے نصیب قوموں نے اپنی آنکھوں سے اپنے متبرک اور مشہور عبادت خانوں کو  
 مٹتے دیکھا تھا بلکہ اکثر اوقات ان کے مٹانے میں خود بھی شریک ہوئے تھے  
 یہاں اگر عربوں نے لوٹ سے دست کشی کی اور ان مقامات سے گزرتے ہوئے  
 قلعہ بلیقہ آئے۔ یہاں پر المنصور نے دربار عام کیا اور ان عیسائی قوموں اور  
 فوجی عیسائیوں کو جو اس کے اس اثنا لیسویں بلغارین شریک تھے متخلعت  
 تقسیم کر کے اپنے اپنے ملکوں کو واپس اور اسی مقام سے المنصور نے اپنی فتوحات

سے اہل قرطبہ کو مطلع کیا۔ دارالخلافہ کا وقت جو شمسرت اور وفور نشاط احاطہ  
تحریر سے باہر ہے۔ غرض جس وقت المنصور مع اپنی فوج کے دارالخلافہ میں  
داخل ہوا تو تمام مسجدوں میں شکریہ کی نمازین پڑھی گئیں اور بہت کچھ روپیہ خیرات کیا گیا  
جس حالت میں کہ ہشام کو المنصور نے رکھاتھا اوس کا کچھ ذکر ہم اور مختصر  
طور پر کر چکے ہیں۔ قصر کی چار دیواری کے اندر پوری آزادی خلیفہ کو حاصل تھی مگر باہر  
نکلنے کی بلکہ کسی جہرہ کے سے منہ تنک لڑکی سخت ممانعت تھی جس کی نگرانی کے  
لیے المنصور نے خاص لوگوں کو مقرر کیا تھا۔ جب کبھی المنصور مجبوراً ہشام  
کو کسی بلع کے جانے کی اجازت دیتا تھا تو اس کے چہرے پر نقاب ڈال دیجاتی  
تھی اور وہ راستہ جدھر سے خلیفہ گزرتا تھا وہاں ایسی کے وقت تک رعایا کی آمد و رفت کے  
لیے بند کر دیا جاتا تھا اور جب کبھی المنصور کو قرطبہ سے باہر جانے کی ضرورت  
ہوتی تھی تو سلطان کی حفاظت و نگرانی کے لیے بہت سخت انتظام کیا جاتا تھا۔  
اس کے آخر زمانے میں جب رعایا اپنے خواب غفلت سے چونکی تو ہر طرف سے  
شکایتوں کے آوازے بلند ہونے لگے اور یہ خبر مشہر ہوئی کہ سلطان کو اس وزیر نے  
مار ڈالا ہے۔ رعایا کو یہم دیکھ کر المنصور بہت ڈرا اور ہشام کو اپنے ساتھ کھوڑے  
پر سوار کر کے تمام شہر میں گشت کی سلطان کے دیکھنے کے لیے دور دور سے رعایا

جمع ہو گئی تھی ہشام لباس شاہانہ پہنے اور تمام نشانات خلافت کے لگائے  
 کہوڑے پر سوار المنصور عصائی وزارت ہاتھ میں لیے کہوڑے کی باگ تہاے  
 ہوئے چل رہا تھا اپنے خلیفہ کو جب رعایا نے بچشم خود دیکھا تو ان کے دلوں کو  
 اطمینان ہوا اور جو کچھ شکوک المنصور کی نسبت پیدا ہوئے تھے وہ رفع دفع  
 ہو گئے المنصور نے علاوہ امرائی حلیل القدر مثل المصحفی اور غالب وغیرہ کے  
 تمام ارکان خاندان شاہی کو ہشام سے جدا کرنے کی غرض سے کسی نہ کسی  
 بہانے پر ان کو قرطبہ سے باہر بھیج دیا تھا چنانچہ خاندان بنی امیہ کے اس قابل رحم  
 حالت کو ایک شاعر نے یوں نظم کیا ہے۔

مِنْكُمْ وَآيِنُ نَجْوَاهَا وَالْكُوكُ  
 فَلَذَا لِحَا زَالِ الْمُلْكِ هَذَا التَّغْلِبُ

أَبْنَى أُمِّيَّةٍ أَيْنَ إِقْبَارِ الدَّجِ  
 غَابَتْ أَسْوَدٌ مِنْكُمْ عَنْ غَابِهَا

ماہ صفر ۳۹۲ھ مطابق سنہ ۱۰۰۲ء میں المنصور نے اپنی (۵۲) یلغار کا ارادہ کیا  
 اور فوج کو مختلف مقامات مثل افریقیہ وغیرہ سے فراہم کر کے دریائی ڈیورو  
 سے اوتر کر قسطلہ کی سرحد میں داخل ہوا اس ملک کا قوس اپنے قلعہ کے

سے اسے بنی امیہ وہ لوگ تمہارے جوئل چاند کے تھے کہاں ہیں اور وہ لوگ جوئل تاروں کے تھے کہاں ہیں  
 کیونکہ تمہارے لوگ جو شیر تھے اپنے نیسانوں سے غائب ہو گئے اس لیے اس ملک پر اس تغلب کا قبضہ ہو گیا

قریب مع فوج خمیہ زن تھا اور اس کی مدد کے لئے اطراف و جوانب کی تمام عیسائی  
 حاکم اپنی اپنی فوج کے ساتھ موجود تھے اس مقام پر ایک جنگ عظیم واقع ہوئی۔  
 جس کے متعلق عیسائی مورخین قدیم نے بہت کچھ خامہ فرسائی کی ہے مگر اس  
 جنگ کا اختیر نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کو کامل فتح حاصل ہوئی۔ اس فتح کے بعد المنصور ایک  
 ایسے سخت مرض میں مبتلا ہوا کہ جس سے یہ جانبر نہ ہوا۔ اپنے اخیر زمانے میں جب  
 اس کو اپنی زندگی سے ایک طرح کی مایوسی ہو گئی تھی سلطنت کی آئندہ ترقی اور ریاست  
 کے قیام و استحکام کی نسبت اس کو فکر و تردد رہا کرتا تھا اگر اس عجیب و غریب  
 آدمی کے حالات اور واقعات بتظر سرسری دیکھے جائیں تو اس سے زیادہ خود غر  
 اور بدخواہ سلطنت کوئی نہ ملے گا لیکن اگر اس زمانے کی تاریخ کو کوئی شخص نظر  
 حقیقت دیکھے اور جو راجی کہ مختلف مورخین نے اس کی نسبت قایم کی ہے اوپر  
 کامل غور کرے تو ہر انصاف پسند آدمی کو یہ ماننا پڑے گا کہ محمد ابن ابی عامر ایک  
 سچا خیر خواہ اپنے ملک کا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنے بادشاہ کو بالکل  
 بے دست و پا کر رکھا تھا اور نہ اس میں شک ہے کہ اس نے اپنے مرنے پر دست  
 مثل جعفر ابن عثمان المصحفی وغیرہ جیسے امرا ہی طویل القدر اور خیر خواہان سلطنت  
 اندلس کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل تیاہ کیا بلکہ ان لوگوں کے خاندانوں کے





المنصور نے ابوعلی سعید ابن الحسن ابن علی بن اللغوی کو بغداد سے  
 تعریف سن کر بلایا تھا لیکن جس وقت ابوعلی قرطبہ پہنچا تو کچھ تو دوسرے علما کی  
 شکایت سے جن کو ایک نئے شخص کا آنا بہت ناگوار گزارا تھا اور کچھ اس وجہ سے کہ  
 اس کو اس قدر ذی علم عیبی کہ تعریف سنی گئی تھی نہیں پایا المنصور نے اس پر زیادہ  
 توجہ نہیں کی دوسروں نے موقع پا کر ابوعلی کو نالایق ثابت کرنا چاہا مگر یہ نہایت  
 چالاک اور حاضر جواب آدمی تھا اس کی ظرافت اور بذلہ کوئی نے المنصور کو اس کی  
 طرف پہر متوجہ کر لیا مگر دیگر علمائے دربار سے بدستور رد و قدح جاری رہی جب  
 اس نے دیکھا کہ بغیر اظہار لیاقت کامیابی دشوار ہے اس نے ایک روز المنصور  
 سے درخواست کی کہ مجھ کو اگر اجازت ہو تو تیرے ذاتی اور خاندانی حالات کی نسبت  
 ایک ایسی کتاب تیار کروں جو کتاب النواہر کے مقابلہ میں بلکہ اس سے بہتر ہو۔  
 چنانچہ حسب الحکم اس نے ایک کتاب لکھی اور اس کا نام فصوص رکھا۔ اس کے  
 تمام معاصر علما اس کتاب کی اشاعت کے منتظر تھے۔ اس کے شائع ہوتے ہی  
 اس پر حملے اور اس کی کتاب پر نکتہ چینی شروع کر دیں اور یہ ثابت کر دکھایا کہ یہ تمام

اسے یہ کتاب عبد الرحمن الناصر کے زمانہ سلطنت میں ملک الشعراء ابوعلی القالی نے تصنیف کی تھی۔ اس میں

خاندان بنی امیہ کے حالات و واقعات مندرج تھے۔

کتاب جھوٹ اور مبالغہ سے بھری ہوئی ہے اور اس میں ایسے واقعات درج  
 ہیں جن کی تصدیق نہ تو کسی تاریخ سے ہوتی ہے اور نہ ان لوگوں سے جو المنصور  
 اور اس کے حالات سے بخوبی واقف ہیں ان علماء نے صرف نکتہ چینیوں ہی پر کتفا  
 نہیں کی بلکہ المنصور سے یہ کہا کہ یہ شخص علم سے بے بہرہ اور نہایت جھوٹا اور  
 دغا باز ہے اس کے اشعار بھی جو قابل تعریف ہیں وہ سب مسروقہ ہیں اور اپنے  
 اس بیان کی تصدیق میں محض سادہ کافذ کی ایک کتاب تیار کی اور اس کا نام  
 کتاب النکت اور اس کے مصنف کا نام ابوالغوث جلد کے باب لکھ کر  
 اس کو ایک ایسی جگہ رکھا کہ جہاں سے سعید ہمیشہ گزرا کرتا تھا جس وقت یہ وہاں  
 آیا تو المنصور نے کتاب کو اس خیال سے اٹھا لیا کہ کہیں اس کو کہول کرنے دیکھ  
 لے اور صرف کتاب اور مصنف کا نام بتا کر پوچھا کہ یہ کتاب بھی تیری نظر سے کہی گزری  
 ہے یا نہیں سعید نے بلا تاٹل جواب دیا کہ ہاں اس کتاب کو میں نے ایک  
 شیخ کے ساتھ پڑھا تھا چونکہ اس کو پڑھ رہے ہوئے ایک زمانہ ہوتا ہے مجھ کو اس کا پورا  
 مضمون یاد نہیں رہا صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس میں مختلف اور نہایت مختصر واقعات  
 درج ہیں المنصور کو یہ سن کر نہایت غصہ آیا اور کہا کہ میں نے تجھ سے زیادہ جھوٹا اور  
 دغا باز آدمی دنیا میں نہیں دیکھا اور اپنے سامنے سے نکلوا یا وہ لوگ جو اس کی بد

کے بانی تہا ان میں سے ایک نے یہ شعر کہا۔

قَدْ غَاصَ فِي الْبَحْرِ كِتَابُ الْفُصُوصِ	وَهَكَذَا أَكَلْتُ ثَقِيلَ لَغُوصِ
---	------------------------------------

جس کا جواب ابوعلی سعید نے نظم میں یوں دیا۔

عَادَ إِلَى مَعْدِنِهِ إِمْنَا	تَوَجَّدَ فِي فَعْرِ الْجَوْرِ الْفُصُوصِ
--------------------------------	---

ابوعلی سعید کو ایک خود غرض اور حیلہ ساز آدمی تہا تاہم بعض وقت اس کے قلم سے ایسا پتھر کتا ہوا اور پر مضمون شعر نکل جاتا تھا کہ جسے دیکھ کر شعرائی وقت دنگ ہو جاتے تھے۔ ایک روز یہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ میمشی میں مشغول تھا کہ ان میں سے ایک نے قطرہ شراب کالب جام لگا ہوا دیکھ کر نظم کرنے کی درخواست کی سعید نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا۔

كَانَ رِيحٌ أَكْرُوضًا لَمَّا أَتَتْ	فَتَتَّ عَلَيْنَا مِسْكٌ عَطَارِ
كَانَ مَاءٌ أَبْرِيْقًا لَمَّا عُرِدَ	يَحْمِلُ يَا قُوْتَائِمِ مَعَارِ

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے المنصور کو کلاب کا پھول غیر موسمی لا کر دیا

لہ کتاب فصوص دریا میں ڈوب گئی اور اسی طرح جو بیڑ چل ہوگی وہ تین بیٹھے گی۔

یہ پٹ گئے اپنے معدن کی طرف کیونکہ سمندرون کی تین نگینے پائے جاتے ہیں۔

سے جبکہ باغ میں ہوائی تڑاؤں نے ہمیشہ طاریز ای مشک کو چھڑکا۔ ہمارا جام شراب اس پر نہ کی شکل ہو کہ جس کی منقار میں دانہ یا قوت ہو۔

اتفاقاً سعید بھی اس وقت موجود تھا۔ اس نے فوراً یہ شعر پڑھا۔

يَذْكُرُكَ الْمِسْكُ أَنْفَاسَهَا  
فَغَطَّتْ بِالْمَاءِ مَحَارِسَهَا

أَتَيْتُكَ بُوعَا مِرٍ وَرَدَةً  
كَعَذْرَاءٍ أَبْصَرَهَا مُبْصِرٌ

المنصور ایسے نادار اور برجستہ کلام سے نہایت مخطوظ ہوا لیکن ابن العارف نے المنصور سے کہا کہ یہ اشعار سعید کے نہیں بلکہ ایک بغدادی شاعر کے ہیں جو قاسم بن رہتا ہے اوس نے اپنے قلم سے میری ایک کتاب میں لکھ دیئے ہیں المنصور نے اوس کتاب کے لانے کا حکم دیا ابن العارف فوراً ایک شاعر ابن بدر نامی سے یہ اشعار نظم کرا لیا جنہیں سعید کے شعر ہی میں جہن۔

وَقَدْ جَدَّ لِلنُّومِ حُرَاسَهَا  
وَقَدْ صَوَّغَ الشُّكْرُ أَنْفَاسَهَا  
فَقُلْتُ بَلَى فَرَمَتْ كَاسَهَا  
يُمَا كِي لَكَ الطِّيبُ أَنْفَاسَهَا  
يَذْكُرُكَ الْمِسْكُ أَنْفَاسَهَا  
فَغَطَّتْ بِالْمَاءِ مَحَارِسَهَا  
فِي ابْنَةِ عَمِّكَ عَبَّاسَهَا

عَشَوْتُ إِلَى قَصْرِ عَبَّاسَةٍ  
فَالْقَيْنُهَا وَهِيَ فِي خَدِّهَا  
فَقَالَتْ أَسَارِي عَلَى هَجْعَةٍ  
وَمَدَّتْ يَدَيْهَا إِلَى وَرْدَةٍ  
أَتَيْتُكَ بُوعَا مِرٍ وَرَدَةٍ  
كَعَذْرَاءٍ أَبْصَرَهَا مُبْصِرٌ  
وَقَالَتْ خِفْ لَكَ لَوْ تَغْفَحَنَّ

لے لکھو ابو عامر جو کتاب کا پھول یا پڑوسی خوشبو کھویش یاں دلا رہی ہے۔ یہ پھول اس کنواری لڑکی کو مشابہ کر جب اس کو کسی لڑکے کو ہاتھ دینے سے روکتا ہے تو اسے

فَوَلَّيْتُ مِنْهَا عَلَى غَفْلَةٍ      وَلَا اخْتُتْنَا سِوَى لَدَانَا سَهًا

ابن العارف نے یہ اشعار ایک مصر کی لکھی ہوئی کتاب میں جیساں کہے  
المنصور کے سامنے پیش کیے المنصور نے دوسرے روز ایک نہایت  
عمدہ کشتی مختلف چیزوں سے سچی ہوئی اپنے سامنے رکھی اور سعید سے کہا کہ آج  
تیری لیاقت اور سچائی کا امتحان ہم کو منظور ہے اسی وقت فی البدیہہ کشتی کی  
تعریف میں کچھ اشعار کہہ سعید نے فوراً یہ قصیدہ نظم کیا اور پڑھا۔

## قصیدہ

أَبَا عَامِرٍ هَلْ غَدِرَ جَدُّكَ وَكَفْتُ      وَهَلْ غَدِرَ مِنْ عَدَاكَ فِي الْأَرْضِ خَائِفُ  
يَسُوقُ إِلَيْكَ الدُّهْرُ كُلَّ غَرِيبَةٍ      وَأَنْجَبُ مَا يَلْقَاهُ عِنْدَكَ وَصِيفُ  
وَسَنَائِعُ نَوْصَاعِمَاهَا هَامُ الْحَيَا      عَلَى حَافَتَيْهَا عِبْقَرُ رَوَافِ

حاشیہ صفحہ ۱۶۵۔ قصر عباسہ کی طرف میں شب میں پہنچا وہاں کریم بانوں کو نیند نے خواب غفلت میں لٹا دیا تھا میں نے عباسہ سے  
ملاقات کی جبکہ وہ اپنے خیمہ میں تھی اور نشہ نے اس کے ہنسیوں پر غلبہ کر لیا تھا۔ پس عباسہ نے کہا کیا تو میرے عالم ہداری میں  
آگیا ہرگز نہ تھا بان۔۔۔ میں کہہ لوں اپنے ہاتھ پر سالہ سیکھ گیا اور اپنا ہاتھ گلاب کی طرف دراز کیا جو علی درجہ کا خوشبودار تھا۔ ابو عامر جب  
پاس گلاب لایا تو اس کی خوشبو مشک کو یاد دلاتی تھوڑی دیر میں اس کو ناری لڑکی کہے کہ جب کسی فراوسے دیکھا تو اس نے تینوں اپنے پاس چھپا لیا  
پھر وہ اپنے ہاتھ کو اللہ سے ڈر کر اس لڑکی کو روانہ کر کے عباسہ کے پاس چھپا دیا پس میں ان کی غفلت میں بیٹ گیا اور میں نے ان لوگوں کے خیالی اودھ کو کوڑا کرنے

وَلَمَّا تَنَاهَا لِحُسْنِ فِيهَا تَقَابَلَتْ كَمَثَلِ اطِّبَاءِ الْمُسْتَكِنَةِ كُنُشًا وَأَعْجَبُ مِنْهَا أَنَّهُمْ نَوَظِرُ حَصَاهَا لَلْأَفْلَى سَائِحٍ فِي عِبَاهَا تَرَى مَا تَرَاهُ الْعَيْنُ فِي جَنَابِهَا	عَلَيْهَا بِأَنْوَاعِ الْمَلَاهِي الْوَصَا تُظَلِّلُهَا بِأَلْيَا سَمِينِ السَّقَائِفِ إِلَى بَرَكَةٍ ضَمَّتْ إِلَيْهَا الطَّرَائِفِ مِنَ الرُّقَشِ مَسْمُومِ اللَّعَابِينَ وَجْهٍ مِنَ الْوَحْشِ حَتَّى بَيْنَهُنَّ السَّلَاحَ
---	---

المنصور برجستہ اور عمدہ کلام سن کر بہت مسرور ہوا اور اس کو ایک ہزار دینار بخش  
مع خلعت فاخرہ عطا اور تیس دینار اپنی جیب خاص سے ماہانہ بطور وظیفہ جاری کیے  
ایک روز سعید فی ایک بہن مع ایک قصیدے کے جس کے چند اشعار  
ہم ذیل میں تحریر کرتے ہیں المنصور کو تحفۂ بہجاء۔

ترجہ صفحہ ۱۶۶۔ اے ابوعامر تیری بخشش کو مقابلہ میں نہ پہنچیں ہزار سو اس شخص کے جس نے تجھے شمشکی روی زمین پر کوئی عا و ترسا کیا  
ہر ایک کا رور عمدہ خیر زمانہ تیرے پاس پیش کرتا ہر اوجبت شے جو تیرے لئے زمانہ کو ملتی ہو وہ تیرا وصف و مدح ہو اور بہت سکیان ہیں جن میں ابراہا  
نے سنوارا اور بنایا ہو کہ دونوں کناروں پر دوسرے عطر نام پر چھڑا اور زینا و آئینہ ہیں ہر ایک جس کا ہوا اور انہما کو ہونچا کو ٹیڑھ میں نے  
انواع لہو لعب اس کو کا مقابلہ کیا کہ وہ کینہ میں لال و ن اموں کو یہ جو ارام ملے سکون میں ہیں اور ان پر دہن کر سکون کی تہن گہا یہ ہمیں سکون  
اور عجب یہ کہ وہ کینہ میں لظاہرہ کر رہی ہیں اور جس عرض (مکمل ہو کہ مقصود اس عرض سے وہی کشتی ہے) کی طوفان عجب سرج کار کی گہر کیا اور نگرین عدا  
موتی ہیں ہر اور اس کے معظّم میں سناپ چن کے دونوں بٹ ہر ایک ایک دوسرے کے تیار تیر ہیں یہ مقصود اس تشبیہ زلف کی زبان نہ کوئی

## قصیدہ

يَا حِرْزَ كُلِّ مَخُوفٍ وَآمَانَ كُلِّ مُشْرِدٍ وَمُعِزَّ كُلِّ مُذَلٍّ  
يَا سَلَاةَ كُلِّ فَضِيلَةٍ وَنَظَامَ كُلِّ جَزِيلَةٍ وَتَرَاوِعَ كُلِّ مُعِزٍّ  
عَبْدٌ جَذَبَتْ بِضَبْعَةٍ وَرَفَعَتْ مِنْ مَقْدَارِهَا هَذَا إِلَيْكَ  
سَلِيمَةً غَرَسِيَّةً وَبَغِيَّةً لِيُحِلَّ فِيهِ تَمَائِلِي وَتَقَاوُلِي

حسن اتفاق سے جس روزیہ قصیدہ جس میں غرسیہ کا بھی ذکر تھا پیش ہوا اسی روز عرب قوم قسطلہ کو جس کا نام غرسیہ تھا اور جو اتفاقاً شکار کھیلنے نکلا تھا گرفتہ و بستہ دربار میں حاضر لائے المنصور اس نادور واقعہ سے بہت مخطوظ ہوا اور سعید کو پہلے سے بھی زیادہ عزیز رکھنے لگا۔

المنصور نہایت انصاف پسند اور رعایا پرور حاکم تھا عدالتی احکام میں آنے کبھی بلاوجہ معقول خل نہیں دیا اور نہ ایسے معاملات میں کبھی سعی و سفارش پر عمل کیا۔  
لے لے تعویذ نہ خائف کے اور امان ہر گز تیرے کے اور عزت بخش ہر غرور پریشان کے ہاں ملک فضیلت کے اور نظام ہر خشک اور دولت و ثروت ہر عیالدار کے چسبندہ کا تو فربہ و تہام کر اپنی جانب کھینچا اور جس کو ازادہ سی تو نے بند کیا اور جس نے متعین ہونے کی قیل میں کیا چوہ زہر غرغریہ کی پیدائش کو وقت بال صبر پر ہنوز باقی ہوں اور بغیر ہی (عنوان شباب میں جو لودہ خواہش کی گئی) تاکہ میرے میلان اور میری گفتگو اس باغ میں صحیح ہو۔ یہاں اتفاق وقت اوس گرفتار شدہ کا نام بھی غرسیہ تھا جس کا ذکر متن میں ہے۔



ایک روز المنصور نے فصد لینے کی غرض سے اپنے جراح محمد نامی کو طلب کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ کسی الزام میں قاضی کے حکم سے قید کر دیا گیا ہے المنصور نے جراح کو قید خانے سے بلوایا اور فصد لینے کے بعد جب اس جراح نے زانیہ رہائی کی درخواست کی تو جواب دیا کہ میں عدالت کے احکام میں بشرطیکہ وہ صحیح اور منصفانہ ہوں ہرگز دخل نہیں دیتا۔ یہ کہہ کر جراح کو جیلخانہ واپس بھیج دیا۔

المنصور امراء اور رعایا سب کے حالات خفیہ طور پر دریافت کیا کرتا تھا بالخصوص عیسائیوں کی نگرانی اور ان کی سازشوں نے اس پر دن کا چین اور رات کی نیند حرام کر رکھی تھی تمام شب اسی فکر و اندیشہ میں بسر ہوتی رہتی۔ ایک بار کسی امیر نے شب کو آرام لینے کی نسبت اصرار کیا المنصور نے جواب دیا کہ رعایا کی استراحت و آرام۔ ملک کا امن و امان میری بیداری پر موقوف ہے۔ یہ کہہ کر المنصور نے ایک سوار کو حکم دیا کہ شہر پنپاہ کے دروازہ پر کھڑا ہو اور علی الصبح جو شخص پہلے باہر نکلے اس کو میرے پاس حاضر کر۔ چنانچہ صبح کو ایک نہایت معمر عیسائی گدھے کو ہکاتا ہوا شہر کے باہر نکلا۔ سوار نے بڑھے کے اس بیان پر کہ میں لکڑی لانے کے واسطے جھکل جا رہا ہوں اور نیز اس خیال سے کہ ایک ضعیف ازکا رفتہ کا لیجانا بے سود ہے اس سے معترض نہ ہوا مگر المنصور کے حکم کی تعمیل

کے خیال نے کہ پہلا شخص جو دروازہ سے باہر نکلے حاضر کیا جائے اس سوار کو ایسا  
 یحییٰ کیا کہ وہ اس بڑے کے پیچھے دوڑا اور کشان کشان اس کو دربار میں لایا  
 المنصور نے اس بڑے کی جامہ تلاشی کا حکم دیا جب اس کے پاس سے کوئی  
 چیز برآمد نہ ہوئی تو گدھے پر جو ایک چمڑاڑا ہوا تہا دیکھا گیا۔ بہت کچھ تلاش کے بعد اس  
 چمڑے میں سے ایک خط نکلا اس میں شہر کے عیسائیوں نے اپنے ہم مذہب مسیحیوں  
 یہاں کے واقعات سے مطلع کر کے عربوں پر فوج کشی کی راہی دی تھی المنصور  
 نے ان باغیوں کو فوراً گرفتار کر لیا۔

اس کے زمانے میں جس قدر عرب عربوں کا عیسائیوں پر چاہا تھا وہ  
 واقعات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ عیسائی صرف اس کے رایت لشکر کو دور سے  
 دیکھ کر شہروں کو چھوڑ کر پہاڑوں میں جا چیتے تھے ایک نے عجیب جنگ کے بعد اپنے  
 ملک کو واپس ہوئے ایک علم ان کا شہر کے قریب کسی بلند مقام پر گڑا رہ گیا۔ باوجودیکہ  
 تمام فوج کو سونے دوڑا رکھی تھی لیکن پہرے کو ہوا میں اہل ہاتھ دیکھ کر کئی روز تک  
 دروازے شہر کے بند رہے اور کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ شہر سے باہر نکل کر اس واقعہ کو  
 دریافت کرتا میدان جنگ میں المنصور کا نام سن کر بہادر ترین عیسائیوں کے  
 زہرے آب ہوتے تھے اور قبل از جنگ یہ خیال ان کے دلوں میں جم جاتا تھا

کہ اس کے مقابلے میں کامیابی ممکن نہیں۔ بعض وقت جب اس کو عیسائی گھیر  
 لیتے تھے اور ظاہر رہا مائی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی، سو وقت بھلی و کھلی مروت و مروت  
 کار نمایان ظہور میں آتی تھیں جس کے دوست دشمن دونوں معرفت میں چنانچہ  
 المنصور ایک بار ان لوگوں سے جنگ میں مصروف تھا اور ایک نہایت تنگ  
 و تاریک راستے سے جو دو سب بغلک کشیدہ پہاڑوں کے سچ میں واقع تھا گزر کر  
 دشمن کے ملک میں داخل ہوا۔ لیکن ہنوز عیسائیوں سے مقابلہ نہیں ہوا تھا کہ  
 اس نے دیکھا کہ عرب اپنی سرحد سے بہت دور نکل آئے ہیں اور عیسائی جنگ  
 سے براہ گریز کر رہے ہیں اور نیز بہت کچھ مال غنیمت عربوں کے ہاتھ آ گیا ہے  
 اس نے فوج کی واپسی کا حکم دیا جس وقت عرب اس درہ کوہ کے قریب پہنچے  
 تو المنصور نے دیکھا کہ عیسائیوں نے اس پر قبضہ کر لیا ہے اور ایسی حالت میں  
 اوس مقام سے گزرنے کی کوشش کرنا اپنے کو اور اپنی فوج کو محض برباد کرنا  
 ہے۔ یہ اپنی لشکر گاہ سابقہ پر واپس آیا اور حکم دیا کہ فوج کے رہنے کے لیے مکانات  
 تیار ہوں اور اطراف کے تمام مقامات پر قبضہ کر لیا جائے اور سوائی عورتوں اور  
 بچوں کے جو عیسائی ملے اوس کو قتل کر کے لاش اس درہ کوہ کے سامنے  
 ڈال دی جائے اور عورتوں اور بچوں کو مسلمان ہونے کی ترغیب و تحریص دینی جائے

غرض چند ہی روز میں ایک انبار عظیم ان نعشوں کا عیسائیوں کے سامنے جمع ہو گیا۔ عیسائی اپنے ملک و قوم کو اس طرح تباہ ہوتے دیکھ کر بہت پریشان ہوئے بالآخر المنصور کو کہلا بھیجا کہ جو عورتیں اور بچے مقید ہیں رہا کر دے جائیں اور مال غنیمت واپس کر دیا جائے تو ہم تجھ کو اور تیری فوج کو بلا تعرض درہ کوہ سے گزرنے دین گے المنصور نے یہ جواب دیا کہ میری فوج فی الحال اس ملک سے جائنہیں چاہتی یہاں پر سب قسم کا بندوبست اپنے آرام و آسائش کے لئے کر لیا ہے اور اگر ہم اس وقت واپس گئے بھی تو سال آئندہ موسم بہار میں ہم کو پہر یہاں آنا ہوگا اس آمد و رفت کی تکلیف گوارا کرنے کی عوض ہمارا یہن رہنا مناسب ہے۔ اب بغیر کامل فتح ہمارا قدم پیچھے نہ ہٹے گا۔ عیسائی اس کے کمال استعلا اور علمت کو دیکھ کر بہت ڈرے اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اپنی غفوغ خطا کی درخواست کی المنصور نے اس شرط پر کہ اگر فوج کی بار برداری کے لئے خچر فراہم اور رسد کا ایسا بندوبست کیا جائے کہ عربوں کو اپنی سرحد میں پہنچنے تک کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور نیز لاشوں کا ڈھیر جو راستے کے دہانے پر ہے وہ الگ کر لیا جائے۔ فی الحال درخواست صلح منظور کر لی۔ ایک مورخ نے اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس سے زیادہ دشمنان اسلام کی کیا توہین ہوگی اور اس سے زیادہ خدا ہی تعالیٰ کا کیا قہران

مغفروں پر نازل ہو سکتا تھا کہ اپنے مقبولوں کی نعشیں ان کو اوٹھانی پڑیں۔“  
عیسائیوں نے ان تمام شرائط کو پورا کر دیا اور عرب بلا تعرض درہ کوہ سے گزر کر اپنے  
ملک واپس آئے۔

اگر ہم المنصور کی لیٹاروں عیسائیوں کے ساتھ جس قدر کہ محاربات اس کے  
زمانے میں واقع ہوئے ان سے قطع نظر کریں اور صرف سلطنت کی اندرونی حالت  
پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ملک و رعایا کو کس درجہ امن و فارغ البالی حاصل تھی المنصور  
کا کچھ ایسا عرب و داب اس ملک پر چھایا ہوا تھا کہ لوگ اگر کوئی اچھا کام بھی کرتے  
تھے تو دیکھ لیتے تھے کہ کہیں المنصور کے خلاف طبع نہ ہو۔ ملازمین سلطنت کی کیا مجا  
ہتی کہ ان سے کسی قسم کی بے ضابطگی عمداً یا سہواً سرزد ہو جاتی۔ سب سے زیادہ اس کو  
اپنی فوج کی راستگی کا خیال تھا۔ ادنیٰ سے ادنیٰ خلاف ورزی کی پاداش میں اہل فوج  
کو نہایت ہی سنگین سزائیں بلکہ اکثر سزائیں قتل دی جاتی تھیں المنصور کے زمانہ میں  
فوج کی تعداد چھ لاکھ سے زیادہ تھی۔ ایک روزیہ اپنی فوج کا معائنہ کر رہا تھا اور  
رسلے اوپر پٹن نہایت ہی باقاعدہ اور با ترتیب بالکل خاموش اس کے سامنے  
سے گزر رہی تھیں۔ اس کا حکم تھا کہ ایسے موقعوں پر گھوڑے کی آواز بھی کان تک نہ پہنچے  
اتفاقاً کسی سپاہی کی تلوار کی جھلک نظر آئی۔ اس بد قسمت نے خلاف قاعدہ بلا اجازت

اپنا فسر کے تلواریاں سے نکال لی تھی المنصور نے اوس کو اپنے سامنے طلب کیا اور صرف اتنی سی غفلت پر اوس کے قتل کا حکم دیا

المنصور کو تعمیر مکانات کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ اس کے زمانہ حکومت میں جو عمارتیں بنائی گئی تھیں وہ بھی کچھ کم مشہور نہیں ہیں۔ مسجد قرطبہ کو جس کی نسبت ہم بہت کچھ تحریر کر چکے ہیں اس کے زمانے میں وسعت دی گئی اور دار الخلافہ سے کچھ فاصلے پر ۳۸۷ھ میں قلعہ الزاہرہ تعمیر کیا گیا جو رفتہ رفتہ اس کے زمانہ عروج میں ایک خاصہ شہر بن گیا تھا۔ عمدہ اور نفیس مکانات جن کے سنہرے گنبد مثل آفتاب منور تھے اور پرفضائیسر کاہون اور خوشنما بازاروں سے مزین تہا دریا می وادی البکیر پر ایک بل ایک لاکھ چالیس ہزار دینار سرخ کے صرف سے ۳۷۹ھ میں تعمیر کیا گیا تھا علاوہ ان کے اور بہت سی عمارتیں اور پل اندلس اور افریقیہ میں اس کے زمانے میں تیار ہوئے۔ المنصور اپنے عقائد مذہبی کا بہت پابند اور مشہور ہے کہ قرآن بھی اپنے ہاتھ سے لکھا کرتا تھا جس وقت یہ اپنی آخری جنگ سے لیون کو فتح کر کے واپس ہو رہا تھا شہر سالہ میں ماہ رمضان ۳۹۲ھ مطابق ۱۲۰۷ھ میں اس نے انتقال کیا جب المنصور کے انتقال کی خبر عام طور پر معلوم ہوئی تو صرف اوس کے مخالفین ہی کو نہیں بلکہ تمام رعایا کو ایک طرح کی خوشی حاصل ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ اب ہمارا خلیفہ

بذات خود اپنی سلطنت کے نظم و نسق کی طرف متوجہ ہوگا سب سے زیادہ آثار مسرت کے اہل قرطبہ کے بشرون سے ظاہر تھے اور قصر الزہراء کے باہر ان کے نفر ہائے شادمانی سے تمام دارالخلافہ گونج رہا تھا۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کا یہی خیال تھا کہ اپنے جابر وزیر کے مرنے سے خلیفہ بھی بہت خوش ہوگا لیکن اس زمانہ درازی کی بیکاری نے ہیشام کو اس قدر آرام طلب اور عیش پسند کر دیا تھا کہ جب اس کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو بجائے خوشی کے آثار رنج و فکر کے اس کے چہرے سے نمودار ہوئے اور عبد الملک بن المنصور کے آنے تک یہ بالکل ساکت رہا جب عبد الملک مدینہ سالم سے اپنے باپ کو دفن کر کے قرطبہ آیا ہیشام نے اپنے ہاتھ سے اس کو خلعت پہنایا اور المنصور کی جگہ اس کو اپنا حاکم مقرر کیا۔ اس تقریر سے لوگوں کو تعجب ہی نہیں بلکہ از حد افسوس ہوا اور سب بیدل و مایوس ہو کر اپنے اپنے گہروں میں بیٹھ رہے خلیفہ کی یہ حالت دیکھ کر عبد الملک نے اپنے باپ کی روش پر چلنا شروع کیا اور بلا خوف و خطر جوا کر کے لگا۔

عبد الملک بن المنصور نے عنان حکومت کو ہاتھ میں لیتے ہی <sup>۳۹۲</sup> عین بغرض تالیف قلوب المغربین زیر می بن عطیہ کو اس کے حسب استدعا بذریعہ فرمان شاہی مغرب الاقصیٰ کا مستقل حاکم مقرر کیا۔ اور مثل اپنے باپ کے

ہر سال عیسائیوں پر فوج کشی کرتا رہا۔ اس نے اپنے زمانہ حکومت میں آٹھ بار  
 ان لوگوں پر فوج کشی کی اور ہر بار کامیاب رہا۔ ۳۹۴ء میں شام میں بادشاہ جلیقیہ  
 کو شکست عظیم دیکر اوس کے پائی تخت لیون کو تاراج کیا جس کے صلہ میں سلطان  
 نے اس کو سیف الدولہ اور المظفر کا خطاب عطا فرمایا۔ عبدالملک نے  
 تقریباً نو سال کی حکومت کے بعد ماہ محرم ۳۹۹ء میں انتقال کیا۔  
 عبدالملک کے بعد اس کا بیٹا عبدالرحمن بن المنصور حاکم  
 مقرر ہوا اور خلیفہ کو ایک <sup>سخت</sup> کھلم کھشت سمجھ کر مثل اپنے باپ اور بیٹا کے بلا مراحمہ  
 حکومت کرتا رہا۔ ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ المنصور نے اپنے زمانہ  
 حکومت میں نہ صرف بادشاہ کو قید کر رکھا بلکہ امرائی عرب کی قوت کو اس قدر توڑا  
 تھا کہ ایک زمانہ دراتک یہ لوگ اس کے خاندان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ عبدالرحمن  
 نے اپنے تقرر کے چند ہی روز بعد المامون یا جیسا کہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں  
 الناصر لدین اللہ کا لقب اختیار کیا اور تمام لوازمات اور اقتدارات شاہی کو کام  
 میں لانے کا المنصور نے کوئی بھیت بادشاہی کی تھی لیکن ہمیشہ اپنے کو ہشام  
 کا وزیر ظاہر اور احکام فرمان شاہی خلیفہ ہی کے نام سے جاری اور نافذ کرتا تھا لیکن  
 عبدالرحمن نے اس ظاہری ابداری اور خیر خواہی کو بھی بالائی طاق رکھا اور



حکم اور فرمان یہی اپنے ہی نام سے جاری کرنے لگا۔ موجودہ امرائی دربار چونکہ سب اسی خاندان کے ساخت و پروا ختم تھے ہر حالت میں اسی کے طرفدار و معاون بنے رہے علاوہ برین عامہ خلایق یہی اب اس طرز حکومت کی عادی ہو گئی تھی کسی نے ان باتوں پر اعتراض نہیں کیا عبدالرحمن نے جب یہ حالت دیکھی جس کی اس کو خود امید نہ تھی اس نے ہشام پر اور زیادہ زور اور باؤ ڈالنا شروع کیا۔ چونکہ یہ تباہی اور زلت ہشام کو خود اپنے ہاتھوں نصیب ہوئی تھی اب اس میں کہاں اتنی قدرت تھی کہ اپنے زبردست وزیر کے احکام کو منسوخ یا اون پر اعتراض کرے۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ عبدالرحمن کے دل میں تاج اور تخت کی ہوس پیدا ہوئی اور اس نے ایک فرمان ابوحنصل ابن رباح سے تیار کر کر اس کی ایک نقل خود سلطان سے جبر اگرائی اور اس حکم سلطانی کا اعلان تمام ممالک محروسہ میں کیا گیا۔ یہ فرمان جو کہ ایک معاہدہ کی شکل میں تھا حسب ذیل ہے

امیر المؤمنین ہشام المومند باللہ ثبت دستخط خاص اپنی عزیز عیال سے بخلت یہ وعدہ کرتا ہے کہ جو کچھ کہ اس فرمان میں درج ہے اس کی پوری پوری پابندی کریگا بعد بہت غور اور تامل اور اون عنایات اور بخششہا ہی انزوی کو پیش نظر رکھ کر جو خدا تعالیٰ نے بمقتضای کرم اور فضل خلیفہ ہشام بن خلیفہ الحکم المستنصر باللہ بن

خلیفہ عبدالرحمن الناصر لدین اللہ کو عطا فرمائی ہیں اور اس کو عامہ خلافت  
 کا امام اور امیر المؤمنین گردانا ہے یہ خوفِ عظیم امیر المؤمنین کے دل میں پیدا ہوا کہ اگر  
 میں اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں تباہ رہا اور اپنی عزیز رعایا اور ملک کا جن کو خدا  
 نے بطور ودیعت میرے سپرد کیا ہے بغیر معقول انتظام کیے بے یار و مددگار  
 اور بغیر ایسے سرپرست کے سپرد کیے جو پچا خیر خواہ ملک و رعایا کا ہو اس جہان فانی سے  
 کوچ کر گیا اور اس وقت منتقمِ حق کو کیا جواب دیا جائے گا پس خلیفہ نے مصمم قصد کر لیا ہے  
 کہ خاندان قریش یا اون عربوں میں سے جنہوں نے اس ملک کو اپنا وطن گردانا ہے  
 کسی ایسے شخص کو اپنا جانشین اور وارث ملک و قوم کا نگہبان مقرر کروں جو قوم کا  
 سچا بھروسہ اور دلی بہی خواہ ہو اور جو سچے عہد کے ساتھ اپنے مذہب کا پورا  
 پابند ہو جس کا آئینہ قلبِ رنگ خود غرضی اور خود ستائی اور مردم آزاری کی ضلالت کے  
 صاف اور روشن ہو۔ جو معدلت گسری اور رعایا پروری اور راست بازی میں مشہور  
 عالم ہو۔ غرض وہ ایسا آدمی ہو جو ہمیشہ اپنے خدا اور رسول سے ڈرتا رہے اور ان کے  
 احکام سے سرمو انحراف نہ کرے اور جس سے خدا و رسول اور عامہ خلافت خوش  
 رہیں۔ بعد تجویٰ بسیار امیر المؤمنین نے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا ہے جو ان تمام  
 جوہروں سے آراستہ اور تمام صفات سے پیراستہ ہے جس کا نام المطرف عبدالرحمن

بن المنصور ابن محمد ابن ابی عامر ہے شخص ایک خاندان عالی شان کا  
 رکن اعظم ہے اور بلحاظ لیاقت اور متانت اور سنجیدگی اور دیگر صفات حمیدہ اور  
 خصائل ستودہ اس قابل ہے کہ میرے بعد خلافت اندلس کو انجام دے  
 اس کا نادر العصر اور اس میں ان تمام باتوں کا جمع ہونا جو کہ بادشاہوں میں لازمی  
 اور ضروری ہیں جن کے باعث اس کو اپنے ہم عصرون پر ہر طرح فوق حاصل ہے  
 کوئی تعجب خیر امر نہیں۔ اس لیے کہ یہ شخص المنصور کا بیٹا اور المظفر کا بیٹا  
 ہے۔ ایک دوسری نہایت اہم وجہ اسی شخص کو منتخب اور دوسروں پر ترجیح  
 دینے کی یہ ہوئی کہ جب امیر المومنین نے علم نجوم سے کام لیا تو معلوم ہوا کہ خلیفہ کے  
 بعد ایک شخص بنی قطن سے تحت خلافت کو زینت چاہی جسکی تصدیق عبد اللہ ابن  
 عمرو ابن القاص اور ابو ہریرہ کی اس تحریر سے ہوتی ہے کہ ایک روز  
 رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ ایک وقت وہ آنے والا ہے کہ بنی قطن کا ایک  
 شخص آدمیوں کو اپنے سامنے لکڑی سے ہٹکائے گا۔ چونکہ اس آدمی میں تمام  
 خوبیاں جس سے انسان انسان بنتا ہے موجود ہیں اور چونکہ کوئی اس کا ہم  
 نظر نہیں آتا لہذا مالک تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ وہی آدمی ہے پس امیر المومنین اپنی خالص  
 خواہش اور رغبت سے بلا جبر و اکراہ اور گواہوں کے سامنے خدا اور رسول اور

چار خلفاء راشدین کو اپنے اس فعل کا گواہ گردانکر اپنے زمانہ زندگی میں المامون  
عبدالرحمن بن المنصور کو سلطنت کا انتظام سپرد کرتا ہے اور بعد اس کے  
انتقال کے یہی تخت و تاج کا وارث ہوگا المامون عبدالرحمن بن المنصور  
جو اس وقت حاضر ہے اس کو قبول کر کے وعدہ کرتا ہے کہ اپنے کار مفوضہ  
کے انجام دینے میں ہمہ تن مصروف رہے گا۔

یہ فرمان جس کو سند ولی عہدی کہنا چاہیے ماہ ربیع الاول ۳۹۹ھ مطابق  
ستلہ عین دربار عام میں بہ حاضری وزرائی سلطنت اور اعیان دولت وغیرہم  
بڑھا گیا اور حاضرین دربار کی اس پر دستخطیں لگائیں اسی روز عبدالرحمن ولیعہد شہور ہوا  
الغرض جب عبدالرحمن کی امیدیں پوری ہوئیں اور اس کی ولیعہدی کا  
اعلان مسجد قرطبہ کے منبر سے کیا گیا تو اس نے نہایت اطمینان اور استقلال  
کے ساتھ اپنے خیالات کے موافق سلطنت کا انتظام شروع کیا لیکن ابھی اس کا  
ستارہ اقبال اپنے کمال عروج تک پہنچا تھا کہ اس کے ساتھ ہی آثار انحطاط اور  
بد اقبال کے نمودار ہونے لگے جس کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی تباہی کے ساتھ اس کا  
خاندان بھی برباد ہوا وہ امرا و امرا ہی عرب جو اب تک اس شہاب ثاقب کی تیز رفتاری اور  
غیر معمولی روشنی سے متحیر اور بے حس و حرکت ایک سکتے کے عالم میں پڑے تھے

ایک دفعہ چونکے تو دیکھا کہ ایک شخص جس کا باپ ان کی خوشامد اور کفش برداری کو اپنا کمال فخر سمجھتا تھا اس کے دل میں اب اس عظیم الشان سلطنت کے تاج و تخت کی آرزو پیدا ہوئی بلکہ اس نے ایک حد تک کامیابی بھی حاصل کر لی ہے یہ عجیب و غریب تماشا دیکھ کر بنی امیہ اور قرشیوں نے اس کی مخالفت شروع کی۔ ان کی خوب بخت سے چند ہی روز میں اون کو عمدہ موقع اس کے مقابلہ کا ملا یعنی عبدالرحمن نے اپنے تین اس ملک کا مستقل حاکم جان کر ظلم و زیادتی شروع کر دی اور رعایا کو بوس قوت تک لگرس کی طرفدار نہ تھی تو مخالف بھی نہ تھی اس کی زیادتیوں سے بد دل ہونے لگی اسی اثناء میں عبدالرحمن نے مثل اپنے باپ کے عیسائیوں سے جنگ کا قصد کیا اور فوج لیکر بذات خود قرطبہ سے جلیقیہ کی طرف روانہ ہوا۔ امرامی عرب نے رعایا کو مختلف تدبیروں سے اس جدید انتظام سے ناخوش اور برداشتہ خاطر کر ہی یا تھا اس کی عدم موجودگی میں افسر فوج کو جس کے سپرد عبدالرحمن نے دار الخلافہ کا انتظام کیا تھا قتل کر ڈالا اور خلیفہ کو مغزول کر کے خلیفہ عبدالرحمن الناصر دین اللہ کے دوسرے پوتے میں سے محمد بن ہشام بن عبد الجبار کو ہشام کی جگہ تخت خلافت پر بٹھایا اور قلعہ الزاہرہ کو بھی منہدم کر ڈالا۔



طوائف الملوکی - محمد ابن عبد الجبار المہدی - سلیمان - سلطان ہشام کلاو بارہ تخت پر بیٹھا - اہل بربر کی بغاوت - قتل عام - خلیفہ ہشام کا قتل -

محمد المہدی باللہ کے مختصر حالات یہ ہیں کہ اس کے باپ ہشام ابن عبد الجبار نے عبد الملک ابن المنصور کے زمانہ حکومت میں تخت پر بیٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن بہت جلد عبد الملک کو اس کے ارادے کی اطلاع ہو گئی اور اس نے ۳۹۰ھ مطابق ۹۷۱ء میں اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کے قتل کے بعد محمد ابن ہشام کا جو کہ ایک صاحب ہمت و جرات آدمی تھا یہ قصد ہوا کہ اپنی باپ کے شروع کئے ہوئے کام کی تکمیل کرے لیکن عبد الملک کی ہوشیاری اور حسن انتظام نے اس کو اس قصد سے باز رکھا جب عبد الرحمن اپنے بہائی کی جگہ وزیر مقرر ہوا اور یحییٰ خلیفہ کو معطل کر کے اپنی ولیعہدی کا اعلان کیا۔ محمد ابن ہشام نے عامہ خلایق کو اس بات سے بے انتہا ناراض اور

عبدالرحمن کی عدم موجودگی میں میدان خالی پا کر اس کے خلاف میں سازش شروع کر دی حسن ابن یحییٰ اور ایک شخص مطرف نامی نے اس سازش میں اس کو بہت کچھ مدد دی علاوہ اس کے اس نے اپنے گرد بہت سے بد معاشوں اور ایسے جرایم پیشہ لوگوں کو جو محض اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان عزیز دینے پر آمادہ اور تیار تھے فراہم کر لیا۔

عبدالرحمن نے قرطبہ چھوڑنے کے قبل خزانہ کی تسبیح کی اور احمد ابن حزم اور عبدالسد ابن عمر کو بن کی خیر خواہی اور ہوشیاری پر اس کو پورا بہروسہ تھا دار الخلافہ کا حکم مقرر کیا چونکہ اس کو پورے طور پر یقین ہو گیا تھا کہ اب میرے مقابلہ میں کوئی شخص سبب شورش نہیں اٹھا سکتا لہذا دار الخلافہ میں زیادہ فوج چھوڑنے کی چنداں ضرورت نہ سمجھی اس سہل انکاری کا یہ شمر لاکھ اس کے جاتے ہی اس کے مخالفین درپے اس کی بربادی کے ہو گئے محمد ابن ہشام ابن عبدالجبار کے لوگوں میں سے کسی کی غلطی سے قبل از وقت تمام شہر میں سیہ افواہ پھیلی کہ ایک زبردست شخص ابن ابی عامر سے عنقریب حکومت چھینا جا رہا ہے ابن عمر نے جب اس خبر و حشت اثر کو سنا تو فوراً شہر میں اس گناہم شخص کے گرفتار کرنے کی غرض سے جاسوس مقرر اور مشتبہ اشخاص کی نگرانی کے لیے سخت احکام جاری کیے۔ اس

غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز تک باغیوں کو اپنا کام ملتوی کرنا پڑا لیکن تھوڑے روز  
 بعد موقع پاکر تباریخ ۵ ارجادی الاخریٰ روز دوشنبہ ۹۹۳ھ مطابق سنہ ۱۵۸۷ء محمد  
 ابن عبد الجبار نے اپنے ہزاروں مین سے تیس آدمیوں کو جن کی جرأت اور  
 خیر خواہی پر اس کو پورا اطمینان تھا یہ حکم دیا کہ یہ پل کے دروازہ سے قمر طہین  
 داخل ہوں اور فصیل پر چہان شام کو لوگ بطور سیر و تفریح جمع ہوا کرتے ہیں مثال تاشانچہ  
 کہڑے ہوں اور حکم کے منتظر رہیں۔ ان کی روانگی کے بعد محمد ابن عبد الجبار  
 خود ایک خچر پر سوار ہوا اور تنہا اس دروازہ پر آیا جس کی فصیل پر یہ لوگ حکم کے منتظر  
 کہڑے تھے۔ جب یہ قریب پہنچا اس کے ساتھی جو اندر پوشیدہ موجود تھے اڑھن  
 نے دروازہ کھول دیا اور دربان وغیرہ جو ان کے سد راہ ہوئے ان کو قتل کرتے  
 ہوئے ابن عمر کے مکان پر حملہ آور ہوئے۔ اس وقت ابن عمر و عورتوں کے  
 ساتھ میکیشی میں مشغول تھا محمد ابن عبد الجبار خود خوابگاہ میں گھس آیا اور ابن عمر کو  
 اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اس عرصہ میں اس کے تمام رفقا جمع ہو گئے ان کے  
 ساتھ محمد ابن عبد الجبار قصر شاہی کی طرف آیا۔ یہاں حاکم شہر کے قتل کی پہلی ہی  
 خبر پہنچ چکی تھی دروازے قصر کے بند کر کے ہر گز فوج متعین کر دی گئی تھی باغیوں کی  
 تعداد بمقابلہ فوج شاہی کہیں زیادہ تھی باب السباع اور باب الجناح کی دیوار



کو توڑتے اور فوج کو شکست دیتے ہوئے قصر میں داخل ہو گئے محمد ابن عبد الجبار  
 بھی اس وقت بالبدلتہ کی طرف سے ان کی مدد کے لیے پہنچا باوجودیکہ قلعہ الزاہرہ میں  
 اعلیٰ اعہدہ دار اور افسران فوج مثل ابو عمر ابن خرم اور عبد اللہ ابن سلامہ  
 وغیرہم مع فوج موجود تھے اور ان کو اوس ہی روز عصر کے وقت تک اس بغاوت  
 کی اطلاع ہو گئی تھی لیکن مثل سابق اس کو محض ایک انواہ سمجھی۔ ان کو اس بغاوت  
 کا اوس وقت یقین ہوا کہ جب المہدی نے قصر شاہی پر قبضہ کر لیا۔ با این ہمہ  
 دفع بغاوت کی تدبیر نہ کی اور صرف قلع کے دروازے بند کر کے رات بھر مسلح  
 یورش کی انتظاری میں بیٹھ رہے۔ قرطبہ میں جب خلیفہ ہشام کو المہدی  
 کے قصر میں گھس آنے کی خبر ہوئی تو اس نے کھلا بھیجا کہ اگر تو میری ہلاکت سے  
 درگزرے تو میں سلطنت سے دست بردار ہو جاتا ہوں المہدی نے جواب دیا  
 کہ خدا میری نیت سے واقف ہے کہ میں اپنے خاندان کا دشمن نہیں اور نہ میں  
 اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کے قتل کا قصد رکھتا ہوں ہشام اگر اس ملک  
 کی حکومت سے کنارہ کش ہو تو میں اوس کے ساتھ وہی برتاؤ کروں گا جو اوس کے  
 لائق اور سزاوار ہوگا۔ اس کے بعد اس نے علما، اور امراء اور رعایا کے سربراہوں کو  
 لوگوں کو جمع کیا اور ایک فرمان تیار کر لیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہشام سلطنت سے

دست بردار اور محمد ابن ہشام ابن الجبار المہدی اوس کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اس دستاویز پر تمام حاضرین دربار نے اپنے دستخط کیے۔

بروز چہار شنبہ علی الصباح سلطان محمد اول المہدی نے مستقل طور پر

دار الخلافہ کا انتظام شروع کیا۔ اس نے سب سے پہلے اپنے ایک چچا زاد بہائی محمد ابن المغیرہ کو حاجب اور دوسرے امیر ابن الحاف کو صاحب المدیۃ یعنی حاکم قرطبہ مقرر کیا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ فوراً جدید فوج کی سہرتی بلا لحاظ قوم اور پیشہ شروع کر دی جائے۔ اس کی فیاضی کی خبر سن کر اتنے لوگ بخوانش ملی جمع ہوئے کہ قلیل عرصہ میں عمدہ فوج تیار ہو گئی۔ اس انتظام کے بعد المہدی نے اپنے حاجب کو الزاہرہ کی تسخیر کا حکم دیا۔ مگر دار الخلافہ پر قبضہ کر لینے کے بعد اہل اس ایسے یایوس و سبت بہت ہوئے کہ بغیر لڑے دروازے فوراً کھول دیئے۔

محمد ابن المغیرہ قلعہ میں داخل ہوا باوجودیکہ وہاں کی رعایا نے کسی قسم کی مخالفت نہیں کی تھی تاہم چند روز تک لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ عامہ خلایق اور شاہی مکانات اور امراء کے باغ وغیرہ سے نہ صرف مال و متاع ہی لیا بلکہ مکانات کو اس قدر شکستہ و برباد کیا کہ یہ قلعہ چند ہی روز میں خراب ہو گیا مگر المغیرہ نے اس غارتگری اور تباہی پر

لے المقری رقطاز ہے کہ اس لوٹ سے سترہ لاکھ دینار و اکیس لاکھ و بیسہ صاع حاجب بن المغیرہ کے حصہ میں آیا تھا۔

بھی اکتفا نہ کیا اور تاریخ ۱۹ جمادی الآخر ۳۹۹ھ قلعہ میں آگ لگا کر اوس کو بال  
 نیست و نابود کر دیا اوس ہی روز محمد المہدی حسن شاہانہ کے ساتھ تخت خلافت  
 پر متمکن ہوا اور مسجد قرطبہ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اوس خطبہ میں  
 عبد الرحمن بن المنصور کی بہت کچھ مذمت کی گئی۔ ختم خطبہ کے بعد عامہ  
 خلائق کی اطلاع کے واسطے ایک فرمان جو مشتمل باہین مضمون تھا کہ بجای ہشام  
 المہدی فرمان روا سی اندلس ہوا صادر ہوا اور ہشام کی نسبت جو محل کے  
 ایک حصہ میں قید تھا مصلحتاً مشہور کیا کہ خلیفہ فوت ہو گیا۔ تاریخ ۲۵ جمادی الآخر  
 ۳۹۹ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۰۰۹ء المہدی نے مسجد قرطبہ میں بذات خود جا کر عامہ خلائق  
 کے ساتھ نماز پڑھی اس کے بعد امام نے ممبر پر کھڑے ہو کر حاضرین سے آواز  
 بلند کہا کہ امیر المؤمنین کا یہ حکم ہے کہ میری عزیز رعایا مجھ کو عبد الرحمن اور اوس کے  
 ساتھیوں کے استیصال میں مدد دے۔ اس حکم کے مشہور ہوتے ہی دور دور  
 سے لوگ جو عبد الرحمن کی طرز حکومت سے نالاں تھے قرطبہ میں جمع ہوئے  
 اور فوج میں شریک کر لیے گئے۔ اس نئی فوج کو حکم ہوا کہ قرطبہ کے باہر میدان  
 سراق میں خلیفہ کے خیمے کے گرد اقامت پذیر ہو۔

ادھر دار الخلافہ میں یہ واقعات پیش تھے اور اودھر عبد الرحمن ابن المنصور

ان معاملات سے بالکل بے خبر کمال اطمینان اور خوشی کے ساتھ آگے بڑھتا چلا  
 جاتا لیکن جب یہ مع فوج شہر طلیطلہ میں داخل ہوا تو اس کو یہ خبر وحشت اُڑی کہ  
 کہ قرطبہ پر مخالفین کا قبضہ ہو گیا ہے فوج اور ملازمین بلکہ اس کے تمام رفقاء جن پر  
 اس کو کمال اطمینان اور بہروسہ تھا باغیوں کے شریک ہو گئے ہیں اور روز بروز  
 المہدی کی قوت اور حکومت بڑھتی جاتی ہے۔ یہ فوراً طلیطلہ سے قلعے  
 واپس آیا اور فوج اور جو عہدہ دار اس کے ساتھ تھے ان سب سے خیر خواہی کا  
 عہد موافق لینا چاہا لیکن فوج نے حلف اٹھانے سے قطعی انکار کیا اور صاف  
 جواب دیا کہ ہم ایک بار حلفاً اقرار کر چکے ہیں وہی کافی ہے اس جواب سے **ششش**  
 نہایت حیران اور خوفناک ہوا کہ شاید بغاوت کا اثر یہاں تک پہنچ گیا ہے چنانچہ  
 جب اس نے محمد ابن علی الرضائی کو جو انہوں میں شریک تھا بلکہ میرہ سول  
 کیا کہ تیرے اور میرے عہدہ اور وقعت میں کوئی فرق مابہ الامتیاز ہے یا نہیں  
 اس امیر نے جواب دیا کہ میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرے علاوہ اس فوج میں  
 کوئی شخص تجھ کو ایسا نہ ملے گا جو تیرے حکم سے یا تیرے بچاؤ کے لیے اپنی تلوار کو  
 میان سے کہنچے عبد الرحمن نے پہر پوچھا کہ تیرے پاس اس فوج کے منحرف  
 ہوجانے کا کیا ثبوت ہے اس نے جواب دیا کہ تو اپنے باورچیوں اور خیر خواہوں کو

یہ حکم دے کہ یہ لوگ طلیطلہ روانہ ہوں خود معلوم ہو جائے گا کہ اس فوج میں سے کون تیرا ساتھ دینے پر آمادہ ہے۔ یہ سن کر شغول نہایت برداشتہ خاطر ہوا اور حالت غضب میں کہا کہ تیرے بیان کی تصدیق ابھی ہو جاتی ہے اوس وقت عبد الرحمن کے ہمراہ ایک عیسائی حاکم ابن عوس بھی موجود تھا اس نے عبد الرحمن کو اس حالت پریشانی میں دیکھ کر صلیبی کہ مناسب وقت یہی ہے کہ تو میرے ملک کو چلا چل بعد درستی لشکر میں بھی تیرا ساتھ دینے پر ہمہ تن آمادہ ہوں۔ چونکہ عبد الرحمن کے تنزل کا زمانہ آگیا تھا اس عیسائی کی نیک ہمتی کو نا منظور کیا اور کہا کہ میں قمر طبع ضرور جاؤں گا اور مجھ کو قطعی امید ہے کہ جب لوگ مجھ کو دار الخلافہ کے قریب دیکھیں گے تو یقیناً میری مدد کے لئے آمادہ ہو جائیں گے ابن عوس نے بار دیگر باصرہ تمام اوس کو اس آرامے سے باز رکھنا چاہا اور کہا کہ ایک امید موہوم پر اپنی جان کہو نا عقلندی اور دانشوری سے بعید ہے۔ بخدا کہتا ہوں کہ اقبال نے بچہ سے اپنا ہنہ پہر لیا اور فوج مجھ کو صاف جواب دی چکی ہے۔ جب اس عیسائی نے دیکھا کہ شغول اپنی تباہی اور ہلاکت پر بالکل آمادہ ہے مجبور اچھا کہ بہتر ہے کہ جو امر مجھ کو مناسب معلوم ہو اوس پر عمل کر میں تیرا ساتھ کسی حالت میں نہ چھوڑوں گا حالانکہ میں یہ خوب جانتا ہوں کہ جو طرز کہ تو اختیار کرنا چاہتا ہے وہ ہم دونوں

تباہ کر گیا۔ مگر عبدالرحمن اپنے ارادہ پر قائم ہوا و مع ابن عومس قریطہ کی طرف کوچ کیا باوجودیکہ اس کو انسانی راہ میں بڑا خطر پہنچتی گئی کہ دور دور سے لوگ بخوشی تمام آکر المہدی کی فوج میں شریک ہو رہے ہیں عبدالرحمن اسی طرح بڑھتا چلا گیا اور بتاریخ ۲۹ جمادی الاخری ۳۹۹ھ اس نے قریطہ کے قریب مقام کیا اسی رات کو بربری فوج جو پہلے سے منحرف تھی المہدی کی فوج میں جا کر شریک اور صبح تک باقی ماندہ فوج بھی بلا اطلاع قریطہ کی طرف روانہ ہو گئی صرف اس کے چند خانگی ملازم اور ابن عومس مع اپنی فوج کے رہ گئے اس عسائی نے عبدالرحمن کی تباہ حالت دیکھ کر اس کو پہچنایا کہ اس آفت عظیم سے بچنے کے لیے جو قلیل وقت باقی رہ گیا ہے اس کو غنیمت سمجھ اور اپنی بربادی کے قبل بہاگ چل لیکن شنشول نے پہرہ ہی جو ابدیہ میں ضرور قریطہ جاؤں گا ہاں قبل روئی میں اپنے قاضی کو بھیج کر وہاں آنے کی اجازت منگو لیتا ہوں لیکن اس احتیاط سے بھی اس نے قطع نظر کی اور وہاں سے چل کر تاریخ ۳ رجب روز چار شنبہ دیر شوش میں مقام کیا۔ اسی اثنا میں محمد المہدی کو عبدالرحمن کے آنے اور اس کی فوج کی بغاوت کی اطلاع پہنچی اس نے محمد ابن المغیرہ کو دو سو سوار دیکر اس کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ حاجب نے دیر شوش کے قریب ایک افسر ابن ذری نامی

کو ایک رسالے کے ساتھ آگے جانے کا حکم دیا ابن ذری نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے بروز جمعہ علی الصبح دیر شوس کے سامنے نمودار ہوا عبد الرحمن نے فیصل پر سے ذری کے آنے کی وجہ دریافت کی اور کہا کہ میں المہدی کی فرمانبرداری کے لئے ہمہ تن موجود ہوں یہ کہہ کر اس نے گرجا کے دروازے کھول دیئے کا حکم دیا اور خود مع ابن عومس اور عیسائی افسروں کے ابن ذری کے ساتھ ہو گیا اسی روز بعد ظہر ابن المغیرہ بھی وہاں آیا اور ان سب کو ساتھ لے کر قرطبہ کی طرف روانہ ہوا۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ عبد الرحمن نے تخت خلافت کا دعویٰ کیا تھا اور ان قدیم امرا ئی عرب کو جن کو اپنی نسل اور خاندان پر کمال فخر تھا اپنے ملازمین خانگی سے بھی بدتر سمجھتا تھا اور اب یہ زمانہ ہے کہ محض اپنی جان کے خوف سے عبد الرحمن نے حاجب کی صرف تعظیم ہی نہیں کی بلکہ اس کے گھوڑے کے سمون اوڑھنے کو بوسہ دیا ابن عومس سزگن بالکل خاموش ایک طرف کھڑا ہوا اس انقلاب عظیم کا تماشا دیکھتا رہا۔ دوسرے روز جب یہ لوگ اپنی قیامگاہ سے روانہ ہونے لگے تو قبل از روانگی حاجب کے حکم سے عبد الرحمن کی مشکین خوب مضبوط باندھی گئیں

لے ایک نہایت مستحکم عیسائیوں کا معابد تھا۔

کچھ دور تو یہ مشکل تمام چلا لیکن جب اس تکلیف کے برداشت کرنے کی قوت نہ رہی  
 تو اس نے نہایت ہی عجز و انکسار سے اپنی رہائی کی استدعا کی ابن المغیرہ کو  
 بھی اس کے حال زار پر رحم آیا اور اس کی مشکلیں کھول دینے کی اجازت دی  
 لیکن عبدالرحمن کی بیعتی اور کوتاہ اندیشی کو دیکھنا چاہیے کہ جب دیر شوس کی  
 بلندی اور استحکم دیو این اس کو اپنی آغوش سپاہ میں لیے ہوئے تھیں اس نے اپنے  
 بچانے کی مطلقاً فکر نہ کی بلکہ برضا و رغبت خود اپنے کو دشمنوں کے حوالے کر دیا اور  
 جبکہ یہ ان لوگوں کے قبضے میں پوری طرح آچکا اس نے صرف اپنے ہاتھوں کو بڑا  
 پا کر ایک چڑی سے جو اس کے کپڑوں میں پوشیدہ تھی ایک سپاہی پر جو اس کے  
 قریب کھڑا تھا حملہ کیا مگر قبل اس کے کہ یہ کسی کو ضرر پہنچائے محمد ابن المغیرہ نے  
 آگے بڑھ کر اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور اسی طرح ابن عومس کو راہ عدم بھاگ کر  
 ان دونوں کے سر اور عبدالرحمن کی لاش قرطبہ لایا یہاں عبدالرحمن کا سر  
 باب السدة پر لٹکایا گیا اور اس کی لاش کو دروازے کے سامنے ایک ستون پر  
 نصب کر دیا اور اس کی فوج کو خاص انسر الرسان نامی کو نعرش کے قریب کھڑا کیا  
 اور اس کو حکم دیا کہ باواز بلند کہتا رہے کہ شمشول المامون یہی ہے۔ اس کے  
 اور میرے سروں پر خدای تعالیٰ اپنا قہر نازل کرے۔



عبدالرحمن ابن المنصور ماہ محرم ۳۹۹ھ مطابق ستمبر ۱۰۰۸ء میں خلیفہ  
ہشام کا حجب مقرر ہوا تھا اور ۳۹۹ھ ماہ رجب ۳۹۹ھ مطابق سہ ماہ ۱۰۰۹ء میں  
تقریباً سات مہینہ کی حکومت کے بعد قتل ہوا اس قلیل زمانہ میں جو عروج کہ اس کو  
حاصل ہوا اس کا ذکر ہم پہلے تحریر کرتے ہیں اس کے ذاتی حالات کی نسبت  
صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ گویا مثل اپنے باپ اور بھائی کے نہایت ہوشیار  
اور تجربہ کار اور لائق بھی تھا لیکن المنصور اور عبدالملک میں عمدہ خصائل بھی  
ایسے تھے کہ ان نکمہ امیون کو جو انہوں نے اپنے بادشاہ کے ساتھ کین تھیں  
ایک حد تک مٹا کر ان کو قوم و ملت کا سچا خیر خواہ ظاہر کرتے ہیں عبدالرحمن  
ان عمدہ خصائل سے معز تھا۔ یہ اس قدر خود غرض تھا کہ اس کو سلطنت کی بربادی  
اور یہودی کی پروا نہ تھی صرف اپنے ذاتی نفع سے غرض رکھتا تھا یہی سبب تھا  
کہ فوج اور رعایا المنصور اور المنظر کو عزیز رکھتی تھی اور عبدالرحمن کے برتاؤ سے  
ناراض ہو کر بالکل برگشتہ ہو گئی تھی۔ علاوہ اس کے سب لوگ اس کی زنا کاری  
اور شراب خواری اور فسق و فجور سے نہایت متنفر تھے ایک روز حسب اتفاق  
اس کے سامنے مسجد قرطبہ میں موزن نے اذان دی تو اس نے کہا کہ اس  
شخص کو یہ اذان دینی چاہیے کہ یہاں اگر خدا سے انکار کرو چنانکہ عبدالرحمن

لاد لہ تھا اور کوئی عزیز بھی اس کا موجود نہ تھا پس خاندان ابن عامر کا خاتمہ اس ہی ہو گیا  
 محمد المہدی کو عبد الرحمن بن المنصور و دیگر مخالفین کے استیصال کے  
 بعد ہی بغاوت سے نجات نہ ملی قوم بربر جس نے المنصور اور المنظفر کو اس قدر  
 مدد دی اور جو ہمیشہ اون کے اور اون کے خاندان کے خیر خواہ تھے اب  
 عبد الرحمن کے طرز بتاؤ سے ناراض ہو کر محمد المہدی کے شریک ہو گئے تھے  
 یا جو دیکھ عامہ خلایق اس قوم کے مظالم سے جان بلب ہو گئی تھی اور یہ خوب  
 جانتا تھا کہ اگر جب خواہش رعایا اس ظلم و زیادتی کا فوراً انتقام نہ لیا گیا تو عام بلوہ  
 و فساد کا بڑا اندیشہ ہے مگر کچھ ایسے واقعات چند در چند پیش تھے کہ المہدی کو  
 بمقابلہ رعایا اہل بربر کی طرف داری کرنی پڑی خلافت امید پادشاہ کو اپنے دشمنوں کا  
 معاون پاکر رعایا ایسی برا فروختہ خاطر ہوئی کہ خاص قرطبہ میں ایک ہنگامہ عظیم برپا  
 ہو گیا اور بربری افسروں کے مکانات ایک آن میں زمین دوز کر دئے گئے۔  
 المہدی نے اہل بربر کے دباؤ اور خوف سے جو لوگ اس فساد کے بانی تھے  
 ان کے قتل کا حکم دیا اور جو لوگ راستوں پر بربر امراء کی توہین کے مرتکب ہوتے  
 تھے ان کو بھی سخت سزائیں دی گئیں۔ ان واقعات سے المہدی کے ساتھ  
 رعایا کا نفاق اور مخالفت دن بدن بڑھتی گئی اگرچہ المہدی بظاہر بربر کا شریک و

معاون تھا لیکن باطناً ان کا مخالف اور ان کی قوت کے توڑنے کی فکر میں تھا مگر اہل بربر کو اس کی طرز روش سے مخالفت کے آثار معلوم ہونے لگے جب اس نے پوشیدہ طور پر ان کا بندوبست کرنا چاہا تو اس قوم نے مخالفت کی خبر پا کر ان سب سے فوراً باہم مشورہ کیا کہ المہدی کو فوراً تخت سے اتار کر اس کے رشتہ دار ہشام بن سلیمان کو تخت پر بٹھانا چاہیے۔ اس سازش کی اطلاع حبشہ امراعی عرب کو ہوئی اور انہوں نے بہ مشارکت رعایا ان کو جبراً دار الخلافہ کے باہر کر دیا اور ہشام بن سلیمان اور اس کے بہائی ابو بکر کو گرفتار کر کے المہدی نے ان کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ ان ہی کا ایک غریزہ سلیمان بن الحکم ہمیشہ بدل کر بمشکل تمام قرطبہ کے باہر برون میں آ ملا۔ اہل بربر نے سلیمان کو فوراً المسعین باللہ کے لقب کے ساتھ اپنا بادشاہ بنایا اور چاہا کہ قرطبہ پر حملہ کر لیکن سلیمان نے اپنے میں حملہ کی قوت نہ پائی اور ان لوگوں کو بمشکل راضی کر کے ثنا غرینی طلیطلہ کی سرحد پر لے آیا یہاں اس نے احمد ابن نصیب کو اپنا وزیر مقرر کیا اور وادی الحجارة پر حملہ کر کے اس مقام کو اپنے قبضہ میں لایا اس کے بعد سلیمان نے وضع العامری حاکم مدینہ سالم کو ترغیب دیکر

لے ہشام کا سلسلہ خلیفہ عبدالرحمن ثالث سے ملتا ہے۔

اپنا معاون اور طرفدار بنانا چاہا مگر واضح نے عبد الرحمن کی قتل کی وجہ سے المہدی  
 کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا تھا سیلمان کے خوشامد امیر الفاظ اور ترقی کے وعدہ پر  
 بالکل التفات نہ کیا اور اپنے بچاؤ کا ہر طرح بندوبست کر لیا جب المہدی کو  
 خبر پہنچی کہ سیلمان اپنی فوج لیکر واضح پر حملہ کرنا چاہتا ہے اس نے فوراً  
 چند سالہ اپنے غلام قیصر کے ساتھ اس کی امداد کے لیے روانہ کیے  
 ان دونوں مخالف فوجوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں اور ہر بار المہدی کی فوج  
 کو شکست ملی مگر آخر جنگ میں دونوں طرف بے انتہا مسلمان ایک دوسرے کی  
 شمشیر خون آشام کے لقمہ ہوئے اور قیصر قتل ہوا واضح بمشکل تمام باقی ماندہ  
 فوج کے ساتھ مدینۃ السلام میں قلعہ بند ہو گیا اور برون کو پے درپے لکھنؤ  
 اور شب خونوں اور ناپائی حملہ نے اس قدر پریشان کیا کہ صرف پندرہ ہی روز میں  
 ان پر فائدہ کشی کی نوبت پہنچی جو مقامات شاداب اس شہر کے اطراف و اکناف  
 میں واقع تھے ان کو واضح نے بالقصد تباہ کر دیا تھا۔ الغرض جب سیلمان نے  
 دیکھا کہ رسد وغیرہ کا اگر فوراً کوئی انتظام نہ ہوا تو برہنہ شکستہ دل اور تاب فاقہ کشی نہ لاکر  
 منتشر و فرار ہو جائیں گے اس نے اپنے فوجی افسروں سے مشورہ لیا اور بموجب  
 صوابدید ان کے دو آدمی بطور سفیر اسن مادویہ ایک عیسائی قومس کے پاس

نہیجے اور اوس سے درخواست کی کہ تم ہماری اور المہدی کی مصالحت  
 کرادو اور اگر المہدی صلح پر راضی نہ ہو تو پھر ہم اور تم دونوں قرطیہ چرسلہ  
 کریں گے۔ جب سفارت ابن مادیہ کے پاس پہونچی سفیرون نے دیکھا  
 کہ المہدی اور واضح کے قاصد بھی اس عیسائی کو اپنی مدد پر آمادہ کرنیکی  
 غرض سے آئے ہوئے ہیں اور قریب ہے کہ اس کو بہت کچھ طمع دیکر اپنا ظفر  
 اور معاون بنالین۔ المہدی نے منجملہ دیگر وعدوں کے یہ بھی کہلا بھیجا تھا کہ  
 بشرط کامیابی سرحدی قلعوں پر تمہارا قبضہ کرادیا جائے گا۔ ادھر سلیمان کے  
 لوگوں نے بھی ابن مادیہ کے ہموار کرنے میں کوشش بلغ کی۔ بالآخر  
 عیسائیوں نے سلیمان کے شرائط کو منظور کر لیا اور بہت کچھ سامان غور و نوش  
 مع ایک ہزار سیل اور گائے اور پندرہ ہزار بکریے اور ضروری لباس وغیرہ سلیمان  
 کو بھیجا۔ اس مدد کے پہونچتے ہی بربرون کی مایوسی بالکل رفع ہو گئی۔ واضح  
 اور سلیمان اون کو ہر طرح جنگ کے واسطے آمادہ پار مدینۃ السلام آیا اور  
 واضح سے صلح کا خواستہ گزارا اور واضح نے اس کو مدد دینے سے انکار کر دیا  
 اہل بربراہ محرم شدہ۔ مطابق شیعہ قرطیہ کی طرف روانہ ہوئے  
 واضح بھی المہدی کی مدد کے لئے ان کے عقب میں چلا مگر اس سے ایک

بڑی غلطی یہ ہوئی کہ اپنی فوج کو کافی اور قوی سمجھ کر انشاوراہ میں سلیمان کے ساتھ  
 جنگ شروع کر دی اس جلدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شکست فاش کہا کر مشکل تمام کیہ و تنہا  
 قرطبہ بہاگ آیا۔ یہاں تو اہل برابر اور المہدی کے طرفداروں میں قرطبہ  
 کے حوالی میں باز ا حرب و ضرب گرم تھا۔ وہاں یعنی دار الخلافہ کی چار دیواری کے  
 اندر المہدی ان واقعات سے بالکل بے پروا نشہ حکومت سے میست  
 نامی و نوش میں مصروف تھا۔ جس وقت واضح اور اس کے بعد اس کی فوج  
 کے چار سو آدمی ہزیمت خوردہ نہایت پریشان اور تباہ قرطبہ میں داخل ہوئے  
 تب المہدی کی آنکھیں کھلین اور بجاالت پریشانی و سراسیگی اس نے شہر کے  
 باہر میدان سراوق میں اپنی فوج کو فراہم کیا۔ لشکر کے اطراف ایک نہایت  
 عمیق خندق بنوائی۔ یہ ہنوز انتظام میں مصروف تھا کہ اس کا ایک خواجہ سرا بلیق  
 نامی دوسو سواروں کے ساتھ افتان و خیران سلیمان کی فوج کے ہراول سے  
 اپنی جان بچا کر آیا ہی تھا کہ اتنے میں سلیمان کی فوج نمودار اور وہیں شہر کے  
 سامنے خمیزن ہوئی المہدی نے حکم دیا کہ شہر میں جو مرد ہتھیار اوٹھانے کے  
 قابل ہیں وہ سب مسلح میدان سراوق میں حاضر ہو جائیں۔ الحاصل بتاریخ  
 ۱۳ ربيع الاول ۳۸۸ھ مطابق ۳ نومبر ۱۰۰۰ء و نوں فوجین با ترتیب اور

صف بستہ ایک دوسرے کے سامنے استاد ہوئیں سب سے پہلے سلیمان  
 فرانی خاص تین ہزار جنگ آزمودہ سواران جو شش پوش کو حملہ کا حکم دیا۔ ان سواروں نے  
 اس دلیری اور شجاعت سے المہدی کی فوج پر حملہ کیا کہ جسکی تاب قرطبی نہ لاسکے  
 اور پرگندہ ہو کر شہر کی طرف بہاگ نکلے واضح العامری اپنی جان بچا کر طلیطلہ  
 کی طرف بہاگ آیا محمد المہدی نے جب اس تباہی کا سامنا دیکھا میدان  
 جنگ سے سید ہا قصر شاہی واپس آیا اور خلیفہ ہشام کو قید سے رہا کر کے اعلان  
 کیا کہ جب کہ ہمارا بادشاہ زندہ اور سلامت ہے میں کسی طرح سلطنت کا مستحق  
 نہیں ہو سکتا میں صرف امیر المومنین کا وزیر اور فرمان بردار ہوں۔ اس کے بعد  
 المہدی نے پہلے خود خیر خواہی اور جان نثاری کا حلف کیا اور پھر حاضرین  
 و بار سے بھی اطاعت و راست بازی کا حلفی وعدہ لیا۔ پھر المہدی نے یوسف  
 اپنے قاضی کے اہل بربر کو یہ کہلا بھیجا کہ میں صرف امیر المومنین خلیفہ ہشام کا  
 ایک ادنیٰ سچا غلام ہوں وہ میرا خلیفہ برحق ہے اور میں اس کا حاجب ہوں۔  
 ملکہ رعایا کا وہی مالک ہے۔ بربروں نے جواب دیا کہ اے دروغگو ہمارے  
 سامنے سے توڑ چلا جا۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ یہ کل ہی کا واقعہ ہے کہ یہ مشہور کیا  
 گیا تھا کہ خلیفہ ہشام کا انتقال ہو گیا اور تو ہی نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی تھی

اور تو ہی اب یہ کہتا ہے کہ امیر المومنین زندہ ہے اور یہ خلافت اس ہی کو سزاوار  
 ہے ہم کس بات کو باور کریں۔ قاضی اس طرز گفتگو سے نہایت خائف ہوا  
 اور کسی حیلہ و بہانہ سے قرطبہ واپس آیا قرطبہ کی رعایا ان خانگی لڑائیوں کے  
 اور نیز محمد المہدی کی طرز حکومت سے اس قدر تنگ اور پریشان تھی کہ اس  
 لڑائی کے بعد ہی ہر کس و نا کس شہر کا سیلیمان کے پاس آیا اور اس فتحیابی پر  
 ہر شخص نے اپنی خوشنودی ظاہر کی سیلیمان نے رعایا کو جب اپنا اس قدر فدا  
 پایا تو یہ شہر میں داخل ہوا قصر شاہی میں یہہ معلوم ہوا کہ المہدی اپنی جان بچا کر  
 کسی طرف بھاگ گیا ہے۔

جب سیلیمان المستعین باللہ نے دار الخلافہ پر اپنا قبضہ کیا تو اب اس  
 مادویہ نے ایفائی وعدہ کی درخواست کی سیلیمان نے جواب دیا کہ ابھی تمام  
 ملک میرے زیر حکومت نہیں آیا ہے بعد تسلط و اطمینان قطعی کے تمام شرائط کی  
 کروڑ لگا۔ اس قرارداد کے بعد اس مادویہ بتاریخ ۲۳ ربیع الاول ۳۸۵  
 مطابق ۱۰ شوال اپنے ملک واپس چلا گیا سیلیمان نے اس عیسائی کے جانچنے  
 بعد سب سے پہلے خلیفہ ہشام کو محل میں قید کیا اور عبدالرحمن کی نعش کو  
 ستون سے اتار کر اس کے باپ اور بہائی کی قبر کے پائنتی فن کر دیا المہدی



چند روز تک قرطبہ میں اپنے ایک دوست کے مکان میں روپوش رہا اور بمشکل تمام اپنی جان بچا کر بتاریخ یکم جمادی الاول سنہ ۲۰ بمبر ۳۵۷ھ ع ۸۱۸ھ طلیطلہ پہنچا یہاں کے باشندے خلاف امید بدارا پیش آئے جس سے اس کا انتشار کسیدہ برطرف ہوا لیکن چند روز میں جس بات کا اس کو خوف تھا وہی پیش آئی یعنی بتاریخ ۸ جمادی الآخر سنہ ۲۰ بمبر ۳۵۷ھ ع ۸۱۸ھ طلیطلہ وارد ہوا شہر میں داخل ہونے کے قبل اس نے گرفتاری کی غرض سے مع فوج طلیطلہ وارد ہوا شہر میں داخل ہونے کے قبل اس نے چند علماء کو بجانب شہر مدین غرض روانہ کیا کہ رعایا کا خیال المہدی کی نسبت دریافت اور اگر عامہ خلائق اس کی مدد اور طرفداری پر آمادہ ہو تو اس کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ اہل طلیطلہ نے المہدی کا ساتھ چھوڑنے سے قطعی انکار کر دیا۔ اس ہی ابتداء میں ایک شخص القریشی نے بغاوت کے جھنڈے کو بلند کیا سلیمان نے اپنے ایک افسر علی ابن داعہ کو اس شخص کی تنبیہ کے لیے بھیجا علی نے القریشی کو شکست دیکر گرفتار کر لیا۔

سلیمان نے بذات خود بایں امیہ طلیطلہ کا غم کیا کہ یہاں کی رعایا میری رو و رعایت سے المہدی کی طرفداری نہ کرے گی چنانچہ یہ یلغار کر کر مدینۃ السلام

لہ القریشی قرطبہ میں حکم سلیمان قتل کیا گیا۔

آیا اور ابن مسلمہ بھی اس کی فوج خاص لیکر یہاں پہنچا واضح ہے جب اس کے  
 آنے کی خبر سنی تو وہ یہاں سے بہاگ کر طرطوشہ میں پناہ گزین ہوا اور منافقانہ  
 صلح کی درخواست بشرط جان بخشی پیش کی سلیمان اس کے دہوکہ میں ایسا آیا کہ  
 اس نے صرف واضح کی خطاؤں کو معاف ہی نہیں کیا بلکہ اس سمت کی فوج  
 اور ملک کا افسر و حاکم اس کو بنا کر مخالف عیسائیوں کے تصفیہ کا حکم دیا اور خود قرطبہ  
 واپس چلا آیا۔ واضح کہ جب حکومت اور قوت حاصل ہوئی اس نے فتخہ طور پر  
 عیسائیوں کو لالچ اور طمع والا کر بمقابلہ سلیمان اون کو المہدی کی مدد پر آمادہ  
 و راضی کیا۔ قلیل عرصہ میں یہ عیسائی اپنی اپنی فوج لیکر المہدی کے پاس جمع  
 ہو گئے سلیمان کو جب خبر ہوئی کہ المہدی عیسائیوں کے ساتھ اس کی مقابلہ  
 کے لئے آ رہا ہے اس نے بھی اپنی فوج کو درست کیا اور عقبۃ البقر کے قریب  
 المہدی کی فوج سے آلا۔ بتاریخ ہر یا۔ ارشوال سنہ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱۵۶۵ ۱۵۶۶ ۱۵۶۷ ۱۵۶۸ ۱۵۶۹ ۱۵۷۰ ۱۵۷۱ ۱۵۷۲ ۱۵۷۳ ۱۵۷۴ ۱۵۷۵ ۱۵۷۶ ۱۵۷۷ ۱۵۷۸ ۱۵۷۹ ۱۵۸۰ ۱۵۸۱ ۱۵۸۲ ۱۵۸۳ ۱۵۸۴ ۱۵۸۵ ۱۵۸۶ ۱۵۸۷ ۱۵۸۸ ۱۵۸۹ ۱۵۹۰ ۱۵۹۱ ۱۵۹۲ ۱۵۹۳ ۱۵۹۴ ۱۵۹۵ ۱۵۹۶ ۱۵۹۷ ۱۵۹۸ ۱۵۹۹ ۱۶۰۰ ۱۶۰۱ ۱۶۰۲ ۱۶۰۳ ۱۶۰۴ ۱۶۰۵ ۱۶۰۶ ۱۶۰۷ ۱۶۰۸ ۱۶۰۹ ۱۶۱۰ ۱۶۱۱ ۱۶۱۲ ۱۶۱۳ ۱۶۱۴ ۱۶۱۵ ۱۶۱۶ ۱۶۱۷ ۱۶۱۸ ۱۶۱۹ ۱۶۲۰ ۱۶۲۱ ۱۶۲۲ ۱۶۲۳ ۱۶۲۴ ۱۶۲۵ ۱۶۲۶ ۱۶۲۷ ۱۶۲۸ ۱۶۲۹ ۱۶۳۰ ۱۶۳۱ ۱۶۳۲ ۱۶۳۳ ۱۶۳۴ ۱۶۳۵ ۱۶۳۶ ۱۶۳۷ ۱۶۳۸ ۱۶۳۹ ۱۶۴۰ ۱۶۴۱ ۱۶۴۲ ۱۶۴۳ ۱۶۴۴ ۱۶۴۵ ۱۶۴۶ ۱۶۴۷ ۱۶۴۸ ۱۶۴۹ ۱۶۵۰ ۱۶۵۱ ۱۶۵۲ ۱۶۵۳ ۱۶۵۴ ۱۶۵۵ ۱۶۵۶ ۱۶۵۷ ۱۶۵۸ ۱۶۵۹ ۱۶۶۰ ۱۶۶۱ ۱۶۶۲ ۱۶۶۳ ۱۶۶۴ ۱۶۶۵ ۱۶۶۶ ۱۶۶۷ ۱۶۶۸ ۱۶۶۹ ۱۶۷۰ ۱۶۷۱ ۱۶۷۲ ۱۶۷۳ ۱۶۷۴ ۱۶۷۵ ۱۶۷۶ ۱۶۷۷ ۱۶۷۸ ۱۶۷۹ ۱۶۸۰ ۱۶۸۱ ۱۶۸۲ ۱۶۸۳ ۱۶۸۴ ۱۶۸۵ ۱۶۸۶ ۱۶۸۷ ۱۶۸۸ ۱۶۸۹ ۱۶۹۰ ۱۶۹۱ ۱۶۹۲ ۱۶۹۳ ۱۶۹۴ ۱۶۹۵ ۱۶۹۶ ۱۶۹۷ ۱۶۹۸ ۱۶۹۹ ۱۷۰۰ ۱۷۰۱ ۱۷۰۲ ۱۷۰۳ ۱۷۰۴ ۱۷۰۵ ۱۷۰۶ ۱۷۰۷ ۱۷۰۸ ۱۷۰۹ ۱۷۱۰ ۱۷۱۱ ۱۷۱۲ ۱۷۱۳ ۱۷۱۴ ۱۷۱۵ ۱۷۱۶ ۱۷۱۷ ۱۷۱۸ ۱۷۱۹ ۱۷۲۰ ۱۷۲۱ ۱۷۲۲ ۱۷۲۳ ۱۷۲۴ ۱۷۲۵ ۱۷۲۶ ۱۷۲۷ ۱۷۲۸ ۱۷۲۹ ۱۷۳۰ ۱۷۳۱ ۱۷۳۲ ۱۷۳۳ ۱۷۳۴ ۱۷۳۵ ۱۷۳۶ ۱۷۳۷ ۱۷۳۸ ۱۷۳۹ ۱۷۴۰ ۱۷۴۱ ۱۷۴۲ ۱۷۴۳ ۱۷۴۴ ۱۷۴۵ ۱۷۴۶ ۱۷۴۷ ۱۷۴۸ ۱۷۴۹ ۱۷۵۰ ۱۷۵۱ ۱۷۵۲ ۱۷۵۳ ۱۷۵۴ ۱۷۵۵ ۱۷۵۶ ۱۷۵۷ ۱۷۵۸ ۱۷۵۹ ۱۷۶۰ ۱۷۶۱ ۱۷۶۲ ۱۷۶۳ ۱۷۶۴ ۱۷۶۵ ۱۷۶۶ ۱۷۶۷ ۱۷۶۸ ۱۷۶۹ ۱۷۷۰ ۱۷۷۱ ۱۷۷۲ ۱۷۷۳ ۱۷۷۴ ۱۷۷۵ ۱۷۷۶ ۱۷۷۷ ۱۷۷۸ ۱۷۷۹ ۱۷۸۰ ۱۷۸۱ ۱۷۸۲ ۱۷۸۳ ۱۷۸۴ ۱۷۸۵ ۱۷۸۶ ۱۷۸۷ ۱۷۸۸ ۱۷۸۹ ۱۷۹۰ ۱۷۹۱ ۱۷۹۲ ۱۷۹۳ ۱۷۹۴ ۱۷۹۵ ۱۷۹۶ ۱۷۹۷ ۱۷۹۸ ۱۷۹۹ ۱۸۰۰ ۱۸۰۱ ۱۸۰۲ ۱۸۰۳ ۱۸۰۴ ۱۸۰۵ ۱۸۰۶ ۱۸۰۷ ۱۸۰۸ ۱۸۰۹ ۱۸۱۰ ۱۸۱۱ ۱۸۱۲ ۱۸۱۳ ۱۸۱۴ ۱۸۱۵ ۱۸۱۶ ۱۸۱۷ ۱۸۱۸ ۱۸۱۹ ۱۸۲۰ ۱۸۲۱ ۱۸۲۲ ۱۸۲۳ ۱۸۲۴ ۱۸۲۵ ۱۸۲۶ ۱۸۲۷ ۱۸۲۸ ۱۸۲۹ ۱۸۳۰ ۱۸۳۱ ۱۸۳۲ ۱۸۳۳ ۱۸۳۴ ۱۸۳۵ ۱۸۳۶ ۱۸۳۷ ۱۸۳۸ ۱۸۳۹ ۱۸۴۰ ۱۸۴۱ ۱۸۴۲ ۱۸۴۳ ۱۸۴۴ ۱۸۴۵ ۱۸۴۶ ۱۸۴۷ ۱۸۴۸ ۱۸۴۹ ۱۸۵۰ ۱۸۵۱ ۱۸۵۲ ۱۸۵۳ ۱۸۵۴ ۱۸۵۵ ۱۸۵۶ ۱۸۵۷ ۱۸۵۸ ۱۸۵۹ ۱۸۶۰ ۱۸۶۱ ۱۸۶۲ ۱۸۶۳ ۱۸۶۴ ۱۸۶۵ ۱۸۶۶ ۱۸۶۷ ۱۸۶۸ ۱۸۶۹ ۱۸۷۰ ۱۸۷۱ ۱۸۷۲ ۱۸۷۳ ۱۸۷۴ ۱۸۷۵ ۱۸۷۶ ۱۸۷۷ ۱۸۷۸ ۱۸۷۹ ۱۸۸۰ ۱۸۸۱ ۱۸۸۲ ۱۸۸۳ ۱۸۸۴ ۱۸۸۵ ۱۸۸۶ ۱۸۸۷ ۱۸۸۸ ۱۸۸۹ ۱۸۹۰ ۱۸۹۱ ۱۸۹۲ ۱۸۹۳ ۱۸۹۴ ۱۸۹۵ ۱۸۹۶ ۱۸۹۷ ۱۸۹۸ ۱۸۹۹ ۱۹۰۰ ۱۹۰۱ ۱۹۰۲ ۱۹۰۳ ۱۹۰۴ ۱۹۰۵ ۱۹۰۶ ۱۹۰۷ ۱۹۰۸ ۱۹۰۹ ۱۹۱۰ ۱۹۱۱ ۱۹۱۲ ۱۹۱۳ ۱۹۱۴ ۱۹۱۵ ۱۹۱۶ ۱۹۱۷ ۱۹۱۸ ۱۹۱۹ ۱۹۲۰ ۱۹۲۱ ۱۹۲۲ ۱۹۲۳ ۱۹۲۴ ۱۹۲۵ ۱۹۲۶ ۱۹۲۷ ۱۹۲۸ ۱۹۲۹ ۱۹۳۰ ۱۹۳۱ ۱۹۳۲ ۱۹۳۳ ۱۹۳۴ ۱۹۳۵ ۱۹۳۶ ۱۹۳۷ ۱۹۳۸ ۱۹۳۹ ۱۹۴۰ ۱۹۴۱ ۱۹۴۲ ۱۹۴۳ ۱۹۴۴ ۱۹۴۵ ۱۹۴۶ ۱۹۴۷ ۱۹۴۸ ۱۹۴۹ ۱۹۵۰ ۱۹۵۱ ۱۹۵۲ ۱۹۵۳ ۱۹۵۴ ۱۹۵۵ ۱۹۵۶ ۱۹۵۷ ۱۹۵۸ ۱۹۵۹ ۱۹۶۰ ۱۹۶۱ ۱۹۶۲ ۱۹۶۳ ۱۹۶۴ ۱۹۶۵ ۱۹۶۶ ۱۹۶۷ ۱۹۶۸ ۱۹۶۹ ۱۹۷۰ ۱۹۷۱ ۱۹۷۲ ۱۹۷۳ ۱۹۷۴ ۱۹۷۵ ۱۹۷۶ ۱۹۷۷ ۱۹۷۸ ۱۹۷۹ ۱۹۸۰ ۱۹۸۱ ۱۹۸۲ ۱۹۸۳ ۱۹۸۴ ۱۹۸۵ ۱۹۸۶ ۱۹۸۷ ۱۹۸۸ ۱۹۸۹ ۱۹۹۰ ۱۹۹۱ ۱۹۹۲ ۱۹۹۳ ۱۹۹۴ ۱۹۹۵ ۱۹۹۶ ۱۹۹۷ ۱۹۹۸ ۱۹۹۹ ۲۰۰۰ ۲۰۰۱ ۲۰۰۲ ۲۰۰۳ ۲۰۰۴ ۲۰۰۵ ۲۰۰۶ ۲۰۰۷ ۲۰۰۸ ۲۰۰۹ ۲۰۱۰ ۲۰۱۱ ۲۰۱۲ ۲۰۱۳ ۲۰۱۴ ۲۰۱۵ ۲۰۱۶ ۲۰۱۷ ۲۰۱۸ ۲۰۱۹ ۲۰۲۰ ۲۰۲۱ ۲۰۲۲ ۲۰۲۳ ۲۰۲۴ ۲۰۲۵ ۲۰۲۶ ۲۰۲۷ ۲۰۲۸ ۲۰۲۹ ۲۰۳۰ ۲۰۳۱ ۲۰۳۲ ۲۰۳۳ ۲۰۳۴ ۲۰۳۵ ۲۰۳۶ ۲۰۳۷ ۲۰۳۸ ۲۰۳۹ ۲۰۴۰ ۲۰۴۱ ۲۰۴۲ ۲۰۴۳ ۲۰۴۴ ۲۰۴۵ ۲۰۴۶ ۲۰۴۷ ۲۰۴۸ ۲۰۴۹ ۲۰۵۰ ۲۰۵۱ ۲۰۵۲ ۲۰۵۳ ۲۰۵۴ ۲۰۵۵ ۲۰۵۶ ۲۰۵۷ ۲۰۵۸ ۲۰۵۹ ۲۰۶۰ ۲۰۶۱ ۲۰۶۲ ۲۰۶۳ ۲۰۶۴ ۲۰۶۵ ۲۰۶۶ ۲۰۶۷ ۲۰۶۸ ۲۰۶۹ ۲۰۷۰ ۲۰۷۱ ۲۰۷۲ ۲۰۷۳ ۲۰۷۴ ۲۰۷۵ ۲۰۷۶ ۲۰۷۷ ۲۰۷۸ ۲۰۷۹ ۲۰۸۰ ۲۰۸۱ ۲۰۸۲ ۲۰۸۳ ۲۰۸۴ ۲۰۸۵ ۲۰۸۶ ۲۰۸۷ ۲۰۸۸ ۲۰۸۹ ۲۰۹۰ ۲۰۹۱ ۲۰۹۲ ۲۰۹۳ ۲۰۹۴ ۲۰۹۵ ۲۰۹۶ ۲۰۹۷

خود لعلجلیت نام مع مصاحبین قرطبہ گاہک آیا باین ہمہ برابر باستقلال تمام نہایت شجاعت  
اور مردانگی سے تا دیر عیسائیوں کا مقابلہ کرتے رہے حتیٰ کہ امرنغید بادشاہ فرنگ  
کو مع نامی افسر ان فوج کے قتل کیا۔ مگر جب ان کو سلیمان کا میدان جنگ  
سے فوج کو بے سرچوڑ کر بہاگ جانا معلوم ہوا تو حالت غصہ اور ناامیدی میں  
یہ لوگ صف بستہ نہایت اطمینان سے لڑتے ہوئے الزہرہ اور مین داخل  
ہوئے اوس ہی رات کو جب انہوں نے اپنی تیاب و توانائی جنگ اور امید مدد کی  
نہ پائی اس مقام کو بھی خالی کر دیا سلیمان سات مہینہ کی حکومت کے بعد قرطبہ سے طبعاً چلا آیا  
جنگ مذکور کے دوسرے روز المہدی مع اپنی عیسائی فوج کے  
دارالخلافہ میں داخل ہوا اور بتاریخ ۶ ذیقعدہ ۳۸۶ مطابق ۲۱ جون ۱۰۰۱ء اس نے  
عیسائیوں کو بربرون کے قلعہ کا حکم دیا اور خود بھی ان کے  
ساتھ روانہ ہوا۔ اوس ہی روز ایک سخت جنگ واقع ہوئی جس میں  
تین ہزار عیسائی قتل اور باقی ماندہ نہایت تباہ حال المہدی کے ساتھ قرطبہ  
بہاگ آئے۔ یہاں عیسائیوں نے حالت رنج و غصہ میں اس قدر ظلم و زیادتی شروع  
کی کہ رعایا می شہر جو پہلے ہی ان خانگی جھگڑوں سے تباہ و تنگ تھی از حد پریشان و  
برباد ہوئی۔ بالآخر ان عیسائیوں نے لڑنے سے انکار کر دیا اور سب اپنے ملک کو

چلے گئے المہدی دوبارہ بربرون کا مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ ہوا فوج کیوا  
 رعایا سے بحیرہ و پیہ وصول کیا مگر نئی فوج تاب مقاومت نہ لاسکی اور بغیر لڑے  
 واپس چلی گئی۔ جب المہدی نے فوج کی یہ حالت دیکھی تو اب بغرض سخت  
 خود ایک عمیق خندق شہر کے گرد اور اس کے قریب ایک نہایت مستحکم دیوار  
 تیار کرائی لیکن جاتی افسوس ہے کہ باوجود ملک کی تباہی اور عامہ خلایق کی بربادی  
 اور متواتر شکستوں کے اس خندق و دیوار کو سد سکندری سمجھ کر پھر بغاوت معہود  
 عیش و عشرت میں مصروف ہو گیا۔ فوج نے بادشاہ کو عیش پسند اور بے خبر  
 اور اپنے کو مطلق العنان پاکر خلایق پر ظلم و تعدی شروع کر دی و واضح گو بظاہر المہدی  
 کا طرفدار تھا اور اس میں شک نہیں کہ اس نے المہدی کا برابر اس وقت تک  
 ساتھ دیا لیکن قرطبہ اور رعایا کی یہ سخت تباہی اس سے دیکھی نہ گئی پہلے اس نے  
 خود المہدی سے ان امور کی اصلاح کی درخواست کی۔ جب اس نے دیکھا  
 کہ المہدی اس طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا تو اس نے چند باخدا امرا سے مشورہ  
 کیا گو المہدی کو واضح کی یہ کثرت بہت ناگوار گزری مگر بخوف بغاوت دم بخود ہو رہا  
 اور خفیہ طور پر جو کچھ زروجاہر اس وقت قصر میں موجود تھا تمام و کمال بذریعہ ابورفع  
 طیلطہ بھیجا واضح المہدی کی بے پروائی اور مذموم حرکات سے متنفر ہو کر

باغیوں سے جا ملا اور تاریخ ۲۱ ذی الحجہ سنہ ۱۰۰۰ھ واضح العامری اپنی فوج اور غلاموں کو ساتھ لے لے اور سب یہ نعرہ مارتے ہوئے کہ ہم اپنے حقیقی خلیفہ ہشام کے حلقہ گوش اور فرمان بردار ہیں قصر شاہی کی طرف آئے اور ہشام کو قید سے رہا کر کے تخت خلافت پر بٹھایا المہدی اوس وقت حمام میں مصروف تھا یہ خبر وحشت اثر سن کر فوراً دربار میں آیا اور ہشام کے ساتھ تخت پر بیٹھنے کا قصد کیا کہ ایک خواجہ سرغنبر نامی نے اس کو بکڑ کر نیچے اتارا اور جبراً تخت کے نیچے بٹھا دیا۔ خلیفہ اس کی مکھڑی کا ذکر اور نکایت تا دیر کرتا رہا۔ بعدہ غنبر نے تلوار اس کے قتل کی نیت سے کھینچی۔ المہدی اپنی موت کو سامنے دیکھ کر غنبر کے جسم سے پسٹ گیا اور نہایت عاجزی سے اپنی جان بخشی چاہی لیکن کسی نے اس کی تضرع و زاری پر رحم نہ کیا اور غنبر نے اس کو اوس ہی حالت میں قتل کیا۔ اس کی لاش شہر کی فصیل پر سے خندق میں پھینک دی گئی محمد ابن عبد الجبار المہدی ۵ سالگی میں دس مہینہ کی حکومت کے بعد قتل ہوا ابن بسام نے اس کی حکومت چند روز کو یوں سلک نظم میں کہنیا ہے۔

بِمِلَّتِ الْفُسْقِ وَالْمُجْرِمِ  
لَوْلَاهُمَا زَالَ بِالصُّوْنِ

قَدْ قَامَ مُهْدِيًّا وَلَكِنْ  
وَسَارَكَ النَّاسَ فِي حَرِيمِ

مَنْ كَانَ مِنْ قَبْلِ ذَٰلِكَ جَاءَ | فَالْيَوْمَ قَدْ صَارَ ذَاقُونَ

خلیفہ ہشام نے بار دیگر اپنے آبائی تخت خلافت پر بتاریخ ۱۱ رجب ۱۸۳۴ء مطابق ۲ جولائی ۱۸۱۵ء میں جلوس کیا اور بمشورہ وزرا المہدی کے سر کو اہل بربر کے پاس بمقام وادی شوس بھیجا اور ان کو بغاوت اور سلیمان کی شراکت سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن خلاف امید بربروں نے ہشام کی اطاعت سے یکجہت انکار کر دیا اور جو لوگ منجانب خلیفہ آئے تھے ان کو یہ کہہ لگے کہ اگر اپنی اپنی جان عزیز رکھتے ہو تو فوراً چلا دو پس کرنا واجب واضح ہے کہ صلح کی کوئی امید باقی نہیں رہی اور سلیمان نے اس قدر رسوخ حاصل کیا ہے کہ بربر اپنے خلیفہ کے ساتھ برسرِ پراش ہیں ناچار دار الخلافہ کے قلعہ اور بربروں کے استحکام اور بندوبست کی طرف متوجہ ہوا اور دشمن کے سواروں کے روکنے کے لئے خندقیں کھدوائیں اور مناسب موقعوں پر جدید فرج تیار کئے۔ اودھر سے سلیمان مع اپنی فوج شہر کی طرف بڑھا لیکن متعدد دیورثوں کے بعد جب اس نے دیکھا کہ شہر قبضہ کرنا ممکن نہیں۔ بتاریخ ۲ ربیع الاول ۱۸۳۴ء مطابق ۱۰ نومبر ۱۸۱۵ء

۱۵ ترجمہ صفحہ ۲۰۵) تحقیق جاری ہے مہدی نے طریقہ فسق اور گستاخی پر حکومت کی۔ اور اپنی حیرت دہکتی حکومت میں اور لوگوں کو شریک دکھاتا تو محض نظر تھا۔ اس سے قبل جو شخص کہ اپنے سرنگ نہ کہتا تھا آج اس کے سرنگ نکل آئے

قصر الزہراء کی طرف متوجہ ہوا اور اس مقام پر پہر قبضہ کر کے قتل عام کا حکم دیا اور  
 پہر تاریخ ۲۴ شعبان ۱۸۸۵ء مطابق ۲۲ فروری ۱۸۸۵ء قرطبہ کی تسخیر کے  
 خیال سے شہر کے اطراف و اکناف جو باغات اور میوہ دار درخت اور کھیت  
 جنہیں نہرین آب شیرین کی بہکڑ شہر کو سیراب کرتی تھیں واقع تھے نہایت بیدردی  
 سے تباہ کرنا شروع کیے۔ ان مقامات کی رعایا حیران اور پریشان جو کچھ سرمایہ  
 ہاتھ آیا لیکر قرطبہ میں پناہ گزین ہوئے لگی۔ شہر میں پہلے ہی سے سامان غنیمت  
 کی تکلیف تھی ان لوگوں کے مجمع سے فاقہ کشی کی نوبت پہنچی یہاں تک کہ  
 گھوڑوں کے دوپہا نے تین سو درسم کو بھی نہایت دشواری سے دستیاب ہو  
 سکا اس حالت نزاع و پریشانی میں ابن مادیو نے تکمیل معاہدہ کا تقاضا کیا۔ ایسے  
 نازک وقت میں اس عیسائی کو ناراض کرنا خلاف مصلحت تھا بہت گفت و شنید کے  
 بعد اس وعدہ پر کہ عیسائی خلیفہ کے خلاف کوئی امر نہ کریں گے اور اس کو دشمنوں کو  
 کسی قسم کی مدد نہ دیں گے دو سو قلعہ علاوہ چند بڑے شہروں کے جو خلیفہ الحکم  
 مستنصر باللہ کے زمانہ سے عربوں کے قبضہ میں چلے آتے تھے ابن مادیو  
 کے حوالہ کر دئے گئے۔ اس انحطاط و کمزوری کو دیکھ کر عیسائی نے سرشورش  
 اوٹھایا۔ چنانچہ ابن سیال نے اپنی بغاوت کا ٹوٹ لاکر چند قلعوں کی زخمت کی جو مجبوراً تسلیم کر لینے کی

اہل بربر نے عیسائیوں کی اس سرکشی پر مطلقاً التفات نہ کیا بدستور ملک کو تاراج کرتے رہے جو شہر اور قصبے کہ سیکرٹوں سال کی محنت اور عرق ریزی سے آباد اور سرسبز ہوئے تھے ان کو نیست و نابود کر دیا صرف چند شہر مثل مدینہ سالم اور طلیطلہ جو اس حصہ ملک سے باہر تھے تباہی سے محفوظ رہے۔

ملک اور رعایا اس قدر تاراج ہوئی کہ اگر کوئی شخص گھوڑے پر دو مہینہ تک سفر کرتا تو راستہ میں کسی فرد بشر سے ملاقات نہ ہوتی چونکہ خلیفہ کی حفاظت اور شہر و باشندگان شہر کی امن و آسائش کا دار و مدار فوج ہی پر تھا لہذا فوج کے ساتھ ہیشام بہت رعایت کیا کرتا تھا لیکن اب رفتہ رفتہ جب فوج پر ہی وہی سختیاں گزرنے لگیں تو فوج میں ہی آثار عدول حکمی اور سرکشی کے پیدا ہونے لگے یہ حالت دیکھ کر فوج نے واضح کو ذمہ دار تمام اون آفات کا جو ان پر گزر رہی تھیں گردانا تھا سلیے واضح نے اپنی بچاؤ کی نیت ایک پیہر اپنے خاص رفیق ابن بکر کو سلیمان کے پاس بھیج کر بردن کو راہ راست پر لانا چاہا مگر جب ابن بکر بردن سے مل کر شہر میں داخل ہوا برداشتہ خاطر فوج نے اس کو بلا وجہ قتل کر ڈالا اور اس کے خون آلودہ سر کو ایک نیزہ پر بلند کر کے شہر کا گشت لگایا فوج کی اس حرکت سے واضح کو اپنی جان کا خوف پیدا ہوا اور اس نے خفیہ طور پر یہاں سے فرار ہونے کا بندوبست کیا



لیکن اس کی بد نصیبی سے اس کے ایک مخالف ابن ابی وودعاۃ کو اس کے ارادہ کی خبر پہنچ گئی ابن ابی وودعاۃ نے فوراً اگر واضح گو گرفتار کیا اور دوسرے فوجی لوگوں کی شرکت سے اس کو اوسے وقت اور نیز جو لوگ کہ اس کے دوست اور معاون سمجھے جاتے تھے سب کو قتل اور اون کے گھروں کو زمین دوز کر دیا۔ واضح تاریخ ۱۵ ربیع الاول ۳۸۷ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۰۰۰ء قتل ہوا اوسے روز ابن ابی وودعاۃ والی مدینہ مقرر کیا گیا۔

سیلمان ان اندرونی واقعات سے ناواقف نہ تھا۔ اس فیبر ہون کو لیکر محاصرہ میں سختی کی۔ بالآخر ایک زمانہ دراز کے محاصرہ کے بعد تاریخ ۳ شوال ۳۸۷ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۰۰۰ء بعد جنگ قتل عظیم سیلمان غالب آیا اور تاریخ ۵ شوال قصر شاہی میں داخل ہوا اور خلیفہ ہشام کو اپنے سامنے طلب کر کے اس سے سوال کیا کہ تمہیں کیا یاد نہیں کہ تو نے بطور خود خلافت کو میرے سپرد کیا تھا یہہر کون تو اپنے وعدہ سے منحرف ہوا خلیفہ نے جواب دیا کہ جو واقعات کہ مجھ سے سرزد ہوئے اون کا میں اپنی خواہش نفس سے متکبر نہیں ہوا بلکہ یہ امور مجھ سے بحالت مجبوری وقوع میں آئے۔ اس جواب و سوال کے بعد ہی خلیفہ ہشام ابن خلیفہ الحکم خفیہ طور پر سیلمان کے حکم سے مار ڈالا گیا۔

ان اہل افریقہ نے جو ظلم و ستم کہ عامہ خلافت پر کیا وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے وہ دن دار الخلافہ کے لئے قیامت کا نمونہ تھا جو شہری راستہ پر ان ظالموں کے سامنے آتا تھا بے مثل اور بلا خوف منصف تحقیقی لقمہ تیغ اجل ہوتا تھا اس قتل عام میں مشہور علمائے وقت اور فضلاء عصر اور امام زمانہ اور قاضی جن کو خلفائے سابق نے نہایت محنت اور قدردانی اور شوق علم سے فراہم کر کے دار الخلافہ قرطبہ کو وہ رونق اور زینت بخشی تھی جس پر بغداد اور شام اور مصر کو رشک آتا تھا شہید ہوئے۔ ان میں ابو الولید ابو محمد عبداللہ ابن یوسف ابن نصر قرطبی جو زیادہ ابن الفراضی کے نام سے علمی دنیا میں مشہور ہے شریک تھا۔

غرض اس ظلم اور خون ریزی کے بعد سلیمان المستعین باللہ یہ سمجھا کہ اب کوئی مخالف ایسا باقی نہیں رہا جو اس کا معترض ہو لیکن اس خانہ جنگی سے ملک میں ایسی بظمی پہلی تھی کہ مستحق وغیر مستحق جس کسی نے اپنے کو قرطبہ سے دور اور کسی قدر مقتدر یا شہر غرور سے سمرست سلطنت کا دعویٰ دار بن بیٹا سب سے پہلے سلیمان کو قوم بربک مقابلہ کرنا پڑا جس کی مدد سے اس کو خلافت نصیب ہوئی تھی بربرون نے بڑے بڑے شہروں اور مختلف ملک کے حصوں پر اپنا قبضہ کیا اور خود مختاری کا دم پھرنے لگے چنانچہ بادلوس ابن جابوس نے غرناطہ پر اور

البرزائی نے قمر موند پر اور حرز و نوسریش پر اپنا قبضہ کر لیا جسکا ذکر آئندہ کیا جائیگا  
جن بربرون نے سلیمان کا ساتھ دیا تھا اون میں دو شخص نہایت باوقفت  
علی اور القاسم ہی شریک تھے ان کا دادا اور لیس خلیفہ ہارون الرشید  
کے خوف سے افریقہ چلا آیا تھا اور بربرون کے ملک میں اقامت اختیار کی تھی  
چند روز میں یہاں اس نے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی اور ایک زمانہ تک  
خلیفہ مذکور کے ملک پر متواتر حملہ کرتا رہا اور لیس کے بیٹے اور لیس نامی نے  
شہر قاس کو آباد کیا تھا علی اور قاسم دونوں المنصور کے زمانہ حکومت میں  
اندلس وارد ہوئے اور فوجی ملازمت اختیار کی۔ دونوں آدمی نہایت جری  
اور دلیر تھے۔ چند ہی روز میں عیسائیوں کی جنگ میں ان دونوں نے وہ جوہر  
مردانگی اور شجاعت دکھائے کہ المنصور نے ان کو مختلف فوجوں کا افسر مقرر  
کر دیا۔ جب یہ جنگ بربریہ قرطبہ میں شروع ہوئی تو یہی دو آدمی تھے جنہوں نے  
سیلمان کا ساتھ دیکر خاندان ابن ابی عامر کو تباہ اور سیلمان کو تخت پر بٹھا کر  
بنی امیہ کو دوبارہ ترقی دی سیلمان نے اس خیر خواہی اور احانت کو صلہ میں

لے علی اور القاسم کا سلسلہ یہ ہے۔ ابن حمود ابن احمد ابن علی ابن عبداللہ ابن عمر ابن ادریس ابن عبداللہ

ابن حسن ابن حسین ابن حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابن ابی طالب۔

فوج پر صرف امرائی بربر کو افسر مقرر کیا اور انہیں میں سے بعض کو صوبوں کی حکومت سپرد کی۔ چنانچہ علی ابن حمود طنجہ اور دیگر صوبجات افریقیہ کا والی مقرر ہوا یہاں اس نے پوری خود مختاری کے ساتھ حکومت کی گو ظاہرہ سلیمان کا مطیع بنا رہا لیکن جب اس نے دیکھا کہ بعض صوبوں کے حاکم سلیمان سے منحرف ہو گئے ہیں اس نے بھی اطاعت اور فرمان برداری اور پاس نہک کو بالائی طاق رکھا اور اپنے دائرہ حکومت کو بڑھانے کی کوشش شروع کر دی اس امیر کی بغاوت کی خاص وجہ یہ ہوئی کہ خلیفہ ہشام المودت باللہ نے علم نجوم کے ذریعہ سے جس میں اس کو کامل دستگاہ تھی یہ دریافت کیا تھا کہ بنی امیہ کی حکومت کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور ایک شخص ایسا پیدا ہو نوا لا ہے جس کا سلسلہ حضرت علی ابن ابی طالب اور جس کا نام حرف ع سے شروع ہوگا اور وہ شخص اس ملک کا بادشاہ ہوگا جب سلیمان نے فت طبع کو فتح کیا اور خلیفہ ہشام کے قتل کے درپے ہوا ہشام نے علی ابن حمود کے کہو اس زمانہ میں امرائی بربرین سربراہ رہے تھے حالات دریافت کیے اور اس کو لکھا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ تو ضرور ملک تخت و تاج ہوگا مجھ کو اپنی زندگی کی امید باقی نہیں اگر سلیمان نے مجھ کو قتل کیا تو میں انتقام تیرے سپرد کرتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ نے اس امیر کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ بھی

زمانہ سے سلطنت کی ہوس اوس کے دل میں پیدا ہوئی بہر کیف علی ابن حمود نے اپنے بیٹے یحییٰ کو اپنا جانشین کیا اور خود مع فوج جہاں آبادی طارق کو عبور کر کے اندلس میں داخل ہوا والی المیرۃ خیران اس کی مدد پر آمادہ ہو گیا علی نے اندلس پہنچ کر مشہور کیا کہ میں صرف خلیفہ ہشام کے خون ناحق کا انتقام لینے کی غرض سے یہاں آیا ہوں سلیمان کو جس وقت اس کا منشا ہی فساد معلوم ہوا یہ سب فوراً اس کی طرف متوجہ ہوا۔ ماہ محرم سنہ ۱۶۱ مطابق ۱۱۶۱ء میں طالقہ کے میدان میں سخت جنگ واقع ہوئی جہاں سلیمان کی فوج نے شکست کھائی اور یہ خود گرفتار ہوا علی ابن حمود نے بغیر تعرض قمر طبعہ پر قبضہ کیا اور جنگ کے چند روز بعد اسی ماہ محرم میں سلیمان اور اوس کے باپ الحکم کو قتل کروا دالا اور خود تخت خلافت پر ٹھکان ہوا۔

خلیفہ سلیمان المستعین باللہ نے صرف تین سال چند ماہ حکومت کی تھی۔

وہ بھی اوس زمانہ قدر میں جبکہ تمام ملک میں غارتگری کی لگ بھگ رہی تھی لیکن پہر ہی چونکہ یہہ بذات خود ذی علم شخص تھا بالخصوص شعر و سخن میں مہارت کامل رکھتا تھا اس نے دار الخلافہ میں علم و فن کو فروغ دینے کی بہت کچھ کوشش کی تھی اگر یہ سلطنت پر پوری مسلط ہو جاتا تو ممکن تھا کہ اس کی حکومت سے ملک اور رعایا کو بہت کچھ فائدہ پہنچتا۔

وَأَعْتَبُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

جلد سوم  
۷۲۳۸

# خلافتِ امیر

سنی

مکاسبین میں عربوں کی بہشت صدک حکومت  
تخصیصیت عالی جناب سلطان ابو القدر جنگبہ اور ایم ای میر  
ناظم اول فہداری بلوہ فرخندہ بنیاد احمد آباد تہم حکمت بک گیا مل علم

باہتمام محمد قاسم

قائم پر حسین اکبر دین دین و نفع طبع نامی

# فہرست مضامین خلافت اندلس حصہ سوم

## باب اول

۱۸ تا ۱۰۰ بنی حمود علی بن حمود کی تخت نشینی۔ اس کا ظلم۔ خیران کی بغاوت۔ علی کا قتل ہونا۔ القاسم کی تخت نشینی۔ المرتضیٰ اور اوس کا قتل۔ یحییٰ ابن علی کی بغاوت۔ المستنصر کی تخت نشینی اور اوس کا قتل۔ محمد ثالث المستنصر۔ ہشام المعتمد۔ یحییٰ کا قتل۔

## باب دوم

۱۰۱ تا ۱۴۰ خانہ جنگی کا نتیجہ۔ سلطنت اندلس کا چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو جانا۔ دیگر حالات۔

## باب سوم

عیسائیوں کی ترقی۔ طلیطلہ پر ادونش چارم کا قبضہ۔ شاہخا اول کی فتوحات۔ عیسائیوں کی ظلم و زیادتی۔ ادونش کی گستاخانہ دروغواستیں۔ ادونش کا اشبیلیہ پر حملہ۔ المعتمد اور یوسف کا اشبیلیہ میں داخل ہونا۔ ادونش کی تیاریاں۔ فوج عرب کا روانہ ہونا۔ ادونش کی دغا بازی۔ عیسائیوں کی شکست۔ ادونش کا انتقال۔ یوسف کا افسر بقید واپس ہونا۔ ۱۴۱ تا ۱۴۸

## باب چہارم

خاندان المرابطین والمرابطین و بنی ہود کا یکے بعد دیگرے اندلس پر تسلط ہونا۔ یوسف ابن شافین ۱۴۹ تا ۱۵۰ کا دوبارہ اندلس آنا۔ اس کی فتوحات۔ المعتمد اور ادونش۔ المعتمد کی گرفتاری

عبدالجبار بن المعتمر - یوسف ابن تاشفین کا انتقال - علی کی تخت نشینی - اس کی فتوحات -

اس کا انتقال - تاشفین ابن علی کی تخت نشینی - عیسائیوں کی ترقی - ادفونش ثانی -

عبداللہ بن خالد - یوسف ابن علی کی تخت نشینی - طلیطلہ کا محاصرہ -

یوسف کا انتقال - یعقوب المنصور - عیسائیوں کی شکست - محمد الناصر جنگ العقاب - عربوں کی

شکست - اس جنگ کا نتیجہ - یوسف ثانی - ابن ہود - خلافت بغداد - فردلند ثالث کا قریطہ قبضہ

## باب پنجم

بنی نصر کا عروج - محمد ابن الاحمر اس کی فتوحات - عیسائیوں کی شکست - محمد ثانی - شانجہ کی شکست (۱۱۱ تا ۱۳۴ھ)

اور اس کا قتل ہونا - محمد ثانی کا انتقال - نصر کی بغاوت - فردلند بادشاہ قسطلہ - ابوسعید

ابوالولید اسماعیل ابن ابوسعید - جنگ البیروہ - محمد چہارم - جل الطارق - عربوں کا قبضہ اور عیسائیوں کی شکست

یوسف - جنگ طریفہ - یوسف کا قتل محمد بیجم - اسماعیل کی بغاوت - محمد ششم - محمد بیجم کا دور ثانی -

## باب ششم

محمد بیجم کا انتقال - یوسف ثانی - محمد ہفتم - اس کا اشیلیہ جانا - محمد کی بادشاہ قسطلہ سے (۱۳۵ تا ۱۴۳ھ)

ملاقات - محمد ہفتم کا انتقال - یوسف ثالث - صلح کل طرہ حکومت - محمد ہشتم - محمد الصغیر کی

بغاوت اور تخت نشینی - الصغیر محمد نہم کا انتقال - یوسف ابن الاحمر کی بغاوت - یوسف کا

انتقال - عیسائیوں کے ساتھ جنگ - محمد ابن عثمان کی بغاوت - ابن اسماعیل -



## باب ہفتم

۱۶۳ تا ۱۹۴ء ابو الحسن کی تخت نشینی - صحرہ پر عربوں کا قبضہ - جنگ الحما - عربوں کی شکست - الزلزلہ کی بغاوت - لوسٹہ کا محاصرہ - عیسائیوں کی شکست - انقلاب غرناطہ - ابو عبد اللہ فرولند - ملاقات اور المیرہ - اور باجہ پر عیسائیوں کا قبضہ - خانہ جنگی - عربوں کی شکست - جنگ غرناطہ - عیسائیوں کی عہد شکنی - عربوں کا ملک اندلس سے احراج -

## باب ہشتم

۱۹۴ تا ۲۲۳ء اسلامی اندلس کے محل حالات - طرز ریاست صنعت و حرفت - علوم و فنون - تعلیم نسوان - شجاعت - عربوں کا اثر یورپ پر -



غلامنامہ جلد سوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۳	عنوان کی	المعتاد	۸۱	۳	طریف	طریف
۵	۱۱	لیکن	×	۸۲	۸	شہن	ثروت
۷	۱۲	سپاہیوں	سپاہیوں	۸۹	۹	سوارنگ	ارنگ
۱۶	۶	المستحق	المستحق	۹۴	۹	دینے	مدد دینے
۲۲	۱۲	ابن جابوس	ابن جابوس	۱۰۱	۱۱	لبون	لیون
۲۳	۱۱	جابوس	جابوس	۱۰۳	۷	امرائی	امراء
۲۶	۳	نوٹ کی	عالم	۱۱۵	۱۳	مغیرہ	مقبورہ
۳۳	۳	بعد	بعد	۱۲۳	(۱) نوٹ کی	نہ	نہ
۳۸	۵	روسائی	روسائی	۱۲۷	(۱) نوٹ کی	الملق البدریہ	الملق البدریہ
۴۳	۹	تقریر	تقریر	۱۳۵	(۲) عنوان کی	محمد الصغیر	محمد الصغیر
ایضاً	ابوٹ کی	ابن الطول	ابن الطول	۱۳۷	۱۲	ہتارا	تمہارا
۴۵	۸	ادفونش	ادفونش	۱۳۸	۱۳	شلوایانیہ	شلوایانیہ
۴۷	۱۳	بطیموس	بطیموس	۱۳۹	۹	بعض معاہدہ	نقص معاہدہ کی
۵۰	۷	تاشقین	تاشقین	۱۴۰	۱	کر	کر
۵۵	۴	دریائی کوہ	دریائی کوہ	۱۴۱	۸	ہفتم	ہفتم
۷۱	۱۲	دارالطغت	دارالطغت	۱۴۲	(۱) نوٹ کی	شلوایانیہ	شلوایانیہ
۷۲	۴	لمشونہ	لمشونہ	۱۴۳	۱	طرف کے	طرف سے
۷۳	(۱) نوٹ	طبقتہ	صوبہ	۱۵۰	۶	کرچکا	ہوچکا
۷۴	۴	ابن رومیر	ابن رومیر	ایضاً	۱۰	اسکی	اس کو

۴  
ادویش آئے  
ادویش آئے  
جاوے  
۵  
جان سہیں  
پشتین آئے  
پشتین آئے  
جاوے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۱	۸	باہمی	x	۲۰۶	۱	داخ	داغ
ایضاً	۱۲	کبین	لیکن	ایضاً	(۲) نوٹ کی	اسٹی ہزار	اسی
ایضاً	۱۳	مدد کریگا	مدد نہ کریگا	۲۱۳	۳	کتب	کتاب
۱۵۲	(۲) نوٹ کی	یعنی	x	۲۱۳	۴	شام افریقہ	شام اور افریقہ
۱۵۶	۱۱	ہو گئے	ہوئے	۲۱۶	۲	الیوفہ	البوفہ
۱۶۷	۱	اس غرض سے	اس عرصہ میں	۲۲۰	۱۲	مورخ	مورخ تہین
ایضاً	۱۳	شہر پر	شہر اور	۲۲۲	۱	معلوم کریں گے	معلوم کریں گے
۱۷۶	۱۰	گمراہ اور	گمراہ اہل	۲۲۳	۷	ابن زور	اون زور
۱۸۴	(۱) نوٹ کی	الیکراس	الیکراس	۲۲۸	۲	مسیولیون	مسیولیون
۱۸۷	۱۱	پہرہ پہ	بہتر پہرہ	۲۳۳	۱۳	ایمان کو	ایمان کی
۱۹۵	۱۳	مزا	مرزا	۲۳۹	۲	آبناہی قطن	آبناہی وطن
۱۹۸	۳	الوزراتین	الوزراتین	ایضاً	۵	تعصب آمیز	تاسف آمیز
۲۰۰	۱	تترل کے	تترل سے	۲۴۲	۱۴	فنون	فتودن

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

جلد سوم

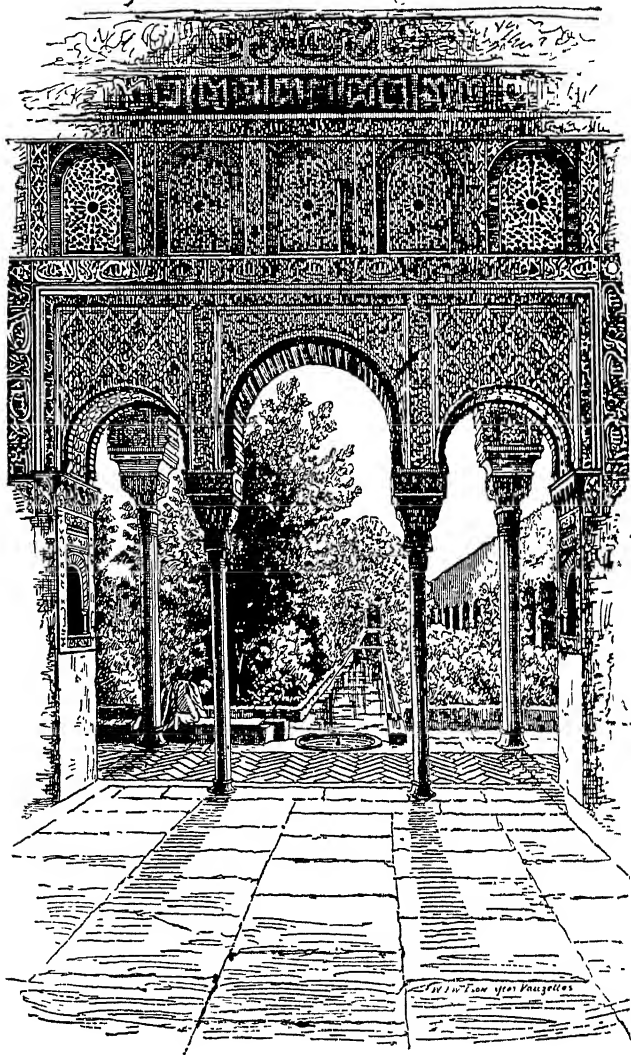
# خلافت المس

یعنی

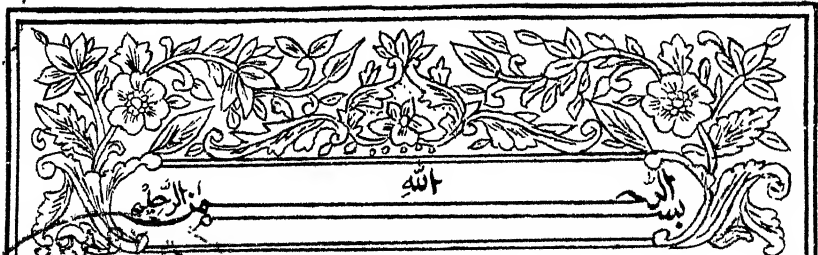
ملک اسپین میں عربوں کی ہشت صدی حکومت  
تصنیف عالی جناب تاج الدین القدر جنگیہ درایم امیر سید محمد  
ناظم اول فوج داری بلوچہ فرخندہ بنیاد حیدر آباد ترجمہ کتاب کیا ولی علم سیاح

باہتمام محمد قاسم

قائم پرچین لکھنؤ دین رویت طبع مانی



فردا کا جنت العارف



# باب اول

بنی حمود۔ علی بن حمود کی تخت نشینی۔ اس کا ظلم۔ خیران کی بناوت۔ علی کا قتل ہونا۔ القاسم کی تخت نشینی۔ المرتضیٰ اور اوس کا قتل یحییٰ ابن علی کی بناوت۔ المستظهر کی تخت نشینی اور اوس کا قتل۔ محمد ثناء المستقفی۔ ہشام المعتد۔ یحییٰ کا قتل۔

علی نے تخت پر بیٹھنے کے بعد الناصر لدین اللہ کا لقب اختیار کیا اور اپنی محنت کے مضبوط کرنے کی غرض سے اہل بربر کو جو بالکل مطلق العنان اور بخوف ہو گئے تھے اپنے قبضے میں لانے کی کوشش شروع کی پہلے سہل اس کے انصاف اور رعایا پروری نے خاطر خواہ اپنا اثر کیا چنانچہ رعایا جو بربروں کے ہاتھ سے تباہ ہو رہی تھی بادشاہ کو اپنا حامی اور مددگار سمجھ کر بربر اور بد معاشوں کے استیصال میں مدد دینے پر آمادہ ہوئے اور چند روز میں ایک حد تک امن ملک و رعایا کو نصیب ہوا علی ابن حمود روزانہ قصر شامی کے

دروازے پر عام دربار کیا کرتا تھا جہاں ہر شخص کو بلا تکلف عرض معروض کرنے کی  
 عام اجازت تھی جب کبھی کوئی بربر کسی جرم کی علت میں گرفتار ہوتا تھا اس کو مجمع عام میں  
 قتل کرتا تھا علی نے اس دن ہی اور جفاکشی سے ملک کا انتظام کیا کہ اس کے  
 انصاف اور داری کی لوگ مثال دیا کرتے تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ جب یہ  
 باب عامر سے گزر رہا تھا اس نے ایک بربر کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار ایک بہت بڑا  
 بارنگور کائیے جاتا ہے علی نے اس سوار کو روک کر اس سے پوچھا کہ یہ انگور کہاں سے  
 لایا۔ بربر نے جواب دیا کہ ان کو میں نے اپنی جوانمردی سے حاصل کیا ہے یہ گستاخانہ  
 جواب سن کر علی نے اس کو قتل کیا اور اس کا سر انگوروں پر رکھ کر تمام شہر میں پھرایا  
 تاکہ اس کے مقوم کو عبرت ہو۔ اٹھارہ مہینے تک سلطان نے یہی اپنا طرز جاری رکھا  
 یہ ممکن تھا کہ اگر اہل اندلسیہ المرغنی المروانی کی تائید نہ کرتے تو یہ شاہراہ انصاف  
 وعدل سے کبھی منحرف نہ ہوتا۔ ان لوگوں نے خاندان امیہ کے قائم کرنے کی نیت سے  
 بغاوت کے علم کو بلند کیا علی ابن حمود کو تخت پر بیٹھے ہوئے چند ماہ کا عرصہ ہوا تھا۔  
 اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس معدلت گسری اور رحم دلی سے میں نے  
 کام لیا ہے اس کو لوگوں نے میری ہمتی اور بزدلی پر محمول کیا ہے۔ اس نے  
 فوراً اپنی طرز حکومت کو بدل دیا اور بربروں کے ساتھ جو سختی کہ اس نے شروع کی تھی

وہ کم کردی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بربر مثل سابق پر شور بن گئے اور رعایا پر ظلم و ستم کا سینہ  
 ہر سادیا اور دار الخلافہ کی عجوبہ روزگار عمارات کو منہدم اور شہر کے متمول اور خوشحال  
 لوگوں کو اس قدر لوٹا کہ یہ لوگ نان شبیہ کو محتاج ہو گئے۔ بربروں کی اس ظلم و زیادتی  
 میں سلطان نے بھی بہت کچھ مدد دی اور اس قدر جدید محصول اور ٹیکس رعایا پر لگا دی  
 کہ جس کی وہ تحمل نہ ہو سکی اور ترک وطن اختیار کیا اور باقی ماندہ بوجہ عدم ادائی زمرہ محصور  
 محبوس ہوئے اور ان کی جائیدادیں سرکار میں ضبط کر لی گئیں۔ ان آفت زدہ لوگوں  
 میں ایک شخص ابوالخضر نامی بھی شہر یک تھا اس جابرانہ طرز حکومت سے علی ابن  
 محمود جس قدر کہ پہلے ہر دل عزیز تھا اوس سے زیادہ خلق اللہ اوس سے نفرت کرنے لگی  
 اور ایسی سخت بغاوت کا سلسلہ شروع ہوا کہ بحر کوشتہ قبر کوئی مامن اس کو نہ ملا خیر ان صقلی  
 حاکم المیرۃ باوجود انقلاب زمانہ بنی امیہ کا طرفدار بنارہا اہل قطیفہ کو علی ابن محمود و بربروں  
 بد دل و متنفر پا کر اس نے اپنے صوبے میں بغاوت اور مخالفت کی بنیاد ڈالی اور  
 خاندان بنی امیہ کے ایک رکن عبد الرحمن ابن محمد التفسی کو بادشاہ شہور کیا اور  
 مع اپنے ہم خیال و ہمراز مقتدر امرا کے با فوج کشیدار الخلافہ کی طرف روانہ ہوا۔ علی  
 جب امر امیہ مذکور کی بغاوت سے مطلع ہوا حتی الامکان اپنے خیر خواہوں کو مقابلے  
 کے لئے فراہم اور آمادہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے ظلم نے اس کے گرد



دشمنوں کا وہ جال بچایا تھا کہ گشت و خون کے قبل ہی گہری کے لوگوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ چنانچہ ماہ ذیقعدہ ۳۸۶ مطابق ۱۷ افریقین ۱۰۸۱ء میں ایک روز حمام میں مصروف تھا کہ چند صقلی ملازمین نے جو بظاہر خیر خواہ و مطیع بنے ہوئے تھے حمام میں جا کر اس کو قتل کیا۔ جس وقت دار الخلافہ میں علی ابن حمود کے قتل کی خبر معلوم ہوئی امیر و غریب سب نے خوشیاں منائیں۔

جس وقت ہم علی ابن حمود کے تقریباً دو سالہ زمانہ حکومت پر نظر ڈالتے ہیں اور اس کے ذاتی حالات کو بظرافت و انصاف جانچتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بالذات شخص لائق اور رحم دل تھا چنانچہ اوائل زمانہ میں جس متانت و سنجیدگی سے اس نے حکومت کی تھی وہ اس امر کی خود گواہی دیتی ہے کہ اگر اس وقت خاص کی بغاوتیں اور سازشیں اس کو مجبور نہ کرتیں تو یہ کبھی ایسی مذموم باتوں کو اختیار نہ کرتا جن کی وجہ سے یہ بدنام ہی نہیں ہوا بلکہ اپنی جان عزیز کو بچو بیٹھا اس کی لیاقت و قدر دانی کا اندازہ ہم اس کے مصاحبین کی لیاقت سے کر سکتے ہیں چنانچہ اس کے زمرہ مصاحبین میں ایسے مشہور علماء و شعرا مثل ابن الحنیط القسری اور عباده ابن ماء السماء اور ابن دراج القسطلی شریک تھے عباده مذہب امامیہ رکھتا تھا۔ شعر و سخن میں مشہور زمانہ تھا۔

ابن حمود کے انتقال کے بعد القاسم حاکم شیبلیہ تخت نشین ہوا ابو جود علی

کے دو بیٹے ایک کچی حاکم اور دوسرا اوریس حاکم صوبہ ملاقمہ موجود تھے اور نیز علی نے اپنے چھ جیات کچی کو اپنا وید و نیشن مقرر کیا تھا لیکن بربروں کی جماعت کثیر نے القاسم کا اس وجہ سے ساتھ دیا کہ اولاً بہ نسبت کچی کے سن رسیدہ اور زیادہ تجربہ رکھتا تھا۔ ثانیاً یہ کہ القاسم علی کے قتل کے وقت دار الخلافہ کے قریب مقیم تھا جس وقت القاسم کو اپنے بہائی کے قتل کی خبر پہونچی اور فوج نے اوس سے تخت پر بیٹھنے کی درخواست کی تو پہلے یہ ڈرا۔ اور یہ خدشہ اس کے دل میں پیدا ہوا کہ یہ خبر مشہور کر کے علی کہیں میری خیر خواہی اور محبت کو آزماتا نہ ہو دو چار روز تک یہ اپنے مقام سے نہ ہلا۔ لیکن جب اس کو یقین کامل ہو گیا کہ یہ واقعہ فی الحقیقت صحیح ہے اس نے فوراً قریب ہو چکر شہر پر قبضہ کیا۔

القاسم کی طبیعت شر و فساد سے بالکل نا فرح اور انصاف کی طرف مائل تھی اور اگر بربر اس کا پورا ساتھ دیتے تو ممکن تھا کہ اس کا زمانہ بغیر شت و خون گزر جاتا لیکن اگرچہ چند وجوہ خاص سے یہ تخت پر بٹھایا گیا تھا مگر دلی خواہش ان بربروں کی یہ تھی کہ کچی ابن علی بادشاہ بنایا جائے اور یہہ راز القاسم پر منکشف ہو چکا تھا اس نے محض اپنے تخت کی نیت سے قبلی غلاموں کی فوج اپنے گرد جمع کی اور فوج اور صوبت کی حکومت بھی انہیں لوگوں کے سپرد کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بربر بشیدہ خاطر ہو کر اس سے

بالکل الگ ہو گئے اور تو یہ حال تھا اور اوہر عامہ خلاق بنی محمود سے اس لیے  
 نفرت کرتی تھی کہ اس خاندان کا قیام و استحکام محض بربروں کی قوت پر منحصر تھا  
 جو فی الحقیقت بادشاہت کر رہے تھے پس یہ لوگ بدل عبد الرحمن بن محمد کی مدد  
 پر تیار و مستعد ہو گئے جس طرف امیر خیران عبد الرحمن کو لیے نکل جاتا تھا اوسط  
 کے چھوٹے بڑے رئیس امیر اس کو اپنا بادشاہ تسلیم کر کے شریک ہو جاتے تھے۔  
 نامی امرا میں سے علاوہ خیران عامری کے منذر لکھنوی حاکم سر قسطہ اور ایک  
 عیسائی قومس بھی اس کے شریک ہوئے غرض جب القاسم کو ان لوگوں کے  
 آنے کی خبر ہوئی یہ بھی فوج بربر لیکن ان کے مقابلے کے لیے آگے بڑھا اس اثناء  
 میں جبکہ عبد الرحمن کو اپنے موروثی تخت و تاج کے ملنے کا یقین مل ہو گیا تھا فلک ناہنجار  
 نے اس کے روشن ستارے کو اپنے عکس نگیوں سے دھندلا کر دیا چنانچہ کٹھن  
 وجہ سے وہی لوگ جو اس کے معاون و مددگار بنے تھے اس کے خلاف میں سائشیں  
 کرنے لگے منذر اور خیران نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ گواہی عبد الرحمن کو  
 حکومت و ثروت نصیب نہیں ہوئی ہے لیکن ابھی سے اس کے تئیں بدلتی جاتے

۱۔ عبد الرحمن بن محمد الملقب بـ المردانی کا سلسلہ خلیفہ الناصر لیں اللہ سے ملتا ہے۔ یہ خاندان امیر کا ایک رکن تھا

۲۔ خیران العامری جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے صوبہ المیزان کا حاکم تھا

ہیں معلوم نہیں کہ آگے چل کر ہم ہمارے ساتھ کیا سلوک کریگا ایسے خود غرض و  
 و خود پسند کا ساتھ دینا گویا اپنے ہاتھوں سے تباہ ہونا ہے۔ اس مشورہ کے بعد  
 خیران نے ابن زیری امیر غرناطہ کو ایک نامہ اس مضمون کا لکھا کہ ہم لوگ  
 بنی مروان کے ہمیشہ مخالف رہے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ عبد الرحمن اس ملک  
 کا بادشاہ بنایا جائے اگر تم اس پر حاکم کر کے کا وعدہ کرو تو ہم یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم  
 بوقت جنگ عبد الرحمن سے علیحدہ ہو جائیں گے چونکہ ابن زیری خود قوم بربر  
 تھا اس نے اس درخواست کو منظور کر لیا عبد الرحمن ان واقعات سے بالکل  
 بے خبر اور اپنی خوش قسمتی پر نازان منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا قلعہ غرناطہ کے سامنے  
 پہنچا اور ابن زیری کو لکھا کہ تم میری اطاعت و فرمان برداری قبول کرو جس وقت  
 یہ خط ابن زیری کے سامنے پڑا گیا اس نے اپنے منعت کو حکم دیا  
 کہ وہ اس کی پشت پر سورۃ الکھنوں لکھ کر واپس کر دے عبد الرحمن نے  
 یہ جواب دیا کہ تھو شیار ہو جا کہ میں بہادر ترین سپاہیوں کو اپنے ساتھ لیے ہوئے موجود  
 ہوں اور اس فقرے کے آخرین یہ شعر لکھا۔

اَنْ كُنْتَ مَسْأَبِ رَجْدٍ	اَوْلَا فَاَيُّ قَيْنِ كُلِّ شَرٍّ
-----------------------------	------------------------------------

الگ تو ہم میں سے ہے تو تجھے غر و غبی کی بشارت دی جاتی ہے ورنہ ہر صید شے جو تیرے لیے ہے وہاں کا یقین کر لے

اسی خط کی پشت پر ابن زیری نے پہلے قرآن شریف کی ایک آیت لکھی کہ جس کا  
 مفہوم یہ ہے کہ نال واولاد کے فراہم اور زیادہ کرنے کی ہوس تم کو مشغول کرتی  
 ہے تا انیکہ تم قبر میں جاؤ، ان گستاخانہ جوابوں سے عبدالرحمن ایسا مغلوب و غضب  
 ہوا کہ اس نے قرطبہ کے ارادوں کو ترک کر کے پہلے اس امیر کی تنبیہ کا ارادہ  
 کیا زیری نے خیران اور منذر کے اعتماد و بہروسے پر اپنے سواروں کے  
 ساتھ عبدالرحمن پر حملہ کیا۔ عبدالرحمن نے نہایت جوانمردی کے ساتھ اس حملے  
 کا جواب دیا لیکن عین وقت کا رزار پر عبدالرحمن نے دیکھا کہ منذر اور خیران  
 مع اپنی فوج کے میدان سے بہاگے جاتے ہیں باوجود اس حادثہ عظیم کے یہ  
 کچھ دیر تک اپنی تھوڑی سی فوج لیے مردانہ وار دشمن کا مقابلہ کرتا رہا بالآخر حالت  
 یاس و نومیدی میں فوج کو پسپا دیکھ کر میدان جنگ سے بہاگ نکلا چند روز تک یہ  
 قرب و جوار غرناطہ میں پوشیدہ رہا لیکن انجام کار گرفتار اور قتل ہوا۔ اس جنگ کے  
 اور عبدالرحمن المرتضیٰ کی شکست کے بعد ہر ملک اندلس پر پورے طور سے  
 قابض اور مسلط ہو گئے القاسم نے بھی مصلحتاً اس آفت ناگہانی کو دفع کر نیکی  
 غرض سے ہر برون کی دل جوئی کرنے میں کمی نہیں کی لیکن جب عبدالرحمن کی  
 شکست اور قتل سے عامہ خلاق کی نومیدہ امیدوں پر پانی پہر گیا القاسم نے پہر

بربروں کی قوت توڑنے کی کوشش کی مگر اس سے بہت بڑی غلطی خلاف  
 مصلحت یہ ہوئی کہ اس نے رعایا کو راضی و خوش رکھنے میں توجہ نہیں کی اگر ایسے  
 نازک وقت پر القاسم اہل اندلس کا ساتھ دیتا اور اگر یہ اپنی آئندہ کامیابی کو  
 رعایا کی کامیابی پر چھوڑ دیتا تو پھر بربروں کا استیصال کوئی مشکل امر نہ تھا۔ رعایا تو  
 بربروں کی سخت مخالف تھی اور یہی بھی باطن میں ان کا دوست نہ تھا لیکن ظاہر  
 محبت اور دوستی کا دم بہرتا تھا اگر یہ عامہ خلائق پر اپنا رازدلی کسی طرح ظاہر کر دیتا  
 تو رعایا کو پوری قوت اور جرات حاصل ہو جاتی اور بہ آسانی تمام یہ بربروں کی قید سے  
 رہائی پا جاتا۔ ادھر تو رعایا بادشاہ کو اپنا مخالف اور بربروں کا معاون سمجھتی تھی اور ہر  
 بربر اس کے طرز عمل سے ناخوش تھے اس مذہب اور ڈواڈول طرز حکومت کا  
 آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ القاسم سلطنت کو بیٹھایا جی اس علی نے القاسم کی یہ حالت  
 دیکھ کر علانیہ سلطنت کا دعویٰ کیا اور ایک تحریر اس مضمون کی بربر افسروں کے پاس  
 بھیجی کہ صحیح وارث تخت کا میں ہوں میرے چچا نے جبراً میری حق غصب کر لیا ہے اور  
 صرف اس ہی پر اس نے کٹاف نہیں کیا بلکہ تمہارے ساتھ ہی وہ بہت نا انصافی  
 کے ساتھ پیش آیا چنانچہ اس کے برتاؤ سے صاف ظاہر ہے کہ رفتہ رفتہ وہ تمکو  
 تمام منصب اور عہدوں سے علیحدہ کر دیا ہے تمہارے اپنے حبشی غلاموں کو امور کیا

چاہتا ہے حالانکہ تمہاری مدد سے اس کو یہ رتبہ اور ثروت حاصل ہوئی میں اپنے  
 حقوق کے تصفیہ اور انتزاع سلطنت کے لئے آیا ہوں اگر میں کامیاب ہوا تو بن  
 عہدوں پر تم پہلے مامور تھے اور جن جاگیروں پر تم پہلے حکومت کرتے تھے ان پر پہر مقرر  
 کیئے جاؤ گے اور ان نو دولتوں کا معقول بندوبست کروں گا۔ بربروں کو راضی  
 پا کر کبھی نے جہازوں کا بندوبست کیا اور سامان جنگ وغیرہ میں اس کے بہائی  
 اوریس حاکم مالتہ نے بھی بہت مدد کی اس نے اپنے بہائی کو اپنی جگہ سہوٹا  
 اور افریقہ کا حاکم مقرر کیا اور مع فوج جبراندلس میں داخل ہوا خیر ان حاکم المیرہ  
 نے سابق کی خیر خواہی اور دوستی جتا کر درخواست کی کہ اگر حکم ہو تو میں بھی فوج وغیرہ  
 سے تمہاری مدد کو حاضر ہوں اوریس نے اپنے بہائی کو ہوشیار کیا کہ یہ شخص نہایت  
 بد باطن اور خود غرض ہے ہرگز نہرگز اس کے وعدوں پر پہر و سنا نہ کرنا کبھی نے جو  
 دیا کہ اس وقت ہوشیار اور لائق آدمی کو اپنے دوست اور دشمن دونوں سے کاٹ کر  
 چاہیے بعد تصفیہ جیسا مناسب ہو گا ان کے حق میں کیا جائے گا کبھی اندلس میں  
 داخل ہوتے ہی فوراً قرطبہ کی طرف روانہ ہوا اتفاقاً سمین اتنی ہی عقل و تیز نہ تھی  
 کہ یہ اپنے دوست اور دشمن کو پہچانتا۔ حالت تذبذب اور پریشانی میں عقل و ہوش  
 نے بھی اس سے کنارہ کشی اختیار کی اور بغیر میدان جنگ میں قسمت آزمائے رات

کے وقت اپنے پانچ خاص ملازمین کو لیکر تاریخ ۲۸ ربیع الاخریٰ ۱۱۸۸ھ مطابق  
 ۱۱۸۸ھ ع قمر طبع سے بہاگ کراشبیلیہ میں قاضی ابن عباد کے گہرینہ گہرین  
 ہوا۔ اور اس کا بہت ہیجہ علی باقرض تاریخ یکم جمادی الاخریٰ ایک مہینہ کے بعد دار الخلافہ  
 میں داخل اور سریر خلافت پر متمکن ہوا اور المتعالیٰ کا لقب اختیار کیا۔  
 یحییٰ ابن علی کو قمر طبع پر قابض و متصرف ہو گیا تھا لیکن ابھی اس کی محنت  
 صرف دار الخلافہ کی چار دیواری تک محدود تھی کیونکہ ہنوز صوبہ دار اور بعض چھوٹے بڑے  
 رئیس بیاس تک بنی امیہ کے طرفدار بنے ہوئے تھے یحییٰ نے ان لوگوں کو ہلوا  
 کرنے کی مطلق کوشش نہیں کی بلکہ اپنی کوتاہ اندیشی و سست بہت ہی سے صرف قمر طبع  
 پر قابض ہوتے ہی اپنے تین تمام ملک کا بادشاہ سمجھنے لگا اور لہو و لعب میں مشغول  
 ہو گیا اس کو اپنی عالی خاندانی پر کہ جس کا سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا  
 تھا اس قدر ناز و تفاخر تھا کہ بڑے بڑے خاندانی امرائی عرب کو بنظر حقارت دیکھتا تھا  
 لیکن سب سے بڑی غلطی اس سے ہوئی کہ جن شرائط پر بربرون نے اس کی مدد کی تھی ان کو  
 پورا نہیں کیا اور بربرون کے اصرار پر صرف اتنا کیا کہ نو دولتوں کو ملازمت سے برطرف  
 کر دیا۔ سب بدل ہو کر القاسم کے پاس بہاگ آئے چند روز کے بعد بربرون  
 نے بھی بحالت ناامیدی ان مفزروں کی تقلید شروع کر دی۔ چونکہ القاسم بطور غزو



اپنے خیر خواہوں کے بلا اطلاع سہاگ آیا تھا اپنی حرکت پر کمال نادم ہوا اور ان لوگوں کو اپنا سچا خیر خواہ سمجھنے لگا۔ باشندگان صوبہ ملا قہ بھی اپنے حاکم اور لیس کو اپنے سردار و زغال سمجھ کر بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور خیران سے درخواست کی کہ وہ اس صوبہ کو بھی اپنے صوبہ میں شریک کر لے۔ اس خبر وحشت اثر سے کچی کے رہے سہے ہوش بھی جاتے رہے اور یہ بلا سوچے سمجھے بوقت شب چند خاص مصاحبین کے ہمراہ قرطبہ سے بطرف ملا قہ روانہ ہوا۔

جس وقت القاسم نے سنا کہ کچی قرطبہ سے چلا گیا ہے یہ اشبیلیہ سے روانہ ہوا اور اخیر ذیقعدہ ۳۱۳ھ مطابق ۲۳۶ھ عین بروز سہ شنبہ دار الخلافہ میں داخل ہوا یہ چندی ہی روز میں وہی مخالفتیں اور سازشیں پیدا ہو گئیں اہل بربر میں سے بعض نے اس کی طرف داری اختیار کی اور بعض نے اس کے ہتھیے کا ساتھ دیا باقی خاندان امیہ کے خیر خواہ بنے رہے۔ ان تینوں فرقوں میں روزانہ جھگڑے اور فساد ہوتے تھے اور القاسم میں اتنی قوت نہ تھی کہ ان پر وہ کسی قسم کا اثر ڈال سکے ان میں سے سب سے کمزور بنی امیہ کا گروہ تھا جس کے ساتھ القاسم نہایت سختی سے پیش آیا یہ لوگ اپنی جانوں کو بچا کر قرطبہ سے دور دور و پوش ہو گئے۔ پھر کچی نے ملا قہ اور صوبہ البحر امیر پر قبضہ کر لیا۔ اور لیس اپنے بہائی کو مخالف پاکر شہر طنجہ اور

اوس کے مصافات پر مسلط ہو گیا۔ القاسم کو خانگی جگڑوں سے اتنی فرصت  
 کہاں تھی کہ ان صوبجات کا بندوبست کرنا اور انخلا فہ میں برابر اور عامۃً خلائیق میں  
 نزاع اس قدر بڑھی کہ بالآخر شارع عام پر وزانہ کشت و خون ہونے لگا۔ رعایا نے  
 بہت روز بربرون کے ظلم و ستم کو برداشت کیا جب تکلیف انتہا کو پہنچ گئی  
 تو تمام رعایا ایک دفعہ ان پر حملہ آور ہوئی اول تو تعداد میں اہل قریطہ بربرون سے  
 کہیں زیادہ تھے اور دوسرے یہ کہ جان پر کھیل کر یورش کی تھی ان واحد میں بربرون کو  
 مع القاسم کے شہر کے باہر کر دیا اور فوراً شہر پناہ کے دروازوں کو بند کر لیا کوچنے  
 اور پتھر سے چن کر مستحکم کر دیا اور تقریباً دو مہینے تک بربرون کے حملوں کا جواب دیتے  
 رہے۔ جب اہل شہر پر غور و نوش کی تکلیف ہونے لگی تو شہر کے سربراہ اور وہ لوگوں نے  
 باہم مشورہ کیا اور یہ رائی قرار پائی کہ فاقہ کشی سے میدان میں ایک بار قسمت آزمائی  
 کر کے جان دینا بہتر ہوگا۔ چنانچہ آخر ماہ شعبان ۱۱۸۱ھ مطابق ۱۱۸۱ء بروز پچنبہ  
 اہل بربرون کو غافل پا کر دفعتاً ایسی سخت یورش کی کہ بربرون اس بوجہ کھلا قلعہ کی طرف ہٹے  
 اور القاسم مع اپنے حبشی غلاموں کے اشبیلیہ پہاگ آیا القاسم نے قریطہ  
 آنے کے قبل اپنے بیٹے محمد کو اشبیلیہ کا حاکم اور محمد ابن زبیری اور محمد ابن عبدا  
 کو اس کا مشیر اور معاون مقرر کیا تھا۔ یہ دونوں امیر اپنی اپنی قوم میں سربراہ اور وہ تھے

اور ان میں ہر ایک بجائی خود حکومت کا خواہاں تھا چونکہ عہدہ اور قوت میں دونوں  
 مساوی تھے اس لیے غلبہ کسی کو حاصل نہ ہوتا تھا جب القاسم شکست کھا کر  
 اشبیلیہ آیا تو ان دونوں امیروں نے شہر کے دروازوں کو بند کر دیا اور القاسم  
 کے ساتھ مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے جب القاسم نے کشائش کاری کوئی  
 صورت نہ دیکھی تو اس نے امیروں کو کہلا بھیجا کہ اگر تم میرے بیٹے اور رشتہ داروں کو  
 حوالہ کر دو تو میں تم سے متعرض نہ ہوں گا۔ ان دونوں نے اس درخواست کو منظور  
 کر لیا اور القاسم مع اپنے رشتہ داروں وغیرہ کے قلعہ سرلسش میں اقامت پذیر  
 ہوا۔ ۵۱۸ھ مطابق ۱۱۲۴ء میں یحییٰ نے اس قلعہ کو فتح کر کے القاسم کو گرفتار کر لیا  
 القاسم چند سال کی قید سخت کے بعد ۵۲۰ھ مطابق ۱۱۲۵ء میں حکم بحکم اقل کیا گیا  
 اب قرطبہ کا حال سنو کہ جب القاسم نہایت کھا کر اشبیلیہ پہنچا  
 تو دار الخلافہ تقریباً دو مہینے تک بغیر کسی حاکم اور انتظام کے حالت نزاع میں پڑا  
 رہا یہاں کے باشندے حیران تھے کہ کس کو بادشاہ مقرر کریں اسی اثنا میں بتاریخ  
 ۵۱۸ رمضان المبارک ۵۱۸ھ مطابق ۱۱۲۳ء غاخذ ان امیہ کے تین شہزادے  
 عبدالرحمن بن ہشام اور سلیمان بن المصنفی اور ایک شخص تخت و تاج کو عید  
 شہر میں داخل ہوئے اور ان میں سے ایک کے انتخاب کے لیے رعایا جمع ہوئی

اگرچہ سلیمان کے طرفداروں کی جماعت کم نہ تھی لیکن عبدالرحمن بن ہشام نے بھی خوش سلیقگی اور فراست سے عوام الناس کو پہلے ہی اپنا معاون بنالیا تھا پس غلبہ آرایہ اس منصب عظیمہ کے واسطے منتخب کیا گیا اور دیگر دعویٰ داران ریاست کو طوعاً و کرہاً اس کی اطاعت قبول کرنی پڑی۔

عبدالرحمن چہارم نے المستظهر کا لقب اختیار کیا اور تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی اس نے سلیمان اور محمد ابن عبدالرحمن کو فوراً قید اور اپنے خیر خواہوں اور متوسلین کو عہد ہائی جلیلہ سے سرفراز کیا۔ ان نو سرفرازوں میں صرف ایک ابو عامر ابن شہید اعلیٰ درجہ کا فوجی افسر تھا باقی مثل ابو محمد ابن خرم اور عبدالوہاب ابن الحزم کا تعلق جنگی ناشائستہ حرکتوں سے سب بیزار اور متنفر تھے اہل دربار کو سخت ناگوار گزار عبدالرحمن کی یہ کوتاہ اندیشی تھی کہ اوس نے امر اور علماء کو منحرف پاکراہل بربر کے ساتھ ناجائز رعایت شروع کر دی اور اس قوم کے بہرہ و سر پر عنان حکومت کو اپنے خود غرض مشیروں کے سپرد کر دیا اور خود اپنے چند خاص ذمی علم مصاحبین کے ساتھ مشاغل علمی میں مصروف ہو گیا رعایا ہنوز برکتہ خاطر تھی امراء کے ورغلائے نسی فوراً فساد پر آمادہ ہو گئی اور جلیانے بغاوت و فساد کی علت میں معمور ہونے لگے۔ ان باغی قیدیوں میں ابو عمران بھی

شریک تھا اس کو عبد الرحمن نے اپنے وزیر کی راہی کے خلاف قید سے رہا کیا یہی بالآخر سلطان کی تباہی کا باعث ہوا عبد الرحمن مہات سلطنت سے بالکل غافل تھا اس کے نا عاقبت اندیش وزیر اہل بربر سے لڑ بیٹھے بربروں نے بتاریخ ۳۰ ذیقعدہ تخت نشینی کے سینتالیسویں روز تیس سال کی عمر میں عبد الرحمن کو قتل کر ڈالا اور اسکی جگہ اوس کے ایک رشتہ دار محمد نامی کو بادشاہ بنا دیا۔

محمد ابن عبد الرحمن ابن عبد اللہ - المستحفی باللہ کے لقب سے

تحت پر بیٹا اس کے باپ کو المنصور ابن ابی عامر نے قتل کیا تھا۔ ۳۱ھ

۳۲ھ عین المتعالی یحییٰ ابن علی جو اپنے چچا القاسم کی گرفتاری کے بعد

سریش اور ملاقہ اور بحر اتر پر حکمران تھا مع فوج قرطبہ کی طرف روانہ ہوا سلطان محمد

کو فوج کے فراہم کرنے میں کچھ ایسی دشواریاں پیش آئیں کہ یہ بلا لڑے تناغری کی

طرف بھاگ آیا اور چند ہی روز بعد بتاریخ ۲۵ ربیع الاول ۳۳ھ انتقال کیا یحییٰ نے

قرطبہ میں داخل ہو کر ایک افسر ابن عطا ف کو یہاں کی حکومت سپرد کی اور

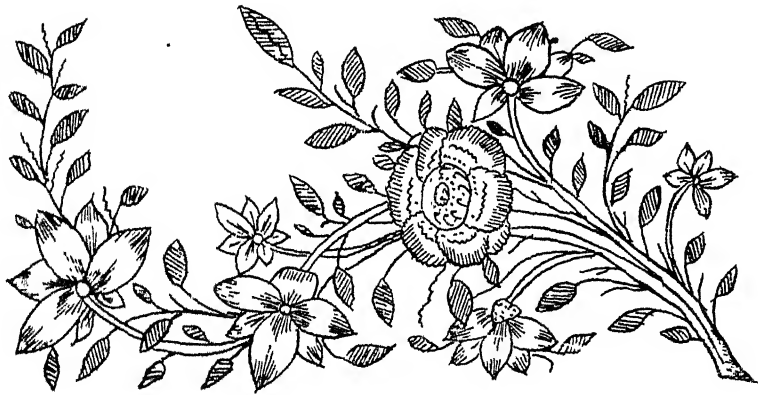
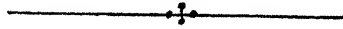
خود ملاقہ واپس چلا آیا اور ابو القاسم ابن عباد حاکم اشبیلیہ کی تسخیر کی غرض سے

فوج کی درستی اور انتظام میں مصروف ہوا اور اخلافہ میں ۳۴ھ مطابق ۳۲ھ عین

اہل قرطبہ نے بغاوت کی اور بہت کچھ کشت و خون کے بعد ابن عطا ف کو مع

فوج شہر سے باہر کر دیا۔ ایک شخص ابو محمد بن محمد نامی کے جس کو بہت کچھ  
 رسوخ حاصل تھا مشورہ سے رعایا نے المرتضیٰ کے بہائی ہشام کو جو خاندان  
 امیہ سے تھا خلافت اندلس کے واسطے منتخب کیا ہشام اوس زمانہ میں  
 لریدۃ میں مقیم اور وہاں کی خانہ جنگیوں کے فرو کرنے میں مصروف تھا۔  
 بب ابن ہود نے منجانب ابو محمد یہ خوش خبری سنائی ہشام نے فوراً قرطبہ  
 آنے کا قصد کیا لیکن تنازعات مذکور نے تقریباً تین سال تک اس کو بدستور  
 مصروف رکھا۔ بالآخر اس نے رؤسائی مخالف سے اس شرط پر صلح کر لی کہ اگر  
 یہ لوگ قرطبہ کو اندلس کا پای تخت تسلیم اور اس کے احکام سے انحراف نہ کریں گے  
 تو یہ بھی ان کا مزارع نہ ہوگا۔ سب نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ اور ہشام آخر  
 ۳۲۴ھ بم ۲۸۹ء قرطبہ آیا اور بلقب المعتمد باللہ تخت نشین ہوا ہشام  
 نہایت رحم دل اور بیدار مغز بادشاہ تھا جس نے تخت پر بیٹھے ہی اپنے تین  
 ہر دل عزیز بنانے کی بہت کچھ کوشش کی لیکن پہر ہی رعایا نے اس کا ساتھ نہ دیا  
 وقت پر نہ دیا اور تخت نشینی کے دو ہی سال بعد ۳۲۸ھ میں فوج نے اس کو  
 تخت سے اتار دیا۔ یہ بھی کامیابی سے بالکل مایوس ہو گیا تھا دار الخلافہ پر مکرر قبضہ  
 کرنے کی کوشش نہیں کی اور سیدہ لریدۃ چلا آیا جہاں اس نے ۳۲۸ھ بم ۳۴۴ء

میں انتقال کیا ہشام آخر خلیفہ سلطنت اندلس کا تھا اور اب عبد الرحمن اول  
 کی تخت نشینی کے دو سو چوراسی برس بعد یہ ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم  
 ہو گیا۔ گو کچھ ابن علی نے اس کے بعد سلطنت کے سنبھالنے کی کوشش کی  
 اور اہل قرطبہ نے بھی اسکو بادشاہ تسلیم کیا لیکن ۳۲۵ھ مطابق ۹۳۵ء میں جبکہ یہ  
 القاسم ابن عباد کے تصفیہ کی غرض سے اشتبیلیہ جارہا تھا شہر قرموتہ میں  
 اپنے ملازمین کے ہاتھ سے قتل ہوا۔





## باب دوم

خانہ جنگی کا نتیجہ - سلطنت اندلس کا چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو جانا - دیگر حالات

ہم بغاوت اور خانہ جنگی کی حالات جہاں تک ہم کو مختلف تواریخ سے معلوم ہوئے ہیں بالتفصیل اوپر تحریر کر چکے ہیں جس محنت و جان فحاشی سے الد اخل عبدالکریم اعظم نے اس عظیم الشان سلطنت اندلس کو قائم کیا جس کے تحت ایک بڑا حصہ شمالی افریقہ کا بھی تھا اس کے بعض جانشینوں نے بوجہ کوتاہ اندیشی اور آرام طلبی ملک کو ایسا برباد کیا کہ سلطنت چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستوں میں بٹ گئی۔ ان کی کمزوری اور آپس کی نزاعوں کی بدولت عیسائیوں کو اس ملک پر دوبارہ قبضہ کرنے کا عمدہ موقع ملا قرطبہ اور صو بیات غرناطہ طلیطلہ - اشبیلیہ - مالقہ الجزار - سرقسطہ - المیرہ - افریقیہ وغیرہ میں ہر امیر اور صوبہ دار نے کوس اٹا کر ولاغیر کی صدامند کی اور ایک دوسرے کی تباہی کے ایسے خواہاں ہوئے کہ اپنے ہم مذہب اور ہم قوم کو اپنا دشمن اور اپنے اصلی دشمنوں کو اپنا دوست سمجھنے لگے



چھوٹی خود مختار ریاستوں کے قائم کرنے میں سب سے پہلے بنی حمود نے پیش قدمی کی قرطبہ کی رعایا اور جو فوج کہ وہاں باقی رہ گئی تھی سب نے سلطنت کے سنبھالنے میں بڑی کوشش کی لیکن جن کا انہوں نے بادشاہت کے لیے انتخاب کیا وہ سب ایسے خود غرض اور نفس پرست نکلے کہ سلطنت کی حالت روز بروز اور تباہ ہوتی گئی۔ جو لوگ کہ ایک قرطبہ کا انتظام نہ کر سکے وہ اس عظیم الشان سلطنت کو کیا قائم رکھ سکتے تھے یہ نہ تھا کہ یاقوت اس قوم سے مفقود ہو گئی ہو۔ اس زمانہ میں یہی نہایت لایق اور بیدار مغز لوگ موجود تھے۔ لیکن حکم حاکم حقیقی بدین نہج ان لا یغیر ما بقوم حتی یرغیوا کا بالانفسہم نافذ ہو چکا تھا عقل اور دور اندیشی نے اس قوم سے کنارہ کشی اختیار کی اور ان کا بخت نکلون سان کو اعلیٰ سے اسفل کی طرف لیجا رہا تھا۔ ان پر انیسویں طاری ہوئی تھی کہ ان میں اپنے پہلے اور بڑے کے پچھاننے کی قابلیت باقی نہ رہی۔ اگرچہ زندہ تھے لیکن بدتر از مردہ تھے

آدم بر سر مطلب المتعالیٰ سحی بن علی جب ۲۳۰ھ میں قتل ہوا تو اہل قرطبہ نے فوج بڑا فسر اور ملک بے بادشاہ دیکھا اس کے بہائی اور یس حاکم افریقیہ کو سوطا سے بلا بھیجا اور یس ابن علی نے خواہہ سر آنا جا کی نگرانی میں اپنے

بیٹے حسن کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور خود فوراً قرطبہ آیا یہاں آکر اس نے  
 سب سے پہلے اپنے بہائی بھائی کے قتل کا انتقام ابو القاسم اسمعیل  
 بن عباد سے لینے کا ارادہ کیا اور اسی غرض سے فوج اشبیلیہ روانہ کی۔  
 کئی سال کی متواتر لڑائیوں کے بعد ابو القاسم ۳۳۴ھ مطابق ۳۲۹ء میں گرفتار  
 اور قتل ہوا اور لیس کا پیمانہ عمر بھی لمب نہ ہو چکا تھا اس واقعہ کے دو ہی روز بعد اس نے  
 بھی انتقال کیا اور فوج نے ایک دوسرے بھائی ابن اور لیس کو تخت پر بٹھانا  
 چاہا۔ یہ خبر سن کر ناجا حسن کو لیکر تعجیل تمام ملاقیہ پہنچا اور یہ اعلان کیا کہ صحیح وارث  
 سلطنت کا حسن ابن اور لیس ہے بھائی ابن اور لیس بغیر لڑے قلعہ قماریش  
 میں روپوش ہو گیا اور یہیں ۳۳۴ھ مطابق ۳۲۹ء میں اس نے انتقال کیا اسی  
 سال بھائی ابن اور لیس کی ایک بہن نے اپنے بہائی کے انتقام میں حسن کو  
 زہر دیکر مار ڈالا حسن کے انتقال کے بعد ناجا نے خود ملاقیہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ لیکن  
 بربرون کے ہاتھ سے یہ بھی بالآخر قتل ہوا۔ اس واقعہ کے بعد بربرون نے  
 اور لیس ابن بھائی المتعالی کو جو اس وقت قید تہار ہا کر کے اخیر ماہ جمادی الثانی  
 ۳۳۴ھ بلقب العالی باللہ تخت پر بٹھایا۔ سب سے پہلے صوبہ غرناطہ اور  
 قمرہ نے اور لیس کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ یہی اور لیس ہے جس کی تعریف میں

ابوزید عبدالرحمن ساکن لشبونہ نے ایک قصیدہ لکھا تھا جو ابن لبیام کے ذخیرہ میں موجود ہے۔

اور لیس ۳۳۸ھ مطابق ۳۳۶ھ عین تخت سے اوتار دیا گیا اور بجائی اوس کے اوس کا چچا زاد بہائی محمد ابن اور لیس ابن علی الملقب بالمہدی تخت نشین ہوا مگر یہ بھی چند ہی سال کے بعد ۳۴۸ھ مطابق ۳۴۶ھ عین فوت ہوا اور اوس ابن یحییٰ ابن اور لیس الملقب بالموفق باللہ تخت پر بیٹا گیا لیکن خلف خفائی سابق اس کی تخت نشینی کا اعلان مساجد میں نہیں کیا گیا چند مہینے کے بعد اسکا چچا زاد بہائی اور لیس المتعالیٰ فیہ بعد مغربی قلعہ قمار لیش میں پناہ گزین ہوا تھا موقع پاکر بغاوت کی اور مالقہ پر قابض ہو گیا اور اس صوبہ کے پایہ تخت کو اس قدر تباہ کیا کہ رعایا شہر چھوڑ کر دوسری مقامات میں جا بسی اس فی ۳۴۹ھ مطابق ۳۴۷ھ عین انتقال کیا الموفق باللہ کے بعد اس کا بیٹا محمد المتعالیٰ باللہ تخت پر بیٹا لیکن ۳۴۹ھ مطابق ۳۴۷ھ عین باد لیس ابن جابوس بادشاہ غرناطہ نے ملا قہ پر قبضہ کیا اور محمد المتعالیٰ باللہ شکست کھا کر المیرہ چلا آیا یہ خاندان حمود کا جس نے ملا قہ پر خود مختارانہ حکومت کی تھی اخیر بادشاہ تہایہ روز کی خانہ جنگیوں سے بہ تگ آکر حکومت سے کنارہ کش ہوا اور ۳۵۶ھ مطابق ۳۵۳ھ عین اہل طلیہ اور قلعہ جبارہ

کی درخواست پر افریقیہ چلا آیا جہاں یہ ۴۷۰ء مطابق ۱۰۷۷ء تک حکومت کرتا رہا  
 ان ہی ایام میں البحر اتر اور اس کے مضافات پر محمد بن المعتمد بن بادشاہ رکن خاندان  
 محمود حکومت کر رہا تھا محمد نے ۴۸۰ء تک بادشاہت کی اور اس کے بعد اس کا  
 بیٹا القاسم الوائلی بن بادشاہ ۴۸۰ء مطابق ۱۰۷۷ء تک بلا تعرض البحر اتر پر  
 حاکم رہا۔ سال مذکور میں المعتمد ابن عباد بادشاہ اشبیلیہ نے البحر اتر قبضہ  
 کر لیا اور بنی محمود حکومت سے محروم کر دئے گئے۔

جس زمانے میں بنی محمود نے ملاقمین اپنی حکومت قائم کی تھی ایک  
 برابر امیر زاوی ابن زیری غرناطہ کا بادشاہ بن بیٹا تھا اس کا باپ زیری  
 المنصور کے زمانے میں افریقیہ سے اندلس آیا تھا جب اندلس میں  
 خانہ جنگی شروع ہوئی تو زاوی نے غرناطہ میں اپنی حکومت کی بنیاد ڈالی ۴۸۰ء  
 میں اپنے بھتیجے حابوس کے سپرد غرناطہ کیا اور خود بصورت افریقیہ چلا آیا حابوس  
 اپنے چچا کی عدم موجودگی میں موقع پا کر خود مختار ہو گیا اور چند سال حکومت کرتا رہا۔  
 ۴۸۹ء مطابق ۱۰۷۷ء میں حابوس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا بادل  
 المظفر غرناطہ کے تخت پر بیٹھا مگر بنی محمود کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور بالآخر  
 اون کی اطاعت قبول کر لی لیکن خفیہ طور پر ایک قلیل عرصہ میں اس نے اپنی پسلی

قوت بڑھائی کہ ۴۹ھ میں ظہیر قطیفی بادشاہ المیرہ کو اور عبد محمد البرزالی بادشاہ  
 قمر موہ اور اوس کے معاون بادشاہ اشبیلیہ کو شکست دی اس کے بعد  
 اس نے القادر بن ذی النون بادشاہ طلیطلہ کے ساتھ سلسلہ جنگ کا شروع  
 کیا اور پہلے ۴۹ھ میں شاہ ملائکہ کو کم قوت پا کر ان پر حملہ کیا اور اوس ملک کو اپنی قبضہ میں  
 لایا۔ بادلیس پہلا بادشاہ تھا جس نے شہر غرناطہ کے گرد مستحکم فصیل کی بنیاد  
 ڈالی تھی۔ اس کا انتقال ۲۰ ر شوال ۴۹ھ مطابق ۷۷ھ میں ہوا۔ اس کی  
 جگہ اس کا پوتا عبد اللہ ابن بلکین المنظر تخت پر بیٹھا اور صوبہ مالقہ کا انتظام اپنے  
 بہائی تمیم کے سپرد کیا عبد اللہ ۵۳ھ مطابق ۸۱ھ تک بلا تعرض بحال  
 اطمینان غرناطہ اور اوس کے مضافات پر حکومت کرتا رہا سنہ مذکور میں یوسف  
 ابن تاشفین نے اس کو تخت سے اتار دیا تھا جس کا ذکر گیندہ اپنے موقع پر  
 کیا جائے گا۔ یہ ہم اور پر تحریر کر آئے ہیں کہ اہل قرطبہ نے بنی حمود کو تخت سے  
 علیحدہ کر کے خاندان امیہ کے ایک شہزادے ابو بکر ہشام بن محمد بن عبد اللہ  
 الناصر کو اپنا بادشاہ بنایا تھا۔ باوجودیکہ یہ ایک جیم اور عدل گستر بادشاہ تھا۔  
 لیکن تین سال کی حکومت کے بعد اہل قرطبہ نے سبب اپنی تلون مزاجی کے  
 اس پادشاہ کو بھی مغرول کر دیا ہشام کے علیحدہ کر دینے کے بعد چونکہ اب اس

خاندان کا کوئی رکن باقی نہ رہا تھا امرامی شہر نے باستمزاج رعایا ابو انخرم جہوار  
 ابن محمد کو جو بلحاظ تجربہ و لیاقت شہر میں وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا اور  
 بنی عامر کے زمانے میں عہدہ وزارت سے بھی ممتاز رہا تھا۔ شہر کی حکومت  
 سپرد کی۔ اس دورانیش امیر نے محض بغاوت نہ و اور ملک کی چوٹی چوٹی  
 ریاستوں میں خیال عصبيت پیدا کرنے کی غرض سے یہ مشہور کیا کہ امیر المومنین  
 المویذ باللہ ہنوز زندہ ہے اسی کے نام کا خطبہ شہر کی مساجد میں پڑھا گیا بعد اس نے  
 قاضی ابن عباد بادشاہ شیبلیہ اور المنذر بادشاہ قرطبہ اور ابن ذمی النور  
 بادشاہ طلیطلہ کو فرمان شاہی حسب الحکم خلیفہ ہشتم باین مضمون بھیجے کہ تم حلف نامے  
 اطاعت و فرمان برداری کے روانہ کرو اور قرطبہ کو بدستور اس سلطنت کا دار الخلافہ  
 سمجھو لیکن خلیفہ ہشتم کے مرنے کے اس قدر زمانے کے بعد لوگوں کا اس  
 دھوکے میں آنا اگر غیر ممکن نہ ہوتا تو دشاو ضرور تھا کسی نے اس فرمان پر بالکل اتفاق  
 نہ کیا ابو انخرم نے جب دیکھا کہ یہ دھوکا اس کا کارگر نہیں ہوا تو یہ خود قرطبہ اور اس کے  
 مضافات کا بادشاہ بن بیٹھا اور باجوہ دیکھ اس کی حکومت کا اثر قرطبہ کی چار دیواری  
 کے باہر بالکل نہ تھا باین ہمہ یہ انصاف اور رحم دلی کے ساتھ اپنے عہدہ جلیلیہ کو  
 انجام دیتا رہا۔ اس نے ماہ صفر ۳۳۵ھ مطابق ۱۳۳۲ء میں انتقال کیا اور اس کا

بیٹا ابوالولید محمد اپنے باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا یہ بھی مثل اپنے باپ کو داری  
اور معدلت گستری میں نام پیدا کرتا رہا۔ اخیر عمر میں جب انحطاط و کمزوری نے اس کو  
بالکل بیکار بنا دیا تو اس نے اپنے بیٹے عبد الملک کو تخت پر بٹھا کر خود دنیا  
کنارہ کشی اختیار کی عبد الملک چند روز کے بعد تخت سے علیحدہ کر دیا گیا جس کا  
ذکر ہم آگے چل کر تحریر کریں گے۔

اس زمانہ خدرا و طوائف الملوک میں نبی <sup>علیہ السلام</sup> و شاہان اشبیلیہ اور الغرب نے  
بھی بہت کچھ سرمایہ نیک نامی کا جمع کیا تھا۔ اس خاندان کا سب سے مشہور بادشاہ  
المعتد ابن عباد تھا جس کا ذکر مورخین اور شعراء نے جا بجا کیا ہے اس کی حالات  
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بغداد کے خلفائے بنی عباسیہ کا علم و لیاقت اور  
علم و مروت میں ہم عصر تھا جس کی بہت کچھ تعریف ابوبکر علیسی ایک مشہور مورخ  
ساکن اشبیلیہ نے اپنی کتاب الاغما فی اخبار بنی عباد میں کی ہے بعض افریقہ  
کے شعراء نے اس خاندان کی بہت کچھ سجاوہ و زینت میں بھی طبع آزمائی کی لیکن  
یہ لوگ معدودے چند ہیں۔ زیادہ تر مصنفین جن کی کتابیں ہماری نظر سے گزری ہیں

اس خاندان عباد کا پہلا شخص جس نے اندلس میں حکومت کی وہ عطاء تھا اور یہ سلسلہ بمقامہ میں میراج ابن بشر کو پہنچتا ہے  
اندلس آیتا بنی عباد کی ترقی کا بانی ابوالولید علی بن قریش تھا جو زنا و خلیفہ ہشام المودید اللہ صاحب الشرطہ یعنی کوتوال اور سپہ سالار  
عالم مقرر ہوا بعد ازاں اشبیلیہ کی حکومت اس کے بیٹے محمد ابوالقاسم کو سپرد کی گئی جو زمانہ عدین خود مختار بن گیا۔ المقری

وہ سب اس خاندان کی تعریف اور عظمت و شان میں ہنر بان ہیں۔

اس کے قبل ہم تحریر کر چکے ہیں کہ ۱۲۷۱ھ میں جب القاسم ابن حمود قرطبہ سے ہزیمت پا کر شہر شبیلیہ آیا تو یہاں کے باشندوں نے دروازے بند کر دیے اور یہ صاف طور سے ظاہر کر دیا کہ اس خاندان کی حکومت ہم کو منظور نہیں اور امرائے شہر میں سے تین امیرون کا انتخاب کر کے مساوی اختیارات کے ساتھ ان کو حاکم مقرر کیا۔ ان امیرون میں قاضی ابن عباد بھی شریک تھا۔ یہ شخص اپنے شہر کا سب سے کہیں زیادہ لائق اور بندہ حرص تھا ایک قلیل عرصہ میں اس نے اپنی چالاکی سے دیگر شہر کا کو معطل و بیکار کر دیا اور خود بلا شرکت غیرے حکومت کرنے لگا لیکن یحییٰ ابن علی کے تصفیہ کے بعد اس نے دیکھا کہ سلطنت اندلس پر قبضہ کرنے کے لیے سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ کسی ترکیب سے خاندان امیہ کے باقی ماندگان کو اپنا معاون اور مددگار بنانا چاہیے پس اس نے بھی وہی طریقہ اور روش اختیار کی کہ جس کے ذریعہ سے ابو الحزم اور واضح نے ملک پر قبضہ کرنا چاہا تھا۔ ابن عباد نے یہ مشکل تمام ہشام المومنین کا شکل اور ہم وضع ایک شخص پیدا کیا اور بحیثیت حاجب یہ حکم دیا کہ امیر المومنین زندہ ہے لہذا بمقتضای خیر خواہی و خیر اندیشی اہل اندلس کو چاہیے کہ خلیفہ کی زندگی میں اس بات



اور خانہ جنگی کو موقوف کرین۔ چونکہ دروغ کو فروغ ممکن نہیں یہ بھی مثل ابو الحارث  
وغیرہ ناکام رہا مگر طبع ملک و مال نے اس کو خاموش نہ رہنے دیا اس وقت  
اس نے اپنے بیٹے اسماعیل کو محمد ابن عبداللہ البرزالی بادشاہ قمر موہ پر  
یورش کا حکم دیا محمد ابن عبداللہ نے باداد بادشاہ غرناطہ اور مالقہ اسماعیل کو  
شکست کامل دیکر اس کے مطابق شیعہ عین قتل کر ڈالا۔ اس کے دو برس بعد  
اخیر جمادی الاول ۳۳۴ھ میں قاضی ابن عباد نے بھی انتقال کیا اس کے بعد  
اس کا بیٹا ابو عمرو عباد فخر الدولہ المعتضد باللہ تخت نشین ہوا اس نے اپنی  
لیاقت و فراست سے وہ قوت و عظمت حاصل کی کہ دیگر شاہان اندلس اس کے  
رعب و داب سے متاثر ہونے لگے۔ اس نے علاوہ دیگر مقامات کے شہر قرطبہ  
پر بھی قبضہ کر لیا تھا اس کی عمر زیادہ تر میدان جنگ میں صرف ہوئی اور جو لوگ کہ  
اس کی خاص شمشیر خون آشام کے قلمہ ہوئے تھے اون کے سروں کو اس نے  
ایک خاص مکان میں جمع کیا تھا جن کو یہ روز جا کر بہت دیر تک بنظر عبرت دیکھا کرتا  
تھا اور بعض وقت اس ہولناک سما سے رحم کا دریا اس کے سینے میں ایسا جوش  
زن ہوتا تھا کہ میا ختہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے اور اپنے  
مظالم پر آپ نادم ہوتا تھا لیکن یہ حالت اس پر صرف اس مکان میں طاری ہوتی تھی

اس مقام سے باہر آتے ہی مثل سابق سنگ دل ہو جاتا تھا۔ اس کو شعرو سخن سے بہت شوق تھا۔

المعتضد باللہ نے مجاہدی الآخرؒ کے مطابق سال ۳۶۱ھ میں اٹھائیس برس کی مستقلانہ حکومت کے بعد انتقال کیا اور اس کا بیٹا المعتضد علی اللہ انیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ یہ نہایت منصف مزاج اور رحیم بادشاہ تھا اس کے زمانہ حکومت میں رعایا اور ملک امن اور چین میں رہا۔ ۳۷۱ھ کے مطابق ۳۸۲ھ میں ایک یہودی ابن شالب نامی مع چند عیسائی امراء کے منجانب اد فونش سالانہ روپیہ لینے کی غرض سے اشبیلیہ آیا۔ یہ تو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اندلس چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو جانے کے بعد ہر امیر اور بادشاہ عیسائیوں خوشامد کرتا تھا اور عیسائی جن سے زیادہ فائدہ پہنچتا تھا ان کے معاون اور طرفدار بن جاتے تھے۔ شاہان اشبیلیہ نے بھی ایک کثیر التعداد رقم کی لالچ دیکر ان لوگوں کو اپنا طرفدار بنا لیا تھا۔ غرض بادشاہ نے ابن شالب کے شہر میں داخل ہوتے ہی فوراً وہ رقم اس یہودی کو بھجوا دی لیکن اس نے روپیہ لینے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ میں سوائے خالص سونے کے اور کچھ نہ لون گا اور سال آئندہ سے اس ملک کا پورا محاصل ادا کیا کرو۔ جب یہ روپیہ المعتضد کے پاس واپس آیا اور اس

یہودی کی گستاخانہ گفتگو سے اطلاع ہوئی تو اس نے اس یہودی کو سپاہیوں کے ذریعہ سے بلایا اور حکم دیا کہ ایک تختہ پرنٹا کر اس کے ہاتھوں اور پیروں میں میخیں ٹھونک دو۔ یہودی نے بالاجہ و زاری عرض کیا کہ اگر تو مجھ کو چھوڑ دے تو میں اپنے ہموزن سونا ٹھکوتول دیتا ہوں المعتمد نے اسی حالت غضب میں جواب دیا کہ اگر تو اپنی جان کی عوض تمام افریقیہ اور اندلس کی حکومت بھی مجھ کو دے تب بھی میرے قتل سے باز نہ آؤں گلاب بن شالب قتل ہوا اور اس کے ہمراہ جس قدر عیسائی آئے تھے قید کر دئے گئے جس وقت اس واقعہ کی اطلاع الفونسش کو ہوئی اس نے اپنے ملائیموں کی رہائی کی درخواست کی۔ بادشاہ نے اون کو فوراً چھوڑ دیا۔ عیسائیوں کی قوت روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور اسی قسم کے موقعوں کے بیٹھ منتظر رہا کرتے تھے ادفونسش نے اپنے ملازمین کی رہائی پر اکتفا نہیں کیا اور قسم کھائی کہ جب تک میں آبنامی طارق تک نہ جا پہنچوں گا کہیں دم نہ لون گا جس وقت المعتمد کو یہ خبر ہوئی کہ الفونسش فساد پر آمادہ ہے اور اپنے مین اس کے مقابلے کی طاقت نہ پائی اوسی وقت جہاز پر سوار ہو کر افریقیہ آیا اور یوسف ابن تاشفین سے جو اوس زمانے میں سوطا کا محاصرہ کیے ہوئے تھے ہمدرد کا وعدہ لیا اور واپس آگے۔ فراہمی فوج وغیرہ میں نہایت سرگرمی کے ساتھ مشغول ہوا اسی اثنا میں یوسف بھی

حسب وعدہ مع فوج ایشیلیلیم پہنچا اور بمقام زلاقتہ ایک جنگ عظیم واقع ہوئی۔ جس میں عیسائیوں کو شکست فاش ہوئی اس جنگ کے بعد یوسف افریقیہ پہنچا چلا گیا لیکن اندلس کی زرخیزی اور کمزوری دیکھ کر اس کے دل میں یہاں کی حکمرانی کی ہوس پیدا ہوئی۔ چنانچہ دوبارہ ایشیلیلیم آیا المعتمد کو بھی یوسف کی بلا وجہ و تحریک چلے آنے سے بقرآن اس کی نیت فاسد کا حال معلوم ہو گیا یوسف صرف بغرض دریافت حالات آیا تھا چند روز کے بعد سوط چلا آیا اور وہاں المعتمد کو لکھا کہ اگر جزیرۃ الخضراء مع شہر اور بندرگاہ میرے حوالے کر دیا جائے تو میں بھی ہمیشہ تمہاری مدد پر آمادہ رہوں گا المعتمد نے اس درخواست کے منظور کرنے میں پہلوتی کی یوسف دفعتاً سوچ کی جہاز لیکر اس جزیرے کے سامنے نمودار ہوا یزید بن المعتمد نے اپنے باپ کو اس یورش کی خبر دی المعتمد نے اپنے میں قوت و مقاومت نہ پا کر یزید کو حکم دیا کہ جزیرہ یوسف کو دیدیا جائے اس خلاف امید کامیابی سے یوسف کی ہمت اور بڑھ ہی اور اس نے اپنے فوجی افسروں کو خاص شہر ایشیلیلیم پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ یہاں کی رعایا پہلے بنی عباس کی حکومت سے راضی اور خوش تھی اب المعتمد کی شرابخواری اور زناکاری اور نیز دیگر قبیح حرکات سے نہ صرف بادشاہ بلکہ اس کے تمام خاندان سے سخت متنفر

ہو گئی تھی المعتمد نے ایک حالت ناامیدی اور یاس میں عیسائیوں سے مدد چاہی  
 یوسف کو جب اس امر کی خبر ہوئی تو اس نے اشبیلیہ میں عیسائیوں کے محل  
 ہونے سے قبل ہی فوراً آگے بڑھ کر عیسائیوں کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دیکر  
 منتشر کر دیا۔ المعتمد نے اس زمانہ غدروقت ہی میں ہی عیش و آرام کو ترک نہ کیا۔  
 اس کے دوسرے بیٹے الرشید نے جب اپنے باپ کو خیر وحشت اثر پہنچا  
 کہ یوسف کی فوج نے شہر کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا ہے المعتمد بہت پریشان  
 ہوا اور چونکہ ایک صحیح النسب عرب تھا دریاہی شجاعت نے جوش مارا شمشیر بکف  
 باب الفرج جدہر سے یوسف ابن تاشفین کی فوج داخل ہوئی تھی آیا اور  
 بلا خوف یکہ و تنہا دشمن پر چاڑھا اور نفاچی کو قتل کرتا ہوا قلب لشکر میں در آیا اس کی  
 شجاعت اور جرات سے دشمن ایسے متاثر ہوئے کہ حالت پریشانی میں کچھ تو  
 دروازوں کے باہر نکل آئے اور جو فیصلوں پر چڑھ گئے تھے انہوں نے اپنے  
 خندق میں گرادیا المعتمد نے دروازہ اپنے سامنے بند کرادیا اور پہر قلعہ کا معائنہ کرتا رہا  
 باب السباغین پر آیا یہاں اپنے بیٹے مالک کو مقتول پایا کچھ دیر تک یہاں اپنے  
 بیٹے کی لاش پر خاموش کھڑا رہا لیکن یہ وقت رنج و غم کا نہ تھا دشمن ہر طرف سے  
 متواتر حملے کر رہے تھے یہ قلعے کے اندر وہی حصے میں چلا آیا یوسف کی فوج پہر قلعہ

کے اندر داخل ہوئی المعتمد نے محض اس وعدے پر کہ اس کو زندہ چلا جائے دین گے شہر کو دشمن کے حوالے کر دیا یوسف نے شہر پر قبضہ کرنے کے بعد المعتمد کو افریقیہ روانہ کیا یہاں یہ ۹۵۰ء میں بمقام عمک تبرک قید ہوا ایک دوسری خود مختار ریاست جو سلطنت اندلس کے کہنڈرون پر قائم ہوئی تھی وہ ریاست طلیطلہ تھی جہاں بنی ذوالنون نے اپنے خاندان کو قائم کیا تھا اس خاندان کا پہلا بادشاہ جس نے شہر طلیطلہ پر حکومت کی اسے معل بن عبد الرحمن ابن عمر بن ذوالنون تھا اس خاندان کے مختصر واقعات یہ ہیں کہ یحییٰ اور الفتح اور مطرف ایک برہانسر موسیٰ ابن ذوالنون کا کشت بریہ کے بیٹے تھے موسیٰ کا سلسلہ خاندان السمع سابق والی اندلس سے ملتا ہے ان کی ترقی مدارج کے اسباب یہ ہیں کہ سلیمان موسیٰ کا باپ شہنشاہ بریہ میں مقیم تھا کہ سلطان عبد اللہ کا ایک خواجہ سر کسی بیماری سے سخت علیل ہوا۔ سلطان اس سے بہت مانوس تھا۔ سرحد ارغون سے واپسی کے وقت اس خواجہ سر نے شہنشاہ بریہ میں مقام کیا۔ یہاں سلیمان نے اس کو اپنے گہرین اوتارا اور اس کی تیمارداری میں بہت محنت اور مشقت کی۔ اس کے صلے میں اس خواجہ سر نے سلطان سے سفارش کر کے سلیمان کو اس کے وطن کا حاکم

مقرر کر دیا سلیمان باوجود اپنے بیٹے موسیٰ کی بغاوت و شرارت کے اپنے  
 بادشاہ کا تادم مرگ خیر خواہ بنا رہا۔ ۳۲۱ء یہ مطابق ۳۸۴ء ع میں اس کے انتقال  
 کے بعد موسیٰ اس کی جگہ حاکم ہوا لیکن چند ہی روز بعد بالزام بغاوت قتل کیا گیا  
 اس جرم بغاوت میں ملک ضبط ہوا صرف برعایت سلیمان ایک قلیل حصہ  
 ملک سلیمان کے دوسرے بیٹے یحییٰ کو عطا ہوا یحییٰ نے اپنے اوایل زمانہ  
 میں نہایت خیر خواہی اور دیانت سے اپنے کام کو انجام دیا اور جب محمد ابن  
 عبداللہ البکری نے باغیوں میں شریک ہو کر قلعہ ملقون پر قبضہ کیا تو اوس وقت  
 یحییٰ نے ربیع الثانی ۳۲۳ء یہ مطابق ۳۸۶ء ع میں محمد ابن عبداللہ کو بغاوت  
 کی سزا دیکر اوس کا سر قرطبہ بھیجا جس کے صلے میں اس کو تمام صوبے کی  
 حکومت مل گئی سلطان عبدالرحمن الثالث کے زمانے میں یحییٰ سے وہ حرکت  
 سرزد ہوئے کہ جو منجر بہ بغاوت تھے خلیفہ نے اپنے وزیر عبدالحمید کو اس کی  
 تہنیک کیلئے بھیجا۔ اس نے یحییٰ کو ۳۲۱ء یہ مطابق ۳۸۴ء ع میں گرفتار کر کے گرفتار  
 بستہ اس کے خاندان کے قرطبہ میں حاضر کیا یحییٰ کو بمقام قرطبہ ۳۲۵ء  
 الفتح ابن موسیٰ حاکم اقلین نے طلحہ طارح ملک کیا اور اپنی فقیانی کی خوشی کے خوش میں  
 اس نے نہر میت غورہ فوج کا اس قدر دور تک تعاقب کیا کہ ایک بہاگے سپاہی

نے اس کو قتل کر ڈالا۔

مطرف ابن موسیٰ اپنے باپ کے بعد شہر ویدہ کا حاکم مقرر ہوا  
 تھا ایک جنگ میں شاہنجاہ بادشاہ نوار کے ہاتھ گرفتار ہوا لیکن کسی ترکیب سے  
 مع اپنے تین بھراہیوں کے بھاگ آیا۔ یہ ۳۲۷ء مطابق ۹۴۹ء میں جنگ  
 الخندق میں شریک تھا۔ اسی جنگ میں اس نے اپنی دلیری اور جواہر مدحی  
 ناموری حاصل کی اور اس کے صلے میں سلطان عبدالرحمن ثالث نے  
 مدینۃ الفرج کی حکومت اس کے سپرد کی مطرف کا انتقال ۳۳۳ھ بمطابق ۹۴۵ء میں ہوا  
 غرض اسماعیل بن عبدالرحمن کے بعد اس کا بیٹا یحییٰ المامون  
 تخت نشین ہوا اس نے اپنے زمانہ حکومت میں لیاقت و بہادری میں وہ نام  
 پیدا کیا کہ جس سے اس ملک کے عیسائی مرعوب ہوتے تھے یحییٰ نے بزمانہ  
 المعتد ابن عباد قرطبہ پر حملہ کیا اور بعد قتل ابو عمر و ابن المعتد شہر پر قبضہ کر لیا۔  
 بعد ازاں ابن ابی عامر کو بیکشت دیکر اس ملک پر بھی مسلط ہو گیا۔

باوجود طوایف الملوکی جب تک کہ ان مختلف خود مختار رؤسائے اپنے  
 عرب و اب سابق کو عیسائیوں پر قائم رکھا عیسائی پیش قدمی کرنے سے ڈرتے  
 رہے مگر ان روسا کی عرب کے نالایق و بے ہنر جانشینوں کو کمزور پکار عیسائی



منصرف و سرکش ہو گئے۔ سب سے پہلے اوفولنش نے ۷۷۸ء بمصر میں  
 من بزمانہ القادر ابن ذمی النون جہد البغوات کا بلند کیا اور القادر کو اسی  
 شکست فاش می کہ اس نے خود محض اس وعدہ پر کہ بلنسیہ کی حکومت اس کے  
 سپرد کر دی جائے گی طلیطلہ کو اوفولنش کے حوالہ کر دیا۔

فرمان روایان سمرقسطہ کے مختصر حالات یہ ہیں۔ خاندان بنی عامر کے  
 خاتمہ کے بعد اور المہدی کے زمان حکومت میں المعتمد ابن یحییٰ التجیبی سمرقسطہ  
 کی صوبہ داری پر مامور ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یحییٰ صوبہ دار مقرر ہوا جو  
 بعد چندے سلیمان ابن احمد ابن محمد کے ہاتھوں معزول ہوا۔ اس خاندان کے  
 باوقار و رفیع الشان بادشاہ بنو جعفر ابن ہود المقدرب اللہ اور اس کا بیٹا  
 ابو عامر یوسف المومنین شہر کیے جاتے ہیں۔ بعد ازاں المستعین  
 احمد ابن المومنین تخت نشین ہوا۔ اس نے عیسائیوں کے مقابلے میں ۷۸۹ء  
 مطابق ۷۸۹ء میں شکست فاش کھائی اور ۷۹۳ء مطابق ۷۹۳ء میں سمرقسطہ

لے القادر بادشاہ طلیطلہ یحییٰ ابن المامون کا پوتا تھا۔ ۷۸۹ء ابو جعفر نے ۷۸۹ء بمصر میں انتقال کیا۔

۷۸۹ء المومنین کو علم ریاضی سے کمال دل چسپی تھی اور اس فن میں اکثر کتب تصنیف کیں بخداون کے کتاب الاستکمال  
 والمنظر اپنی خوبی مطالب میں قابل دید ہے۔ اس نے ۷۸۹ء مطابق ۷۸۹ء میں انتقال کیا۔

کے سامنے عیسائیوں کے حملے کو رد کرتے ہوئے میدان جنگ میں شہید  
 ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک عماد الدولہ سر قسطہ کو تخت پر  
 بیٹھا لیکن ۱۲۵۷ء مطابق ۱۱۷۷ھ میں رد میر نے سر قسطہ پر قبضہ کیا اور  
 عماد الدولہ حکومت سے محروم کر دیا گیا۔ اس کے بیٹے سیف الدولہ  
 اپنے باپ کے انتقال کے بعد اپنے آبائی ملک کے استر واد میں بہت کچھ  
 کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا اور حالت ناامیدی و یاس میں مع اپنے متعلقین  
 کے طرططمہ میں گوشہ نشینی اختیار کی اور یہیں اس کا انتقال ہوا۔



## باب سوم

عیسائیوں کی ترقی۔ ظلیلہ پر اد فونش چہارم کا قبضہ۔ شاہجہاں کی فتوحات۔ عیسائیوں کے

ظلم و زیادتی۔ اد فونش کی گستاخانہ دروغا ستیں۔ اد فونش کا اشبیلیہ رحلہ۔ المعتمد اور

یوسف کا اشبیلیہ میں داخل ہونا۔ اد فونش کی تیاریاں۔ فوج عرب کا روانہ ہونا۔ اد فونش

کی دغا بازی۔ عیسائیوں کی شکست۔ اد فونش کا انتقال۔ یوسف کا افریقہ واپس ہونا۔

یہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ عربوں کے شروع زمانہ حکومت میں ایک عیسائی بلائی

نامی ساکن جلیقیہ قرطیبہ سے بہاگ کر اپنے وطن کے پہاڑوں میں پناہ گیر ہوا

تھا اور اپنے ہم مذہبوں کو اغوا کر کے بغاوت شروع کر دی تھی وہ زمانہ عین سبیلہ الکلبی

کا تھا۔ چونکہ مسلمانوں کا قبضہ قریب قریب تمام اندلس پر ہو چکا تھا اور عیسائی بادشاہ

اور روسائے اطاعت و فرمان برداری قبول کر لی تھی۔ عربوں نے ان چند

عیسائیوں کی مخالفت کو اضعیف سمجھ کر توجہ نہ کی بلائی مع تیس آدمی اور دس عورتوں کے

سہ امیر غلبہ الکلبی منجانب خلیفہ دمشق اندلس پر حکمران تھا جس کا ذکر جلد اول میں ہو چکا ہے۔

صرف شہد پروہان زندگی بسر کرتا تھا۔ اس عیسائی کی ہمت و استقلال کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے ان تمام آفات و مشکلات کا برداشت کرنا منظور کیا لیکن عربوں کی اطاعت کہی قبول نہ کی اور تا دم مرگ مخالف بنا رہا۔ اس نے ۳۳ء مطابق ۳۵۰ء میں اپنی سال بغاوت کے بعد انتقال کیا اس کے بعد اس کا بیٹا فاولہ اس کا قائم مقام ہوا اور دو سال تک اپنی قلیل فوج پر حکومت کرتا رہا اس کے بعد ادفولش ابن بطروہ حاکم مقرر ہوا۔ غرض بلاتی اور اس کے جانشینوں نے اپنی تعداد و قوت میں رفتہ رفتہ یہاں تک ترقی کی کہ سلطان عبدالرحمن بن ناصر کے زمانہ حکومت میں جنگ سمورہ میں عربوں کو شکست دی جس سے اہل حلیقیہ اور لشکری کی ہمت و جرات اس قدر بڑھی کہ انہوں نے سرحد فارس کے قریب ۳۳۰ء مطابق ۳۵۰ء میں شہر تروکونہ اور مختلف قلعوں پر بھی قبضہ کر لیا لیکن اس زمانے میں جو کچھ کامیابی عیسائیوں کو حاصل ہوئی تھی اس کا جوڑن المنصور ابن ابی عامر نے ایسا لیا کہ پھر تاشکست سلطنت اندلس عیسائیوں میں اس سلطنت پر حملہ کرنے کی جرات پیدا نہ ہوئی المنصور کے زمانہ میں مشرق میں شہر بشلونہ اور غرب میں شہر شنت یا قوہ عیسائیوں کے مشہور شہر اسلام کے

لے انگریزی میں فاولہ کہتے ہیں۔ لے اس ہی سے شان ادفولش کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔

دارہ حکومت میں داخل ہوئے۔

جب سلطنت اندلس اپنی عمر طبعی کو پہنچی اور طوائف الملک کی سپیلی عیسا پیون کو  
 پہر اپنی قوت بڑھانے کا موقع ملا تقریباً ۸۷۴ء بمطابق ۳۶۲ھ میں اوفونس  
 چہارم ابن فرولند نے نہایت محنت و فراست سے تمام خود مختار اسلامی ریاستوں  
 حالات کو دریافت کیا بعد ازاں اپنے ہم وطنوں کو مشکل تمام بغاوت و جنگ پر آمادہ  
 کیا۔ سب سے پہلے اس نے باوقعت و باقوت امرائی عرب میں اپنی چالاک  
 و ذہانت سے باہمی نزاع پیدا کرادی اور جب یہ لوگ خانہ جنگی میں مصروف ہوئے  
 تو اس نے چھوٹے چھوٹے روسامی عرب کو بجز اپنا باج گزار بنا لیا بعد اس کامیابی  
 کے اپنے کو قوی پاکر طلیطلہ پر حملہ آور ہوا اور سات برس کی متواتر جنگ کے بعد  
 ۸۷۴ء بمطابق ۳۶۲ھ میں بزائد القادر بادشہ طلیطلہ پر اپنا قبضہ کیا

الغرض اوفونس نے پہلے پہل عدل و انصاف سے کام لیا اور افہام  
 و تفہیم سے مسلمانوں کو عیسائی مذہب اختیار کرنے کی ترغیب دی لیکن جب اس نے

۱۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے القادر بادشہ المامون بخلی ابن ذی النون کا پوتا تھا اس نے اپنے من قوت و مقاومت نہایت  
 محض اس وعدے پر کہ ہنسہ کی حکومت اس کے سپرد کر دی جائے گی اس نے طلیطلہ کو اوفونس کو الکر و انتہا ۷۴ طلیطلہ  
 قدیم شہر تھا جس کو فنیقی یا قرطاجیوں نے دریائے گیس کے کنارے آباد کیا تھا۔ یہ ایک نہایت شکم فیصل سے محصور تھا شہر کے

دیکھا کہ یہ لوگ اپنے مذہب پر اسی طرح قائم ہیں تو اس نے مسلمانوں پر سختیاں  
اور مساجد کو برباد کرنا شروع کیا شہر کی بڑی بڑی مسجدوں پر جبراً قبضہ کر کے اون کو  
گرجا بنائے کا حکم دیا۔ جس روز یہ حکم نافذ ہوا تمام مسلمان طلبہ کی مسجد میں  
جمع تھے اور نماز کے بعد امام ممبر و خطیبان کر رہا تھا کہ عیسائی مسجد کے اندر گھس آئے  
اور مذہب اسلام کی توہین کے مرتکب ہوئے۔ مسلمانوں نے بمشکل نماز کو  
ختم کیا اور پھر روتے ہوئے باہر نکل آئے۔

جبکہ حلیقیہ کے عیسائی شمال سے متواتر حملے کر رہے تھے ارغون  
عیسائی بادشاہ بھی خاموش نہ تھا۔ چنانچہ ۱۲۵۶ء مطابق ۱۲۷۳ء میں ارغون  
کے عیسائیوں نے بہ فوج کثیر بلنسیہ کا محاصرہ کیا یہاں کے لوگ جنگ کے لئے  
تیار نہ تھے تاہم عیسائیوں نے قبل از جنگ حکمت عملی سے کام کالنا چاہا اور اہل  
بلنسیہ کو یہم دھوکا دیا کہ ہم جنگ و فساد کے لئے نہیں بلکہ اتحاد و دوستی کو ترقی دینے کے  
واسطے آئے ہیں۔ اہل بلنسیہ نے جواب دیا کہ فوج کثیر کے ساتھ اگر دوستی کا دم بہر نہا یہ

بقیہ حلیقیہ (۱۲۵۶ء) قریب ایک در کا پل ہی زمانہ قدیم کا بنا ہوا موجود تھا جو صنعت و دستکاری میں نیا کی عجائبات سمجھا جاتا تھا اور قریب  
ایک پانی کہنچے کا پیہ بنا ہوا تھا پہلا اس آلہ کے ذریعہ پانی پل کے اوپر لایا جاتا تھا اور پھر نون کے ذریعہ سے شہر میں پہنچایا جاتا تھا۔  
لانی

۱۲۹۶ء مطابق ۱۳۰۲ء میں شروع ہوا تھا۔

ایک نئی بات ہے۔ عیسائیوں نے جب دیکھا کہ یہ کبہ ہمارا خالی کیا تو یہ کہہ کر کہ ہم لڑنا  
 نہیں چاہتے شہر کے سامنے سے ہٹ آئے اور لڑنے کے قریب جہاڑی  
 میں مع فوج پوشیدہ ہو گئے عبدالعزیز ابن ابی عامر نے یہ سمجھا کہ عیسائی خوف سے  
 بھاگے جاتے ہیں ان کا تعاقب کیا لیکن جب عبدالعزیز کی فوج ان کو ڈھونڈ  
 ہوئی حالت بخیر ہی میں جہاڑی میں داخل ہوئی فقہ عیسائیوں نے چار طرف سے ان کو  
 گھیر لیا بیان یہ کیا جاتا ہے کہ سوائے چند مسلمانوں کے باقی سب گرفتار یا قتل ہوئے  
 سنہ مذکور میں عیسائیوں نے شہر شیطریہ <sup>۱</sup> پر حملہ کیا الار دملیس جب اپنی فوج لیکر اس  
 قلعہ کے سامنے نمودار ہوا تو یوسف ابن سلیمان بادشاہ سر قسطہ نے باوجود  
 اطلاع اس قلعہ کے بچانے کی کوشش نہیں کی۔ عیسائیوں نے بادشاہ کو غافل  
 و بے پروا کر نہایت اطمینان سے قلعہ کا محاصرہ کیا اور ہر طرف سے حملہ آور ہوئے  
 ایک سخت لڑائی کے بعد پانچ ہزار عیسائی بیرونی حصے میں داخل ہو گئے۔ کئی روز  
 تک بازار حرب و ضرب جانیں سے گرم رہا باوجودیکہ ادا کی تمام امیدیں منقطع ہو گئیں تھیں  
 اور عیسائی بھی نسبت عربوں کے تعداد میں کہیں زیادہ تھے تاہم متحصنین نے ایک

یہ انگریزی میں برسر و کہتے ہیں یہ صوبہ ارغون میں واقع تھا ابن جیان لکھتا ہے کہ یہ حکم قلعہ بر طیفہ میں جوارغون کے مضائقہ  
 سے سر قسطہ کو فرستاد تھا۔ ۱۰ عربی موج سیکو اول بن یحییٰ کو عموماً اس نام سے موسوم کرتے ہیں اور اس کے ہمراہیوں کو الار دملیون کہتے ہیں

سخت یورش عیسائیوں پر کی جس میں تقریباً پانسو عیسائی کام آئے۔ مگر عین حالت خوشی میں عربوں کو خبر پہنچی کہ اب رسانی کے نل ٹوٹ گئے ہیں اور آمد پانی کی بالکل موقوف ہو گئی۔ فاقہ نے پہلے سے پریشان کر رکھا تھا اب پانی جو مایہ حیات تھا اس کے بند ہو جانے سے سب ایسے مایوس ہوئے کہ محض اس وعدہ پر کہ عیسائی قتل و غارت سے باز ہیں گے ہتیار رکھ دئے۔ مگر شاخجہ نے قلعہ پر قبضہ کرتے ہی خلاف عہد و پیمان قتل عام کا حکم دیا۔ تمام مورخین عرب متفق اللفظ ہیں کہ علاوہ اہل فوج کے ہزار ہا عورتیں اور بچے اور نیز وہ لوگ جن کو جنگ سے کچھ تعلق نہ تھا بے گناہ قتل ہوئے بقیۃ السیف جبراً غلام بنائے گئے۔ ایصال جو ظلم و زیادتی اور وحشیانہ حرکات کہ ان عیسائیوں سے اس جنگ میں سرزد ہوئیں وہ احاطہ تقریر سے باہر ہیں۔ امرائے عرب کے اون عیش و آرام کا ہون میں جو صنعت اور آرائش میں اپنا نظیر نہیں کہتی تہمین عیسائی امیر مقیم ہو گئے اور تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔

اسپ تازی شدہ مجروح بزر پالا	طوق زرین ہمہ در گردن حسد می بنیم
-----------------------------	----------------------------------

شاخجہ نے قلعہ بشرطین پندرہ سو سوار اور دو ہزار پیادے انتظام کی غرض سے چھوڑے اور خود ارغون واپس چلا آیا جب اس وحشت ناک قتل عام

لے المقری منظر ہے کہ باشندگان شہر میں سے صرت ایک فائدہ اور دو سراقہ منی جکے نام بل الطول اور ابن علی تو قتل ہو چکے کل گئے



کی خبریں ملک میں چاروں طرف پھیلیں تو مسلمانوں کے دل پر اس حادثہ عظیم کا  
 جواثر ہوا اس کا اندازہ ممکن نہیں مسلمانوں نے بالاتفاق اس واقعہ کا باعث احمد المقدس  
 ابن ہود کو ٹھیرایا المقدس روجہ شرم و ندامت اس کا انتقام لینے پر مستعد ہوا۔  
 یہ ایسا موقع تھا کہ اس کی فوج کا ہر سپاہی کفن پہن رہا تھا۔ حمیت عرب جو شہنشاہ  
 ہستی ایک ہی یورش میں قلعہ کو فتح کر لیا۔ مگر عربوں کی شجاعت کو دیکھنا چاہیے کہ  
 باوجودیکہ عیسائیوں نے قتل عام کے وقت زن و مرد میں کوئی فرق نہیں کیا جو  
 سامنے آیا اس کو تہ تیغ کر ڈالا تھا۔ افسران فوج عرب نے قبل از جنگ سخت  
 احکام جاری کیے کہ گوان عیسائیوں نے ہماری عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کیا ہے  
 لیکن اس کی ذمہ داری اون کی عورتوں اور بچوں پر عائد نہیں کی جاسکتی صرف  
 مردوں ہی سے انتقام لیا جائے۔ ہاں اہل فوج کو اس قدر اجازت ہے کہ  
 اگر کوئی عورت یا بچہ گرفتار ہو تو وہ گرفتار کرنے والے کی ملک سمجھا جائے گا۔  
 غرض عربوں نے اپنے ایک ایک شہید بھائی کے عوض دس دس عیسائیوں کو  
 قتل کیا۔ بعد فتح جب فوج کا معائنہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس معرکہ عظیم میں صرف پچاس  
 عرب سپاہی شہید ہوئے۔

لے بادشاہ مسقط جس کی بے پروائی سے یہ قتل عام ہوا تھا۔ لے المقری۔

ہم اپنے عنانِ قتل کو پہرِ طلیطلہ کی طرف موڑتے ہیں اور قونش  
 نے جس وقت اپنے کو اس زرخیز حصّہ سلطنت اندلس کا حاکم پایا اس کی عقل  
 کوتاہ اندیشی نے اس کے دل میں تمام اندلس کے فتح کرنے کی ہوس پیدا  
 کی اسی نیت سے ابن الافطس بادشاہِ طلیوس اور المعتمد ابن  
 عباد بادشاہِ شیبلیہ کی حدود میں قدم بڑھانا شروع کیا۔ ان بادشاہوں نے  
 محض بخیال امن اس کو ایک قلم شیر سالہ کر کے کا وعدہ کیا اس واقعہ کے چند  
 روز بعد المعتمد چونکہ بادشاہ المیرید کے ساتھ جنگ میں مشغول تھا اس رقم کی  
 ادائیگی میں کچھ دیر ہوئی اور جس وقت رقم مقررہ اور قونش کے پاس پہنچی اس نے  
 رقم لینے سے انکار کیا اور کہا کہ اس تاخیر کی پاداش میں چند قلعہ بھی جھکے دیئے جائیں  
 علاوہ برین اس بانیِ شر و فساد نے ایک یہ بھی گستاخانہ درخواست کی کہ اس کی بی بی  
 القمحبہ کو جو اس زمانے میں حاملہ تھی تا وضع حمل قرطبہ کی مسجد میں رہنے کی اجازت  
 دی جائے اور قصر الزہر بھی اس کی بی بی کے قبضے میں دیدیا جائے المعتمد نے  
 اس درخواست کو فوراً نامنظور کر دیا جب عیسائی سفیر نے زیادہ اصرار کیا تو المعتمد نے  
 حالت غضب میں دوات اوٹھا کر اس زور سے اس یہودی کے سر پر رکھی و فوراً مر گیا  
 حاضرین و بار اور علمائے وقت نے اس امر میں المعتمد کی تائید کی اور کہا کہ جب سفیر

خاص بادشاہ کے ساتھ بے ادبانہ اور گستاخانہ گفتگو کا مرتکب ہو تو اس کو حکم وقت ہر طرح کی سزا دے سکتا ہے۔ ادقونش نے جب اپنے سفیر کے قتل کا واقعہ سنا تو حالت غصہ میں کہہ لکھا کہ مین المعتمد کو بغیر سزا دے آرام نہ لون گا اس نے فوراً اپنی فوج کو فراہم اور افسر فوج کو حکم دیا کہ وہ سحیہ اور اس کے مضافات کو تالچ کر آیا ہوا بمقام طریانہ انتظار کرے۔ غرض ادقونش اور اس کا افسر دونوں زر خیز ملکوں کو تباہ کرتے ہوئے دریائی وادی الکبیر کے کنارے پر اشبیلیہ کے محاذی خیمہ زن ہوئے یہاں سے ادقونش نے ایک نہایت توہین آمیز خط المعتمد کو اس مضمون کا لکھا کہ مین اس مقام پر بہت دیر ٹھہر چکا ہوں اور یہاں کی گرمی اور کہیوں نے مجھ کو بہت پریشان کر رکھا ہے تم اپنا محل خاص میرے نظر کرو تاکہ اس کے سایہ دار درختوں میں نہ ہاں شیرین کے کنارے آرام لون۔ المعتمد نے اسی خط کی پشت پر یہ جواب لکھا کہ تم نے تیرا خط پڑھا جس سے تیرا غرور و تکبر سرخ رہا انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں ہم تجھ کو اپنے بہادر سپاہیوں کی ڈھال کے سایہ میں سلا دیں گے۔ ادقونش اس جواب کو پڑھ کر کچھ دیر سنگون رہا اور پہرچنک ایک نہایت چالاک اور دغا باز آدمی اور عربوں کے خیالات سے پوری واقفیت رکھتا تھا۔ قبل از جنگ اس نے اپنے جاسوسوں کے ذریعہ سے تمام ملک میں اس خبر کو

مشہور کیا کہ المعتمد نے امیر یوسف کو افریقہ سے ایک فوج کثیر کے ساتھ اپنی مدد کے لیے طلب کیا ہے اور وہ غفریب اندلس میں داخل ہونے والا ہے مسلمانوں نے عام طور پر یہ خبر سن کر خوشیاں منائیں لیکن روسائی عرب کو یہ حرکت المعتمد کی بہت ناگوار گزری اور بعض نے المعتمد کو بغض سرزنش یہ لکھا کہ تو نے بغیر ہماری راجی اور مشورہ کے یوسف کو طلب کیا ہے کیا تجھ کو یہ مقولہ یاد نہیں کہ ”الملك عقيم والسيوفان لا يجتمعان في غمدٍ واحدٍ“ المعتمد نے جواب دیا کہ ”مجھ کو سوروں کی پاسبانی سے اونٹوں کی نگہبانی پسند ہے“ اس جواب میں کہنا یہ تھا کہ ادفونش کا قیدی بن کر سوروں کی نگہبانی کرنے سے یوسف کا قیدی بن کر افریقہ کے برعظیم میں اونٹوں کی پاسبانی کرنا بد رجا بہتر ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اگر میں ایک مسلمان کو اپنا معاون و مددگار قرار دوں گا تو میرا خدا ہی مجھ سے خوش رہے گا اور اگر میں کسی عیسائی کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کروں گا تو معلوم نہیں کہ مجھ پر کیا غضب الہی نازل ہو اس جواب نے ان لوگوں کے غصے کو ایک حد تک فرو کیا

المعتمد نے المتوکل عمرو بن محمد بادشاہ بطلموس اور عبد اللہ ابن جاتوس بادشاہ غرناطہ کے قاضیوں کو طلب کیا اور قرطبہ کے قاضی لقضاۃ

ابو بکر عبد اللہ ابن ادہم کو بھی جو ایک باخبر اور صائب الرائی شخص تھا بلا ہرجا اور ان تینوں کو اپنے وزیر ابو بکر ابن زید ون کے ساتھ بطور سفارت امیر یوسف کے پاس افریقہ روانہ کیا المعتمد کی اس دورانڈیشی سے اس ملک کے عام مسلمانوں کے دم میں دم آیا اور انہوں نے ابن ادہم پر یہ پورے طور سے ظاہر کر دیا کہ اگر امیر یوسف اس موقع کو غنیمت جان کر بدلتی کو اپنے دل میں جگہ دے اور اس ملک پر مسلط ہو جائے تب بھی چونکہ وہ مسلمان ہے اس کی حکومت بہ نسبت کافروں کے ہم کو ہر طرح منظور ہے۔

اس زمانے میں ابن تاشقین افریقہ میں اپنے دائرہ حکومت کو وسیع کر رہا تھا۔ اس نے تمام مغرب الاقصیٰ پر قبضہ کیا اور دمشق و شہر ہر اکش اور لمسان الجدید کی بنا ڈالی اس کا قصد تھا کہ ادھر سے فارغ ہو کر اندلس کو بھی اپنے قلمرو میں شامل کرے اس کی فتوحات و شجاعت کا سکہ اطراف و جوانب کے بادشاہوں کے دلوں پر چم گیا تھا بالخصوص اندلس میں مسلمانوں سے زیادہ عیسائی اس کے نام سے لرزتے تھے اور خوب جانتے تھے کہ یہاں کسی عیسائی بادشاہ میں اس شخص کے مقابلے کی جرأت و ہمت نہیں ہے۔ اندلس کے چھوٹے بڑے رئیس عیسائیوں کے دستِ ظلم سے پریشان ہو رہے تھے اور سبکی نظیر یوسف بھی چھٹی تھیں

لیکن ان کو خوف یہ تھا کہ یوسف عیسائیوں کو نہرا دینے کے بعد کہیں ہماری  
ریاستوں پر قبضہ نہ کر لے پس المعتمد ابن عباد بادشاہ اشبیلیہ کے سفارت  
بھیجنے کے قبل محض اس افواہ پر کہ یوسف اندلس کی تسخیر کا بھی قصد رکھتا ہے  
روسامی اندلس نے باہم متفق ہو کر اس مضمون کا خط یوسف کے پاس  
بھیجا کہ: "اگر تو اس ملک پر فوج کشی نہ کرے اور ہم کو اپنے ظل عافیت میں نہ پا  
دے تو تیرے فیاضانہ برتاؤ تیرے نام کو صفحہ ہستی پر ہمیشہ کے لئے برقرار رکھے گا۔  
اور ہم خوب جانتے ہیں کہ اگر ہم تجھ کو اپنا سرپرست بنائیں تو تمام دنیا ہمارے دوراندیش  
اور صاحب الہامی اور اپنے ملک کا سچا خیر خواہ سمجھے گی۔ ہم درخواست کرتے ہیں  
کہ تو اس سرپرستی کو منظور کرے۔ اس میں صرف ہمارا ہی فائدہ نہیں بلکہ ہمارے  
عظیم الشان سلطنت کے قیام و استحکام میں بھی بہت کچھ مدد ملے گی۔" یوسف  
کے پاس جب یہ خط پہنچا چونکہ یہ خود زبان عربی سے اچھی طرح واقف نہ تھا اس نے  
اپنے معتمد کو ترجمہ کا حکم دیا یوسف ایک نہایت سمجھدار شخص تھا اس نے اس خط کا  
مضمون سن کر اپنے معتمد سے راسی طلب کی اس نے عرض کیا کہ اسی بادشاہ  
سچی عظمت و بزرگی وہ پیڑ ہے کہ جو بلا جنگ و جدل لوگوں کو مطیع و فرمان بردار بنا لیتی  
ہے ایسے خوش قسمت باقوت بادشاہ کا یہ فرض ہے کہ ترجمہ انصاف کو اپنے

ہاتھ سے نہ چھوڑے اور جو لوگ کہ معافی کے خواستگار ہوں اون کی درخواستوں کو شرف قبولیت عطا فرما کر اپنے فیاضانہ برتاؤ سے ان کے دلوں پر ایسا قبضہ کرے کہ اس کا رعب و اب انہیں لوگوں کے ذریعہ سے دور دور کے ملکوں پر اپنا اثر ڈالے۔ زمانہ سابق کے کسی بادشاہ نے کیا اچھا کہا ہے کہ رحم دل اور فیاض آدمی پہلے اپنے ہمسایوں کا سرپرست اور پھر ان کا حاکم اور پہلون کا بادشاہ بن جاتا ہے۔

امیر یوسف نے اپنے معتمد کی راسخی کی بہت تعریف کی اور حسبِ ذیل جواب لکھوایا ”مجاںب یوسف ابن تاشقین بعد سلام سب کو معلوم ہو کہ جو ملک تمہارا قبضہ میں اس وقت ہے وہ تم کو مبارک رہے۔ اور مجھ کو یقین ہے کہ تم اس کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرو گے اور چونکہ ہم تمہارے سچے خیر خواہ ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ہم اور تم ایک دوسرے کو مثل بہائیوں کے سمجھیں اور ہر امر میں خدا سنی تعالیٰ سے مدد مانگتے رہیں۔“ اس کمال الطمینان بخش و تسلی دہ جواب سے جملہ اہل اندلس نہایت شادان و فرخاک میسائیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

الغرض جب المعتمد کی سفیر سوطہ پہنچے اور اپنے اسناد اور بادشاہ کے خطوط پیش کر کے یوسف کے سامنے ملک اندلس کی دردناک حالت کا مختصر طور پر ذکر کیا تو اس امیر نے ان لوگوں کی بہت کچھ تشفی اور دل جوئی کی اور کہا کہ تمہارے

آنے کے قبل ہی ہم کو عیسائیوں کی اور بالخصوص اوس باپنی شروفسا یعنی  
ادقونش کی ظلم و زیادتی کی خبر پہنچ چکی تھی تم اپنے بادشاہ کو اطلاع دو کہ جہاں تک  
ممکن ہو سکے گا اندلس پہنچکر ان کافروں کو ایسی سزا دی جائیگی کہ پہر ان کو بھی  
سراوٹھانے کی مجال نہ رہے گی۔ اس واقعہ کے چند ہی روز بعد یوسف مع  
فوج جزیرۃ الخضر آیا یہاں چونکہ پہلے ہی سرکاری طور پر اس کے آنے کا  
اعلان ہو چکا تھا عوام الناس نے اس کی اور اس کی فوج کی وہ مدارات کی  
اور تمام ضروری سامان بلالطلب مہیا کیا جس سے یہ امیر بہت خوش ہوا اور یہاں  
فوراً فوج کو اسٹبلشمنٹ کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ المعتمد نے اپنے بیٹوں کو  
اس کے استقبال کے لیے بھیجا اور جو مقامات کہ راستے میں پڑتے تھے  
وہاں کے حاکموں کو تاکید کی کہ یوسف اور اس کی فوج کو کسی طرح تکلیف  
نہ پہنچنے پائے۔ جب امیر یوسف کی فوج ترتیب وار شہر کے سامنے نمودار  
ہوئی المعتمد خود مع سوسوار اور تمام امرائی دربار یوسف کے استقبال کے  
لیے شہر سے باہر نکل آیا یوسف کے خیمے کے قریب یہ دونوں امیر نہایت محبت  
و اخلاق سے بغلیں ہوئے۔ وہ رات ان دونوں نے اپنے اپنے خیموں میں کی  
اور دوسرے روز صبح کو حسب خواہش المعتمد یہ دونوں گھوڑوں پر سوار نہایت کرم



کے ساتھ شہر ایشیلیہ میں داخل ہوئے کوئی بادشاہ اور امیر اندلس کا ایسا  
 نہ تھا کہ جس نے تحائف اس کے لئے نہ بھیجے ہوں اکثر تو بذات خود مع لشکر موجود  
 اور ہر بادقونش کو یوسف کے اس ملک میں آنے کی خبر پہنچی  
 اس نے فوراً قریب دو دوسرے طرف کے حاکموں کو اپنی مدد پر آمادہ کیا اور ایک  
 فوج کثیر جمع کرنے کے بعد اپنے دشمن کے حالات دریافت کرنے کے لئے  
 جاسوس روانہ کیے اور المعتقد کو ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ تمہارا دوست یوسف  
 معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ملک سے بیزار ہو کر تمہارے ملک میں دائمی طور پر سکونت  
 اختیار کرنا چاہتا ہے لیکن میں اس کو مرتے دم تک آرام نہ لینے دوں گا ظاہر ہے  
 کہ تمہاری محبت نے اس کو ایسا متاثر کیا کہ اس نے تمہارے افریقہ آئے کا بھی  
 انتظار نہیں کیا بلکہ خود تمہارے پاس اپنی محبت اور دوستی جانے کو چلا آیا اس کے  
 بعد ادقونش نے اپنے امرا سے دربار کو جمع کیا اور کہا کہ بہت کچھ فکر و غور کے بعد  
 مجھ کو مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں دشمن کو دربار ہی کوہ سے اپنی سرحد میں آئیٹھکا  
 ندون بلکہ اپنی سرحد سے باہر دشمن کے حدود میں اس کا مقابلہ کروں اس لئے کہ  
 اگر عرب ہماری سرحد میں گہس آئے اور میدان جنگ میں ہم کو ناکامی حاصل ہوئی  
 تو یہ لوگ ملک کو برباد کرنے کے علاوہ ہم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے

اور ہمارے ملک پر قبضہ کرنے میں انکو بہت کچھ آسانی ہوگی۔ بخلاف اس کے اگر لڑائی انہیں کے ملک میں واقع ہوئی اور اگر وہ بفرض محال کامیاب بھی ہوئے تب بھی وہیں اتنی قوت باقی نہ رہے گی کہ وہ ان درہ ہائی کوہ سے گزر کر ہمارا تعاقب کریں اور اگر ہم کامیاب ہوئے تو ہم کو ان کے ملک کی تسخیر کا عمدہ موقع ملے گا۔ ان وجوہ سے میں نے مصمم قصد کر لیا ہے کہ دشمن کچھ ملک میں ان کا مقابلہ کیا جائے۔“ اس کے امر نے اس راجی کی تائید کی اور قونلش مع اوس فوج کے جس کی ہمت و جرات پر اس کو کامل بہرہ و ساتھ ایشیلیہ کی حد کی طرف روانہ ہوا اور باقی کو تا صدور حکم ثانی وہیں رہنے کا حکم دیا۔ اور قونلش نے جب اپنی چالیس ہزار فوج کا معائنہ کیا تو بمیاختہ از راہ کبر و غور اس کے منہ سے نکلا کہ میں ان بہادروں کے ساتھ جن اور دیو کا بلکہ اگر فرشتے بھی آسمان سے آئیں تو اون کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔“

المختصر اور قونلش منزل بمنزل چلا آتا تھا کہ راستے میں ایک مقام پر اس نے یہ خواب دیکھا کہ یہ ایک ماہی پر سوار ہے اور ماہی اپنی سوندھتارے پر مار رہا ہے خوف سے اس کی آنکھ کھل گئی اور اسی حالت پریشانی میں اس نے اپنے پادری کو جمع کیا اور اس خواب کی تعبیر پوچھی جب ان سے اس کا اطمینان نہ ہوا تو اس نے

ایک یہودی کو بہت کچھ روپیہ دیکر کہا کہ تو کسی عرب عالم سے اس کی تعبیر دریافت کر۔ یہودی نے بدقت تمام ایک عرب سے ملاقات کی اور اس سے یہ خواب بیان کیا۔ عرب نے سن کر کہا کہ تو بالکل جھوٹا ہے تو نے یہ خواب نہیں دیکھا بلکہ اس کا دیکھنے والا ایک دوسرا شخص ہے اور جب تک تو اس کا نام نہ بتائے گا میں اس کی تعبیر نہ بتاؤں گا۔ یہودی نے بالآخر مجبوراً ادوقولش کا نام بتا دیا۔ عرب نے سورہ اصحاب فیل پڑھا اور کہا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ایک صدمہ عظیم ادوقولش اور اس کی فوج کو یہو بنچنے والا ہے۔ نقارہ پر سوئڈمار نے کے یہ معنی ہیں کہ ادوقولش کے منہ پر ایک شدید زخم جنگ میں پہنچے گا۔ یہودی واپس آیا لیکن اس کی ہمت نہ ہوئی کہ صحیح تعبیر ادوقولش کو سنائے اس نے اپنی جانب سے ایک و بات کہہ کر ادوقولش کا طینان کیا۔ ادوقولش نے اپنا عرب ڈالنے کی غرض سے ایک خطا یوسف کو لکھا۔

جس میں علاوہ اپنی فوج و سامان کی تعریف کے دشنام بھی مغلطہ بھی درج تھیں۔ یوسف نے اپنے ممتد ابو بکر ابن القصیر کو اس خط کے جواب لکھنے کے لئے حکم دیا ابو بکر ایک عالم شخص تھا اس نے ایک مطول اور مدلل مسودہ تیار کیا یوسف نے یہ لکھ کر اس قدر عبارت آرائی کی ضرورت نہیں ادوقولش کے خط کی پشت پر یہ مختصر سا جملہ لکھی کہ "یعنی جو شخص زندہ بچے گا وہی دیکھے گا۔ لکھ کر خط واپس

کر دیا اس مختصر اور پر مضمون جملے کو پھر اوقونش مارے غوف کے کانپنے لگا اور یہ کہا کہ مجھ کو ایک بڑے بہادر سپاہی سے سابقہ پڑنے والا ہے دیکھا چاہئے کہ انجام کیا ہوگا۔ ادھر یوسف اپنے مد مقابل کی نقل و حرکت سے باخبر تھا اس نے جب سنا کہ اوقونش کی فوج دریائی کوہ سے نکل کر سرحد اشبیلیہ میں داخل ہو رہی ہے یہ بھی اپنی فوج لیکر آگے بڑھا اور المعتمد اس کے پیچھے مع اپنے لشکر کے بغرض امداد روانہ ہوا۔

یہ دونوں امیر نہایت شان و شوکت کے ساتھ شہر بلبلیوس کے سامنے وارد ہوئے۔ یہاں کا بادشاہ المتوکل عمرو ابن محمد ان کے ساتھ بھارا پیش آیا اور یوسف کو اطلاع کی کہ اوقونش سرحد کے قریب پہنچ گیا ہے۔ یوسف نے فوج کی روانگی کا حکم دیا زلاقیہ کے قریب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے ہوئیں المعتمد چونکہ دشمن کی دغا بازی سے بخوبی واقف تھا اس لیے بذات خود انتظام کی طرف متوجہ ہوا اور راتوں کو بغرض حفاظت مثل معمولی سپاہیوں کے لشکر کا گشت لگایا کرتا تھا یوسف نے قبل از جنگ اسلامی قواعد کے موافق اوقونش کو لکھا کہ ”تو ہمارے مذہب پاک کو اختیار کر اور اگر یہ تجھ کو منظور نہیں تو خراج دینا قبول کر ورنہ جبراً تجھ کو عروس موت سے بغل گیر ہونا پڑے گا۔“ یہ ہم کو معلوم ہوا ہے

کہ ایک دفعہ تو نے ہمارے پاس افریقہ آنے کا قصد ظاہر کیا تھا لیکن افسوس  
 کہ تو نے اپنے ارادے کو پورا نہیں کیا اور اب ہم نے تیری اوس امید کو پورا  
 کیا کہ ہم خود یہاں موجود ہیں اور تیری دعاؤں کے اثر کو دیکھنا چاہتے ہیں اس  
 خط کے پہنچتے ہی اہل نصاریٰ نے صلیب کو ہوا میں بلند کیا اور انجیلوں پر مین  
 کہا مین کہ ہم بغیر مرے پیچھے نہ ہئیں گے اور دہر علمائی وقت نے جہاد کے فضل  
 سا کہ عربوں کے دلوں میں جوش فتح و شہادت پیدا کیا۔ رجب ۶۹۹ھ مطابق ۱۰۸۶ء  
 بروز چہار شنباد قولش مقابلے کی غرض سے آگے بڑھا عرب بھی سامان حرب  
 سے آراستہ مقابلے کے منتظر تھے۔ دفعتاً عیسائی فوج ٹھہر گئی اور ایک شخص نے  
 منجانب ادا قولش یوسف کو یہ پیام پہنچایا کہ اب جمعہ آنے والا ہے جس کو تم ایک  
 مقدس روز سمجھتے ہو اور اس کے بعد اتوار کا دن ہے جو ہمارے یہاں خاص عبادت  
 کے لئے مقرر ہے۔ اگر تم کو کوئی عذر ہو تو جنگ کے لئے ہفتہ کا روز جو ان نو  
 کے درمیان واقع ہے مقرر کیا جائے۔ المعتمد نے یوسف کو اس کے کمرے  
 مطلع کیا اور کہا کہ ہکو جمعہ کے روز تیار رہنا چاہیے یہ اوس روز ضرور ہکو بخیر پاکر کھڑکے ہوگا  
 چنانچہ ایسا ہی ہوا شب جمعہ کو دوسوا جو خاص حفاظت کے لئے مقرر کئے گئے تھے  
 المعتمد کے پاس آئے اور خبر دی کہ ادا قولش کی فوج میں ہل چل ہو رہی ہے۔

اس کے بعد ہی چند اور سواروں نے اس کی تائید کی اور چند جاسوسوں نے یہ خبر پہنچائی کہ ادفولنش اپنے افسران فوج کو یہ حکم دے رہا تھا کہ عربوں میں صرف المعتمد ایسا آدمی ہے جو اس ملک سے پوری طرح واقف ہے اور اسی کی راجی پر یہہ اہل افریقہ کا رہنما ہیں۔ سب سے پہلے تم المعتمد ہی پر نہایت جرأت بہت سے حملہ کرنا اگر اس کو ہم نے شکست دیدی تو پھر ان نئے لوگوں کا دبا لینا کوئی بڑی بات نہ ہوگی مجھ کو یقین ہے کہ المعتمد تمہاری جرأت کے سامنے نہیں ہٹ سکتا یہ سن کر المعتمد نے بذریعہ ابن القصیرہ اس واقعہ سے یوسف کو مطلع کیا اور اپنی مدد کے لیے فوج طلب کی یوسف نے جواب دیا کہ میں خود تیری مدد کر لیتے آتا ہوں اور ایک رسالہ فوج کا اپنے ایک افسر کو دیکر حکم دیا کہ جس وقت ادفولنش المعتمد پر حملہ آور ہو فوراً پیچھے سے ان عیسائیوں کے لشکر کو لگا کر ان پر پورش کرے۔ ہنوز یہ احکام جاری ہی ہوئے تھے کہ المعتمد کے خراج گاہ کی جانب سے جدال و قتال کی آواز بلند ہوئی۔ چونکہ عیسائی تعداد میں کہیں زیادہ تھے تھوڑے ہی عرصے میں بہت عرب شہید ہوئے اور جو باقی رہ گئے تھے ان کے دلوں پر ناامیدی چھانے لگی المعتمد نہایت اضطراب اور پریشانی سے یوسف کا منتظر اور محض اپنی فوج کی بہت قائم رکھنے کی غرض سے بلا خوف ہلاکت سب سے آگے

لڑ رہا تھا اس کی ران کے نیچے تین گھوڑے مارے گئے اور تین جگہ زخم شدید  
 اس کو پہنچا ایک زخم تو اس کے سر پر پہنچا تھا تو اس کے سر کو کاٹی ہوئی کنبٹی  
 تک اوڑائی تھی دوسرا زخم تو اس کے سیدھے ہاتھ پر اور تیسرا زخم تیرے کا  
 اس کے زانو پر تھا۔ خون ان زخموں سے مثل فوارے کے بہ رہا تھا اور یہ ایک  
 حالت یاس و ناامیدی میں شہادت کی غرض سے یکہ و تنہا دشمنوں کے مجمع میں  
 گھسا چلا جاتا تھا اور اپنے بیٹے ابوہاشم کو جو بوجہ بیماری اشبیلیہ میں رکھا تھا یاد کر کے  
 یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

أَبَا هَاشِمٍ هَشِمْتَنِي الشِّفَارُ	فَلِلَّهِ صَبْرِي لِذَاكَ الْوَأْسَرُ
ذَكَرْتُ شَخِيصًا حَقَّتَ الْعَجَاجُ	فَلَمْ تَنْتِنِي ذِكْرُهُ الْعَدَارُ

عین حالت ایو سی میں یوسف میدان جنگ میں نمودار ہوا اور قولش نے چند  
 دستے فوج کے لیکر اس کو روکنا چاہا لیکن فی اہل افریقیہ کے حملے کی تاب نہ لاسکے  
 اور پسپا ہوتے ہوئے اپنی فوج پر آپڑے۔ اس جنگ عظیم میں عیسائیوں کو شکست  
 فاش ملی اور قولش خود مجروح و پریشان حال اپنی جان بچائے گیا اور جو مال و اسباب

تجزیہ اسے ابوہاشم شمشیر آبدار نے میری ہدایان توڑیں پس اس جنگ عظیم کی حرارت میں اندھ ہی رہ جا رہا تھا  
 اس معرکہ کے گرد و غبار میں نے بچھو کیا دیکھا اور تیرے ذکر نے بچھو بھاگنے سے روک لیا

کہ عیسائیوں کے ہمراہ تھا تمام وکمال عربوں کے ہاتھ آیا۔

بعد فتح المعتمد نے امیر یوسف کا بہت کچھ شکریہ ادا کیا یوسف نے بھی المعتمد اور اس کی فوج کی جرات و شجاعت کی تعریف کی۔ چار روز تک ع ب اسی میدان جنگ میں خمیہ زن رہے المعتمد نے مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق یوسف کی راجی دریافت کی یوسف نے جواب دیا کہ میں اس ملک میں لوٹ حاصل کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ فی سبیل اللہ تمہاری مدد اور جہاد کی نیت سے آیا تھا جس میں بفضلہ کامیابی حاصل ہوئی یہاں سے یہ دونوں اشیاء لے آئے یوسف تو اول ہی سے اندلس کی حکومت پر فتون تھا مگر اب اس کے رفقاء کے دلوں میں بھی یہاں کے امراء کے تمول اور فراغ البالی نے عیش و آرام کی ہوس پیدا کی یوسف ایک لایق اور دور اندیش آدمی تھا اور عیش و آرام کا نتیجہ یعنی سلطنت اندلس کی تباہی دیکھ چکا تھا اس نے اپنے مصاحبوں کے اصرار اور ترغیب پر جواب دیا کہ اس ظاہری نمایاں چند روزہ پر فرقت نہ ہونا چاہیے۔ تم بکشم خود دیکھ رہے ہو کہ اس ہی تمول اور عیش و نشاط کی بدولت اہل اندلس اوج حکومت و برتری سے پستی ذلت و خواری پر پڑے اپنی زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں تاہم اپنے مجتہد اعمال سے باوجود ادیب و تنبیہ خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے۔



اندلس میں باوجودیکہ عربوں نے بہت ہی سخت شخصی سلطنت قائم کی تھی لیکن یہاں کے ہر بادشاہ اور امیر نے یہ قدیم قاعدہ آخر وقت تک جاری رکھا کہ ہر کس و تا کس بلاتا مل خلیفہ سے ملنے کی درخواست کر سکتا تھا اور خلیفہ کو بھی بلجا تہذیب مروجہ باریابی کی اجازت دینا ضرور ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک روز ایک نہایت غریب عالم نے دروازے پر آکر المعتمد سے ملنے کی خواہش ظاہر کی بعد باریابی اس گمنام شخص نے پہلے نہایت ادب سے تسلیم خم اور پھر عرض کیا کہ ”یا امیر آج میں یوسف کے چند ہمراہیوں کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا ان کے فحوائی کلام سے معلوم ہوا کہ جس مکر و حیلہ سے اس نے اقوام افریقہ کو مستحکم کیا ہے اسی طرح اس ملک پر بھی قابض ہونا چاہتا ہے۔ میں چونکہ ملک و قوم کا بھی خواہ ہوں میرا فرض تھا کہ ان وحشیوں کی نیت سے تجھ کو آگاہ کر دوں اور اگر تو اس اہم معاملے میں میری رائی پوچھے تو میں یہ رائی دوں گا کہ تو یوسف کو کسی ترکیب سے گرفتار کر لے جو اس وقت ہر طرح ممکن ہے اور بعد گرفتاری تا وقتیکہ ان کا پیہ پچ بہار پر سوار نہ ہو جائے اور یوسف چند اپنے خاص رشتہ داروں کو یرغمال میں لے کر اس امر کا حلفی وعدہ نہ کر لے کہ یہ وہ مدت العمر اس ملک کا رخ نہ کرے گا اس کو رہا نہ کرے۔ المعتمد نے اس شخص کی رائی کو پسند کیا لیکن اتفاق سے اس وقت ایک صاف گو

مصاحب یہی اس تخلیہ میں شریک تھا وہ بلا تاؤل کہہ اوٹھا کہ بادشاہوں کو ایسے  
 مذموم حرکات یعنی دغا و فریب ہرگز لائق و سزاوار نہیں۔ اس واقعہ کی اطلاع کی سطح  
 یوسف کو بھی پہنچ گئی۔ دوسرے روز علی الصباح جب المعتمد اپنے دستور  
 کے موافق مخالف لیکر اپنے مہمان سے ملنے آیا تو یوسف کچھ دیر باتیں کر کے  
 اوٹھ کھڑا ہوا اور افریقہ واپس چلا گیا۔





خاندان المرابطین والموحدين وہی ہو دکان کے بعد دیگرے اندلس پر سلاطین ہونا۔ یوسف ابن  
 تاشقین کا دوبارہ اندلس آنا۔ اس کی فتوحات۔ المعتمد اور اودقونش۔ المعتمد کی گرفتاری  
 عبد الجبار بن المعتمد۔ یوسف ابن تاشقین کا انتقال۔ علی کی تخت نشینی۔ اس کی فتوحات  
 اس کا انتقال۔ تاشقین ابن علی کی تخت نشینی۔ عیسائیوں کی ترقی۔ اودقونش ثانی۔  
 عبد المومن کا اندلس میں داخل ہونا۔ یوسف اول کی تخت نشینی۔ طلیطلہ کا محاصرہ۔ یوسف کا  
 انتقال۔ یعقوب المنصور عیسائیوں کی شکست۔ محمد الناصر جنگ العقاب۔ عربوں کی شکست  
 اس جنگ کا نتیجہ یوسف ثانی۔ ابن ہود۔ خلافت بغداد۔ فولند ثالث کا قتل طبرہ برقیہ۔

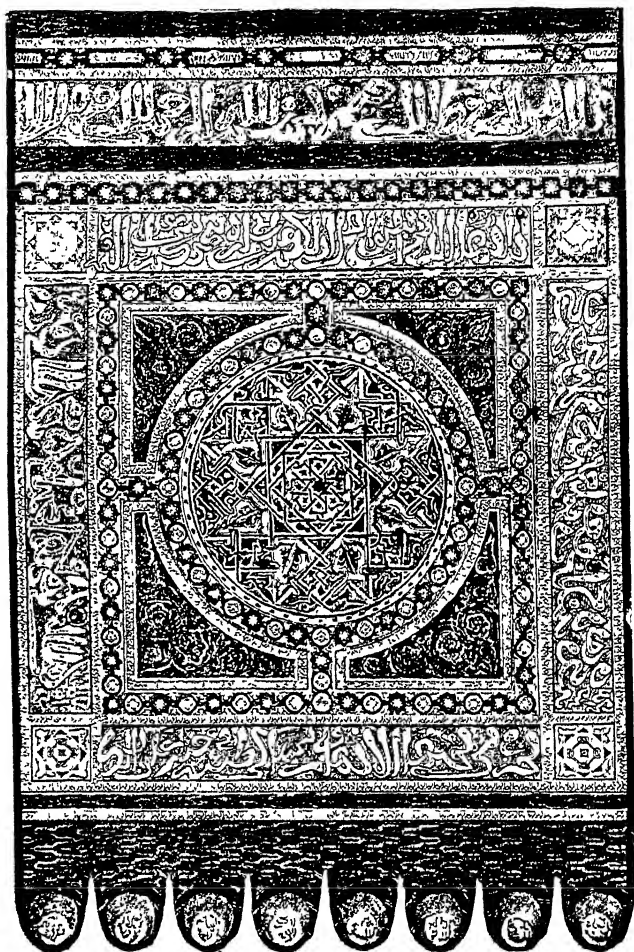
یوسف ابن تاشقین کی روانگی کے بعد ہی عیسائیوں نے پھر شور و فساد کے علم کو  
 بلند اور اودقونش کو بدقت تمام انتقام پر آمادہ کیا اودقونش نے اپنے ماتمی لباس کو

لبہ المقری لکھتا ہے کہ بعد جنگ زلاقم اودقونش اپنی فوج کی تباہی اور رفتا کے ماریچکے سبب سے مثل دیوانوں کے  
 ہو گیا تھا یہی وجہ ہے کہ اب بدقت تمام مکر جنگ پر آمادہ ہوا۔

جسم سے اوتار اور اس کی جگہ زہ فولاوسی پہنی اور فوج کو دوبارہ ترتیب دیکر عبدالعزیز  
 بادشاہ مرسیہ پر حملہ آور ہوا اور قلعہ الیت کو فتح کر لیا اور فوج بقدر ضرورت قلعہ مذکور میں  
 چھوڑ کر خود **سلیطہ** واپس چلا آیا۔ لیکن اس چوٹی سی کامیابی سے عیسائی  
 کچھ ایسے منفرد رہ گئے تھے کہ الیت کی فوج نے محض اپنی قوت پر ایشیلیہ کے  
 سرحدی مقامات کو تباہ و تاراج کرنا شروع کیا المعتقد کو عیش پرستی نے ایسا کم ہمت  
 اور کابل بنادیا تھا کہ ان معدودے چند کا یہی انتظام اس سے نہ ہو سکا اور یہودی  
 سے بالکل ناامید ہو کر بذات خود اشرقیہ آیا اور اپنے سرپرست یوسف ابن تاشقین  
 سے دوبارہ مدد کو خواہاں ہوا۔ اس کے حسب استدعا امیر یوسف ماہ ربیع الاول  
 ۸۸۵ھ مطابق ۱۴۸۱ء میں ہرہ براہ البحر امیر اندلس پہونچا اور فوراً شرکت المعتقد  
 قلعہ الیت کا محاصرہ کر لیا لیکن عربوں کی بدقسمتی کو دیکھو کہ ایسے نازک وقت میں اور  
 قبل از تصفیہ المعتقد اور عبدالعزیز آپس میں لڑ بیٹھے۔ نزاع اس قدر بڑھی کہ المعتقد  
 کی شکایت پر یوسف نے عبدالعزیز کو گرفتار کر کے المعتقد کے حوالہ کر دیا اس کا  
 نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالعزیز کی فوج فوراً اپنے ملک واپس چلی آئی اور ہر طرح کی امداد سے  
 دست بردار ہو گئی۔ چونکہ یہ قلعہ عبدالعزیز ہی کی حدود و حکومت میں واقع تھا یوسف کو  
 ہر قسم کی تکلیف پہونچنے لگی جس سے یہ ایسا برداشتہ خاطر ہوا کہ قلعہ کو اس ہی حالت میں چھوڑ

مع فوج افریقیہ واپس چلا آیا۔

واقعہ مذکور کے دو سال بعد ۱۸۳۷ء مطابق ۱۲۵۷ھ عرین یوسف ابن  
 عاشقین کو شوق حکومت پہراندلس لے آئی حتیٰ کہ یہ اوفونس کے پائی تخت  
 یعنی طلیطہ تک جا پہنچا۔ اس شہر کے لینے کی اس امیر نے سید کوشش کی  
 اور قرب و جوار کے تمام مقامات کو تباہ کر کے رسد کی آمد و رفت بالکل مسدود کر دی  
 مگر باوجود اعلان جہاد و وعدہ انداد عربوں میں سے کوئی تنفس اس کا شریک حال نہوا  
 یہ مجبوری تمام نقصان عظیم اڑھاکر طلیطہ کے سامنے سے ہٹ آیا یوسف کو  
 عربوں کی یہ حرکت ایسی ناگوار گزری کہ اس نے ان کی تہنیک کا عہد کیا چنانچہ اسی قصد  
 سے پہلے عبداللہ ابن بلکین بادشاہ غرناطہ کی طرف جس نے باوجود وعدہ مدد  
 دینے سے پہلو ہتی کی تھی آیا۔ عبداللہ نے بھی مقابلہ کی تیاری کی اور کچھ روز مخا  
 پر آمادہ رہا آخر کار اپنی مان کی حسب ہدایت یوسف کے پاس آکر اپنی خطا کی معافی  
 چاہی یوسف اس وقت مصلحتاً خاموش ہو گیا عبداللہ نے اس کو راضی اور  
 خوشنود پاکر شہر میں نہایت تزک و احتشام سے اس کی دعوت کا بند و بست کیا۔ امیر  
 یوسف نے اثنائے دعوت میں عبداللہ اور اس کے بہائی پیغمبر حاکم الملقہ کو گرفتار  
 اور شہر پر قبضہ کر لیا۔



الموحدين كبرياء

یوسف نے ماہ رمضان المبارک ۸۳ھ میں اپنے نامی فوجی افسر  
سیر ابن ابی بکر کو فوج کا سپہ سالار مقرر کیا اور اس کو حکم جہاد و کیر خود افریقیہ  
چلا آیا۔ اس امیر نے حسب الحکم فوراً اڈولنس پر یورش کی۔ بعض مقامات معر  
تباہی میں آئے اور بعض پر اس نے قبضہ کر لیا یوسف کے اندلس سے  
جائے ہی روسائی عرب نے پہرہ کشی شروع کر دی ان کو یہ کب منظور تھا کہ یہ امیر  
اپنے ارادہ میں کامیاب ہو اور اندلس کو افریقیہ کا ایک صوبہ بنالے پس جب کبھی  
سیر نے ان سے مدد طلب کی سب نے شرکت جہاد سے انکار کر دیا سیر مثیل اپنے  
سلطان کے ایک لائق اور صاحب جرات شخص تھا اس نے بمصلحت وقت امر  
عرب کو بدستور لہو لعب میں مصروف رکھا اور خود مکہ و تنہا عیسائی قومیں کا مقابلہ کرتا یا  
اکثر قومیں نے اس کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لی۔ جب کچھ اطمینان اس کو  
حاصل ہوا تو اب اس نے یوسف ابن تاشفین کو اپنی فتوحات سے مطلع کیا اور  
یہ بھی استدعا کی کہ ”ہم تو جہاد میں بے انتہا پریشانیوں اور ہمارے ہین اور یہاں  
مسلمان بادشاہ اپنے ملکوں سے بے خبر عیش و آرام میں مصروف ہیں ان میں سے  
ایک نے اس وقت تک مجھ کو کسی قسم کی مدد نہیں دی ان کی نسبت بھی کوئی حکم صادر  
ہونا چاہیے۔“ یوسف نے جواب دیا کہ ”تم ان سب کو حکم دو کہ یہ تمہارے ساتھ

اس جہاد میں شریک ہوں اور اگر یہ لوگ تمہارے حکم کی تعمیل نہ کریں تو تم کو بعد میں  
ان کے ملکوں پر قبضہ کر لو۔ لیکن اس کا خیال رہے کہ سب سے پہلے ان ملکوں پر  
ہاتھ ڈالو جو عیسائیوں کی سرحدوں پر واقع ہیں اور جب تک کہ تمام انڈلس پر سلطنت ہو جاوے <sup>المعتمد</sup>  
کو ساتھ جنگ چھیڑیں جس ملک پر تم قبضہ کرو اس پر ایک فوجی فسر بغرض ان نظام ہماری طے مقرر کرتا <sup>وہ</sup>  
اس حکم کے پہنچتے ہی سیرا بن ابی بکر اولاً ابن ہود بادشاہ مرسطہ کی  
طرف متوجہ ہوا اور قلعہ روطہ کا جس میں یہ بادشاہ اوس وقت مقیم تھا محاصرہ کر لیا  
یہ قلعہ ایک نہایت بلند کوہ پر واقع اور راستہ ایسا دشوار گزار تھا کہ قبل اس کے  
کہ دشمن کی فوج اس کی دیواروں تک پہنچے اہل قلعہ اوس کا آب و سانی خاتمہ کر سکتے  
تھے۔ علاوہ برین باجوہ اس قدر بلندی کے بہت وسیع اور تمام ضروری سامان  
اس میں موجود تھا اگر تمام راستے رسد کو مسدود کر دیا جاتے اور اہل قلعہ کی فاقہ کشی کا  
انتظار کیا جاتا تو بھی برسوں میں کامیابی حاصل ہوتی۔ امیر سیر کو جب یہ تمام واقعات  
معلوم ہوئے تو اس نے حکمت عملی سے کام نہ لے کر اپنا چاہا قلعہ کے محاصرے سے  
دست برداری اختیار کی اور مشہور کیا کہ فی الحال جنگ کا ارادہ نہیں ہے۔ قلعہ سے  
کچھ فاصلے پر اس نے اپنی فوج کے چند سپاہیوں کو عیسائی لباس پہنایا اور ان کو  
بجانب قلعہ پہنچ کر خود مع فوج قریب کی جھاڑی میں پوشیدہ ہو گیا ابن ہود دھوکا کھا کر



چند مصاحبین کے ساتھ قلعہ کے باہر نکل آیا اور اون سپاہیوں کو عیسائی سمجھکر درخواست کی کہ وہ کسی قومس کو اوس کی مدد پر آمادہ کریں۔ ہنوز یہ مشورہ ختم نہ ہوا تھا کہ دفعتاً سیر نے ان سب کو گھیر کر ابن ہرود کو مع ہمراہیوں کے گرفتار کر لیا بادشاہ کی گرفتاری کے بعد اہل قلعہ نے بھی اس کی مزاحمت نہیں کی۔ یہ مشکل مہم یون باسانی سر ہو گئی بعد ازاں قبل اس کے کہ امرائی عرب کو باہمی اتفاق و مشورہ کا موقع ملے سیر نے فوراً ہی آخر ماہ شوال ۸۴ھ کے مطابق ۱۵۱ھ میں عبد الرحمن ابن طاہر بادشاہ مرسہ کو بھی شکست دیکر شہر پر قبضہ کر لیا اور عبد الرحمن کو گرفتار و بستہ افریقیہ بھیج دیا یہاں سے امیر سیر نے ایک افسر ابو ذکریا نامی کو امیر یہ روانہ کیا اور خود یلغار کرتا ہوا اطلیوس آیا اس شہر کو اس نے چند ہی روز میں فتح کر لیا اور یہاں کے بادشاہ المتوکل عمر ابن محمد کو مع اوس کے دونوں بیٹوں انطاکیہ اور العباس کے قتل کر ڈالا۔ ادھر ذکر کیا نے شہر امیر یہ پر قبضہ کر لیا۔ یہاں کچھ بادشاہ المعتمد جو ایک قلعہ میں پناہ گزین ہوا تھا اس خبر و حشت اٹھ کے سنتے ہی فوت ہو گیا اور اوس کے بیٹے حسام الدولہ نے اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لی۔ سیر نے جب اندلس کے ان چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کو گرفتار کر کے افریقیہ بھیج دیا اور اون کے ملکوں کو اپنے قبضہ میں لے آیا تو اب اس نے

یوسف کو لکھا کہ اب سوائے المعتمد کے کوئی بادشاہ خود مختار باقی نہیں رہا۔  
 یوسف نے جواب دیا کہ پہلے تم المعتمد کو ہمارا یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ فوراً مع انجیل  
 و اطفال اور رشتہ داروں کے ہمارے پاس افریقہ چلا آئے۔ اگر وہ اس  
 حکم کی تعمیل نہ کرے یا صاف انکار کر دے تو اس کو جس طرح ممکن ہو گرفتار کر کے  
 یہاں بھیج دو۔ امیر سیر نے اس فرمان کے پہنچتے ہی المعتمد کو حکم مذکور سے  
 مطلع کیا المعتمد نے کچھ جواب نہ دیا اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگا سیر نے فوراً  
 ابو عبد اللہ ابن الحجاج کو مع فوج قرطبہ جہان المعتمد کا بیٹا الفتح حکمران تھا  
 روانہ کیا اور خود بقیہ فوج المرابطین کے ساتھ اشبیلیہ روانہ ہوا اور قرمونہ کو  
 بتاریخ ۲۷ ربیع الاول ۵۸۵ فتح کر لیا۔ اسی اثنا میں ابن حجاج پیچھے اور قلعہ  
 البلات کو تسخیر کرتا ہوا قرطبہ آیا اور اس نے بتاریخ ۳ صفر روز پھر اشدھ قلعہ کو  
 فتح کیا اور المامون کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ امیر سیر کے دوسرے افسر  
 جبرور الحشمی نے صوبہ ملاقہ کے قلعہ رونڈہ کو فتح اور المعتمد کے دوسرے  
 بیٹے یزید الراضی کو گرفتار اور قتل کیا۔

المعتمد نے جب اپنے تین دشمنوں کے جال میں پھنسا ہوا دیکھا حالت  
 پریشانی میں اپنے دشمن سابق ادقونش سے مدد کی درخواست کی ادقونش نے

کچھ فوج بغرض امداد روانہ کی امیر سیر نے عیسائیوں کے آنے کی خبر پا کر ابو اسحق المظونی کو مع دس ہزار سواروں کے اون کے مقابلہ کے واسطے بھیجا اس افسر نے عیسائیوں کو شکست دیکر منتشر کر دیا۔ جب المعتمد نے اپنی نجات کی کوئی صورت نہ دیکھی تو میدان جنگ میں مرناسپند کیا اور یہ تاریخ ۲۱ رجب ۳۸۷ھ اپنی قلیل فوج کے ساتھ دشمنوں پر حملہ آور ہوا عین وقت کا زاریں اس کو اپنی بیٹے محمد ولد کے قتل اور فوج کی سب طرف سے پسپا ہونے کی خبر پہنچی یہ خبر سن کر ایسا متاثر ہوا کہ پھر اس سے نہ ٹھہرا گیا ہجوم رنج و الم سے پریشان اپنی قیامگاہ پر چلا آیا اور رات کے وقت اپنے بڑے بیٹے الرشید کو سیر ابن ابی بکر کے پاس بھیجا لیکن سیر نے ملاقات سے انکار کر دیا الرشید نے اپنے باپ سے لگایا کہ ان لوگوں سے کوئی امید نہیں رکھنی چاہئے یا ملک سے دست بردار ہو جاؤ یا جان کی میدان جنگ میں ملک بے وقوف ہو

جب توقع ہی اوٹھ گئی غالب	کیون کسی کا گلہ کرے کوئی
--------------------------	--------------------------

یہ سن کر المعتمد کی آنکھوں سے اشک حسرت جاری ہوئے اس میں لڑنے کی قوت کہاں تھی اپنے بچوں اور رشتہ داروں کو رخصت کیا اور خود اپنی قسمت کی تحریک منتظر رہا اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد امیر سیر محل میں داخل ہوا اور المعتمد کو مع اس کے بیٹے ابو الحسن عبدالرشید اور اس کی بی بی اعتماد کے افریقہ بھیج دیا۔

۸۸۸ مطابق ۹۵۰ھ میں مالقہ کا ایک مشہور شخص خلف نامی کسی  
 علت میں قید کر دیا گیا تھا چند روز بعد یہ شخص مع اپنے ساتھیوں کے جیل خانہ سے  
 بھاگ نکلا۔ یہ لوگ یہاں سے سیدہ قلعہ ٹنٹ میوڑ آئے اور یہاں کے حاکم  
 کو غافل پا کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں المعتمد کا ایک دوسرا لڑکا  
 عبد الجبار نامی یہاں مقیم تھا خلف کے ورغلانے سے یہ بھی باغیوں میں شریک  
 اور ان کی افسر ہی منظور کر لی۔ اس نے اپنی ماں کو فوراً اس قلعہ میں بلا لیا اور  
 الجبار اور ار قوش جاسوس بھیج کر یہاں کے لوگوں کو اپنا شریک حال کر لیا۔  
 جس وقت اس بغاوت کی اطلاع امیر یوسف ابن تاشقین کو پہونچی اس نے  
 بیٹے کے گناہوں کا بار بے گناہ باپ کے سر پر ڈالا اور حکم دیا کہ المعتمد فولادی  
 زنجیروں سے باندھ دیا جائے المعتمد سے اخیر عمر میں یہ تکلیف برداشت نہ کی گئی  
 اور اسی حالت رنج و غم میں اس کے منہ سے یہ اشعار در ذاک بے ساختہ جاری ہوئے

قیدی اما تعلمنی مسلماً	ابیت ان تشفق او ترجماً
یصبرونی فیک ابوہا شتم	قیثنی القلب وقد هشم

ترجمہ۔ اے میری زنجیر کیا تو مجھے نہیں جانتی کہ میں مسلمان ہوں میں اسی حال میں شب بسر کروں گا تاکہ شفقت اور رحم

کرے ابو ہاشم تیرے ساتھ ہم کو دیکھو گا تو سخت دل بھی نرم ہو جائے گا۔

جب سیر ابن ابی بکر کو یہ واقعہ معلوم ہوا اس نے اس قلعہ کا محاصرہ اور بعد چند  
 لڑائیوں کے جن میں عبد الجبار قتل ہوا قلعہ کو فتح کر لیا اور تمام اہل بغاوت کو قتل کر ڈالا  
 المعتمد نے اوسی حالت قید میں ماہ ربیع الاول ۳۸۵ھ میں انتقال کیا  
 اور اپنی بی بی اعتماد کے پہلو میں دفن ہوا المعتمد باوجود آرام طلب اور عیش پرست  
 ہونے کے نہایت لائق اور علم و دست بادشاہ تھا اس کی لیاقت اور نازک خیالی کا  
 اندازہ اون اشعار سے ہو سکتا ہے جو ہم نے اس کے حالات کے سلسلہ میں  
 جا بجا درج کیے ہیں ایک مصنف اور شاعر ابن اللبانہ نامی نے جو المعتمد کا وزیر  
 بھی رہ چکا تھا خاص طور پر اس کے اور اس کے باپ دادا کے کلام کو اپنی  
 بے نظیر کتاب "سقیط الدرر و لقیط الزہر فی شعر بنی عباس" میں جمع کیا ہے قابل دید ہے۔  
 امیر یوسف ابن تاشقین نے ماہ محرم ۵۸۵ھ میں مطابق ۳۸۵ھ میں  
 بمقام مراکش انتقال کیا۔ مرنیک کے کچھ دیر قبل اپنے بیٹا ابوالحسن علی کو طلب  
 کر کے جہان نصیحتیں کیں یہ بھی تاکید کی تھی کہ ایشیاء کو اپنا دار السلطنت قرار دینا  
 علی بمقام سوطا ۳۸۵ھ میں پیدا ہوا تھا اور بوقت تخت نشینی اس کی عمر ۳۳ سال  
 کی تھی۔ یہ مثل اپنے نامور باپ کے نہایت محنت و بیدار مغزی سے اپنے  
 ملک کا انتظام کرتا رہا اور جہاد کے سلسلہ کو اخیر وقت تک قائم رکھا اس نے ۳۸۵ھ

مطابق ۱۱۵۹ء عین دوبارہ اندلس جا کر طلیطلہ کا محاصرہ کیا اور گوئیہ اس شہر کو فتح نہ کر سکا لیکن اور مشہور قلعہ و شہر مثل وادی الحجارہ وغیرہ پر قابض و متصرف رہا یہ وہ زمانہ تھا کہ جس میں اس کا بہادر فوجی افسر امیر سیر ابن ابی بکر بجانب پرتگال اور پلشونہ کی تسخیر میں مصروف تھا۔

ادھر تو علی اور سیر دونوں کافرون کے استیصال میں مشغول تھے اور ادھر بجانب شمال اوقولش اول بن رومیرو بادشاہ پرتگال نے فساد برپا اور مسلمانوں کو اپنی یورشون سے سخت حیران و پریشان کر رکھا تھا۔ اس نے ۱۱۳۳ء میں استیعین ابن ہود کو طوطلہ کے قریب شکست دیکر تمام ملک ارغون کو فتح کرنے کا مصمم ارادہ کیا لیکن تمیم ابن یوسف نے جس کو علی نے والی اندلس مقرر کیا تھا اپنی ہوشیاری اور بہادری سے اوقولش کو اوس کے قصد کے پورا کرنے سے روک دیا بالآخر اوقولش نے ۱۱۵۲ء مطابق ۱۱۵۹ء عین موقع پاکر ملک فرانس کے عیسائیوں کو اپنی مدد پر آمادہ کیا اور ایک فوج کثیر کے ساتھ شہر قرطبط کو گھیر لیا۔ اہل شہر نے نہایت جرات و بہمت سے عیسائیوں کا مقابلہ کیا اور محاصرے کو اس قدر

لے اس جنگ میں عیسائی فوج کے ساتھ آلات قلعہ شکن میں چند لکڑی کے برج نہایت بلند یون پر تھے ان میں سپاہی ٹپکے آسانی دیواروں کے قریب جا سکتے تھے۔ المقری۔

طوالت ہوئی کہ شہر میں لوگ فاقون سے مرنے لگے۔ شہر والوں نے جب کوئی امید اپنی نجات کی نہ دیکھی تو آخر الامر شہر کے دروازے کھول دیے۔ اس واقعہ کے چند ہی روز بعد بارہ ہزار سوار علی ابن یوسف کے پیچھے یہاں پہنچے لیکن شہر پر عیسائیوں کو قابض اور ان کی کثرت افواج کو دیکھ کر واپس چلے گئے علاوہ اس مشہور شہر کے ادقونش ابن رومی نے قلعہ ایوب اور طرسونہ وغیرہ اسی صوبہ کے مقامات کو فتح کیا در وقت کے قریب ادقونش نے امیر ابراہیم ابن یوسف ابن تاشقین کو شکست عظیم دی جس میں ہزار عرب شہید ہوئے جس وقت یہ غناک خبریں علی کو پہنچیں تو یامرطین کی حقیقت کے ساتھ ساتھ ۱۳۵۷ء مطابق ۱۱۷۱ء میں ایشیالیہ اور قرطبہ ہوا سمرقسطہ کی طرف آیا۔ صرف اس کی آمد ہی کی خبر پا کر دشمنوں کے دلوں میں ایسا خوف و عجب عظیم پیدا ہوا کہ یہ سب قلعوں میں پوشیدہ ہو گئے علی ان مصائب کو کہ جو عیسائیوں کے قبضہ میں آ گئے تھے فتح کرتا ہوا اپنے بہائی متمیم سے آٹلا اور اس کو اندلس کا حاکم مقرر کر کے خود ۱۳۵۸ء مطابق ۱۱۷۲ء میں افریقیہ واپس چلا گیا۔ اگرچہ ادقونش بادشاہ طلیطلہ ۱۳۵۹ء میں مرچکا تھا مگر ادقونش ابن رومی ہنوز موجود تھا علی کو افریقیہ جاتی ہی اس نے پہر بغاوت شروع کر دی اور اپنی فتوحات سابقہ کو نشہ منجھ

سیدان کی نگر غرناطہ تک گھس آیا۔ اس یورش کی خاص وجہ یہ تھی کہ غرناطہ کے  
عیسائیوں نے خفیہ طور پر ابن رومیرو کو یہ لکھا تھا کہ اگر تو ادھر آیا تو ہم سب تیری  
مدد کے واسطے موجود ہیں۔ ادقونش ابن رومیرو شہنشاہ سے میں بجانب  
غرناطہ روانہ ہوا اور اپنے ارادے کو پوشیدہ رکھنے کے خیال سے شہر بلنسیہ کا محاصرہ  
کر لیا۔ یہاں منجانب علی ابو محمد ابن پیدرسن حکمران تھا چونکہ اسی طرف محض  
دھوکا دینے کی غرض سے آیا تھا۔ چند روز کے محاصرے کے بعد خبر یہ شکر اور پہر  
دینیہ اور شاطبہ اور سیرقاہہ المنصورہ ہوتا ہوا وادی یا جملہ کے قریب چند روز مقام  
کیا بعدہ شہر القصیر قبضہ کر کے غیاثہ اور وادی آلس پر دو مہینے متواتر حملے  
کئے لیکن بے نیل مقصود رہا آخر کار دجمین غرناطہ کے قریب آکر خیمہ زن ہوا۔  
بتاریخ ۱۰ ارذی الحجہ ۳۷۷ عین عید کے روز اہل غرناطہ کو عیسائیوں کی اس شورش  
کی خبر پہنچی۔ اگر ادقونش اسی وقت حالت بے خبری میں شہر چمکے گا تو یہ مشہور  
اور مستحکم شہر آبسانی اس کے ہاتھ آجاتا باوجودیکہ یہ روز عید مبدل بہ شام غم ہو گیا اور  
ہر طرف سے مایوسی و اضطراب نے گہیرا لیا تھا تاہم حاکم شہر نے نہایت استقلال و بہت  
سے فوراً فوج کو فراہم کیا اور ہر طرح جنگ کی واسطے تیار ہو گیا ادقونش ابن رومیرو نے

لے وادی آلس کو انگریزی میں گواڈالس کہتے ہیں اور جزیرہ ٹنکو کو ایسیر کہتے ہیں یہ سب مقامات غرناطہ کے قریب واقع ہیں۔



بہ مقام دجمہ دس روز بیکار صرف کیے اور پہر باغی عیسائیوں کو اپنا دلیل راہ قرار دیکر  
 غرناطہ کی طرف روانہ ہوا یہ سرسینہ اور پیش ہوتا ہوا منزل بمنزل چلا آتا تھا کہ لوسینیہ  
 کے قریب اس کو اطلاع پہنچی کہ متیم ابوطاہر مع فوج اس کے مقابلہ کی غرض  
 سے آ رہا ہے۔ سن کر ادقونش فوراً لمبی کی طرف چلا مگر اس مقام کے قریب ہی  
 عربوں نے اسے آلیا اور ایک جنگ عظیم برپا ہوئی۔ قریب ہتھاکہ عیسائی پسپا ہو کر  
 بہاگ اوٹھیں ایسے نازک وقت میں سپہ سالار عرب نے فوج کے خمیوں کو  
 نشیب سے بلند کر کے قائم کرنے کا حکم دیا فوج اس وقت نہایت دلیری کے ساتھ  
 دشمن کا مقابلہ کر رہی تھی ان خمیوں کو اکھڑا دیکر ہکیر سمجھی کہ سپہ سالار میدان سے ہٹنے  
 والا ہے۔ اس غلط فہمی نے عربوں کی فتح کو مبدل بے شکست کر دیا عرب شکست  
 کہا کر میدان جنگ سے ہٹ آئے اور عیسائی اون کے خمیہ اور رخ گاہ پر قابض  
 ہو گئے۔ اس کامیابی نے ادقونش اور اس کی فوج کے اس قدر دل بڑھائے  
 کہ یہ شلو بانیہ اور بلعیش دریا کے کنارے کنارے پہر غرناطہ کی طرف متوجہ ہوئے  
 اور شہر سے تین فرسنگ جنوب کی جانب بہ مقام و لکر ادقونش نے فوج کو آرام

لے انگریزی میں سلو بریا کہتے ہیں۔ تھ انگریزی میں ولزنا کہتے ہیں۔ تھ ابن الخبیب اس ہی مقام  
 کا نام ذکر لکھا ہے مگر دیگر کتب کے دیکھنے سے واضح معلوم ہوتا ہے اس ہی قسم کے اکثر مقامات اس زمانہ نقشہ میں نہیں باوجود

دینے کی غرض سے دو روز قیام کیا اور پھر سجدان آیا یہاں دونوں لشکروں کے  
 ہر اولوں میں مختصر سی جنگ ہو گئی مگر یہاں اس نے ٹرنا پسند نہیں کیا اور الفوج  
 ہوتا ہوا عین اطسہ کے قریب فوج کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور قونش ابن رومیہ  
 کی اس نقل و حرکت سے عربوں کو بہت فائدہ پہونچا اور انہوں نے اس عرصہ  
 میں کافی فوج فراہم کر لی۔ عربوں نے جب دیکھا کہ یہ کسی مقام پر جم کر لڑتا ہی نہیں  
 اور برابر جنگ سے گریز کر رہا ہے تو انہوں نے عیسائیوں کو چاروں طرف سے  
 گھیر لینے کی کوشش کی مگر ابن رومیہ اس پینڈے سے نکل بہاگا اور جبل  
 البراجبلہ اور اللغون کے راستہ سے وادی آش واپس آ گیا عرب اس کی  
 فوج کو گھیرے ہی ہوئے تھے اثنائی راہ میں انہوں نے اس کی بہت کچھ  
 سپاہ اور بعض نامی عیسائی افسروں کو قتل کر ڈالا۔ اس دور و دراز سفر کے علاوہ  
 شب و روز کی دوادوش سے عیسائی فوج بالکل بیکار ہو گئی تھی اور قونش کو مجبوراً  
 اپنے قصد سے دست بردار ہونا پڑا اور بدقت تمام ادھی زیادہ فوج کو ہر نام نہان ٹپک میں داخل ہوا  
 ہم پہلے ہی تحریر کر آئے ہیں کہ اس یورش کے اصل بانی غرناطہ کی عیسائی

۱۔ بعض عرب مورخین نے اس مقام کو المرج کہا ہے۔ ۲۔ المقری نے اس پہاڑ کا نام جبل البراجلات لکھا ہے لگبزی میں اس کو سیرود  
 کا نام سے موسوم کرتے ہیں چین و دیگر عرب زمین اس کا نام جبل البراجل تحریر کیا ہے اور بعض نے غلطی سے کوہ الیکسٹر اس کا ہی نام لکھا ہے  
 ۳۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ عرب الپکسٹر اس کو البشرات کہتے ہیں۔

ہوئے تھے اور گویا سانی اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہوئے مگر باغیوں نے  
 دشمن کو ہر قسم کی مدد دیکر مسلمانوں کو نقصان عظیم پہنچایا تھا قرطبہ اور اشبیلیہ یکے تمام  
 ملک اندلس کی عرب رعایا کی درخواست پر قاضی ابولولید ابن رشد نے  
 افریقیہ جاکر سلطان علی کو ان واقعات سے مطلع کیا اور کہا کہ علاوہ بیرونی دشمنوں کے  
 ہمارے گہرین اس قدر دشمن موجود ہیں کہ ایک لمحہ کے لیے ہلکا آرام سے بیٹھنے نہیں  
 دیتے۔ رعایا ہی اندلس کی درخواست ہے کہ غرناطہ کے قریب جتنے عیسائی  
 بسے ہوئے ہیں وہ سب خارج البلد کر دئے جائیں اور ان کو افریقیہ میں کوئی  
 مقام رہنے کے لیے دیا جائے علی نے اس درخواست کو منظور کیا اور ہزار ہا عیسائی  
 جبراً افریقیہ میں لاکر بسائے گئے علی پہر ایک بار شاہ رین اندلس آیا تھا لیکن  
 اس کے بعد محمد المہدی کی بغاوت نے اس کو افریقیہ میں ایسا مصروف رکھا کہ پہر  
 یہہ یہاں نہ آسکا۔ ۲۲ھ مطابق ۱۲۶۱ء میں ابوطاہر ترمیم کے انتقال کے بعد اس نے  
 اپنے بیٹے تاشقین کے سپرد اندلس کی حکومت کر دی علی نے بمقام مرکش  
 چہتیس ہجرت میں تاشقین کی حکومت کے بعد ماہ ربیع ۵۳۳ھ مطابق ۱۲۴۳ء میں انتقال کیا۔

۱۲۶۱ء تک تاشقین فلاحی گزرا ہے جس کو اہل یورپ آویروں کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ۲۲ھ المقری فی الملک تاشقین  
 کی تقریباً ۳۳ سالہ حکومت کے واقعات کو دو مسطوروں میں رقم کر دیا ہے مگر قرطاس میں اس عہد کے واقعات نہایت غرض و بسط  
 کے ساتھ درج ہیں اس کتاب کا یادری مورخ علی سے زبان پر نکال میں ترجمہ کیا تھا۔ یادری موصوف اس کتاب کے  
 مصنف کا نام علی بن غرناطی تھا جسے جو باطل غلط ہے اس میں خلل دن دو دیگر عربی مورخین سے یہ کوئی ثابت ہے قرطاس کا مصنف ابن ابرع  
 ہے جو فاس کا رہنے والا تھا قرطاس میں اکثر خدشات و غیرت کے نام غلط پائے گئے اس ہی وجہ سے المقری کو مختصر واقعات پر اکتفا کیا گیا۔

علی ابن یوسف ابن تاشقین کے بعد اوس کا بیٹا تاشقین  
 ابو محمد تخت نشین ہوا۔ اس کے باپ ہی کے زمانہ میں خاندان الموحدین  
 کا عروج شروع ہو گیا تھا اس فرقہ کے افسر ابو عبد اللہ محمد علی نے اس قدر  
 متواتر یورشوں سے پریشان کیا کہ یہ پہر اندلس نہ جاسکا اور اس کی باقی ماندہ عمر  
 اسی فساد کے فرو کرنے میں صرف ہوئی ابو عبد اللہ محمد کا انتقال ۵۲۴ھ  
 مطابق ۳۰۰ھ عین ہو چکا تھا اور خیال یہ تھا کہ اس کے ساتھ بغاوت کا بھی  
 خاتمہ ہو جائیگا لیکن اس کے جانشین عبد المومن نے سلسلہ جنگ کا اسی طرح  
 جاری رکھا تاشقین نے اوائل میں ان باغیوں کو کئی بار شکست دی مگر ۵۳۵ھ  
 مطابق ۳۱۱ھ عین تلمسان کے قریب سخت معرکہ آرائی کے بعد تاشقین  
 ہزیمت پا کر وہران چلا آیا اور یہاں متحصن ہو گیا جب کوئی صورت نجات کی نظر  
 نہیں آئی تو یہ اپنے چند خاص جان نثاروں کے ساتھ بتاریخ ۲۷ رمضان ۵۳۹ھ  
 رات کے وقت گھوڑے پر سوار ہو کر دریا کی طرف اس غرض سے روانہ ہوا کہ اگر  
 موقع ملا تو اندلس چلا جائے لیکن اس کی عمر کا یہ زمانہ لبریز ہو چکا تھا مع گھوڑے کے  
 ایک عمیق خندق میں گر پڑا صبح کو اس کی نعش وہاں پڑی ہوئی ملی۔ اس واقعہ کے بعد

لہ یوسف ابن تاشقین خاندان المرابطین سے تھا۔

تاشفین کا بیٹا ابواسحق ابراہیم تخت پر بیٹھا اور عبدالمومن شہزادہ مین  
لمسان اور شہزادہ مین فاش کو فتح کرتا ہوا مرگش کی طرف آیا اور اس شہر کا  
محاصرہ کر لیا۔ ماہ شوال ۳۳۵ھ بمطابق ۱۳۴۷ء مین عبدالمومن کو فتح حاصل  
ہوئی اور ابراہیم گرفتار اور قتل ہوا۔

جس زمانہ مین مغرب الاقصیٰ مین المرابطین اور الموحدین مین جنگی  
برپا تھی اندلس مین عیسائی مسلمانوں کی تباہی اور بربادی مین ہمہ تن مصروف  
اور قسطنطنیہ کی جواب صرف نام ہی کا دار السلطنت رہ گیا تھا دیواروں تک آپہنچے  
تھے اوقونس ابن رد میر نے ارغون کے ایک مشہور شہر فراجتہ کو گھیر لیا تھا  
۳۲۵ھ بمطابق ۱۳۳۷ء مین ابن غایہ فوج المرابطین کو لیکر اس شہر کی مدد کے  
لیے دوڑا اور عیسائیوں کو شکست اور ادن کے بادشاہ اوقونس کو قتل کر کے  
مسلمانوں کو قید سے رہا کیا۔

ناظرین کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یوسف ابن تاشفین کے زمانہ حکومت مین  
المرابطین کی حکومت اس ملک مین پورے طور پر قائم ہو چکی تھی اور سییر ابن ابی بکر  
نے تمام ریاستہائے اندلس کو بحال محنت و جانفشانی اپنے بادشاہ کا مطیع و  
فرمان بردار بنا دیا تھا لیکن ابراہیم کے قتل کے بعد المرابطین کی حکومت

میں انخطاط پیدا ہونے لگا اور الموحدین کی قوت میں روز بروز ترقی ہوتی گئی  
 افریقہ کے ان واقعات سے اندلس کا متاثر ہونا لازمی تھا اس انخطاط کے ساتھ  
 طوائف الملوکی کے آثار اس ملک میں پہر ظاہر ہونے لگے۔ عیسائی جہاد شروع ہوا  
 پر آمادہ تھے۔ اب عرب رؤسا بھی المرابطین کے خلاف سازشیں کرنے لگے  
 تاشیفین نے یحییٰ ابن علی ابن غانیہ کو والی اندلس مقرر کیا اور اس امیر نے  
 بدقت تمام عربوں کو عیسائیوں کے متواتر حملوں سے محفوظ رکھا تھا مگر اس بغاوت عام  
 کا اس سے بھی کچھ انصرام نہ ہو سکا تاشیفین اور ابراہیم کے قتل کی خبر پر کبھی  
 کہ حکومت بنی امیہ کے چھوٹے بڑے حاکم اور جاگیردار اپنے اپنے صوبوں اور  
 جاگیروں میں خود مختار بن بیٹھے تھے اسی طرح اب بھی ہر شخص خود مختاری کا دعویٰ  
 کرنے لگا قرطبہ میں ابن احمدین اور غرناطہ میں میمون الموطونی اور بلنسیہ  
 ابن مرونی شل الجزامی وغیرہ نے بغاوت کا جہنڈا بلند کیا۔ چونکہ یہ لوگ مختلف  
 مین سے تھے اور ہر شخص اس ملک میں اپنی سلطنت قائم کرنا چاہتا تھا لہذا المرابطین  
 کے علاوہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے جس کا نتیجہ  
 یہ ہوا کہ المرابطین کے بعد الموحدین اس ملک پر باسانی مسلط ہو گئے۔

لے اس دوسری طوائف الملوکی کو بطعرب موحیدین الغنۃ الثانیۃ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

ماہ ذی الحجہ ۵۳۹ھ مطابق ۱۵۲۵ء عین عبد المومن سردار الموحدين  
 نے اپنے ایک افسر ابو عمران موسیٰ ابن سعید کو اس ملک کی تسخیر کی  
 غرض سے بھیجا اس امیر نے جزیرہ طریف اور قرب وجوار کے مقامات پر قبضہ  
 کیا۔ دوسرے سال مالقہ اور اثبیلیہ فتح ہو گئے اس کے تین سال بعد  
 قرطبہ کے قلعہ پر الموحدين کا علم نصب کیا گیا ۵۳۶ھ مطابق ۱۵۲۵ء عین  
 عبد المومن نے بذات خود مراکش سے اندلس کا قصد کیا یہ قصر عبد الکرم  
 میں اپنی فوج کا معائنہ کر رہا تھا کہ اس کو مشرقی افریقہ سے ایسی وحشت ناک خبریں  
 پہنچیں کہ اس نے اپنے ارادہ کو مجبوراً ملتوی کیا اور اپنے بیٹے ابو سعید کو  
 المیر یہ جہان عیسائی برسر فساد تھے بھیجا المیر یہ ایک نہایت خوش وضع اور  
 وسیع شہر تھا جو بحر متوسط کے کنارے پر واقع اور اس زمانے میں یہ اندلس کا  
 مشہور تجارتی نگاہ تھا افریقہ اور مصر اور شام سے تجارتی مال لاکر یہاں بیچا کرتے تھے  
 بنی امیہ کے زمانہ حکومت میں یہاں پر بحری بیڑہ جات کے بحاطے سے ایک قلعہ

۱۔ ابن خلدون ملاحظہ ہے کہ اس زمانہ میں ابن غانیہ منجانب المرابطین قرطبہ پر چکران تھا ابن غانیہ نے لمبا وقت شہر جہان عیسائی  
 اور قرمہ کو عبد المومن کے امیر کے حوالہ کر دیا تھا اور بعد ازاں الموحدين کا طر فہ ابن کریمون اللطونی حاکم غناطہ کو بھی الموحدين کی اعانت پر  
 آمادہ کرنا چاہا مگر اس امیر نے صاف انکار کر دیا اور بغاوت کو بدستور جاری رکھا ابن غانیہ نے ۵۳۳ھ مطابق ۱۵۲۱ء عین انقلاب کیا۔

تمام بحری آلات حرب سے راستہ کیا گیا تھا اور یہیں سے جنگی جہاز تیار ہو کر  
عیسائیوں کے مقابلے کے لئے جایا کرتے تھے علاوہ برین یہاں کی مٹی  
کے برتن اور گلاس اور ریشمی کپڑے ہر وضع اور رنگ کے اور دیگر کارخانہ جات  
دور دور مشہور تھے۔ چونکہ اس کے مصنافات نہایت سرسبز و شاداب اور آب ہوا  
بہ نسبت دوسرے مقامات کے معتدل اور خوشگوار تھی عرب یہاں کی سکونت  
بہت پسند کرتے تھے ۳۵۲ھ مطابق ۶۴۱ء عین السلطان یعنی ادقو نش پانی  
بادشاہ طلیطلہ المیر یہ کی طرف متوجہ ہوا اور بادا اہل جنوہ خشکی اور تری دونوں طرف  
المیر یہ کو گھیر لیا۔ روسائی عرب میں بلحاظ قوت و شرف ابن مرویش بادشاہ بنسیم  
صرف اس قابل تھا کہ وہ اس بے نظیر مقام کو عیسائیوں سے بچائے لیکن ادقو نش  
نے اس کو پہلے ہی ہموار کر لیا تھا اس کے پیاس خاطر ابن مرویش بیٹھا ہوا  
تماشا دیکھتا رہتا تا اینکه بتاريخ ۲۰ جمادی الاول ۳۵۲ھ مطابق ۶۴۱ء عرب و رجمہ  
عیسائی اس شہر پر قابض ہو گئے۔

مثل دیگر اقوام مشرق کے عربوں میں ہی قوت و اہمہ بدرجہ غایت موجود تھی  
قصہ اور کہانی وہ کیسی ہی خلاف عقل کیوں نہ ہو فوراً باور کر لیتے تھے یا مخصوص جب کہی  
کوئی سخت آفت ناکہانی سر رآتی تھی اور اس کا دفعیہ ان سے ممکن نہ ہوتا تھا تو یہاں اپنی



قوتِ لہم کے ذریعہ اسی بائین پیدا کر لیتے تھے جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا کارکن  
 قضائے قدر کو ان کا منزل منظور ہے صبر و شکر کے ساتھ ہر قسم کے عدم برداشت  
 کر لیتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ایسی بائین بے حد اطمینان بخش ہوتی ہیں  
 لیکن آئندہ ترقی اور کامیابی کے تمام دروازوں کو مسدود بھی کر دیتی ہیں لوگ اسکو  
 ایک امر شافی تصور کر کے اس کے رفع کرنے کی بالکل کوشش نہیں کرتے  
 چنانچہ نہایت وثوق کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ جنگ المیرہ کے دو سال قبل  
 یہاں تک کہ سنہ کا بھی تعین کر دیا گیا ہے یعنی سنہ ۱۰۷۰ء میں ایک شخص ساکن المیرہ  
 ابو مروان ابن ورنے یہ وحشت ناک خواب دیکھا کہ ایک طویل القامت معمر  
 آدمی نے پیچھے سے آکر اس کے دونوں شانوں کو مضبوط پکڑا اور اس زور سے  
 اس کو ہلایا جیسے پتی چوہے کو خنجر پڑتی ہے قریب تھا کہ مارے خوف کے اس کا دم  
 نکل جائے اور پھر اس کو ان اشعار کے پڑھنے کا حکم دیا۔

فَلِلّٰهِ فِيْ ذٰلِكَ خَلْقٌ اَمْرٌ قَدْ اَنْبَهٰهُمْ  
 فَقَدْ اَحَدٌ تَوَجَّرَ عَلٰى حَاكِمِ الْاَوَّلِ

اَلَا اَيْهَا الْمَغْرُوْرُ مَجْلَا لَا تَكْتُمُ  
 فَلَا بَدَّ اَنْ يَزُوْرَ اَبَا مَرْسِيُوْهُمْ

لے افسوس ہے تیری حالت پر اسے مغرور و خردا آرام نہ کر کیونکہ اس خلق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی نزویک ایک روز  
 سربتہ ہے پس مغرور ہے کہ وہ لوگ اس امر کے ساتھ معرض غایت میں آئیں جو ان کو یسے بد پر دہ لوگ کا لام حرم کو رکھتے

یہ خواب ہولناک فوراً اوس حصہ ملک میں مشہور ہو گیا اور سب باین خیال کہ قسمت کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے نہایت اطمینان کے ساتھ اس آئینوالی آفت کے منتظر ہے اور جب آفت سر پر آ پڑی تو چونکہ یہ یقین ہو چکا تھا کہ اس کا ممکن نہیں ہے جیسی کہ کوشش کرنی چاہیے تھی وہ نہیں کی اور مفت ملک کہو بیٹھے۔

عبدالرحمن ابن محمد ابن عبداللہ ابن یوسف الملقب ابن حبیش کا بیان ہے کہ جس وقت عیسائی المیرہ میں داخل ہوئے تو میں اون کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا میں نے اوس سے کہا کہ تیرا سلسلہ ہر فل بادشاہ قسطنطنیہ سے ملتا ہے اور اوس کے استفسار پر میں نے اوسی وقت ثابت کر دیا اس میری تحقیق پر ادفولنش نہایت مسرور ہوا اور حکم دیا کہ ابن حبیش مع جملہ متعلقین کے بلا اخذ خراج رہا کر دیا جائے۔

ادفولنش ثانی بادشاہ طلیطلہ نے ۵۴۵ھ مطابق ۱۱۵۰ء میں بہارے چالیس ہزار سوار و فسطاط کا محاصرہ کیا۔ قریب تھا کہ بوجہ فاقہ کشی حاکم شہر اس دار السلطنت اندلس کو عیسائیوں کے حوالہ کر دے مگر عین وقت پر

۱۱۵۰ء ایک نامی مورخ تھا اس نے متعدد کتابیں تصنیف کی تھیں منجملہ اون کے ایک کتاب جو اس نے

فتح اندلس کے باب میں لکھی تھی اسپین کے مشہور کتب خانہ میں اس وقت موجود ہے۔

عبدالמוمن نے یحییٰ ابن مہمون کو مع بارہ ہزار سوار نبرد آزمودہ شہر کی مدد کے لیے بھیجا اور فونش یحییٰ کے آنے کی خبر پاتے ہی شہر کے سامنے سے ہٹ آیا حاکم شہر نے اس مدد کے معاوضہ میں الموحدین کی حکومت کو اندلس میں تسلیم کر لیا یحییٰ نے کچھ فوج بغرض انتظام و حفاظت شہر میں چھوڑی اور خود مع باقی ماندہ فوج کے افریقہ چلا گیا۔ اس کے بعد فونش نے قرطبہ کو پہرہ اگر گہیر لیا مگر اس مرتبہ بھی ناکام رہا۔

عبدالمومن نے ۱۰۸۵ء میں اپنے ایک فوجی افسر ابو حفص نامی کو بیس ہزار فوج کے ساتھ اندلس روانہ کیا اس امیر نے مہمون بادشاہ غرناطہ اور ابن ہمشک کے درغلانے پر ابن مردنیش سے جنگ کا قصد کیا۔ ابن مردنیش نے ان لوگوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر عیسائی بادشاہ برشلونہ محمد کا خوشگاہو بادشاہ مذکور نے دس ہزار فوج امداد بھیج دی ابو حفص نے جب یہ سنا کہ عیسائی فوج مردنیش کی فوج میں شریک ہو چکی ہے اپنے قصد کو ملتوی کیا اور المیرہ کی طرف واپس ہوا اور چند روز تک محاصرہ کے بعد بوجہ قلت سامان و افواج ناکام <sup>حالات</sup> ہوا ابو عبد اللہ محمد ابن مردنیش ایک مشہور سپاہی سعد نامی کا بیٹا تھا یحییٰ سے اس کو فن سپہ گری کا بدرجہ غایت شوق تھا اس کا باپ سعد شہر قرطبہ کا حاکم

تھا اور اس ہی کی محنت و جرات سے عربوں کو محاربہ فراجہ میں فتح عظیم نصیب ہوئی  
 تھی ابن عیاض بادشاہ مرسیہ نے جو ابن مردنیش کو بہت دوست کہتا  
 تھا اپنا داماد بنا کر ملنسیہ کا حاکم مقرر کر دیا ابن عیاض کے انتقال کے بعد ابن  
 مردنیش مرسیہ اور جیان اور سجیہ وغیرہ پر قابض ہو گیا۔ چونکہ یہ خود اندلس کی  
 فرمان دہی کا شایق تھا لہذا الموحدین کی ترقی کا مانع ہوا۔ ۳۶۲ھ میں ابو حفص  
 اور ابوسعید المومن کے بیٹوں نے المیرہ کا محاصرہ کیا ابن مردنیش اس  
 وقت کو غنیمت اور ان لوگوں کو عیسائیوں کے ساتھ جنگ میں مشغول یا کر پشت پر  
 سے دفعتاً حملہ آور ہوا لیکن جب اس نے دیکھا کہ تمام دنیا اس کی اس حرکت پر  
 لعن طعن کرتی ہے شرم و حیا اس کی دامنگیر ہوئی اور یہ فوراً میدان جنگ سے ہٹ  
 آیا اور ہر عیسائیوں کو مردنیش کی اس حرکت بجا سے دم لینے کا موقع ملا اور اس کو  
 اپنا معاون سمجھے۔ مگر جب انہوں نے اس کو میدان سے ہٹتے دیکھا تو یہ خوف ان کے  
 دلوں میں پیدا ہوا کہ کہیں اور فوج الموحدین کی مدد کے لئے نہ آتی ہو جس کے ذریعہ  
 سے ابن مردنیش واپس ہو رہا ہے۔ اس خیالی خوف نے اس قدر عیسائیوں کو  
 پریشان کیا کہ بالآخر انہوں نے المیرہ کو ابو حفص و ابوسعید کے حوالہ کر دیا۔

۱۔ اس جنگ کا ذکر پہلے آچکا ہے جس میں ادونش ابن ردمیر قتل ہوا تھا۔

۵۵۵ء مطابق ۱۱۶۰ء میں جب عبدالمومن ابن علی نے تمام  
 مغرب الاقصیٰ کو فتح کر لیا اور شہر مہدیہ جس کو اہل جزیرہ صیقلیہ نے ۵۴۳ء مطابق  
 ۱۱۴۸ء میں فتح کیا تھا مع دیگر بزرگا ہون کے اپنے قبضہ میں لانے کے بعد  
 سید ہافاس چلا آیا اور یہاں چند روز ٹھہرا اس نے سوطا میں فوج کو ترتیب  
 دی اور جہازوں کے ذریعہ سب جیل الطارق پر اپنی فوج کو اتارا اس مشہور  
 پہاڑ پر ایک قلعہ جس کا نقشہ اس نے خود تیار کیا تھا بنانے کا حکم دیا اور اس مقام  
 کا نام جیل الفتح رکھا اور قلعہ کو بحدیۃ الکبریٰ موسوم کیا۔ تعمیر کا کام مشہور معمار اور ریاضی  
 دان حاجی لعیش کے سپرد کیا اس نامی معمار نے علاوہ بہت سی تاور کلون کے  
 ایک پہاڑ پر پانی چڑھانے کی ہوا کی کل ہی تیار کی تھی جس کے ذریعہ سے قلعہ کو  
 پانی بآسانی پہنچ جاتا تھا عبدالمومن نے اپنے بیٹے ابوسعید حاکم غرناطہ کو  
 منکران کا مقرر کیا اور بعد ضروری انتظام ملک اندلس خود افریقیہ واپس چلا آیا۔  
 واقعہ مذکور کے ایک سال بعد ۵۵۷ء میں ابوسعید حاکم غرناطہ کو افریقیہ میں اپنے  
 باپ کے ساتھ بغاوت فرو کرنے میں مصروف پاکر ابراہیم ابن ہمشک نے  
 دام تزویر ایسا پہلایا کہ بلاکشت و خون غرناطہ پر قبضہ کر لیا۔ جس وقت اس حادثہ کی  
 خبر مراکش پہنچی ابوسعید فوراً مع اپنے بہائی ابو محمد ابو حفص کے مع فوج

شہر کے سامنے نمودار ہوا ابن ہمشک نے بلا خوف و خطر باہر نکل کر صف آرائی کی نہایت سخت لڑائی کے بعد ابو حفص قتل ہوا اور ابو سعید نہایت خوردہ اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ مالقہ بہاگ آیا اور یہاں سے اپنے باپ المومن کو ان واقعات کی اطلاع دی المومن ۵۵۷ھ میں اپنے دوسرے بیٹے ابو یعقوب کو اپنے نامی فوجی افسر شیخ ابو یوسف ابن سلیمان کے ہمراہ مد کے لیے بھیجا ابو سعید نے بھی اس ہی اثناء میں بہت کچھ فوج فراہم کر لی تھی یہہ دونوں فوجیں غرناطہ کے قریب مقام ولیر ریخیمہ زن ہوئیں ابن ہمشک نے اس طوفان عظیم کو اپنی طرف آتے دیکھ کر اپنے داماد ابن مردنیش کو اپنی مدد کے لیے بلایا ابن مردنیش جہاں تک جلد ممکن تھا فوج و سامان کے ساتھ غرناطہ روانہ ہوا اور شہر کے قریب ایک بلند مقام پر جواب تک اس کے نام سے مشہور ہے فوج کو اتارا شہر کے قریب ایک دوسری جنگ واقع ہوئی اس جنگ میں الموحدین کامیاب ہوئے اور ابن مردنیش شکست کھا کر جیان کی طرف بہاگ گیا اس واقعہ کے چند روز بعد سسر اور دامادین جنگی اس وجہ شروع ہوئی کہ ابن مردنیش نے اپنی بی بی یعنی ابن ہمشک کی بیٹی کو طلاق دیدی ابن ہمشک الموحدین کا طرفدار ہو کر ابن مردنیش

کی تباہی کا درپے ہوا۔

عبدالמוمن جمعیت تین لاکھ فوج ۵۵۰ھ مطابق ۱۱۶۳ء عین  
اندلس میں داخل ہوا۔ یہاں پر ایک لاکھ اسی ہزار آدمی برضا و رغبت خود ہجرت  
کی نیت سے اس کی فوج میں شریک ہوئے لیکن عبدالمومن کا پیمانہ عمر لہیر  
ہو چکا تھا قبل اس کے کہ یہ اپنے ارادے کو پورا کرے ماہ جمادی الثانی ۵۵۰ھ  
بروز جمعہ انتقال کر گیا اس کے بعد ابو یعقوب یوسف تخت نشین ہوا اور بعد  
انتظام مملکت ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۴ء عین دس ہزار فوج کے ساتھ اندلس  
میں داخل ہوا اور اشبیلیہ کو اپنا پایہ تخت قرار دیا اس امیر کے یہاں پہنچنے  
کے قبل ایک عیسائی ابن سوارنگٹ نے اندلس کے مغربی حصے کی  
جانب شرفساد برپا کر رکھا تھا اس حاکم قمریہ نے الموحدین اور المرابطین  
کی خانہ جنگیوں کو غنیمت جان کر ۵۵۴ھ میں ہجیمہ پر قبضہ کر لیا اور ماہ جمادی الثانی  
۵۶۰ھ مطابق ۱۱۶۳ء عین تریجالہ اور ماہ ذیقعدہ سنۃ الیہ میں یا بورہ اور  
۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۵ء عین قاصرش اور ماہ جمادی الاول سنۃ صدر میں فوت

۱۱۶۵ء یعنی الفانزوازیہ بقول ابن ضاحب العللۃ قلیہ کا جس کو اب کویمبر کہتے ہیں حاکم تھا۔ ۱۱۶۴ء ترکسلو انگریزی میں

کہتے ہیں۔ ۱۱۶۵ء انگریزی میں ابور کہتے ہیں۔ ۱۱۶۴ء کا زیریہ کہتے ہیں۔ ۱۱۶۵ء مانٹانجیر کہتے ہیں۔

اور شہنشاہ اور حلیما نیہ کو یکے بعد دیگرے فتح کیا۔ مگر جب اس عیسائی نے یوسف کے اشیلیلیہ آنکی خبر سنی تو وہ قلعہ بند ہو گیا اور ہر ابن مردنیش حاکم مرسیہ پر یوسف کا کچھ ایسا رعب چھایا کہ اس نے عرصہ قلیل میں حکومت دنیا سے دست بردار ہو کر ملک جاو ادانی کی راہ لی اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹوں اور رشتہ داروں نے اشیلیلیہ اگر اپنے تمام ملک کو یوسف کے نذر کر دیا یوسف بھی ابن مردنیش کے بیٹوں کے ساتھ بہت اخلاق سے پیش آیا اور اپنے بیٹوں کا نکاح ان سے کر دیا ان امور کے تصفیہ کے بعد یوسف عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوا اور جن شہروں پر کہ یہ لوگ قابض ہو گئے تھے ان کو فتح اور عیسائیوں کو متواتر شکستیں دیتا ہوا طیلہ کا محاصرہ کر لیا مگر بعد چندے ناکام نامراد و افریقیہ و ارجلیا گیا ۵۵۰ء مطابق ۳۷۵ء میں یوسف ابو یعقوب نے اندلس کے مغربی حصہ پر ملک فوج کشی کی اور شہر شنیتین کا محاصرہ کیا لیکن ایک ہی مہینے کے بعد یہ ایک ایسی سخت بیماری میں مبتلا ہوا کہ اسی شہر کے سامنے مذکور میں اس کا انتقال ہو گیا اس کی فوج لاش کو شہر اشیلیلیہ لے آئی۔

۱۔ اس کو انگریزی میں سنٹ ابراہیم کہتے ہیں۔ ۲۔ جرینا کہتے ہیں۔ ۳۔ ابن زرع مصنف قرطاس کو المرقی سحر اخلاق ہے ابن زرع کا بیان ہے کہ یوسف ابو یعقوب شنیتین سے واپسی کو وقت نہر تاجہ دریا کی ٹیکس کنا رہے فوت ہوا تھا۔ قرطاس کی یہ الفاظ ہیں ”دکانہ فاتہ نہر تاجہ فی قبول من غزوہ شنیتین علی اطلہد ابہ۔ شنیتین کو انگریزی میں سنٹرم کہتے ہیں۔“



ابو یعقوب کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ابولوسف المنصور بالله  
 اپنے تخت موروثی پر بیٹھا۔ اس نے اپنے زمانہ حکومت میں وہ نام چلایا جو  
 اس کے قبل اس کے خاندان میں کسی کو نصیب نہ ہوا تھا ۵۸۵ھ مطابق ۱۱۸۹ء  
 میں اس نے اندلس کے مغربی حصے کو عیسائیوں کے شر و فساد سے پاک کیا  
 اور اشبیلیہ ہوتا ہوا مراکش چلا گیا۔ مگر اس کو واپس ہوئے ایک سال ہی  
 نہ گزرا تھا کہ ۵۸۶ھ میں اطلاع ہوئی کہ عیسائیوں نے اوسے حصہ ملک میں جس کو  
 اس نے اپنی دانست میں ان کے حملوں سے محفوظ کر دیا تھا شہر شلب پر  
 قبضہ کر لیا ہے المنصور نے فوراً اندلس اگر اس شہر کو عیسائیوں کے ظلم و  
 ستم سے نجات دی اور عیسائیوں کی تنبیہ کی غرض سے فوج کو ان کے ثقب  
 میں روانہ کیا ادونش ثنائی بادشاہ طلیطلہ نے بخیاں حفاظت خود صلح کی دست  
 کی۔ اس شرط پر صلح ہوئی کہ پانچ سال تک فریقین میں سے کوئی ایک دوسرے  
 کے ملک پر حملہ نہ کرے گا یہ بھی ایک دفع الوقتی تھی اس لیے کہ پانچ سال کے  
 بعد جب عیسائیوں نے اپنے میں عربوں کے مقابلے کی قوت پائی تو پہلے شونجا  
 سلسلہ قائم کر دیا المنصور کو جب انکی شورش کی خبر پہنچی تو یہ ماہ رجب ۵۹۱ھ مطابق ۱۱۹۵ء

لے اس کو شلویز کہتے ہیں اور صوبہ الغرب میں واقع ہے۔

مین اندلس داخل اور عیسائیوں کی طرف روانہ ہوا اور فونش مع ان عیسائی  
 حاکمون کے جو اس کی مدد کے لئے آئے تھے بمقام الارک حد الجلیوس  
 میں مقیم تھا۔ یہاں دونوں فوجیں باہم مقابل ہوئیں المنصور عیسائیوں کی  
 عادت سے بخوبی واقف اور جانتا تھا کہ سب سے پہلے یہ لوگ میری قیام گاہ پر  
 حملہ آور ہوں گے اس لئے شیخ محیی ابن ابی حفص کو اپنے خیمہ میں قیام کا حکم  
 دیا اور خود اس امیر کے خیمہ میں چلا آیا۔ بتاریخ ۹ شعبان ۵۹۱ھ بروز پنجشنبہ عیسائیوں  
 نے جیسا کہ المنصور کا خیال تھا اس طرف تمام فوج سے حملہ کیا جہاں بادشاہ کا  
 علم ہوا میں لہرا رہا تھا اور ہر سے المنصور اپنی خاص فوج کے ساتھ ان عیسائیوں پر  
 اگلا اور دیر تک جنگ شدید ہوتی رہی بالآخر مسلمانوں کو فتح نمایاں حاصل ہوئی اور  
 عیسائی ایک لاکھ چھیالیس ہزار سیدان جنگ میں مردہ اور تیس ہزار کو بند قید میں چھوڑ کر  
 جس طرف منہ ہوا ہٹا ہوا نکلے اس فتح غیر مترقبہ میں ایک لاکھ پچاس ہزار خیمے  
 اور اسی ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ خچر اور چار لاکھ بار برداری کے گدھے اور ساٹھ  
 ہزار مختلف وضع کے زرہ بکتر اور بہت کچھ زرہ و ہا ہر مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس مال غنیمت  
 کو المنصور نے اپنی فوج میں تقسیم کر دیا۔

اور فونش ثانی اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ قلعہ رباح<sup>۱</sup> میں پناہ گزین ہوا

لیکن المنصور نے اس کو دوبارہ فوج کے فراہم کرنے کا موقع نہ دیا اور تعاقب  
کنان قلعہ کو گھیر لیا اور چند روز کے محاصرے کے بعد قلعہ پر قابض ہو گیا۔  
ادفونش یہاں سے بہاگ کر نہایت اتر حالت میں طلیہ طلعہ آیا اور اس شدید  
شکست کے غم و غصہ میں سر اور ڈاڑھی کو منڈا کر صلیب کو اوٹھالیا اور قسم کھائی  
کہ جب تک ان ہزاروں مقتولوں کا انتقام نہ لے لوں گا عیش و آرام مجھ پر حرام ہے  
ادھر المنصور کو جب معلوم ہوا کہ یہ چالاک عیسائی دام سے نکل بہاگ تو یہ بھی  
بلا توقف اس کے پیچھے روانہ ہوا اور طلیہ طلعہ کے قریب ادفونش کو دوبارہ  
شکست دیکر شہر کو محصور کر لیا اور بذریعہ الرعدات عیسائیوں کو اس قدر پریشان  
کیا کہ قریب تھا کہ یہ مشہور شہر بھی اس کے ہاتھ آجائے مگر عین وقت پر اس کی  
مان مع اس کی بیوی اور بچوں کے سر برہنہ روتی ہوئی المنصور کے سامنے  
آئی اور اس قدر آہ و زاری سے اپنے بیٹے کی معافی کی خواستگار ہوئی کہ  
امیر کے دل میں رحم کا دریا جوش زن ہوا اور جس نے میدان جنگ میں خون  
کے دریا بہا دیے تھے عورتوں کی آہ و زاری کو نہ دیکھ سکا اور ان کی نہایت

لے قلعہ شکن آلات کو عرب الرعدات کہتے تھے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان آلات سے مثل توپ کے

آواز پیدا ہوتی تھی۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں اس ہی نام سے توپوں کو منوم کیا ہے۔

تشفی اور دل جوئی کی اور بہت کچھ زور و زور دیکر ان کو رخصت کیا اور خود قرطبہ چلا آیا۔ یہاں ادفولش کے سفیر بغیر من صلح اس کے پاس آئے۔  
 یعقوب المنصور نے چودہ سال گیارہ مہینے کی حکومت کے بعد مرگ

مین ربیع الاول ۵۹۵ھ مطابق ۱۱۹۹ء میں بروز جمعہ انتقال کیا۔ اس کو جہاد کا اس قدر شوق تھا کہ اس نے تادم مرگ عیسائیوں کو آرام سے بیٹھنے نہیں دیا اس کے ہم عصر مسلمان بادشاہ بھی بوقت جہاد اس سے مدد کے خواستگار ہوتے تھے۔ چنانچہ ۵۸۵ھ میں جب عیسائیوں نے فلسطین پر حملہ کیا تھا سلطان صلاح الدین ابن ایوب امداد کا خواہاں ہوا مگر المنصور نے محض اس وجہ سے کہ اس کے نام کے آگے لفظ امیر المؤمنین نہیں لکھا تھا دیے ہی انکار کر دیا تاہم اس نے سلطان کے سفیر ابن منقذ کی جو کہ اعلیٰ درجہ کا شاعر تھا بہت خاطر و

لہ یہی واقعات ہیں جن سے مسلموں کی جرم دلی اور غیر فیاضی ثابت ہوتی ہے چنانچہ اس واقعہ کے تقریباً چھ سو برس بعد ۱۸۷۵ء میں ترکوں نے اپنے ایک دشمن تانی اور ایمانی کی اوس کی بی بی کی الحاح و زاری پر جان بخشی کی تھی وہ وہاں۔ بعد حکومت سلطان بایزید ثالث اس کے وزیر اعظم محمد پاشا نے پیشتر اعظم شاہنشاہ روس کو جس کا خاندان فی زمانہ حکمران ہے مع فوج دیا ہی پرتو کے کنارہ پر گریہ کیا تھا اور شب بے شب کیسٹر مع لشکر گرفتار ہو جا لیا یہ نازک وقت پر حصن میسر کی زوہد لکھنویں کی آہ و فغاں پر ترکوں نے باوجود قوت و غلبہ کی ناروس کو مار دیا اس واقعہ میں اور المنصور کو اتحاد میں صرف فرق انداز کی ترکوں نے باخدا زر جس کی بقا بلکہ جان اور فتح عظیم کی حقیقت نہیں اپنے ایسے دشمن کو معاف و راکھا اور المنصور نے لین یک طرفہ خود غور توں کو زور سے لالہ مال کر دیا تھا۔ دیکھو تاریخ ترک مصنف مسعودی و دیگر نثری موسومہ ”تاریخ کس“ باب صفحہ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔ ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰۔ ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۲۔ ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴۔ ۱۴۵۵۔ ۱۴۵۶۔ ۱۴۵۷۔ ۱۴۵۸۔ ۱۴۵۹۔ ۱۴۶۰۔ ۱۴۶۱۔ ۱۴۶۲۔ ۱۴۶۳۔ ۱۴۶۴۔ ۱۴۶۵۔ ۱۴۶۶۔ ۱۴۶۷۔ ۱۴۶۸۔ ۱۴۶۹۔ ۱۴۷۰۔ ۱۴۷۱۔ ۱۴۷۲۔ ۱۴۷۳۔ ۱۴۷۴۔ ۱۴۷۵۔ ۱۴۷۶۔ ۱۴۷۷۔ ۱۴۷۸۔ ۱۴۷۹۔ ۱۴۸۰۔ ۱۴۸۱۔ ۱۴۸۲۔ ۱۴۸۳۔ ۱۴۸۴۔ ۱۴۸۵۔ ۱۴۸۶۔ ۱۴۸۷۔ ۱۴۸۸۔ ۱۴۸۹۔ ۱۴۹۰۔ ۱۴۹۱۔ ۱۴۹۲۔ ۱۴۹۳۔ ۱۴۹۴۔ ۱۴۹۵۔ ۱۴۹۶۔ ۱۴۹۷۔ ۱۴۹۸۔ ۱۴۹۹۔ ۱۵۰۰۔ ۱۵۰۱۔ ۱۵۰۲۔ ۱۵۰۳۔ ۱۵۰۴۔ ۱۵۰۵۔ ۱۵۰۶۔ ۱۵۰۷۔ ۱۵۰۸۔ ۱۵۰۹۔ ۱۵۱۰۔ ۱۵۱۱۔ ۱۵۱۲۔ ۱۵۱۳۔ ۱۵۱۴۔ ۱۵۱۵۔ ۱۵۱۶۔ ۱۵۱۷۔ ۱۵۱۸۔ ۱۵۱۹۔ ۱۵۲۰۔ ۱۵۲۱۔ ۱۵۲۲۔ ۱۵۲۳۔ ۱۵۲۴۔ ۱۵۲۵۔ ۱۵۲۶۔ ۱۵۲۷۔ ۱۵۲۸۔ ۱۵۲۹۔ ۱۵۳۰۔ ۱۵۳۱۔ ۱۵۳۲۔ ۱۵۳۳۔ ۱۵۳۴۔ ۱۵۳۵۔ ۱۵۳۶۔ ۱۵۳۷۔ ۱۵۳۸۔ ۱۵۳۹۔ ۱۵۴۰۔ ۱۵۴۱۔ ۱۵۴۲۔ ۱۵۴۳۔ ۱۵۴۴۔ ۱۵۴۵۔ ۱۵۴۶۔ ۱۵۴۷۔ ۱۵۴۸۔ ۱۵۴۹۔ ۱۵۵۰۔ ۱۵۵۱۔ ۱۵۵۲۔ ۱۵۵۳۔ ۱۵۵۴۔ ۱۵۵۵۔ ۱۵۵۶۔ ۱۵۵۷۔ ۱۵۵۸۔ ۱۵۵۹۔ ۱۵۶۰۔ ۱۵۶۱۔ ۱۵۶۲۔ ۱۵۶۳۔ ۱۵۶۴۔ ۱۵۶۵۔ ۱۵۶۶۔ ۱۵۶۷۔ ۱۵۶۸۔ ۱۵۶۹۔ ۱۵۷۰۔ ۱۵۷۱۔ ۱۵۷۲۔ ۱۵۷۳۔ ۱۵۷۴۔ ۱۵۷۵۔ ۱۵۷۶۔ ۱۵۷۷۔ ۱۵۷۸۔ ۱۵۷۹۔ ۱۵۸۰۔ ۱۵۸۱۔ ۱۵۸۲۔ ۱۵۸۳۔ ۱۵۸۴۔ ۱۵۸۵۔ ۱۵۸۶۔ ۱۵۸۷۔ ۱۵۸۸۔ ۱۵۸۹۔ ۱۵۹۰۔ ۱۵۹۱۔ ۱۵۹۲۔ ۱۵۹۳۔ ۱۵۹۴۔ ۱۵۹۵۔ ۱۵۹۶۔ ۱۵۹۷۔ ۱۵۹۸۔ ۱۵۹۹۔ ۱۶۰۰۔ ۱۶۰۱۔ ۱۶۰۲۔ ۱۶۰۳۔ ۱۶۰۴۔ ۱۶۰۵۔ ۱۶۰۶۔ ۱۶۰۷۔ ۱۶۰۸۔ ۱۶۰۹۔ ۱۶۱۰۔ ۱۶۱۱۔ ۱۶۱۲۔ ۱۶۱۳۔ ۱۶۱۴۔ ۱۶۱۵۔ ۱۶۱۶۔ ۱۶۱۷۔ ۱۶۱۸۔ ۱۶۱۹۔ ۱۶۲۰۔ ۱۶۲۱۔ ۱۶۲

مدارات کی اور المنصور نے اس کو چالیس اشعار کے قصیدے کے صلہ میں چالیس ہزار درہم سرخ دیکریہ کہا تھا کہ یہ میں تجھ کو اس لیے نہیں دیتا کہ تو صلاح الید کا سفیر ہے بلکہ یہ تیری لیاقت و کمال کا ایک ادنیٰ صلہ ہے۔

المنصور کے بعد اس کا بیٹا ابو عبد اللہ محمد الناصر لدین اللہ تخت حکومت پر متمکن اور ۶۰۹ھ مطابق ۱۲۱۲ء میں چہ لاکھ فوج کے ساتھ بغرض جہاد اندلس میں وارد ہوا لیکن اس کو اپنی لیاقت اور کثیر التعداد فوج پر اس قدر غرور تھا کہ اس نے معمولی سے معمولی احتیاط کو بھی ترک اور تجربہ کار اہل اندلس کی رائی اور مشورے پر بالکل التفات نہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ العقاب میں عربوں کو ایسی شکست فاش ملی کہ چہ لاکھ مسلمانوں میں سے صرف چند ہزار زندہ اور سلامت بچے۔ اس شکست عظیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ افریقیہ کے قبضے کے قبضے او جڑ گئے اور پہر ایک زمانہ دراز تک فوج فراہم نہ ہو سکی اندلس کی حفاظت میں بڑی دقتیں واقع ہوئے لیکن اور عیسائیوں کو پورا موقع اپنے ارادوں کے حاصل کرنے کا ملا بغرض شکست مذکور کے بعد اندلس پہر نہ سنبھلا اور بتدریج عیسائیوں کے قبضہ تصرف میں آگیا اور افریقیہ میں دولت الموحدين

کے اختتام کے آثار نظر آنے لگے۔

الناصر نے بمقام مراکش ماہ شعبان ۴۱۶ھ مطابق ۱۲۱۹ء میں انتقال کیا اور اس کا بیٹا ابو یعقوب المستنصر تخت نشین ہوا۔ یہہ ایسا کم ہمت اور عیش پرست تھا کہ اس فی انبی گزرتی ہوئی سلطنت کے سنبھالنے کی بالکل کوشش نہ کی اور جلوس کے چوتھے سال مراکش میں بتاریخ ۱۲ رزی الحجہ ۴۲۰ھ مطابق ۱۲۲۳ء میں لا ولہ مر گیا اس کے بعد اس کے باپ کا چچا عبد الواحد ابن یوسف ابن عبد المومن تخت نشین ہوا مگر اس سے بھی ریاست سنبھل نہ سکی اس کے ایک عزیز العادل ابن المنصور حاکم مرسیہ سلطنت کا دعویٰ کیا اور ہر حصہ اندلس کا کہ اس کے سپرد تھا اس کو دوبارہ سنبھال اس بغاوت نے افریقیہ کی رعایا کو عبد الواحد کی طرز حکومت سے ایسا بدل کیا کہ بتاریخ ۲۱ شعبان ۴۲۱ھ مطابق ۱۲۲۴ء اہل مراکش نے اس کو مار ڈالا۔ یہہ سنتے ہی العادل کے دل میں حکومت اندلس کی ہوس پیدا ہوئی مگر پہلی ہی جنگ میں عیسائیوں نے اس کو ایسی شکست دی کہ یہہ اپنے بہائی ابو الاعلیٰ ادریس کو اشبیلیہ میں چھوڑ کے افریقیہ ہاگ آیا یہاں بھی نحوست وادبار نے اس کا پیچا نہ چھوڑا چچی ابن الناصر کے ساتھیوں نے

اس کو گرفتار کر کے یحییٰ کو تخت پر بٹھادیا۔ ان واقعات کی اطلاع جب  
 ادریس کو پہنچی تو وہ باداد اہل اندلس اشبیلیہ پر قابض ہو گیا۔ اس اثنا  
 میں ایک عرب امیر محمد ابن یوسف ابن ہود الخدّامی نے بغاوت کے  
 جھنڈے کو بلند کیا ادریس۔ ابن ہود کی تاب مقاومت نہ لاسکا اور افریقہ  
 چلا آیا۔ یہاں ۳۳۳ھ مطابق ۲۳۵ء میں بعد قتل یحییٰ۔ افریقہ پر مسلط ہو گیا  
 ادریس نے ۳۴۲ھ مطابق ۲۴۲ء میں انتقال کیا اور اس کا بھائی السعد  
 ادریس ثانی حکمران ہوا جو ۳۴۲ھ میں تلمسان کے قریب جنگ میں مارا گیا  
 اس کے بعد عمر ابن ابراہیم ابن عبد المومن الترضی بابائے تخت نشین ہوا  
 اور بعد حکومت چند سالہ کے ۳۴۵ھ مطابق ۲۴۶ء میں الواثق کے ہاتھ سے  
 قتل ہوا۔ اس واقعہ کے تیر سال بعد ۳۶۸ھ مطابق ۲۶۹ء میں بعد قتل الواثق  
 بنی مرین کی حکومت افریقہ میں قائم ہوئی۔

الفرض جس وقت محمد ابن یوسف ابن ہود الخدّامی نے ادریس  
 المامون کو اندلس سے خارج کر دیا اور افریقہ میں بنی مرین بتدریج ملک پر  
 قابض ہونے لگے تو اب اہل اندلس کو اپنی حفاظت کی فکر پیدا ہوئی اور قصد کیا کہ

لے اس نے المامون کا لقب اختیار کیا تھا۔

ہم غیور کی ماتحتی سے نجات حاصل اور اپنے ہم وطنوں میں سے ایسے کو  
 منتخب کریں جو سچا خیر خواہ ملک اور قوم کا ہو اور اس ملک کو بیرونی حملوں اور اندرونی  
 خدایہ جنگیوں سے محفوظ رکھ سکے ورنہ اگر یہی لیل و نہار رہا تو چند روز میں عیسائی حاکم  
 اور ہم محکوم ہو جائیں گے۔ اس وقت سوائے الجذامی کے اور کوئی شخص  
 بلحاظ قوت و ثروت نظر نہیں آتا تھا محمد ابن یوسف المستعین ابن ہود شاہ  
 سمرقند کے چوتھے بادشاہ کی نسل سے اور بنی ہود کا رکن عظیم تھا اس کے  
 مختصر حالات یہ ہیں کہ جب الموحدین کی حکومت میں آثار تنزل اور انحطاط کے  
 آشکارا ہونے لگے تو منجمد دیگر خود غرضل اشخاص کے اس نے بھی موقع پاکر نجوین  
 اور فقیروں کے اقوال سے یہہ استنباط کیا کہ بشر کی کیا مجال کہ بخلاف مشیت  
 ایزدی الموحدین کی سلطنت کو جو اپنی عمر طبعی کو پہنچ چکی ہے قائم رکھے سکے  
 ایسی حالت میں اہل اندلس کو صبر و شکر کے ساتھ جس کسی کو خدائی تعالیٰ اپنے  
 رسول پاک کا خلیفہ مقرر کرے اس کی اطاعت و فرمان برداری بلا عذر منظور  
 کر لینی چاہیے۔ بعض کاہنوں نے یہاں تک حکم لگایا کہ جس شخص کو منجانب اللہ  
 یہہ رتبہ حاصل ہونے والا ہے اس کا نام محمد ابن یوسف ہوگا ابن ہود اسی  
 قسم کی خبروں کی شہرت دینے میں مصروف تھا کہ ایک روز ایک اجنبی آدمی اس کے



پاس آیا اور کہا کہ بفضلہ تو اس ملک کا بادشاہ ہونے والا ہے فوراً جا کر القشتی سے ملاقات کر اور اس کی راجی پر کار بند ہو۔ " القشتی قزاقوں کا سردار تھا اور ممکن ہے کہ یہی بانی اس تحریک کا ہوا ہو اس لیے کہ جب ابن ہود اس قزاق سے ملا تو اس نے فوراً مع اپنے ساتھیوں کے اس کو اپنا سردار بنالیا الجزامی چونکہ ایک خاندانی امیر تھا اس نے قلیل عرصہ میں معقول تعداد فوج فراہم کر لی اور بمقام الصغیرہ اپنے کو ریاست مرسیہ کا حقدار ثابت کرنے کی کوشش کی ابو العباس حاکم مرسیہ کو جب اس بغاوت کی خبر پہنچی یہ بذات خود ابن ہود پر حملہ آور ہوا مگر آخر کار ناکام اور ہزیمت خوردہ مرسیہ بہاگ آیا ابن ہود نے اول ہی رعایا کو ہموار کر لیا تھا اہل شہر نے ابو العباس کو فوج کے درست کرنے کا موقع ہی نہ دیا اور ایک ہی یورش میں اس کو مع تمام ہوا خواہان خاندان الموحدین شہر بدر کر دیا ابن ہود نہایت تنگ و احتشام سے ۲۵ھ میں داخل شہر ہوا۔ بعض شہروں نے بلا عذر اس کی حکومت قبول کر لی اور بعض مثل غرناطہ اور مالقا اور المیرہ بروز شیشیر اس کے دائرہ حکومت میں شریک کیے

۱۔ ابن الخطیب نے ابن ہود کی سوانح عمری میں اس مقام کا نام الصغیر اب بتایا ہے۔ اس شہر کا اب یہ

نہیں مگر تاریخ سے اتنا ثابت ہے کہ یہ شہر مرسیہ کے قریب واقع تھا۔

گئے بخومیون وغیرہ نے اول ہی عوام الناس کے دلون میں وہم اور خوف کو  
 پیدا کر دیا تھا اس غیر معمولی کامیابی سے امیر و غریب سب ایسے مرعوب ہوئے  
 کہ ۶۲۶ء مطابق ۲۲۹ھ یعنی ایک ہی سال میں قرطبہ اور جیان و دیگر  
 مشہور شہر بلا کشت و خون اس کے قبضہ میں آ گئے بائیں ہمہ  
 بعض عرب امراء بدستور مخالفت پر آمادہ اور عوام الناس کو بغاوت کی ترغیب دیتے  
 رہے گو ان معدود وحیدہ امراء کا تصفیہ دشوار امر نہ تھا مگر بحیال عام بدلی یہ فوج کشی سے  
 باز رہا اور عامہ خلایق کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے ایک عرضیہ خلیفہ  
 وقت کی خدمت میں بغداد و بائیں استدعا ارسال کیا کہ یہ ملک میں نے  
 بتائید اہی امیر المومنین کے نام سے فتح کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ امیر المومنین  
 مجھ کو اپنی جانب سے اندلس کا والی مقرر کریں۔ ۶۳۱ء مطابق ۲۳۳ھ عین  
 خلیفہ نے بذریعہ فرمان اس کے حسب استدعا اندلس کا انتظام اس کے  
 سپرد کیا ابن ہود اس وقت غرناطہ میں مقیم تھا فرمان کے آتے ہی اس نے  
 حکم دیا کہ فرمان جامع مسجد میں پڑھا جائے۔ یہ خود بھی مسجد میں بنی عباسیہ کا لباس پہنے  
 اور اس خاندان کا سیاہ علم اپنے سید ہے ہاتھ میں لیے موجود تھا ابن ہود نے  
 فرمان سننے کے بعد تمام مسلمانوں کو مبارکباد دی کہ خلیفہ نے ہماری درخواست کو

منظور فرما کر ہماری سرپرستی قبول کی ہے۔ اتفاقاً وہ زمانہ قحط کا تھا اور اس قدر  
تکلیف تھی کہ عامہ خلائق نے ہمارا استغاثہ کیا تھی۔ اس اعلان کے بعد ہی  
ایک دفعہ ابرسیاہ نمودار ہوا اور اس قدر پانی برساکہ تمام زمین سیراب اور  
رعایا کی پریشانی دفع ہو گئی مگر باوجود اس ہوشیاری اور دوراندیشی کے آتش  
خانہ جنگی فرو نہ ہوئی اور مثل ابن الاحمر اور ابو جمیل زیان ابن مردنیش امراء  
جلیل القدر نے بنیاد بغاوت کو قائم رکھا عیسائیوں نے عربوں کو ایک دوسرے  
کے استیصال میں مشغول پا کر جن مقامات کو کمزور پایا اپنا قبضہ کر لیا اس مختصر  
کامیابی نے ان کو اس قدر دلینایا کہ ۶۳۷ء مطابق ۲۲ھ میں عیسائی شہر  
مریدہ پر جو خلافت اندلس کے زمانہ میں بعد قسطنطین کے سمجھا جاتا تھا قابض ہو گئے  
اہل مریدہ نے عیسائیوں کو آمادہ بہ فساد دیکھ کر ابن ہود کو اطلاع کی ابن ہود  
فوراً مع فوج مریدہ آیا اور دونوں شاہدینوں پر شہر کے قریب بلا تامل یورش  
کر بیٹھا۔ اس جنگ میں عیسائی فتحیائے فی او ابن ہود بعد شکست میدان جنگ پر ہٹا  
جن آیام میں کہ اہل اندلس الموحدین کی مخالفت میں مصروف تھے ایک کن  
اس خاندان کا محمد ابن علی ابن موسیٰ جزیرہ بنو رقہ میں ۴۷۶ھ مطابق ۲۰۹ء

۱۰ یہ بیلارک کا ایک جزیرہ ہے۔ عرب اس کو طارقہ بھی کہتے ہیں۔

سے حکمران تھا اس نے جزیرہ الیویزہ سے چند کشتیوں پر چوبنیہ منگوایا تھا۔ عیسا  
 حاکم طرطوسہ نے مطلع ہو کر اپنے جنگی جہازوں کے ذریعہ سے ان کشتیوں کو  
 گرفتار کر لیا۔ اس امیر کو عیسائیوں کی یہ حرکت سخت ناگوار گزری اور جب اس نے  
 ۶۲۳ھ ذی الحجہ ۲۲۳ھ مطابق ۱۲۲۶ء میں سنا کہ ایک جہاز برشلونہ اور ایک  
 طرطوسہ سے انہی عیسائیوں کا جزیرہ الیویزہ کے سامنے نمودار ہوا ہے  
 اس نے فوراً اپنے جنگی جہاز بھیج کر ان دونوں پر قبضہ کر لیا اور اس کو اپنے  
 زعم ناقص میں بڑی کامیابی تصور کی اور اپنی تین خلیفہ وقت کا ہمسرہ سمجھنے لگا اگر  
 اس غرور کے ساتھ ہیہ اپنی رعایا کو اپنی طرز حکومت سے خوش رکھتا اور اس کی بوجھ  
 کرتا رہتا تب بھی مضائقہ نہ تھا۔ برعکس اس کے نہایت ظلم و زیادتی سے عامہ  
 خلائق کے ساتھ پیش آنے لگا اور بلا تصور اپنے مامون ابو حفص ابن شیری  
 کے دو بچوں کو قتل کر ڈالا ابن شیری سیان کا ایک معزز اور با وقعت امیر تھا  
 سب باتفاق اس کی مجنونانہ حرکات سے ناخوش ہو کر اس کی معزولی کے درپے  
 ہوئے اس واقعہ کے چند روز بعد ۶۲۶ھ مطابق ۱۲۲۸ء میں عیسائی بادشاہ برشلونہ  
 نے ایک سو پچاس جنگی جہاز مع ساٹھ ہزار فوج کے میسور قہ روانہ کیئے اور بادو دیکہ  
 ابن موسیٰ کو اس فوج مخالف کے آنے کی پوری اطلاع تھی تاہم اس نے جابر

برتاوین کمی نہیں کی اور آغاز جنگ کے قبل پچاس سربراہ اور وہ امراء کو گرفتار کیا اور ان بے گناہوں کے قتل کا حکم دیا ہنوز اس حکم کی تعمیل نہ ہوئی تھی کہ کئی سواروں نے یکے بعد دیگرے آکر اس کو خبر کی کہ غنیمت ایک سو پچاس جنگی جہاز لیے جزیرہ کے قریب پہنچ گیا ہے۔ یہ خبر وحشت اثر سنتے ہی اس نے ان قیدیوں کو چھوڑ دیا اور حکم دیا کہ عیسائیوں کو جزیرہ پر قدم رکھنے مبین گم بتاریخ ۱۲۲۰ء ارشوال ۲۲۰ء میں ابن موسیٰ کی فوج نہر میت یا کولب دریا سے ہٹ آئی اور عیسائی داخل جزیرہ ہوئے ابو حفص ابن شیریں مع امراء جزیرہ کے وسط کی جانب چلا آیا۔ عیسائیوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور باب الکھل کی طرف سے متواتر پویشیں شروع کر دیں عربوں نے ابن موسیٰ کے بچانے کی نیت سے نہیں بلکہ عیسائیوں کے ظلم سے اپنے عیال و اطفال کو محفوظ رکھنے کی غرض سے نہایت ہمت اور جرأت سے اس فوج کثیر کا مقابلہ کیا اور ایک زمانہ دراز تک جواب ترکی تیر کی دیتے رہے بتاریخ ۱۱۰۰ھ صفر ۲۲۰ء مطابق ۱۲۳۰ء بروز جمعہ عیسائیوں نے شہر کے چاروں طرف سخت حملہ کیا جس کی یہ مٹھی بہر عرب تاب نہ لاسکے اور عیسائی شہر پر قابض ہو گئے ابن موسیٰ کو یہی فوراً اس دارالجزایں بد اعمالی کی پاداش مل گئی یعنی عیسائیوں نے

۱۲۰۰ء بیان کیا جاتا ہے کہ چوبیس ہزار عرب اس جنگ میں کام آئے۔ المقری۔

اس کو گرفتار کیا اور سخت عذاب میں مبتلا رکھا۔ یہ پینتالیس روز کی شدید تکلیف  
 جسمانی اور روحانی کے بعد مردم آزاری کا بار اپنی گردن پر لئے رہی ملک عدم ہوا  
 اس جنگ کے بعد عیسائی ابو حفص ابن شیرہ کی طرف متوجہ ہوئے <sup>حفص</sup> <sup>ابو</sup>  
 نے سولہ ہزار فوج کے ساتھ جزیرہ کے وسط میں پہاڑوں کی قدرتی مستحکم دیوار  
 کے اندر پناہ لی تھی اس نے نہایت جرأت سے عیسائیوں کا مقابلہ کیا لیکن  
 تاریخ ۱۲۸۰ھ ربیع الثانی ۶۲۸ھ میں یہ مارا گیا اور فوج نے مایوس ہو کر ہتھیار رکھ دیے  
 ابو حفص کے بعد اب کوئی مد مقابل عیسائیوں کا باقی نہیں رہا تھا لہذا قلیل  
 عرصہ میں انہوں نے تمام جزیرہ کو باسانی فتح کر لیا۔ بعدہ عیسائیوں نے جزیرہ منور  
 کی فتح کا ارادہ کیا۔ اس جزیرہ میں منجانب ابن موسیٰ ایک نہایت رحیم و  
 ہر دل عزیز امیر شیخ ابو عثمان سعید ابن حکم القریشی حکمران تھا اور باوجود  
 ایک شجاع اور نبرد پیشہ سپاہی تھا لیکن عیسائیوں کو بمقابلہ اپنے کہنیں زیادہ باقت  
 دیکھ کر اپنی عزیز رعایا کی بربادی قبول نہ کی اور بغرض دفع الوقتی اس شرط پر خارج  
 دینے پر راضی ہو گیا کہ یہ لوگ اس کے جزیرہ میں قدم نہ رکھیں۔

اب اندلس کا حال سنو کہ جب اس کے مضافات میں حکومت کا رد  
 و بدل ہو رہا تھا تو یہ بد قسمت ملک بھی اپنے خود غرض بادشاہوں کی بدولت معد

انقلابات عظیم کا بن گیا تھا جدھر دیکھو سوائے جنگ و جدال اور کشت و خون کے  
 کچھ نظر نہ آتا تھا جس وقت ابو احمد قاضی القضاۃ بلنسیہ نے یوسف ابن شافین  
 کو اندلس کی حکومت کی ترغیب دی تھی القادر ابن ذی النون نے شہر  
 بلنسیہ کو محصور کر لیا تھا ابو احمد نے ایک روز حالت بخیر یمن ابن ذی النون  
 پر حملہ کیا اس حملہ میں القادر کو شکست ہی نہیں ملی بلکہ یہ گرفتار اور قتل ہوا۔ قاضی  
 صاحب یا تو ابن شافین کی جانب سے لڑ رہے تھے یا اب اس کامیابی  
 کے بعد ان کو حکومت و خود مختاری کا ایسا چسکہ لگا کہ انہوں نے اپنے وعدوں  
 اور حلف ناموں کو بالائی طاق رکھا اور خود یہاں کی بادشاہت کے خواہاں ہوئے  
 رفتہ رفتہ المرطیسین جو محض یوسف کی وجہ سے ان کا ساتھ دے رہے  
 تھے ان کے اصل ارادے سے واقف ہو کر کنارہ کش ہو گئے اور قاضی کو  
 یکہ و تنہا اس کے دشمنوں کے سامنے چھوڑ دیا ابو احمد اپنی یہ حالت دیکھ کر بہت  
 ڈرا اور نہایت عجز و انکسار سے یوسف کو اپنی مدد پر آمادہ کرنا چاہا یوسف نے  
 فوج بھیجنے کا وعدہ کیا لیکن قاضی انتظار ہی میں رہا اور فوج نہ آئی۔  
 ان واقعات کی اطلاع جب قاضی کے دشمن جانی یوسف ابن احمد

لے یہ وہی بادشاہ ہے جس کو ادونش نے شکست دیکر طلیطلہ پر قبضہ کر لیا تھا۔

ابن ہرود بادشاہ سر قسطہ کو پہنچی تو اس نے ایک عیسائی بادشاہ لذریق نامی  
کو جو نہایت ظالم مشہور تھا بلنسیہ کی حکومت کا سنبڑاغ دکھا کر جنگ پر آمادہ کیا۔  
لکھنے کی دیر تھی کہ اس عیسائی نے فوراً اس شہر کا محاصرہ کر لیا اور اس کو باسانی  
فتح اور قاضی کو گرفتار کر لیا پھر اس سے القادرا بن ذمی النون کی اندوختہ  
دولت کا پتہ پوچھا قاضی نے بہت کچھ کہیں کہیں لیکن اس عیسائی نے کہا کہ  
بغیر مال بتائے تمہارا زندہ بچنا دشوار ہے بالآخر اس نے تمام مال و متاع بالوجہ  
سے وصول کیا اور پھر اس کو زندہ جلا کر شہر بلنسیہ کو بھی قریب قریب نیست نابود کر دیا  
۳۸۸ء مطابق ۵۹۵ھ میں قسطنطین نے نہیں مہینے کے محاصرے  
کے بعد بلنسیہ کو فتح کیا اور جو حصہ غارتگری سے محفوظ رہا تھا اس کو تاخت و تاراج  
کر ڈالا۔ واقعہ مذکور کے کئی سال بعد ۳۹۵ء مطابق ۶۱۱ھ میں یوسف ابن  
تاشفین نے اس شہر پر پہر قبضہ کیا اور اس زمانے سے چھٹی صدی اسلامی تک  
المربطین اس پر قابض رہے۔ صدی مذکور میں مروان ابن عبد العزیز

ملہ اس کو انگریزی میں کیپٹار کہتے ہیں ابن الابر مورخ لکھتا ہے کہ اس عیسائی نے اسی زمانہ طوائف الملوک کی  
میں شاطبہ وغیرہ مقامات پر قبضہ کر لیا اور اپنے کو بلنسیہ کا حقدار سمجھتا تھا پس جب لذریق کی یورش کی اس نے  
خبر سنی اس کو یہ حرکت لذریق کی بہت ناگوار ہوئی امر یہ فوراً سر قسطہ کے محاصرے سے دست بردار ہو کر بلنسیہ آیا۔



نے بلنسیہ کو فتح کیا اور ۵۳۹ھ مطابق ۱۱۴۲ء تک حکمران رہا اسی سن میں ابن  
 زیاد و حاکم مالک شرقیہ اندلس اس شہر پر قابض ہوا اور مروان نہریت پاکر المیرہ  
 بہاگ آیا اس کے بعد ابو عبد اللہ ابن مرویش جو بعد ابن زیاد و مرسیہ کے  
 تخت پر بیٹھا تھا اس شہر کو اپنے دائرہ حکومت میں لایا اور عبد المومن کے  
 عروج تک یہ شہر اسی کے قبضہ میں رہا جب الموحیدین کی حکومت ملک  
 اندلس میں قائم ہوئی تو اسی خاندان کے افسر یکے بعد دیگرے صوبہ بلنسیہ کا انتظام کرتے  
 غرض اس حکومت کے رد و بدل سے یہ صوبہ بہت کچھ تباہ ہو چکا تھا اور دن بدن  
 اس کی حالت اتر ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ عیسائی بادشاہ برشلونہ نے اس شہر کو  
 فوج کثیر کے ساتھ محصور کر لیا زیان ابن مرویش حاکم شہر نے بادشاہ شرقیہ افریقہ  
 ابو زکریا ابن ابو حفص سے مدد کی درخواست کی اس نے جہاں تک جلد ممکن  
 ہو سکتا تھا فوج مدد کے لیے روانہ کی مگر جب یہاں آمد بلنسیہ کے قریب پہنچی تو معلوم  
 ہوا کہ تاریخ ۱۱۳۶ھ مطابق ۱۲۳۵ء میں عیسائیوں نے اسی شہر کو فتح کر لیا ہے  
 بادشاہ برشلونہ نے صرف اس کامیابی پر اکتفا نہیں کی بلکہ گرد و نواح کے سرسبز  
 و شاداب مقامات کو برباد و اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ ہنوز مسلمانوں نے اس  
 ظلم سے نجات حاصل نہیں کی تھی کہ فردوس ثالث بادشاہ قسطلہ نے قرطبہ پر حملہ کیا

اور کئی مہینوں کے محاصرے کے بعد بتاریخ ۲۳ شوال ۶۳۶ء مطابق ۲۳۹ء  
 میں اس شہر کو فتح کیا اور دار السلطنت اندلس جہاں نامور بادشاہان اسلام نے  
 کئی سو برس کس عظمت و شان سے حکومت کاؤنگہ بجایا اور کروہار و پیہ خرچ کر کے  
 اس گہوارہ اسلام کو معدن علم و کمال کا بنایا تھا کہ جہاں دنیا کے ہر گوشے سے  
 طالب علم آکر اپنی عمر بسر کرتے اور دولت علم و فضل سے بہرہ مند ہوتے تھے  
 صدیوں کی کوشش کے بعد پہر ایک بار دشمنان اسلام کے قبضے میں آیا لے

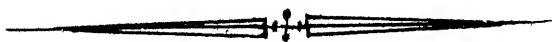
اعتبار می نیست عرفی طائر اقبال را	این کو تر ہر زمان مشتاق بام و گیر است
-----------------------------------	---------------------------------------

اس عظیم الشان کامیابی کے بعد عیسائیوں کی ترقی کو روکنا معمولی شخص کا کام نہ تھا  
 اور اس زمانہ طوفان خیر میں جہاں تک نظر جاتی تھی کوئی شخص اس قابل نظر نہ آتا تھا  
 کہ جو کشتی سلطنت کو اس تلاطم سے ساحل سلامتی پر پہنچا دے۔ نوبت بایںاریسید  
 کہ ۱۲۵۶ء میں فردرلند نے اپنی بری و بحری دونوں قوتوں سے شہر اشبیلیہ  
 پر یورش کی اور ایک سال پانچ مہینے کی محنت و جانفشانی کے بعد بتاریخ ۱۲ شعبان  
 ۶۳۶ء اس شہر کو فتح کر لیا۔

جیسا کہ پہلے نگارش ہو چکا ہے کہ الموحدین کی قوت کو کمزور یا کراہل اندلس  
 اس خاندان سے باغی ہونے لگے تو ابن ہود نے مرسیہ میں شر و فساد برپا

کیا اور ایک امیر ابو عبد اللہ ابن عبد اللہ ابن یحییٰ ابن الرمیہی نے بھی  
 اوس ہی زمانہ میں المیرہ میں بغاوت آغاز کی اور بعد قبضہ مرسیہ اگر ابن ہود کو  
 اس فتح کی خوشخبری سنائی ابن ہود نے اس خیر خواہی اور جانفشانی کے صلہ  
 میں صرف المیرہ کی حکومت اس کے سپرد کی بلکہ تمام ریاست کا کاروبار  
 ابن الرمیہی کے تفویض کیا ابن الرمیہی کی یہ بددو جظاہرہ بلا وجہ ابن ہود  
 کو اس نے دی تھی خود غرضی پر مبنی اور جس سے اس کو محض اپنی آئندہ ترقی اور  
 استحکام منظور تھا چنانچہ اس واقعہ کے چند روز بعد اس نے ابن ہود کو وائی  
 دی کہ اس وقت خرچ کی پروا نہ کی جائے اور المیرہ کا قلعہ جس کو عیسائیوں نے  
 ۳۴۲ھ میں منہدم کر دیا تھا دوبارہ تیار کیا جائے تاکہ ہمیشہ کے لئے تیری ریاست  
 بیرونی حملوں سے بالکل محفوظ رہے ابن ہود اس امیر کے دہوکے میں ایسا آیا  
 کہ اس رائی کو دوسرا ثبوت خیر خواہی تصور کر کے قلعہ مذکور کو پہلے سے بھی زیادہ  
 مضبوط اور مستحکم اور سامان تحصن اور آلات حرب سے آراستہ کر دیا۔ کچھ زمانہ کے  
 بعد ابن ہود ایک عیسائی عورت پر عاشق ہوا۔ چونکہ اس نے اپنی بی بی سے وعدہ  
 واثق کیا تھا کہ میں کسی دوسری عورت سے تیری حیات میں تعلق پیدا نہ کروں گا اپنی  
 بی بی کو ابن الرمیہی کی حفاظت میں کسی بہانہ سے المیرہ بھیجا ابن الرمیہی سے

جس کی نیت پہلے ہی سے بدلی ہوئی تھی ایک خوبصورت عورت کو اپنے پہلو  
 میں دیکھ کر ہانہ گیا اور امانت میں خیانت کر بیٹھا جس حرکت کی اطلاع ابن ہود  
 کو پہونچی تو وہ اس امیر کی تنبیہ کی غرض سے المیر یہ روانہ ہوا یہہ ہنوز راستہ ہی میں  
 تھا کہ ایک رات کو ابن الریمی کے جاسوسوں نے موقع پا کر ابن ہود کو  
 اس طرح ہلاک کیا کہ صدمہ وغیرہ کے علامات جسم پر معلوم نہ ہوتے تھے۔ اوسی روز  
 بتاریخ ۲ جمادی الثانی ۳۳۰ھ مطابق ۳۳۰ھ ابن الریمی خود مقام واقعہ  
 پر آیا اور بادشاہ کے یکایک انتقال کر جانے پر بظاہر بہت کچھ تعجب اور رنج کیا اور  
 خود المیر یہ کا بادشاہ بن بیٹھا بعد ازاں ابن الاحمر نے جیسا کہ بیان بیان ہو چکا ہے  
 اس شہر پر قبضہ کیا۔ خاندان ہود کا آخر بادشاہ واثق ابن المتوکل تھا اس نے  
 عیسائیوں سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے ابن الاحمر کی ماتحتی قبول کر لی  
 تھی لیکن جب یہ عیسائیوں کے ہاتھوں تباہ ہوا تو واثق پہرہ یہہ پر قابض  
 ہو گیا اور ۳۵۰ھ مطابق ۳۵۰ھ تک اس شہر اور اس کے مضافات کا حاکم رہا





بنی نصر کا عروج - محمد ابن الاحمر - اس کی فتوحات - عیسائیوں کی شکست - محمد ثانی - شاہجہ کی

شکست اور اس کا قتل ہونا - محمد ثانی کا انتقال - محمد ثالث - نصر کی بغاوت - فردلند

بادشاہ تسلطہ - ابوسعید - ابوالولید اسماعیل ابن ابوسعید - جنگ البیروہ - محمد چہارم - جبل الطارق

پیر عربوں کا قبضہ اور عیسائیوں کی شکست - یوسف - جنگ طریفہ - یوسف کا قتل - محمد پنجم اسماعیل

کی بغاوت - محمد ششم - محمد پنجم کا دور ثانی -

قبل اس کے کہ ہم بنی نصر کے عروج کا کچھ ذکر کریں اس خاندان کے کچھ ابتدائی حالات بیان کر دینا مناسب ہوگا۔ یہ خاندان شہر قرطبہ کے قریب قلعہ ارجونہ میں آباد ہوا تھا اور اس کے ارکان فوجی افسر رہ چکے تھے اب الموحدین کے اخیر زمانہ میں اس خاندان کا مورث اعلیٰ نصر ابن یوسف نے جو الشیخ اور ابن الاحمر کے لقب سے نامزد تھا مثل دیگر امرا ہی عرب الموحدین کو کم قوت پا کر اپنی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی۔ ایک طرف جیسا کہ بیان ہو چکا ہے

محمد ابن یوسف ابن ہود نے بعد فتح مرسیہ منجانب خلفائی عباسیہ اندلس پر حکومت کرنی چاہی۔ دوسری جانب الشیخ بغاوت پر آمادہ ہوا اور ۶۲۹ھ مطابق ۱۲۳۱ء عین اپنی تین سلطنت اندلس کا حقدار ثابت کرنا چاہا۔ اس واقعہ کے دو سو ہی سال اس نے اپنے رشتہ داروں کی مدد سے جیان اور سریش کو فتح کیا۔ جب ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۲۳۳ء عین اس نے سنا کہ ابن ہود کی درخواست کو خلیفہ بغداد نے منظور اور اس کو اندلس کا والی مقرر کر دیا ہے تو اس نے اسی خیال سے کہ اب تمام رعایا ابن ہود کو ہر طرہ پر ترجیح دیگی فوراً بظاہر ابن ہود کا مطیع و فرمانبردار بن گیا۔ اتفاقاً اسی اثنا میں بجاالت عدم موجودگی ابن ہود۔ ابو مروان نے دفعتاً شیلیبیہ پر قبضہ کر لیا ابن الاحمر نے ابو مروان کے ساتھ اتحاد و دوستی کی بنیاد ڈالی اور اس امیر کو اپنے قبضہ میں لانے کی غرض سے اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دیا ابو مروان کو پہلے ہی سے یہ خوف تھا کہ کہیں ابن ہود اس پر فوج کشی نہ کر بیٹے اپنے خسر کے دھوکے میں آکر اس کو اپنا مربی و سرپرست سمجھنے لگا ابن الاحمر کو جب پورا اطمینان ہو گیا کہ ابو مروان اس کے خلاف نہ کریگا تو یہ ۶۳۲ھ مطابق ۱۲۳۴ء عین نہایت ترک و اعتشام سے شہر شیلیبیہ میں داخل ہوا یہاں اس کو اپنی بیٹی پر بھی رحم

نہ آیا اور آنے کے چند ہی روز بعد موقع پا کر اس نے ابو مروان کو قتل کر ڈالا  
 ایک پر قابض ہو گیا مگر شدید ظلم و فریب کی اس کو فوراً سزا مل گئی ابو مروان  
 کے قتل کے ایک ہی مہینے کے بعد اشبیلیہ کی رعایا اس کی طرز حکومت سے  
 ایسی متنفر ہوئی کہ اس کو شہر سے خارج کر دیا اور ابن ہود کی پہر اطاعت فرمانبرداری  
 قبول کر لی ابن الاحمر نے اس ناکامی کی مطلق پروا نہ کی اور اسی وقت  
 غرناطہ کی طرف اپنا دامن تیز ویر بچایا اور وہاں کے ایک سربراہ اور دشمن ابن  
 ابی خالد نامی کو اپنی تائید پر آمادہ کیا ابن ہود کی عدم موجودگی میں اس امیر نے  
 بغاوت شروع کر دی اور ابن الاحمر کو اس واقعہ سے اطلاع کی ابن الاحمر  
 لشکر کشی کے ساتھ شہر غرناطہ میں داخل ہوا غرناطہ پر قبضہ کرنے کے بعد ہی  
 اس نے مالقہ کو فتح کیا۔ ۳۳۳ھ مطابق ۹۴۵ء میں ابن الریمحی حاکم  
 المیر یہ نے بغیر لڑے اس کی اطاعت قبول کر لی اور ۳۴۳ھ مطابق ۹۵۴ء  
 میں لارقہ کی رعایا نے بہ نسبت دوسرے رشیون کے ابن الاحمر کو مقتدر  
 دیکھ کر اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا ابن الاحمر نے اپنے شروع زمانہ عروج میں فرزند  
 بادشاہ قسطلمہ کو اپنا معاون بنا لیا تھا۔ اس عیسائی نے وقتاً فوقتاً فوج سے بھی

۱۱۳ھ میں شخص ہے کہ جس نے غرناطہ میں اس مشہور و بے نظیر قصر الحمرا کی بنیاد ڈالی تھی جو اس وقت تک موجود ہے

اس کی مدد کی تھی بعدہ ابن ہود نے فردلند کو ابن الاحمر سے علیحدہ کرنا چاہا اور حسب خواہش اس چالاک عیسائی کے بمعاوضہ ادا تیس قلعہ بجانب غرب فردلند کے حوالہ کر دئے فردلند پہلے ایک مسلمان کو دوسرے سے لڑاتا تھا اور جب فریق مقابل تباہ ہو جاتا تھا تو پھر اوسی کے ساتھ جس کا یہ پہلے معاون بنا تھا جنگ شروع کر دیتا تھا۔ اسی طرح جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں اس نے قرطبہ اور اشبیلیہ اور مرسیہ پر قبضہ کر لیا اور عربوں کو رفتہ رفتہ آبنا می طارق لے آیا تا انیکہ انکی حکومت کا رقبہ طول میں تقریباً چھ سو مل اور عرض میں صرف سو مل باقی گیا ابن الاحمر نے ۶۴۳ء میں فردلند سے صلح کر لی اور حسب شرائط صلح نامہ جیان اس عیسائی کو دیدیا۔ چونکہ اس صلح کے چند ہی روز قبل اس نے حصن بلول کے قریب عیسائیوں کو کامل شکست دی تھی جیان کے دیدینے سے اس کو کمال رنج ہوا مگر قبول شخصے۔ مصرع

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید شیمانی

اب کیا ہو سکتا تھا تاہم ۶۴۲ء میں اس نے اپنے بیٹے محمد کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور افریقیہ سے فوج بغرض جہاد طلب کی۔ لیکن اب کہاں عربوں میں اتنی قوت تھی

لے ابن الخطیب نے حصن بلول لکھا۔ المقری اس ہی مقام کا نام حصن ملیش لکھتا ہے۔



کہ یہ عیسائیوں پر حملہ کرتے ان کی بڑی خوش قسمتی اس ہی میں تھی کہ یہ اس بجے  
 ہوئے حصہ کو ان کے جنگل سے محفوظ رکھیں۔ بادشاہ افریقیہ یعقوب ابن  
 عبدالحق نے اس کی مدد کے لیے ۶۶۰ھ مطابق ۱۲۶۱ء میں تین ہزار  
 فوج اندلس بھیجی تھی اور اس کے بعد ہی حسب ضرورت یہ بادشاہ اس امیر کی  
 برابر فوج و سامان سے مدد کرتا رہا جسکی بدولت اگر عرب اپنے گئے ہوئے ملک کو  
 واپس نہ لے سکے تو عیسائیوں کو بھی اپنی ریاست کے کسی حصہ پر قبضہ نہیں دیا  
 ابن الاحمر کی یہ لیاقت اور دور اندیشی تھی کہ اوس نے مرتد دم تک بنی مرین  
 سے جو بعد الموحیدین کے افریقیہ پر قابض ہو گئے تھے سلسلہ اتحاد اور دوستی قائم کیا  
 ابن الاحمر تاریخ ۵ جمادی الثانی ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۲۶۲ء عیسائیوں  
 کی یورش کو دور کرنے کے بعد غرناطہ واپس ہو رہا تھا کہ محل کے قریب ٹھوکر کھا کر  
 گرا۔ ہمارے یوں نے اس کو گھوڑے پر سوار کیا اور اس کے غلام صابہ نے اس کو  
 محل میں پہنچایا گویا گویا وہ واقعہ کچھ بھی نہ تھا لیکن اس کو اندرونی شاید کوئی ایسا سخت  
 صدمہ پہنچا تھا کہ تاریخ ۲۵ جمادی الثانی سنہ الیہ روز جمعہ عصر کے وقت ابن الاحمر  
 نے انتقال کیا اور بغیر سبکدہ میں دفن ہوا۔

ابن الاحمر کے بعد عبداللہ محمد ثانی نے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس وقت چونکہ اس کی عمر تقریباً اڑتیس سال کی تھی اور اپنے باپ کی حیات میں امور ریاست کا پورا تجربہ حاصل کر چکا تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی یہ امور ریاست کی ترقی کی طرف متوجہ ہوا ابن الاحمر نے مرثیہ کے قبل اس کو ہیہدایت کی تھی کہ بنی مرین سے سلسلہ دوستی کو منقطع نہ کرے اور عیسائیوں کے مقابلے میں اس خاندان سے ہمیشہ مدد لیتا رہے۔ چنانچہ ۷۲۷ھ مطابق ۱۳۲۳ء میں جب اس نے سنا کہ عیسائی برسر فساد ہیں تو اس نے یعقوب ابن عبدالحق سے مدد کی خواہش کی اس رحم دل بادشاہ نے پہلے اپنے بیٹے کو مع فوج اندلس بھیجا اور اس کے عقب میں خود بھی روانہ ہوا اور جزیرۃ الخضراء کو ایک باغی امیر سے جبراً چھین کر اس کو اپنی فوج کا مستقر قرار دیا۔ محمد نے بھی فوجی اغراض کے لئے طریفہ اور جو قلعہ کہ اس کے متعلق تھے یعقوب کے سپرد کر دیے بعد ازاں دونوں بادشاہ اپنی اپنی فوج کو ترتیب دیکر عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ تاریخ ۵ اربیع الاول ۷۲۷ھ مطابق ۱۳۲۷ء میں انہوں نے عیسائی جنرل دان نوئے کو کامل شکست دی۔ اور اس ہی جنگ میں جنرل مذکور مع دیگر افسروں کے قتل ہوا۔ اس جنگ کے کچھ روزوں کے بعد شامیہ المطران نے غزناطہ کے مضافات پر حملہ کیا۔ مصلحت

کے قریب عربوں نے اس کو بھی شکست دی اور قتل کر ڈالا اس کے بعد ماہ محرم  
 ۶۹۵ھ مطابق ۲۹۵ھ عین قسطلہ کے عیسائیوں نے سرحد کے قریب جنگ  
 کی تیاریاں شروع کیں لیکن محمد نے ان کی یورش کے قبل ہی قجائہ کا محاصرہ  
 کیا اور اس کے قریب قریب کے قلعوں کو جو عیسائی فوج کے مستقر سمجھے جاتے  
 تھے فتح کر لیا۔ اور کچھ فوج یہاں کے انتظام کے لئے چھوڑ کر غرناطہ واپس چلا  
 آیا۔ ۶۹۹ھ عین اس نے اوچند سرحدی قلعوں پر اپنا قبضہ کیا۔ تیس سال کی حکومت  
 کے بعد محمد ثانی نے غرناطہ میں بتاریخ شعبان ۷۰۰ھ مطابق ۳۰۲ھ انتقال کیا  
 محمد ثانی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا محمد ثالث تخت نشین ہوا۔

چونکہ اس نے اپنے باپ کی خاص نگرانی میں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ تخت پر  
 بیٹھتے ہی اس کی طرز حکومت سے لیاقت اور دوراندیشی کے آثار ظاہر ہونے  
 لگے تھوڑے ہی عرصے میں اس نے شہر المنذر کو جو عیسائیوں کے دائرہ  
 حکومت میں جا چکا تھا فتح اور تمام فوج دشمن کو جو اس شہر میں مقیم تھے گرفتار کر لیا۔  
 ۷۰۳ھ مطابق ۳۰۳ھ عین اس کو خبر پہنچی کہ اس کا رشتہ دار ابوالحاج

۱۔ اس کو انگریزی میں کوئے سید کہتے ہیں۔

۲۔ منجھ قیدیوں کے ایک مشہور حسین عورت بھی گرفتار ہوئی جس کے ساتھ سلطان افوقہ نکاح کر لیا تھا۔ المتحری

ابن نصر حاکم وادی آش اپنی رعایا کے ساتھ ظلم و زیادتی کرتا ہے بادشاہ نے اس امیر کو خدمت سے علیحدہ کر دیا البواحج حاج فریاد تو کرتی ہی مگر فوراً گرفتار کر لیا۔  
 شہنشاہ مطابق ۳۰۶ھ ماہ شوال میں محمد نے افریقیہ کے قلعہ سوطا کو فتح کیا اور وہاں کے حاکم ابوطالب عبداللہ ابن القاسم کو مع دیگر امراء شہر کے گرفتار کیا۔ اس قلعہ کا مدتوں کا اندوختہ مال و متاع مع قیدیوں کے اپنے ساتھ اندلس لے آیا۔

عربوں کی بد قسمتی کو دیکھو کہ ایسے عادل رعایا پرور اور جنکاش سلطان کے زمانہ میں بھی نچلے نہ بیٹھے اور بلا وجہ محض خود غرضی کے باعث اس کے بہائی نصر کو اس سے باغی کر دیا بعد ہنگامہ عظیم وزیر ابو عبداللہ ابن الحکیم کامکان جو علاوہ مال و متاع کے نہایت پیش بہا اور نادر کتب خانہ سے مزین تھا تباہ و تاراج کرتے ہوئے عین عید الفطر کے روز ۳۰۹ھ مطابق ۳۰۹ھ عین قشعرہ میں داخل ہوئے اور بعد گرفتار کر کے سلطان محمد ثالث کو نصر کو تخت پر بٹا دیا۔

نصر نے محمد ابن علی ابن عبداللہ ابن الحجاج کو اپنا وزیر مقرر کیا اس کو

لے ابن الحجاج اشبیلیہ میں شہر میں پیدا ہوا تھا اور کم سنی سے اس کو مختلف کلین وغیرہ منانے کا نہایت شوق تھا اس نے بڑا زور بوسعت یعقوب انصوری ایک بہت بڑا کارخانہ افریقیہ میں قائم کیا تھا جس میں ہر قسم کے آلات حرب و اور زمانہ تیار ہوتے توپ کا بھی یہی موجد ہوا تھا۔ ان ہی اوصاف کی بدولت محمد ثانی کا غلط میں ملازم ہوا اور پھر ہی وزیر سلطان نصر کی خرابی و تباہی کا باعث ہوا تھا۔ المقرئ و ابن الخطیب۔

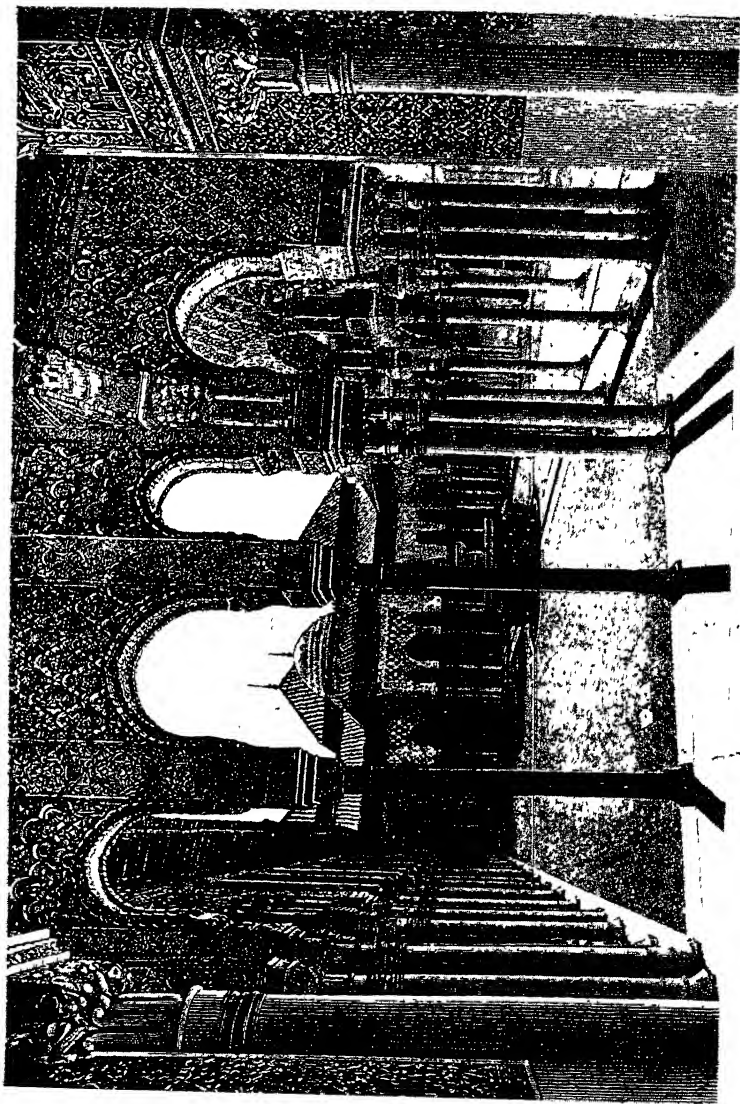
تحت نشین ہوئے تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ ۳۰۹ھ مطابق ۳۰۹ء میں بادشاہ  
 قسطلہ نے الجزائر کو گھیر لیا اور ۲۱ صفر سے لیکر ماہ شعبان تک محاصرہ رہا۔  
 گو یہ اس شہر کو فتح نہ کر سکا لیکن جبل الطارق پر قابض ہوا۔ اسی کو غنیمت سمجھ کر  
 اپنے ملک واپس چلا آیا۔ اسی زمانہ میں بادشاہ برشلونہ نے المیرہ پر حملہ کیا  
 اور جو فوج کہ اس شہر کی رہائی کے لیے نصر نے بھیجی تھی وہ ناکام رہی با این ہمہ  
 یہ شہر تسخیر نہ ہو سکا ان عیسائیوں سے نصر کا پیچھا پھوٹا نہ تھا کہ غارتگری کے آثار  
 نمودار ہونے لگے ابو سعید فرج ابن اسمعیل ابن الاحمر کا ہتھیجا حاکم مالقہ  
 اور سوطہ۔ بغرض اظہار اطاعت و عقیدت مندی غرناطہ آیا ہوا تھا یہاں بعض  
 خود غرضوں نے اس کو نصر سے باغی کر دیا اس نے مالقہ جا کر تاراج، امراض  
 ۳۱۰ھ علانیہ بغاوت شروع کی اور ابو سعید کے بیٹے ابوالولید نے انتقرہ  
 اور المیرہ اور بلعیش کو یکے بعد دیگرے فتح کر لیا۔

۳۱۱ھ مطابق ۳۱۱ء عجمی الثانی کے آخر میں نصر کو لوگی یہاں ایسا ہوا  
 ہوا کہ سب اس کی زندگی سے ناامید ہو گئے۔ سلطان محمد ثالث کے طرفداروں  
 نے فوراً اس واقعہ کی محمد کو اطلاع دی محمد ثالث ماہ جبین غرناطہ آیا۔  
 اس وقت تک خلافت امید نصر بالکل تندرست ہو چکا تھا اس نے محمد ثالث کو

گرفتار کر لیا اور خفیہ طور پر قتل کر ڈالا۔

غرناطہ میں تو یہ واقعات پیش تھے اور مالقہ میں ابو سعید اور اس کا بیٹا ابو الولید دونوں نہایت اطمینان سے فوج فراہم کر رہے تھے۔ بتایا کہ حکیم محرم الحرام ۱۱۸۲ھ مطابق ۱۳۱۲ء ابو الولید مع فوج پائی تخت غرناطہ کے قریب قریۃ العطشا، میں خمیہ زن ہوا نصر ہی فوراً اس کے مقابلے کے لیے شہر سے باہر نکل آیا۔ اس جنگ میں بتایا کہ ۱۳ محرم سلطان نصر نہایت پاکر بدقت تمام غرناطہ پہنچا نصر نے صلح کی درخواست کی۔ ہنوز صلح نامہ کا تعلق نہ ہونے پایا تھا کہ ماہ رمضان المبارک ۱۱۸۳ھ مطابق ۱۳۱۳ء عین وزیر ابو عبد اللہ ابن الحاج کی سختی کی وجہ سے غدر عظیم برپا ہوا اور رعایا نے قصر شاہی کو گھیر کر اس وزیر کی برطرفی کی درخواست کی لیکن شاہی فوج نے ایک ہی حملہ میں سیکڑوں قتل اور اس وقت اس فساد کو فرو کر دیا مگر امراء سے یہ ظلم دیکھنا نہ گیا اور سب نے مالقہ اگر ابو الولید کو صلح کرنے سے روکا اور اس کو دوبارہ جنگ پر آمادہ کیا حکومت کی چاٹ تو بڑی ہی ہوتی ہے اس نے بڑے بڑے امراء عرب کو اپنا طرفدار بنا کر انکی درخواست کو بلا تامل منظور اور ماہ شوال ۱۱۸۳ھ میں شہر لوٹنے کو بعد یورش فتح کر لیا۔ چونکہ وہ دن موسم سرما کے تھے اس نے فی الحال جنگ کو موقوف کر دیا اور مالقہ

دار الاسود الحمراء مين



اگر یہ زمانہ اس نے فراہمی فوج اور سامان میں صرف کیا شروع موسم بہار میں  
یہہ مع لشکر گران غرناطہ کی طرف متوجہ ہوا سلطان نصیر ہی ابو الولید کے ارادہ  
سے واقف تھا اس نے پہلے ہی سے عبد الحق ابن عثمان کو سرحد پر مقرر  
کر رکھا تھا شد و نہ کے قریب دونوں فوجوں کا سامنا ہوا اور ایسی سخت جنگ  
واقع ہوئی کہ بہت دیر تک غالب و مغلوب کی تمیز نہ ہو سکتی تھی بالآخر لیاقت و فنون  
جنگ نے اپنا اثر کیا ابو الولید کو کامل فتح حاصل ہوئی اور یہہ اپنے فریق مقابل  
کو پسپا کرتا ہوا پاشنہ کو ب غرناطہ میں در آیا نصیر ہاگ کے قصر الحمر میں مع  
اپنی عورتوں اور خزانہ کے پناہ گزین ہوا آخر کار بتاریخ ۲۱ شوال ۳۱۷ھ اس شرط  
پر کہ یہہ سلطنت سے دست بردار اور آئندہ کسی قسم کا دعویٰ نہ کرے اس کو زندہ اور  
سلامت وادی آتش چلے جانے کی اجازت دی گئی۔

جنگ مذکور کے بعد ابو الولید اسمعیل ابن فرج تحت غرناطہ پر ٹکن ہوا  
اس کے زمانہ حکومت میں غرناطہ کی رعایا نے نہایت امن اور اطمینان سے  
اپنی زندگی بسر کی اور باوجودیکہ ۳۱۷ھ مطابق ۳۱۷ھ میں قسطلہ کے عیسائیوں  
نے حصن بجیح اور حصن طشکر وغیرہ کو فتح کر لیا تھا لیکن اس کے تین ہی

۱۔ اس کو انگریزی میں کبیر کہتے ہیں۔ ۲۔ اس کو انگریزی میں ٹشکر کہتے ہیں۔



سال بعد ۱۹ء میں عرب مقامات مذکور پر قابض ہو گئے۔

۱۹ء مطابق ۱۳۱۹ء میں بطر وہ ولعہ قسطہ کی مدد کے لیے پچیس

عیسائی بادشاہ اپنی اپنی فوج لیکر جنگ پر آمادہ ہوئے اور طلیطلہ میں اپنی افواج

کو فرائم کیا اور سلطان ابوالولید نے سرحد پر جہان تک جلد مکن ہو سکتا تھا قلعہ تیار اور

سرحد کو مستحکم کیا اور مقابلہ کو ہر طرح تیار ہو گیا۔ بطر وہ طلیطلہ آیا اور بابائے

مجتہد العصر سے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اپنی کامیابی کی دعا چاہی۔ بابائے

ہر طرح کی دعا اور بہت سے اس کو جنگ کی اجازت دی یہاں سے بطر وہ مع

اس فوج کثیر غرناطہ کی طرف روانہ ہوا۔ عربوں کو جب معلوم ہوا کہ عیسائی پوری قوت

کے ساتھ ان کی طرف آرہے ہیں اور بمقابلہ عیسائیوں کے ہمارے پاس نصف سے

بہی کم فوج ہے۔ ہر فرد بشر کو پریشانی لاحق ہوئی اور قبل از جنگ ان کے بشر نے

ناامیدی کے آثار ظاہر ہونے لگے ایسی حالت یاس و ناامیدی میں جب یہ

معلوم ہوا کہ ابوسعید سلطان فاس نے ان کی درخواست مدد پر بالکل التفات

نہیں کی تو ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ غرناطہ کے مسلمانوں کی اس وقت

کیا حالت ہوگی۔ سلطان ابوالولید نے سب طرف سے مایوس ہو کر اپنے

لے انگریزی میں پڑھتے ہیں۔ لے اس سے ظاہر ہے کہ عربوں نے قبل از جنگ اس بادشاہ سے امداد چاہی تھی۔

خدا اور رسول پر بہرہ و سا اور فوراً اپنے نامی فوجی افسر شیخ الغزاة ابو سعید عثمان ابن ابی الاعلیٰ المرینی کو اپنی فوج خاص کا ایک دستہ دیکر اس طوفان کو روکنے کی غرض سے بتاریخ ۲۰ ربیع الاول ۱۱۷۸ء روانہ کیا روانگی کے دو روز بعد اس بہادر امیر نے اپنی قلت فوج کا بالکل لحاظ نہ کیا اور دشمن کے ہر اول پر حملہ آور ہوا اور سیکڑوں عیسائیوں کو قتل کرتا ہوا ہر اول کو قلب لشکر کی طرف بہگایا اس کے دوسرے ہی روز کیشنبہ کو مع پانچ ہزار عربوں کے آگے بڑھا۔ یہ امیر خوب جانتا تھا کہ اگر غرناطہ کی تمام فوج نے یہی عیسائیوں کا مقابلہ کیا تب بھی بوجہ کثرت سپاہ عدد و بہار غالب آنا دشوار ہے غرض بعد تامل بسیار ابو الجیوش کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ کچھ فاصلے پر جہاڑی میں پوشیدہ کر دیا اور یہ حکم دیا کہ جب عیسائی ہمارا تعاقب کرتے ہوئے اس مقام سے آگے بڑھ جائیں تو تم پیچھے سے ان پر حملہ کرنا۔ اس حکم کے بعد یہ امیر اپنی قلیل فوج کے ہمراہ روانہ ہوا۔

اس کے بعد ہی سلطان بذات خود امیر المغربی اور تین سو سواروں کو اپنے بغرض امداد آیا۔ ادھر جب عیسائیوں نے شیخ الغزاة کو ان معدودے چند کے ساتھ اپنے سامنے دیکھا تو دل میں بہت خوش ہوئے اور بغیر کسی قسم کی احتیاط کے شیخ الغزاة پر حملہ کیا اس امیر نے اپنی فوج کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ عیسائیوں نے جب

مسلمانوں کو اپنے سامنے سے بہا گئے دیکھا یہ بھی بلا ترتیب وقاعدہ ان کے پیچھے دوڑ پڑے۔ عیسائی ہنوز ابوالجیوش کے قریب سے گزر رہے ہی تھے کہ یہ امیر عقب سے مع ایک ہزار سوار دفعتاً دشمنوں پر ٹوٹ پڑا اسی وقت شیخ الغزاق نے اپنی فوج کو ٹھہرایا اور عیسائیوں کا سدراہ ہوا۔ اس حالت بخیر میں عیسائی دونوں طرف سے اپنے گولہ بارے ایسے ڈرے کہ یا تو اپنے دشمن کا تعاقب کر رہے تھے یا ایک دفعہ جدہر منہہ اوٹھا منتشر الحو اس بہاگ نکلے اسی حالت بدحواسی میں عربوں نے ان کا تعاقب کیا۔ تقریباً پچاس ہزار عیسائی قتل اور اسی قدر دریا اور نالوں میں ڈوب گئے بعد اختتام جنگ معلوم ہوا کہ مقتولوں میں خود بطروہ اور اس کے پچیس معاون بھی شریک ہیں جو مال و اسباب عیسائی اپنے ساتھ لائے تھے وہ عربوں کے ہاتھ آئے۔ قیدیوں میں بطروہ کی بیوی اور بچے بھی شریک تھے۔ ان کی رہائی کے عوض میں عیسائیوں نے شرط فیہ اور قلعہ جبل الطارق دینا چاہا لیکن عربوں نے ان کو نہ چھوڑا۔ اس جنگ میں تعجب خیز بات یہ تھی کہ باوجودیکہ مسلمانوں کی فوج چار ہزار پیادوں اور پندرہ سو سواروں سے زیادہ نہ تھی مگر جنگ کے بعد جب حساب کیا گیا تو دریافت ہوا کہ تیرہ مسلمان شہید ہوئے

۱۹۱۰ء مطابق ۱۳۲۹ھ میں واقع ہوئی تھی اور بطروہ (پڑوہ) کی لاش ایک لکوی کو صندوق میں رکھ کر غلط طور پر دفن کر دی گئی تھی۔  
۱۹۱۰ء مطابق ۱۳۲۹ھ میں واقع ہوئی تھی اور بطروہ (پڑوہ) کی لاش ایک لکوی کو صندوق میں رکھ کر غلط طور پر دفن کر دی گئی تھی۔

چند روز تک جنگ ملتوی ہی لیکن پیر ابو الولید نے عیسائیوں کو کمزور دیکھ کر سجدہ کے قریب قلعہ اشکر کو تاریخ ۲۴ رجب ۷۲۴ء بمطابق ۳۲۴ء ع اور تاریخ ۱۰ رجب ۷۲۵ء صحر طاش کو فتح کیا۔ اس جنگ میں سلطان کا بھتیجا محمد بھی شریک تھا کسی نریبا حرکت پر سلطان مجمع عام میں اس پر غصا ہوا محمد کو یہ بہت ناگوار گزرا اور اس نے انتقام کی غرض سے تاریخ ۲۴ رجب ۷۲۵ء بمطابق ۳۲۵ء ع اس مہم سے واپس آنے کے تین روز بعد ابو الولید کو غرناطہ میں مار ڈالا۔

ابو عبد اللہ محمد چہارم اپنے باپ کے انتقال کے بعد اورنگ سلطنت پر متمکن ہوا اور عیسائیوں پر فوج کشی کر کے شہر قیرہ کو فتح کیا اور شہر کو محصور کر لیا لیکن عیسائی چونکہ کسی ترکیب سے اس شہر میں فوج اور رسد پہنچا چکے تھے محمد چند روز کے محاصرہ کے بعد وہاں سے ہٹ آیا۔ یہ مہم پہلے تحریر کر آئے ہیں کہ شاہان غرناطہ نے بنی مرین اپنے معاونوں کو فوجی ضرورتوں کے لحاظ سے جبل الطارق اور طریفہ اور الجزار تردیدئے تھے اور شہر میں عیسائیوں نے جبل الطارق پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ قلعہ بلحاظ قدرتی استحکام اندلس کی کنجی سمجھا جاتا تھا ابو الحسن المرینی بادشاہ فاس اس مقام کے فولید سے اچھی طرح واقف تھا اوس نے اندلس اگر سلطان محمد کی مدد سے چند



جمع ہوئے تھے بتاریخ، ہجادی الاول سنہ مذکورین طریقہ کے قریب نہایت سخت جنگ واقع ہوئی اس جنگ میں عیسائیوں نے عربوں کو کامل شکست دیکر ہزار ہا مسلمانوں کو شہرت شہادت پلایا ان شہداء میں عبد اللہ السلام فی لسان الدین ابن الخطیب کا باپ بھی شریک تھا ابو الحسن نہایت مشکل سے اپنی جان بچا کر افریقہ بہاگ آیا سلطان یوسف نے غرناطہ اگر انتقام کی غرض سے فوج اور سامان فراہم کرنے کی کوشش کی اور ۳۴۹ھ مطابق ۱۳۴۹ء میں لسان الدین ابن الخطیب عالم نگاہ مشہور زمانہ کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ افسوس ہے کہ ایسے بادشاہ جامع الصفات قدردان و قد پاور کی عمر نے وفات کی خصوصاً جبکہ ریاست کے سنبھالنے کے لئے ایسے بادشاہ کی سخت ضرورت تھی ۳۵۰ھ مطابق ۱۳۵۰ء میں جبکہ یوسف مسجد میں شریک نماز تھا ایک مجنوں الحواس آدمی نے اس کو مار ڈالا اور یہ قصر الحمر اذین دفن ہوا۔

یوسف کا بیٹا الغنی باللہ محمد پنجم اپنے باپ کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا اور کچھ عرصہ کے بعد لسان الدین ابن الخطیب کو ابو عنان

لسان الدین ابن الخطیب جس کا ذکر آئندہ ہوگا ایک نامی عالم گزرا ہے۔ منجمہ دیگر تصانیف کے اللہ البدر فی تاریخ

ابن ابوالحسن بادشاہ افریقیہ کے پاس بھیجے عیسائیوں کے مقابلے میں مدد چاہی۔ جس وقت لسان الدین اور قاضی ابوالقاسم الشریف سلطان ابو عمان کے سامنے پیش ہوئے تو ابن الخطیب نے فی البدیہہ چند اشعار بادشاہ کی تعریف میں پڑھے یہاں تک کہ اہل دربار پر وجد کی سی حالت طاری ہو گئی اور سلطان نے خوشی کی حالت میں لسان الدین سے کہا کہ ”بادجو دیکھ میں تمہارے یہاں آنے کے اغراض سے واقف نہیں ہوں لیکن اب میں ان اغراض کو معلوم کرنا بھی نہیں چاہتا میں بلاتامل تمہاری درخواستوں کو منظور کرتا ہوں جس چیز کی تم کو ضرورت ہو وہ ہم سے مانگ لو لسان الدین نے اپنے اغراض سلطان سے بیان کیے سلطان نے فوج کے بھیجنے کا حکم دیا۔ اور سفیر کو بہت کچھ ہمیش بہا تحائف دیکر واپس روانہ کیا۔

سلطان محمد نجم کو ابھی پورے پانچ سال نہ ہوئے تھے کہ اس کا علاقہ بہائی اسماعیل رشتہ داروں کے درغلانے سے باغی ہو گیا اور بتاریخ ۲۸ رمضان ۷۴۰ھ مطابق ۱۳۵۹ء عین ورحا لیکہ سلطان شہر سے باہر جنت العریف میں مقیم تہارات کے وقت قلعہ کی دیوار سے مع اپنے ہمراہیوں کے غرناطہ میں داخل ہوا

اور قبل اس کے کہ لوگوں کو خبر ہو قلعے پر قبضہ کر لیا۔ دوسرے روز جب سلطان محمد کو اس بغاوت کی اطلاع ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ باغی قلعہ پر قابض ہو چکے ہیں اور اس کی گرفتاری کی فکر میں مصروف ہیں تو یہ سید ہا وادی آتش چلا آیا اور قلیل عرصہ میں بامداد اور عایا بہت کچھ فوج بھی فراہم کر لی۔ اس ہی اثنائیں بتاریخ ۱۰ ذی الحجہ ابوالقاسم ابن شریف من جانب سلطان ابوسلیم بادشاہ فاس نے محمد پنجم سے کہا کہ لمجاظان تعلقات کے جو ایک زمانہ دراز سے تیرے اور بادشاہ افریقیہ کے خاندان کے ساتھ چلے آتے ہیں ابوسلیم نے تجھ کو افریقیہ بلایا ہے تاکہ جو کچھ مدد کہ اس کے امکان میں ہے وہ تجھ کو دے محمد نے اس کے قبل بطر وہ بادشاہ قسطلہ کو اپنی مدد پر آمادہ کرنا چاہا تھا اور چونکہ اس نے کوئی قابل اطمینان جواب اب تک نہیں دیا تھا اس نے ابوسلیم کی درخواست کو فوراً منظور کر لیا اور دوسرے ہی روز بتاریخ ۱۱ ذی الحجہ مع اپنے مشہور وزیر لسان الدین ابن الخطیب کے افریقیہ روانہ ہوا۔ یہاں ابوسلیم نے اس کی بہت خاطر مدارات کی اور اپنے محل خاص میں اس کو مہمان رکھا۔

اسمعیل نے بعد غصب سلطنت بادشاہ قسطلہ سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے چاہے چونکہ بطر وہ اس وقت اہل برشلونہ کے ساتھ جنگ میں مصروف



تھا اس نے بلاتامل صلح کی درخواست کو منظور کر لیا لیکن قبل اس کے کہ  
 اس کا کوئی نتیجہ برآمد ہوتا صرف چند مہینے کی حکومت کے بعد ابو عبد اللہ نے  
 جس کی اعانت و شرکت سے اس کو بادشاہت نصیب ہوئی تھی بتاریخ ۳۶۱ھ  
 ۴۱۱ھ مطابق ۳۶۰ھ ع ۳۶۱ھ میل کو مع اس کے بہائی قیس کے  
 قتل کر ڈالا اور خود بلقب محمد ششم تخت نشین ہوا اندلس میں بغاوت  
 کا سلسلہ جاری تھا اور ادھر افریقیہ میں سلطان محمد پنجم اپنے زبردست معاون  
 کی مدد سے اپنے ملک کے واپس لینے کا بندوبست کر رہا تھا چنانچہ پورے  
 انتظام کے ساتھ بتاریخ ۴۲۲ھ شوال ۴۲۲ھ مطابق ۳۶۱ھ ع ۳۶۱ھ میل  
 کی جلاوطنی کے بعد محمد پنجم اندلس میں داخل ہوا محمد ششم نے فوج  
 دیکھا کہ فریق مقابل اس کو چاروں طرف سے گھیرتا ہوا آ رہا ہے تو اس نے  
 بطرہ بادشاہ قسطلہ کے پاس بذات خود جا کر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ  
 مدد چاہی اور اپنی آئندہ کامیابی کو اس عیسائی کی فیاضی اور رحم دلی پر محمول کر دیا  
 گویا اپنے کو بالقصد ایک خون کے پیاسے درندے کے منہ میں ڈال دیا  
 اسی کا نتیجہ ہے کہ بتاریخ ۴۲۳ھ ربیع الثانی ۴۲۳ھ مطابق ۳۶۲ھ ع ۳۶۲ھ میل  
 کو مع اس کے تمام ہمراہیوں کے شہید کیا گیا اور تمام مال و اسباب قرضہ کر لیا

واقعہ مذکور کے بعد سلطان محمد پنجم باسانی تمام اپنے موروثی تخت پر دوبارہ بتاریخ ۲۰ جمادی الآخر ۹۴۳ ھ میں متکون ہوا اور لسان الدین ابن الخطیب کو جو اس کے عیال و اطفال کے ساتھ افریقیہ میں رہ گیا تھا بلا کر اپنا وزیر عظیم مقرر کیا۔ سلطان اپنے لایق عالم و فاضل و مدبر وزیر کو بے انتہا عزیز رکھتا تھا اور بغیر اس کی رائی اور مشورے کے معمولی سے معمولی کام کو بھی شروع نہ کرتا تھا۔ دربار کے بعض خود غرض اور نا عاقبت اندیش لوگوں کو اس وزیر کی ترقی بہت ناگوار گزری اور انہوں نے ازراہ حسد تزیویر و مسکر سے بادشاہ کو اس سے بدول کرنا چاہا اسی زمانے میں افریقیہ میں بغاوت شروع ہوئی اور عبد العزیز ابن عبد الحسن اور عبد الرحمن دو چاراد بہائیونین سلطنت کی وجہ سے خانہ جنگی ہوئے دلکی ابن الخطیب نے عبد العزیز کا ساتھ دیا اور جب عبد الرحمن نہایت پاکر غنا طہ بہاک آیا تو عبد العزیز کی درخواست پر اس نے سلطان کو صلاح دی کہ عبد الرحمن اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے عبد العزیز کے حوالے کر دینا چاہیے چنانچہ اس کی ہدایت کے موافق سلطان محمد نے عبد العزیز کے سفیر سے اس امر کا وعدہ کر لیا۔ ہنوز اس معاملے کی کیسوفی نہیں ہوئی تھی کہ ابن الخطیب کو بقرائن

معلوم ہوا کہ مخالفین کا افسوس سازش کا گر ہو چکا ہے اس نے فوراً چند روز کی  
 رخصت حاصل کی اور مع اپنے بڑے بیٹے علی کے جبل الطارق آئیہاں  
 پہلے سے عبد العزیز نے خفیہ طور پر ایک جہاز مقرر کر رکھا تھا۔ یہ جہاز پر سوار  
 ہو کر افریقہ بہاگ آیا عبد العزیز نے اس کی بہت خاطر و بھائی کی اور اپنے  
 زمرہ مصاحبین میں شریک کر لیا۔ سلطان محمد نے اس کے بہاگ جانے کی خبر  
 سُن کر عبد العزیز کو اس کی واپسی کی نسبت لکھا لیکن یہ درخواست وزیر ابو بکر  
 کی وجہ سے نامنظور کر دی گئی تھی۔ مین عبد العزیز کا انتقال ہوا اور السعید  
 ابن ابی فارس ایک کسرن لکا اس کی جگہ تخت پر بیٹھا۔ اب سلطان محمد نے  
 مکر ابو بکر کو ابن الخطیب کے واپس بھیجنے کے لئے لکھا۔ اس وزیر نے پہر  
 اس درخواست کو نامنظور اور نامہ بر کو دربار سے نکال دیا محمد نے اس توہین کے  
 معاوضہ میں فوراً عبد الرحمن کو رہا اور مع فوج و سامان جنگ اس کو افریقہ  
 بغرض انتزاع ریاست روانہ کیا اور خود جبل الطارق کو گھیر لیا۔ ان واقعات  
 کی خبر جب ابو بکر ابن غازی کو پہونچی تو اس نے اپنے چچا زوہبانی محمد ابن  
 عثمان کو سواحل افریقہ کی حفاظت کی غرض سے سوطا بھیجا اور خود اس کے  
 عقب میں مع فوج بطویہ کی طرف آیا۔ یہاں عبد الرحمن نے قرب و جوار کی لوگوں کو

بغاوت کی ترغیب دی ابن غازی نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا مگر جب کامیابی کی امید نہ پائی تو فاس واپس چلا آیا اسی اثناء میں سلطان محمد پنجم نے ابو بکر کے چچا زاد بہائی محمد ابن عثمان کو خفیہ طور پر یہوا کرنا چاہا اور یہ کہلا بھیجا کہ السعید ابن ابی فارس ایک نا تجربہ کار طفل کی عوض ابو العباس احمد ابن ابی سالم کو جو طنجہ میں قید ہے بادشاہ بنانا چاہیے تاکہ مگو بہی کچھ فائدہ پہنچے۔ علاوہ اس کے سلطان محمد نے حسب ذیل شرائط پر مدد دینے کا وعدہ بھی کیا۔

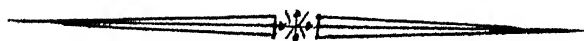
(۱) قلعہ جبل الطارق واپس کر دیا جائے۔

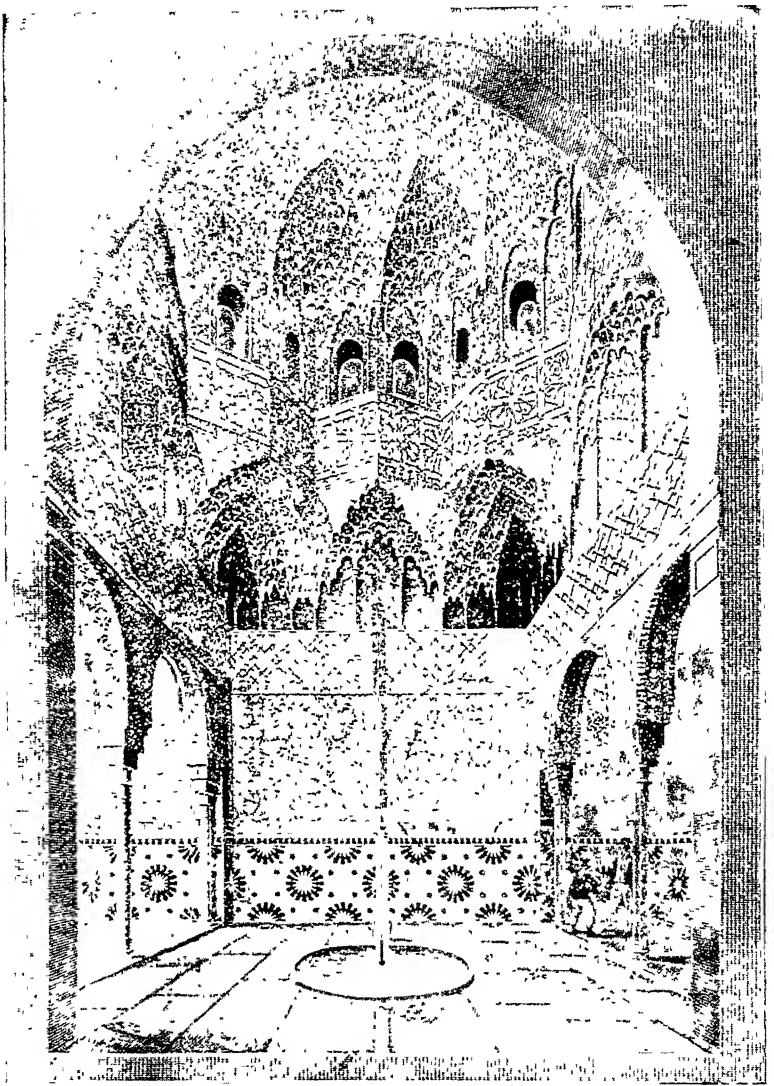
(۲) بنی مرین کے شہزادے بغرض حفاظت اندلس بھیج دئے جائیں۔

(۳) لسان الدین ابن الخطیب سلطان کے حوالہ کر دیا جائے۔

ابن عثمان نے ان شرائط کو منظور کر لیا اور طنجہ اگر ابو العباس احمد کو قید سے رہا کیا اور حکم دیا کہ جبل الطارق سلطان محمد کے سپرد کر دیا جائے۔ سلطان نے اس قلعہ پر قبضہ کرتے ہی فوج اور روپیہ سے ابن عثمان کی مدد کی۔ شروع ۷۷۶ء مطابق ۱۳۷۴ء میں احمد کو پوری کامیابی حاصل ہوئی اور یہ منظر اور منصور ۷۷۶ء فاس میں وزیر محمد ابن عثمان اور سلیمان ابن داؤد کے ساتھ داخل ہوا ابن الخطیب کو جب یہاں نہ پایا اور معلوم ہوا کہ یہ شہر سے بہاگ گیا ہے فوراً

اس کی تلاش شروع کی بالآخر اپنے دشمن جانی سلیمان ابن داؤد کی وجہ سے  
 ابن الخطیب گرفتار ہو گیا محمد پنجم نے اپنے وزیر عبد اللہ ابن زمرق کو  
 اس کے لانے کے لیے بھیجا اور ایک فرضی مقدمہ ابن الخطیب پر قائم  
 کیا لیکن جب بعض مشہور عالموں نے اس کی طرف داری کی تو سلیمان نے  
 اس خوف سے کہ کہیں دشمن بری نہ ہو جائے ایک روز رات کو جلینا نہ میں  
 ایسے کیتا می زمانہ آدمی کو قتل کر ڈالا۔





الحرمہ کا ایک دالان



محمد پنجم کا انتقال - یوسف ثانی - محمد ہشتم - اس کا استبلیہ جانا - محمد کی بادشاہ قسطلہ سے

ملاقات - محمد ہشتم کا انتقال - یوسف ثالث - صلح کل - طرز حکومت - محمد ہشتم - محمد الصغر

کی بغاوت اور تخت نشینی - الصغیر محمد ہشتم کا انتقال - یوسف ابن الاحمر کی بغاوت - یوسف کا

انتقال - عیسائیوں کے ساتھ جنگ - محمد ابن عثمان کی بغاوت - ابن امیئل -

محمد پنجم ۹۳۰ھ مطابق ۱۳۹۱ء میں انتقال کیا اور اس کا بیٹا یوسف ثانی تخت نشین ہوا۔  
یہ بہرہ مثل اپنے باپ کے نہایت رحم دل اور صلح پسند آدمی تھا چنانچہ تخت نشینی  
کے بعد ہی اس نے تمام عیسائی بادشاہوں کو اس امر کا پورا اطمینان دلایا کہ جو  
معادہ دے کہ اس کے باپ نے ان لوگوں کے ساتھ کئے تھے اوں کو یہ  
قائم رکھے گا۔ اس زمانہ کے عیسائی بادشاہوں میں سب سے سربرآوردہ قسطلہ کا  
بادشاہ تھا سلطان نے اس کو چہ نہایت عمدہ گہوڑے ساز و سامان جو انہر نگار سے  
آراستہ بطور تحفہ بذریعہ والی مالقہ بھیجے۔ بادشاہ قسطلہ نے سفیر کی حبسی کہ چاہئے

تعلیم و تکریم کی اور بوقت واپسی اس نے بھی بیش بہا تحفہ سلطان کو دیئے روانہ کیئے  
 شخصی سلطنتوں میں بادشاہ کا کثیر الاولاد ہونا ہمیشہ ریاست کے لیے بہت  
 مضر ثابت ہوا اور بعض اوقات تو یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بادشاہ کے مرنے کے  
 قبل ہی بہاتیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور ان میں سے جو کامیاب ہوا اس نے  
 اپنے باپ کو تخت سے اتار کر اس کے زمانہ حیات میں سلطنت پر قبضہ کر لیا  
 سلطان یوسف کے چار بیٹے یوسف اور محمد اور علی اور احمد نامی تھے۔ ان  
 سب میں محمد لایق اور ہوشیار تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ سلطان نے اس کے  
 بڑے بہائی یوسف کو اپنا ولیعهد مقرر کیا ہے جب جاہ و سلطنت نے اس کو  
 ایسا بقیہ کر لیا کہ اپنے باپ اور بہائی دونوں سے باغی ہو گیا اور مشہور کیا کہ ”  
 سلطان نے جو یہ صلح کل کا برتاؤ دشمنان اسلام سے رکھا ہے اس کی خاص  
 وجہ یہ ہے کہ یہ عیسائی مذہب کی طرف دل سے راغب ہے اور اس کے  
 اختیار کرنے کے لیے صرف وقت کا منتظر ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی چند عیسائی  
 اس کے پاس موجود ہیں جن سے یہ بہت محبت رکھتا ہے۔“ عوام الناس کو گمراہ  
 کرنے میں دیر کب لگتی ہے۔ سلطان کی ظاہر طرز حکومت سے عامہ خلایق نے  
 اس افواہ کو باور کر لیا اور محمد کی مدد پر آواہ ہو گئی۔ نوبت بانخار سید کہ ایک روز



باغیوں نے قصر الحمرا کو گھیر لیا قریب تھا کہ سلطان ہجوم رنج و غم سے سلطنت  
 سے خود کنارہ کش ہو اور حکومت اپنے باغی بیٹے کے سپرد کر دے کہ بادشاہ  
 فاس کے سفیر نے سلطان سے بلا کشت خون اس بغاوت کے فرو کرنے کی  
 اجازت حاصل کی اور اکیلا باغیوں کے مجمع میں گھس آیا اور ایک نہایت شستہ  
 اور پراثر تقریر شروع کی جس میں اس سفیر نے بنی امیہ اور المرابطین اور  
 الموحدین اور بنی ہود کے زمانہ حکومت کو یاد دلایا کہ اسی خانہ جنگی کی  
 بدولت یہ خاندان یکے بعد دیگرے تباہ ہوئے اگر یہ لوگ ایک دوسرے کو  
 مارنے کی عوض متفق ہو کر عیسائیوں کے ساتھ لڑتے تو آج یہ دن تم کو کیوں  
 نصیب ہوتا۔ تم خود دیکھ رہے ہو کہ یہ اسی باہمی نزاع کا نتیجہ ہے کہ تمام ملک  
 اندلس تمہارے قبضے سے نکل گیا اور اب تمہارے طرز سے یہ صاف  
 ظاہر ہے کہ اس چھوٹے سے حصے کو جس پر اب تم قابض ہو اپنے دشمنوں کے  
 سپرد کیا جاتے ہو بہتر یہ ہے کہ تم اس بغاوت سے دست بردار ہو ہمارا بادشاہ  
 جہاد کا قصد رکھتا ہے۔ تم کو مناسب ہے کہ اپنے لائق اور بہادر بادشاہ کا ہاتھ  
 دو، اس تقریر نے عوام الناس پر خاطر خواہ اثر کیا اور باغی بلا کشت خون اپنے  
 گہروں میں چلے آئے۔ گو سلطان یوسف کا خیال جنگ کا نہ تھا لیکن اب مصلحت

ونیز بصواب دید سفیر مذکور بعد اعلان جہاد شہر ہر سیہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ نیز متعدد لڑائیاں واقع ہوئیں۔ ہمیشہ عرب کامیاب رہے۔ چونکہ سلطان یوسف جنگ کی طرف بالکل متوجہ نہ تھا اس نے بادشاہ قسطلہ کے پیام صلح کو بلا تامل منظور کر لیا اور جواما و اسباب کہ ان لڑائیوں میں اس کے ہاتھ آیا تھا وہ اپنی فوج میں تقسیم کرتا ہوا غرناطہ چلا آیا۔ ۷۹۷ء میں حاکم القنطرہ نے بلا وجہ موجہ غرناطہ کے قریب ایک قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان فوراً مقام واقعہ پر پہنچا اور عیسائیوں شکست دیکر اپنی حدود سے خارج کر دیا۔ گویہ یورش بادشاہ قسطلہ کے اشارے سے ہوئی تھی۔ مگر مسلمانوں کی کامیابی پر اس نے اپنے افسر فوج پر اس خلاف معاہدہ جنگ کا الزام عائد کیا۔

۷۹۸ء مطابق ۳۹۶ھ لغزین سلطان یوسف نے انتقال کیا اور چونکہ پہلے ہی سے محمد نے تمام امرائی ریاست کو اپنی طرف کر لیا تھا باپ کے مرتے ہی تخت نشین ہوا اور فوراً اپنے بڑے بہائی یوسف کو قلعہ شلو یا نیمین قید کر دیا۔ محمد ہفتم نے بعد تخت نشینی بادشاہ قسطلہ کے حالات سے ذاتی واقفیت حاصل کرنے کی غرض سے اشبیلیہ جانے کا ارادہ کیا چونکہ یہ اس عسائی کی ریاکاری اور دغا بازی سے بخوبی واقف تھا اس نے علانیہ اس کے

پاس جانا مناسب نہ سمجھا غرناطہ میں جہاد کی خبر مشہور کی اور سرحد تک فوج کے ساتھ آیا سہان فوج کو چھوڑ کر خود مع پچیس دلیہ ہمارا ہیون کے لباس سفیر اشبیلیہ روانہ ہوا بادشاہ قسطلہ نے اس کو اپنے محل خاص میں مہمان کہا محمد ہفتم نے اپنے رمانہ قیام میں تکمیل معاہدہ تمام حالات بادشاہ و ملک کے دریافت کر لیے اور بعد حصول مقصد بغیر افشائی راز غرناطہ واپس چلا آیا۔

واقعہ مذکور کے بعد ہی عیسائی فوج نے جو سرحد کے قریب مقیم تھی معاہدوں کے بالکل خلاف غرناطہ کی حدود میں داخل ہو کر مقامات کو تباہ اور رعایا کو پریشان کرنا شروع کیا۔ ایسی حالت میں سلطان کو یہ چاہیے تھا کہ ان لوگوں کو اپنی سرحد کے باہر کر دیتا اور بعض معاہدہ بادشاہ قسطلہ سے کرتا لیکن سلطان ہنایت مدبر اور شجاع آدمی تھا اور جنگ کے لیے حیلہ ڈھونڈا کرتا تھا ایسے عمدہ موقع کو بہلایہ کب ہاتھ سے جانے دیتا۔ اس نے بادشاہ قسطلہ سے کسی قسم کی شکایت نہیں کی اور اسی وقت یلغار کرتا ہوا دو ترک عیسائیوں کے ملک میں نکل آیا۔ بعض قلعوں اور شہروں پر قبضہ اور جو مقامات سرحد سے دور تھے ان کو تاراج کرتا ہوا بہت کچھ مال غنیمت کے ساتھ پستی تحت واپس آیا جس وقت ان واقعات کی اطلاع بادشاہ قسطلہ کو ہوئی اس نے

فوراً سفیرون کے ذریعہ سے شکایت و درخواست کی بر بانی صلح نامہ جن مقامات  
 پر عربوں نے قبضہ کیا ہے وہ واپس کر دے جائیں سلطان نے جواب دیا کہ  
 سلسلہ لڑائی کا تمہاری سرحدی فوج نے شروع کیا اور ہمارے ملک کو بہت  
 نقصان پہونچا لہذا شکایت ہو کر کرنی چاہئے تھی نہ کہ تمکو ہم نے مجبوراً محض اپنی  
 حفاظت اور سرحد کی مضبوطی کے لیے چند قلعوں پر قبضہ کیا ہے۔ عیسائی کو یہ  
 مذہب جواب نہایت ناگوار گزرا اور اس نے اپنے فوجی افسروں کو حکم دیا۔  
 کہ وہ چاروں طرف سے غرناطہ پر حملہ کریں اور جبرائیل سلطان سے معاہدوں کی  
 تعمیل کراہیں محمد ہفتم نے جب عیسائیوں کو آمادہ جنگ دیکھا تو یہ بھی ان کے  
 مقابلہ کی غرض سے آگے بڑھا۔ چونکہ عیسائیوں نے ایک ہی دفعہ مختلف مقامات  
 پر یورش کی تھی۔ عربوں کو بھی مجبوراً اپنی فوج کو تقسیم کرنا پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ  
 جنگ میں ظوالت ہوئی اور دونوں طرف کی بہت کچھ فوج کام آئی۔ مگر زیادہ نقصان  
 عربوں کو پہونچا۔ سلطان نے دیکھا کہ اس طرح قیامت تک بھی لڑائی کا تصفیہ نہ ہوگا  
 لہذا اس نے کوشش کی کہ چاروں طرف سے عیسائیوں کو گھیرتا ہوا ایک مقام  
 پر لے آئے اور یہاں اپنی مجموعی قوت سے ان کا مقابلہ کرے مگر موسم سرما کے  
 باعث جنگ میں کچھ توقف ہوا۔ اسی اثنا میں بادشاہ قسطلہ مر گیا اور اس کا

شیرخوار بٹیا کھیتی تخت پر بیٹھا۔ چونکہ کھیتی ابھی پورا ایک سال کا بھی نہ تھا اس کا  
 چچا فردلند مہات سلطنت کا تشکفل مقرر ہوا۔ اس شخص نے جنگ کو بدستور قائم رکھا  
 اور بہت کچھ کامیابی بھی حاصل کی۔ عیسائیوں کی فوج بمقابلہ عربوں کے کہیں  
 زیادہ تھی لہذا سلطان محمد نے ایک دوسرا طرز جنگ اختیار کیا یعنی ایک طرف  
 ان عیسائیوں کو اپنے حصول مقصد میں مشغول رکھا اور خود فوج لیکر دوسری طرف  
 جیان پرفٹ آرا ہوا اس سے یہ فائدہ ہوا کہ عیسائی اپنی تہکی ماندی فوج کو جیان  
 کی طرف لانے پر مجبور ہوئے اور چونکہ فوج کی نقل و حرکت آسان تھی فردلند  
 نے فی الحال صلح کر لی۔ ۱۳۰۰ء مطابق ۱۳۰۱ء میں سلطان محمد ہاتھم سات ہزار  
 سوار اور بارہ ہزار پیادوں کی جمعیت سے بغرض فتح القیدات کو چ کیا۔ راستے  
 میں عیسائی اس کے سد راہ ہوئے اور ایک سخت لڑائی واقع ہوئی۔ جیان فسران  
 فوج نے دیکھا کہ فوج لڑتے لڑتے تھک گئی ہے اور فریقین میں سے غالب  
 و مغلوب نظر نہیں آتا۔ جاہلین سے یہ رائی قرار پائی کہ آٹھ مہینے کے واسطے  
 جنگ ملتوی رہے جس کو فریقین نے منظور کیا اور صلح نامہ پر دستخط ہو گئے۔  
 اس مدت کے ختم ہونے کے قبل سلطان بہت سخت بیمار ہوا جب اس نے

دیکھا کہ میرا بچا دشوار ہے تو اپنے بیٹے کو ولیعہد مقرر کیا اور اس خیال سے کہ  
 مبارک امیر اسہانی یوسف<sup>ؑ</sup> فساد برپا کرے اس نے فوراً غصہ طور پر یوسف  
 کے قتل کا حکم جاری کیا جب یہ حکم قلعہ مذکور میں پہنچا تو یہاں کا قائد شہزادہ یوسف  
 کے ساتھ شطرنج کھیل رہا تھا یوسف نے اپنے حسن سلوک سے حاکم قلعہ  
 کو اپنا سچا دوست بنا لیا تھا۔ جب یہ حکم قائد نے پڑھا تو نہایت متفکر ہوا اور تابذیر  
 حالت سکوت میں رہا یوسف اس کی پریشانی سے فوراً سمجھ گیا کہ اب میرا زندہ  
 رہنا محال ہے اور جب بعد اصرار مضمون فرمان سے مطلع ہوا تو یوسف نے  
 درخواست کی کہ تھوڑی مہلت مجھ کو دی جائے تاکہ میں اپنے رشتہ داروں سے  
 رخصت ہوں۔ یہ لوگ انہیں باتوں میں مشغول تھے اور حکم بر بندہ تعمیل حکم شاہی  
 میں تشدد کر رہا تھا کہ اتنے میں چند اعیان سلطنت وارد ہوئے اور سلطان محمد<sup>ؑ</sup>  
 کے انتقال کی خبر سنائی اور یوسف کو تخت نشینی کی مبارکباد دی یوسف ان  
 اخبار پر دم و جاسی گاہے محزون و گاہے مسرور حالت سکتے ہیں بیٹھا رہا مگر جب اس کے  
 ہوش و حواس درست ہوئے اور ان امر کے کلام سے بوجی صدق آتی تو یہ فوراً  
 غرناطہ کی طرف روانہ ہوا۔

لے جیسا کہ اوپر تحریر ہو چکا ہے محمد ہفتم نے تخت نشینی کر کے بعد ہی اپنے بڑے بھائی یوسف کو قلعہ شلوایا میں مقید کر دیا تھا۔

سلطان یوسف نے جلوس کے بعد ہی بذریعہ امیر عبد اللہ بادشاہ قسطلہ کو اپنی تخت نشینی کی اطلاع دی اس امیر نے یہاں اگر بادشاہ سے کہا کہ ہمارے صلح پسند اور رحم دل سلطان کا دلی مقصد یہ ہے کہ اپنے ہمسائے ارتباط و دوستی قائم رکھے تاکہ عامہ خلافت کو امن و آسودگی حاصل ہو۔ لہذا جو معاہدے کہ محمد ہاشم نے تمہارے ساتھ کیے ہیں اگر تم اون کو قائم رکھنا چاہو تو سلطان بلا تامل اون کو منظور کر لے گا۔ بہت کچھ خط و کتابت اور معاہدوں کے تغیر و تبدل کے بعد یہہ قرار پایا کہ دو سال تک جانین سے جنگ ملتوی رہے بعد اختتام مدت مذکور سلطان یوسف نے اپنی نیک نیتی اور صلح کل طرز حکومت کا یہ دوسرا ثبوت دیا کہ اپنے بہائی علی کو بغرض توسیع مدت بادشاہ قسطلہ کے پاس بھیجا مگر عیسائیوں نے اس صلح آمیز طرز کو کم قوتی اور کم ہمتی پر محمول کیا اور یہ گستاخانہ جواب دیا کہ اگر تمہارا سلطان ہر کو سالانہ خراج دینا قبول کرے تو تمہارا درخواست پر لحاظ کریں گے علی نے اس یہودہ درخواست کو اسی وقت منظور کر دیا اور غرناطہ واپس چلا آیا۔

ان واقعات کے بعد ہی فردلند فوج کثیر غرناطہ کی سرحدیں داخل ہوا اور اسفقہ کا محاصرہ کر لیا۔ عربوں نے فوج مصورین کی امداد کے واسطے

یہ بھی اور اندرا اور باہر دونوں طرف کے عیسائیوں کو اس قدر نقصان پہنچایا کہ  
 قریب تھا کہ یہ ناکام اپنے ملک واپس چلے جائیں۔ اسی اثنا میں فردلند نے  
 اندرا بھیجی اور یہ حکم دیا کہ قلعہ کے گرد ایک دیوار کھنچ دیجائے تاکہ وہ فوج جو قلعہ کے  
 اندر مقیم ہے باہر نہ نکل سکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور باوجودیکہ سلطان کے بہائی  
 علی اور احمد نے باہر سے نہایت ہمت اور جرات سے عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔  
 مگر اہل قلعہ کو رہائی نہ لیکے اور بالآخر بوجہ فاقہ کشی اہل قلعہ نے اس وعدے پر کہ  
 عیسائی صحیح و سالم چلے جانے دیں گے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور عیسائی اس  
 تمام حصہ ملک سے قابض ہو گئے۔

جبکہ سلطان اس جنگ میں مصروف تھا قلعہ جبل الطارق کی رعایا اپنے  
 حاکم کے ظالمانہ طرز حکومت سے اس قدر پریشان ہوئی کہ بالآخر اس نے نفعیہ  
 طور پر ابوسعید بادشاہ فاس سے درخواست کی کہ خدا کے لئے اس ظلم و ستم  
 سے نجات دو اس بادشاہ کو ملک اندلس میں اپنی حکومت قائم کرنیکا خیال تک  
 نہ تھا لیکن اس کے بعض خود غرض مشیروں نے بلا سبب اس کے ہمنام بہائی  
 ابوسعید ایک باخدا اور صاف باطن شخص سے اس کو بدظن کر دیا تھا لہذا اس کو  
 یہ عمدہ موقع اپنے بہائی کے باہر بھیج دینے کا ملا اور اس نے ابوسعید کو حکم دیا



کہ جہان تک جلد ممکن ہو سکے دو ہزار فوج لیکر اس قلعہ پر قبضہ کر لو ابو سعید  
 بادشاہ کے خیالات سے بالکل بے خبر حسب الحکم اندلس آیا اور جبل الطار  
 کا محاصرہ کر لیا باوجودیکہ یہاں کی رعایا نے اس کو ہر طرح مدد دی لیکن اس مستحکم  
 قلعے کو یہ شہزادہ فتح نہ کر سکا سلطان یوسف کو جب اس یورش کی خبر پہنچی تو  
 اس نے فوراً جو فوج کہ یہاں ایسے نازک وقت میں علیحدہ کر سکتا تھا اپنے بہائی  
 احمد کو دیکر حاکم قلعہ کی مدد کے لیے بھیجا ابو سعید نے اس مدد کے آنے کی  
 خبر سن کر اپنے بہائی سے فوج و سامان کی درخواست کی مگر اس کے بہائی کی  
 خواہش بھی یہی تھی کہ یہ شہزادہ کسی طرح گرفتار و قتل ہو اس نے چند بیکار جہاز جو  
 جنگ میں کچھ بھی مدد نہ دے سکتے تھے ظاہر اہم ردی جانے کے لیے بھیجے  
 شہزادہ ابو سعید نے جب اپنے بہائی کو اس قدر بے پروا اور اپنے میں قوت  
 مقاومت نہ پائی تو اس نے احمد سے اس شرط پر صلح کر لی کہ باغی رعایا کی خطا  
 معاف کر دی جائے گی احمد اس شہزادہ کے ساتھ نہایت اخلاق و مروت سے  
 پیش اور اس کو اپنے ہمراہ بطور میہان لے کر پایتخت واپس آیا اس واقعہ کے کچھ روز  
 بعد بادشاہ فاس نے بذریعہ سفیر یہ درخواست کی کہ ابو سعید کسی ترکیب سے  
 مارڈالا جائے۔ مگر یوسف کو اپنے بہائی کی ظلم و زیادتی اور اپنی سادہ دلی اور

نیک نیتی یاد تھی اس نے صرف اس درخواست ہی کو نامنظور نہیں کیا بلکہ  
 بادشاہ کے خطوط اس کے بہائی کو دکھانے اور کہا کہ اگر تو اپنے بہائی سے  
 انتقام لینا چاہے تو میں تجھ کو فوج اور روپے سے ہر طرح مدد دینے پر راضی  
 اور اگر تو اس کی اس قبیح حرکت سے درگزر کرے تو میں تجھ کو یہاں عمدہ سے  
 عمدہ مکانات رہنے کے لیے دینے کو تیار ہوں ابو سعید اپنے بہائی  
 کے اس ارادے سے بالکل لاعلم اس کے ساتھ دلی محبت رکھتا تھا۔  
 جب اس کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے محض اس کی تباہی کے لیے اس کو لائسنس  
 بھیجا تھا غم و غصے سے اس کی حالت متغیر ہو گئی اور اس نے فوراً انتقام کا  
 قصد ظاہر کیا یوسف تمام سامان جنگ اس کے لیے مہیا کر دیا۔ ۸۲  
 مطابق ۱۲۱۷ء عین یہ المیرہ سے اپنے ملک کی طرف روانہ ہوا اور بادشاہ  
 فاس مطمئن تھا کہ یوسف نے ضرورت تک ابو سعید کا کام تمام کر دیا ہوگا۔  
 کہ دفعتاً اس کو خبر پہنچی کہ شہزادہ عربون کی فوج اور نیز افریقیہ کے مختلف قبیلوں کو  
 ساتھ لیے دار السلطنت کی طرف بجلت تمام آ رہا ہے۔ شہر فاس کے قریب  
 جنگ واقع ہوئی بادشاہ کو شکست کامل ملی اور یہ شہر میں پناہ گزین ہوا۔ رعایا نے  
 جب دیکھا کہ بادشاہ کی حفاظت میں قریب قریب تمام فوج کام آچکی ہے اور ابو سعید

کی فوج میں کسی طرح کی کمی نظر نہیں آتی بلا اجازت دروازے شہر کے کھول دیے  
 اور شہزادہ ابو سعید کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس کے بہائی سلطان ابو سعید  
 نے چند روز کی قید سخت کے بعد رحلت کی ابو سعید ثانی نے تخت پر بیٹھ ہی  
 اپنے معاون و سرپرست سلطان یوسف کو قیمتی تحفے بھیجے اور مدت عمر کا سچا خیال  
 ۸۲۰ھ میں فردلند نے حسب خواہش یوسف دو سال کے لئے  
 صلح کر لی اور جب یحییٰ عمر بلوغ کو پہنچا اور اپنے چچا کو علیحدہ کر کے عنان حکومت  
 کو اپنے ہاتھ میں لیا تو اپنی ماں کے حسب ہدایت صلح کی مدت کو بڑھا دیا۔  
 یوسف کے عدل و صلح پسند طرز حکومت کا اثر مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں پر  
 ایسا پڑا تھا کہ عیسائی محکوم و غیر محکوم اپنے نزاعوں کے تصفیہ کا دار و مدار اسی پر منحصر  
 کرتے تھے یوسف نے ۸۲۳ھ مطابق ۱۴۲۰ھ میں انتقال کیا اور جنت البقیع  
 میں جہان شاہان غرناطہ دفن تھے دفن ہوا۔

یوسف کے بعد اس کا بیٹا محمد ہشتم سربراہی حکومت ہوا معاملات  
 خارجہ میں بھی یوسف کی تقلید کرتا رہا۔ چنانچہ تخت نشینی کے بعد ہی اس نے سفیروں کو

لے یعنی جان شاہ قسطنطنیہ کوئی چوٹی سی بات تھی عیسائی نسبتاً پیغمبر مذہب بادشاہوں کے ایک مسلمان کو ایسا قاضی بنانے  
 اس کے متعلق جس سے عربوں کی کمال عدل گسری اور روشن خیالی ثابت ہوتی ہے میں نے اسے دیا یہ میں نے کہا  
 اہل یورپ پیش کر کے اس واقعہ کو ثابت کیا ہے۔ دیکھو جلد اول دیا یہ صفحہ ۱۔ نوٹ (۱)

قسطلہ اور افریقیہ بھیجا اور موجودہ معاہدوں کی تجدید کے بعد ان کی تکمیل و  
 و تعمیل میں اس نے سرمو فرق نہ ہونے دیا اور ان بادشاہوں کو اپنا دوست  
 بنائے رکھا۔ کاش یہ اپنی عزیز رعایا کے ساتھ بھی اسی قسم کا برتاؤ رکھتا اور  
 ان کی دل جوئی کرتا تو یہ بھی مثل اپنے باپ کے ہر دل عزیز بنا رہتا مگر افسوس  
 کہ دشمنوں کے ساتھ تو اس نے دوستانہ تعلقات قائم کیے اور اپنے  
 دوستوں کے ساتھ نہایت بے اعتنائی و بے وفائی سے پیش آیا۔ رعایا  
 تو ایک طرف امرا اور اعیان سلطنت کو بھی یہ نہایت حقارت کی نظر سے دیکھا  
 اور علانیہ ان کی توہین و آبروریزی کرتا اور اپنی اس نازیبا حرکت سے نہایت  
 مخلوط ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں امیرزادے بلکہ تمام ملک کے شرفاں سپاہ گری  
 پر فخر اور اس کے حاصل کرنے میں کوشش بلیغ کرتے اور روزانہ خاص  
 خاص مقامات پر جمع ہو کر مشق میں مصروف رہتے تھے۔ ان لوگوں کو اسطر  
 راغب کرنے کی غرض سے پادشاہ وقت بذات خود ان کاموں میں ان کا  
 شریک رہا کرتا تھا لیکن محمد ہشتم نے ان تمام باتوں کو کلیخت موقوف کر دیا۔  
 یہ ہون رات اپنے محل میں پڑا رہتا اور صرف اپنے کم رتبہ ملازمین کی صحبت  
 میں اپنا عزیز وقت خراب کیا کرتا تھا آخر کار ان حرکات نازیبا اور افعال ناشائستہ

نے امیر و غریب کو اس سے متنفر کر دیا اگر لائق اور خاندانی قاضی غناطہ امیر یوسف  
 اس کا وزیر موجد نہ ہوتا تو رعایا اس کو ضرور تخت پر سے اوتا رویتی۔ اس امیر کی  
 محض ذاتی وقعت اور عجب و اب نے عامہ خلایق کو بغاوت سے باز رکھا۔  
 مگر بے اعتدالیوں کی بھی ایک حد ہوتی ہے جب ظلم و زیادتی اپنی حد سے  
 تجاوز کر گئے تو وزیر یوسف بھی جو سلطان کو راہ راست پر لانے سے  
 بالکل ناامید ہو چکا تھا بغاوت کو نہ روک سکا اور محمد الصغیر نے ایک روز  
 موقع پاکر شہر پر قبضہ کر لیا محمد ہاشم بدقت تمام شہر سے باہر آیا اور ایک غریب  
 ملاح کی شکل بنائے ابو فارس بادشاہ تونس کے پاس بہاگ آیا۔  
 اس بادشاہ نے اس کی بہت کچھ خاطر و مدارات کی اور مدد دینے کا بھی عہد کیا  
 محمد نہم نے ملک پر قبضہ کرتے ہی امراء کو اپنا طر فدار بنانا چاہا ایک حد  
 تک اس میں کامیابی بھی ہوئی مگر اس سے بڑی غلطی یہ ہوئی کہ اس نے وزیر  
 یوسف کو بلا وجہ اپنا دشمن بنا لیا۔

یوسف جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں ایک مشہور خاندان کا رکن اور با وقعت  
 امیر و دیگر مملکت سے قربت رکھتا تھا اس کو اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے  
 سلطان کی بدظنی معلوم ہوئی تو یہ مع پندرہ سو امیروں کے مر سیہ بہاگ آیا

اور یہاں سے اس نے بعد حصول اجازت بادشاہ قسطلہ کے پاس جا کر محمد  
 ہنم کی ظلم و زیادتی کی شکایت کی اور اس کو اپنے بادشاہ یعنی محمد ہشتم کی مدد پر  
 آمادہ کرنا چاہا اس عیسائی نے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کا عمدہ موقع دیکھا۔  
 اور بعد غور و تامل کے راضی ہو گیا اور رات ہی دی کہ چند باغی امیر اس کے سفیر کے  
 ساتھ بادشاہ طولس کے پاس جائیں اور اس کو اپنا معاون بنانے کی کوشش  
 کریں۔ بادشاہ مذکور پہلے ہی سے ہموار کر چکا تھا اس سفارت کے پہنچتے ہی  
 اس نے پانچ سو سوار اور ایک معقول رقم فوج و سامان کے لئے  
 دیکر محمد ہشتم کو اندلس روانہ کیا۔ یہاں وزیر یوسف نے اپنے آقا کے اگلے  
 بڑاؤ کا اثر بہت کچھ مٹا دیا تھا جب سلطان اندلس میں داخل ہوا تو صوبہ المیرہ  
 کی رعایا نے اس کی مدد دینے کا اقرار کیا محمد ہنم کو جب اس کے اندلس میں  
 آنے اور اس کا میابی کی اطلاع ہوئی تو اس نے یہ تعجیل تمام اپنے بہائی کو  
 سات سو سوار دیکر اہل فریقہ کے مقابلے کے لئے بھیجا مگر یوسف کے طرفداروں  
 نے سازش کا ایسا جال بچھایا تھا کہ جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے  
 ہوئیں تو آدھے سے زیادہ عرب اپنے بادشاہ سابق سے آئے اور الصغیر کا بہائی  
 غرناطہ بہاگ آیا محمد ہشتم آگے بڑھتا ہوا غرناطہ پہنچا الصغیر نے پہلے مقابلہ

قصد کیا اور الحمرا دین قلعہ بند ہو گیا لیکن جب دیکھا کہ تمام رعایا اس کے بہانے کی مدد پر آمادہ ہے تو اس نے اپنے مشیروں کے حسب ہدایت قصر کے دروازے کھول دیے سلطان نے الصغیر کو فوراً قتل کر ڈالا اور دوبارہ ۳۳۳ھ مطابق ۱۳۳۰ء عرین تخت پر بیٹھا۔

تجربہ نے سلطان محمد ہشتم کو اب ہوشیار کر دیا تھا اس نے اپنی طرز حکومت کو بالکل بدل دیا اور اپنی عزیز رعایا کی دل جوئی اور دل سوزی سے بنیاد سلطنت کو مستحکم کرنا چاہا اور اپنے سچے خیر خواہ یوسف کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا بعد ازاں سلطان نے کوشش کی کہ باہمی بادشاہ قسطلہ سے دوامی صلح کا معاہدہ ہو جائے بادشاہ قسطلہ نے جواب دیا کہ جو رقم کہ میں نے تم کو بطور قرض دی تھی اس کو اور بچہ کو خراج دینا قبول کرو۔ محمد ہشتم نے ان شرائط کو نا منظور کر دیا۔ چونکہ اسی وقت یہ عیسائی بادشاہ اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ جنگ میں مشغول تھا کسی قسم کا فساد برپا نہ ہوا کہیں اس نے بادشاہ تونس سے سلطان کی وعدہ خلافی اور احسان اموشی کی شکایت کی اور اس کو راضی کر لیا کہ اگر ہم دونوں میں لڑائی ہوئی تو وہ سلطان کی مدد کرے بادشاہ تونس نے سلطان کو مشورہ دیا کہ اس عیسائی کی جائز درخواستوں کو منظور اور جو رقم اس نے دی تھی وہ ادا کر دو۔ اسی ابتداء میں

یہی گئی نے باغی عیسائیوں سے صلح کر لی اور دو مختلف راستوں سے غرناطہ پر حملہ کیا۔ جس فوج نے قازر لاپر پوریش کی تھی اوس کو عربوں نے کامل شکست دی مگر قمر قاش کی طرف عیسائیوں نے متعدد قلعوں کو فتح کیا اور اوس حصہ ملک کو تباہ اور تاراج کرتے ہوئے بے انتہا مال غنیمت کے ساتھ قمر طیبہ واپس چلے گئے۔

باوجودیکہ رعایا نے سلطان کا پورے طور پر ساتھ دیا اور سلطان نے بھی اپنے کو عملاً خیر خواہ قوم اور ملک ثابت کر دیا تھا۔ تاہم بعض خود غرض کو تہ اندیش امیروں کی طرف سے اس کو اطمینان نہ تھا۔ چنانچہ اس کا یہ شبہ صحیح نکلا اور ایسے نازک وقت پر جبکہ عیسائی ملک کو برباد کر رہے تھے ایک مشہور و متمول امیر یوسف ابن الاحمر نے بغاوت کے علم کو بلند اور بادشاہ قسطلہ کو دوبارہ جنگ پر بدین وعدہ آمادہ کیا کہ تا دم مرگ میں اپنے سرپرست کو خراج ادا کرتا رہوں گا اور بوقت ضرورت آٹھ ہزار فوج سے مدد دوں گا۔ عیسائی کے لئے یہ بغاوت نعمت غیر مترقبہ تھی اس نے بلا تاہل اس امیر کی درخواست کو قبول کر لیا۔ باغی مسلمان اور عیسائی دونوں البیرہ کے پہاڑوں کے دامن میں خمیڑیں



ہوئے یہاں ایک جنگ عظیم واقع ہوئی اور صبح سے شام تک دونوں فوجیں  
 برابر لڑتی رہیں شام کے قریب جب سلطان نے دیکھا کہ ہزاروں مسلمان شہید  
 ہو گئے اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ دشمنوں کی نسبت بہت کم ہیں ہجوم رنج و الم سے  
 پریشان شہر میں داخل ہوا۔ عیسائی فوج کا بھی ایک بہت بڑا حصہ کلم اچکا تھا اور جو  
 فوج کہ باقی رہ گئی تھی وہ اس قابل نہ تھی کہ دوسرے روز اپنی اس کامیابی سے  
 کچھ فائدہ اٹھائے۔ پس بادشاہ قسطلہ نے ابن الاحمر کے اصرار اور خوشا  
 پر توجہ نہیں کی اور قرطبہ پس چلا گیا۔ مگر یہاں پر اس باغی امیر کا دل بڑھانے کی  
 غرض سے بادشاہ قسطلہ نے دربار عام میں اس کو اپنی طرف سے بادشاہ غرناطہ  
 بنایا اور آئندہ مدد دینے کا وعدہ کیا ابن الاحمر حد و غرناطہ میں داخل ہوا اور  
 زندہ اور لوشہ وغیرہ مقامات پر سرحدی عیسائیوں کی مدد سے قبضہ کر لیا۔ اور  
 یہاں سے اس نے ایک خط شکریہ کا بادشاہ قسطلہ کے پاس بھیجا اس میں اس نے  
 اس عیسائی کو اپنا سرپرست تسلیم اور سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا اور نیز یہ تحریر کیا  
 کہ بروقت جنگ فوج و سامان سے اپنے سرپرست کی مدد کرتا رہوں گا اور جب  
 کہیں بادشاہ جبل طلیطلہ سے گزر کر غرناطہ کی طرف آئے تو یا تو بذات خود دوبار  
 میں حاضر ہو کر اپنی اطاعت و فرمان برداری کا ثبوت دے گا اور اگر نہ آسکا تو اپنے مرا کو نیا بھیجے گا

عیسائیوں کا دلی مقصد یہی تھا کہ یہ چوٹا سا حصہ ملک اندلس کا جو مسلمانوں  
 قبضہ میں باقی رہ گیا ہے اس پر یہی کسی نہج سے قابض ہو جائیں لہذا بادشاہ قسطلہ  
 نے اس بغاوت کے قایم رکھنے کی کوشش کی اور ابن الاحمر کو فوج  
 و سامان سے مدد دیتا رہا۔ یہ امیر اداو کے پہونچتے ہی غرناطہ کی طرف روانہ  
 ہوا۔ سلطان نے بھی اپنے جان نثار وزیر یوسف کو اس کے مقابلہ کی  
 غرض سے بھیجا۔ ۳۹۷ھ ع مطابق ۳۷۴ھ ع میں ان دونوں امیروں میں بہت  
 لڑائی واقع ہوئی جس میں وزیر یوسف قتل ہوا اور اس کی فوج ہزیمت خورہ  
 غرناطہ کی طرف مہاگ گئی۔ اس شکست سے اہل غرناطہ کچھ ہراسان و مرعوب  
 ہوئے کہ سب نے سلطان محمد کو مشورہ دیا کہ دشمن غرناطہ کے قریب پہونچا  
 ہے اور ہمارے پاس اتنی فوج نہیں کہ ہم اس کا مقابلہ کریں بہتر ہوگا کہ اس کے  
 آنے کے قبل ہی تو یہاں سے چلا جا۔ سلطان کو مجبوراً اس رائی کی پابندی کرنی  
 پڑی اور یہ مع اپنے عیال و اطفال اور جو خزانہ کہ احمر، امین جمع تھا لیکر بالقدین  
 جہان ہنوز اس کے طرفدار باقی تھے پناہ گزین ہوا۔

ابن الاحمر نے جب میدان کو بالکل خالی پایا تو اس نیت سے کہ رعایا  
 بدول نہ ہو جائے تمام فوج کو اس نے شہر کے باہر چھوڑا اور صرف چھ سو سواروں کے

ساتھ غرناطہ میں داخل ہوا اور قصر الحمر امین تمام امراء و اغزہ شہر کو حاضری کا حکم دیا اور سب سے اطاعت و فرمان برداری کا حلف لیا۔ اور پہر اس نے ایک خط مضمون ذیل بادشاہ قسطلمہ کو بھیجا۔

یوسف محمد ابن الاحمر بادشاہ غرناطہ تمہارا مطیع و فرمان بردار بعد اظہار عقیدت و نیاز مندی معروضہ کرتا ہے کہ میں سید باغ غرناطہ آیا اور یہاں کے تمام امراء و علماء نے مجھ کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ یہ دن مجھ کو خدائی تعالیٰ کے فضل و کرم اور تمہاری عنایت و مدد سے نصیب ہوا۔ سلطان محمد ہاشم ششم نے اپنے رشتہ داروں کے مالقہ کی طرف بہاگ کیا لیکن جانے کے قبل جو مال و اسباب کہ الاحمر امین جمع تھا تمام و کمال اپنے ساتھ لے گیا اور اب میں تمہارے فوجی افسر کو سلطان کے تعاقب میں مالقہ روانہ کیا ہے مجھ کو امید ہے کہ اپنے سرپرست کی مدد سے میں اس کو گرفتار کر لوں گا۔“

یہ عیسائی مسلمانوں کی بربادی کی خبر سن کر دل میں بہت خوش ہوا۔ اور ابن الاحمر کو اس کامیابی کی مبارکباد دی۔ اس کے بعد ہی بادشاہ تونس کا ایک خط اس کے پاس بدین مضمون پہنچا کہ سلطان محمد کو زیادہ پریشان کرنا مجھ کو گوارا نہیں میں امید کرتا ہوں کہ تم اپنی رقم وصول کرنے پر اکتفا کرو گے۔“ اس

عیسائی نے سلطان محمد کی حالت پر بہت کچھ رنج و افسوس ظاہر کیا اور لکھا کہ ”میں خود سلطان کو تخت سے علیحدہ کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن جب یہ فعل وقوع میں آچکا ہے تو اب اس کا انسداد میرے دست قدرت میں نہیں بلکہ مجھ کو البتہ اس کے دشمنوں کی مدد دینے کا اعتراف با افسوس ہے۔“

ابن الاحرار کو یہ خلاف امید کامیابی اس وقت حاصل ہوئی تھی کہ جب اس کا آفتاب عمر قریب غروب پہنچ چکا تھا چنانچہ تخت نشینی کے چہرہ مہینے کے بعد اس نے انتقال کیا اور محمد ہشتم تیسری بار تخت پر بیٹھا۔ اس نے امیر عبد الحق کو اپنا وزیر مقرر کیا اور اس کے حسب راسخی شاہان قسطلہ و تونس سے صلح کی درخواست کی۔ عیسائیوں نے مصلحت وقت ایک سال جنگ کو ملتوی رکھا اس مدت کے ختم ہوتے ہی باہمی محاربات شروع ہو گئے جن میں کبھی عیسائی اور کبھی مسلمان غالب ہو گئے۔ ۸۴۳ء تا ۸۴۷ء اور ۸۴۸ء تا ۸۵۱ء میں امیر عبد البار فوج عرب کے مشہور سپہ سالار نے قمر قاش اور وادی آش کے قریب عیسائیوں کو متواتر شکستیں دیں اور ان کے علم اور سامان پر قبضہ کر لیا۔

جبکہ عرب اس طرف جنگ میں مصروف تھے عیسائیوں نے دوسری طرف ان کے ملک پر حملہ کیا اور بعض بعض مشہور شہروں اور قلعوں کو فتح کر لیا۔ سلطان محمد

نے جب دیکھا کہ اس کی فوج میں اب مقابلے کی قوت باقی نہیں رہی تو اس نے  
 عیسائیوں کو صلح پر آمادہ کرنا چاہا مگر بادشاہ قسطلہ نے اسے شرط پیش کیے  
 جن کو یہ اگر منظور کر لیتا تو قلعہ وادی آتش اور دینیرہ جو یاہ تخت کے بالکل قریب  
 تھے عیسائیوں کے قبضے میں چلے جاتے مگر اس کو جنگ کا سلسلہ قائم رکھنا  
 پڑا۔ اس اثنا میں عیسائیوں نے جبل الطارق کا محاصرہ کر لیا ان کی متواتر  
 کامیابیوں نے ان کو ایسا بے فکر کر دیا تھا کہ عیسائی میدان جنگ کو اپنا گھر سمجھ کر  
 آرام سے سو رہا کرتے تھے۔ اہل قلعہ نے ایک رات موقع پا کر ان کی فوج  
 پر شب خون مارا۔ اس میں عیسائیوں کے بعض مشہور افسر قتل ہوئے اور فوج حالت  
 پریشانی میں جدہ پہنچا اور ٹھہرا۔ بہت قتل ہوئے ہزاروں دریا میں ڈبو کر  
 مر گئے۔ جس وقت عرب جبل الطارق کی دیواروں کے سامنے عیسائیوں کو  
 قتل و غارت کر رہے تھے قریب قریب اسی وقت سلطان محمد کے وزیر یوسف  
 کا بیٹا ابن سمرع ایک مشہور عیسائی افسر دان پیریا کو قمر فاش کے قریب  
 میں شکست دے رہا تھا مگر افسوس ہے کہ عین وقت چرب عرب عیسائیوں کو  
 شکست دے چکے تھے ابن سمرع نے جوش فح میں اور عیسائی افسر  
 نے بحالت یاس و ناامیدی میدان جنگ میں جان دے دی۔

قسمت کے اس طرح ایک دفعہ پہر جانے اور عربوں کے ظفر یاب ہونے سے  
 بادشاہ قسطلہ کی ہمت ٹوٹ گئی اور ایک زمانے تک عیسائیوں نے غرناطہ  
 کا رخ نہ کیا لیکن عربوں کی عظیم الشان کامیابی ان کے لئے باعث مضرت ہوئی  
 اس لئے کہ جب سلطنت کو عیسائیوں کی یورشوں سے امن ملا تو خانہ جنگی کے آثار  
 نمودار ہونے لگے۔ اس خانہ جنگی میں محمد ابن اسماعیل اور ابن عثمان سلطان  
 کے دو بھتیجے بھی شریک تھے ابن عثمان اس زمانہ میں المیرہ یمن میں مقیم تھا۔  
 اس کو جب پایہ تخت میں بغاوت کی خبر پہنچی تو یہ خفیہ طور پر غناطہ آیا اور باغیوں کا  
 مددگار ہو کر بغاوت کو اس قدر بڑھایا کہ یہ آخر الامر کھرا دپر قابض ہو گیا اور بادشاہ  
 کو تیسری بار تخت سے اتار کر قید کر دیا۔ ۳۴۹ھ مطابق ۹۵۵ء میں عبدالباقی  
 نے جو بادشاہ کی گرفتاری کے بعد شہر سے بھاگ گیا تھا اس کا مقابلہ کرنا چاہا۔  
 یہ امیر دیرینہ سال دوران لیش آدمی تھا۔ اس نے یہ دیکھا کہ اگر میں سلطان محمد کی  
 رہائی کی غرض سے جنگ کو شروع کرتا ہوں تو اس کا پہلا نتیجہ یہ ہوگا کہ محمد ابن  
 عثمان سلطان کو مرواؤ الیگا بہتر یہ ہے کہ شہزادہ ابن اسماعیل کے نام سے چھٹی  
 کی جائے۔ چنانچہ اس امیر نے فوراً ابن اسماعیل کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا  
 اس شہزادہ نے پہلے بادشاہ قسطلہ سے مدد کا وعدہ لیا۔ اور پھر امیر عبدالباقی سے ملا۔

ابن عثمان نے یہ سنا کہ عیسائی اسماعیل کی مدد پر آمادہ ہیں تو اس نے ان کو اس ارادے سے باز رکھنے کے واسطے ان کے ایک قلعہ مورل کو بعد حملہ سخت فتح کر لیا اس فتح کا رعب قرب و جوار کے عیسائیوں پر ایسا پڑا کہ یہ لوگ شہروں اور قلعوں کو چھوڑ کر ایک نہایت مستحکم قلعہ ظلمہ نامی مین پناہ گزین ہوئے ابن عثمان بھی ان کے عقب میں تعجیل تمام ہو چکا اور قلعہ مذکور کا محاصرہ کر لیا۔ اگرچہ عیسائی بمقابلہ عربوں کے اقل قلیل اور بوجہ شکست سابق نہایت پریشان حال تھے مگر انہوں نے نہمت و بہادری سے مسلمانوں کے حملوں کا جواب دیا۔ اور جب تک کہ ایک ایک عیسائی نے اپنی جان کو اس قلعہ پر تصدیق نہ کیا عربوں کو آگے بڑھنے نہ دیا۔

۸۵۲ء مطابق ۴۴۸ھ میں سلطان ابن عثمان نے اپنی فوج کو چند حصوں میں تقسیم اور مختلف راہوں سے عیسائیوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور ایک دستہ فوج کا ابن اسماعیل کے مقابلے کے لیے بھی بھیجا یہ تیاری جنگ میں مصروف تھا کہ اسی اثناء میں اس کو خبر فرحت اثر بھی ہو چکی کہ شاہان ارغون اور ارلونیہ بادشاہ قسطلہ کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس نے اسی وقت سے عیسائیوں کو

لے یہ دونوں بادشاہ قوم عیسائی سے تھے۔

آپس میں لڑانے کی کوشش شروع کی اور فوراً اپنے سفیر ارغون اور اربو نیہ  
 پہنچکر ان بادشاہوں کو اس امر پر راضی کیا کہ اگر یہ دونوں قسطلہ پر حملہ آور ہوں تو  
 یہ بھی اس طرف سے یورش کرے گا چنانچہ حسب قرارداد ۵۳۵ھ سے مطابق ۵۳۵ھ  
 میں سلطان بذات خود مع لشکر کثیر صوبہ مرسیہ کو تاخت و تاراج کرتا اور فوج  
 قسطلہ کو شکست دیتا ہوا بہت کچھ مال غنیمت کے ساتھ غرناطہ واپس آیا۔  
 اسی طرح سال آئندہ بھی بشرکت شاہ ارغون اور اربو نیہ عربوں نے پھر  
 فوج کشی کی ابن عثمان نے ابھی دفعہ اندلوس پر حملہ کیا اور جس طرح مرسیہ  
 کو اس نے تباہ کیا تھا اس ملک کو بھی جہاں تک ممکن ہو سکا خراب کرتا رہا اگر یہ  
 چاہتا تو قرطبہ کا محاصرہ کر لینا کوئی مشکل امر نہ تھا لیکن اس دفعہ بھی اس نے اس قدر  
 کامیابی پر اکتفا کی۔

امیر عبد البار کا جس نے ابن اسماعیل کو بغاوت پر آمادہ کیا تھا ایک  
 بیٹا محمد نامی تھا اور یہ غرناطہ میں ایک عورت پر ایسا فریقہ و عاشق ہوا کہ جب  
 ابن عثمان نے اس شہر پر قبضہ کیا اور عبد البار یہاں سے جانے لگا تو  
 محمد نے اپنے باپ کے ساتھ آنے سے انکار کر دیا تھا اسی وفاداری و  
 بہادری کے باعث ابن عثمان نے اپنے دشمن کے بیٹے کو اپنے زمرہ



مصاحبین میں داخل کیا اور ہر طرح اس کو اپنا دوست اور خیر خواہ بنانے کی کوشش کی۔ جب اس کو اطمینان کامل ہو گیا کہ یہ مجھ سے بے وفائی نہ کرے گا تو اب سلطان نے محمد ابن عبدالبار کو فوج دیکر مرسیہ کی طرف بھیجا۔

پہلے پہل اس فوجوان امیر نے اپنے مفوضہ کام کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ اس کو اس مہم میں پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن ایک تو عالم شباب اور پہراوس پر جوش فتح اس نے صرف مرسیہ کے قلعوں اور شہروں کے فتح کرنے پر قناعت نہیں کی بلکہ بلاتامل لارقمہ پر حملہ آور ہوا۔ یہہنوز اس شہر کے

سامنے وارد ہی ہوا تھا کہ ایک جمعیت کثیر عیسائیوں کی اس شہر میں سے نکلی او امیر محمد کی تہکی ماندی فوج پر یورش کی۔ اس جنگ نے اس فوجوان امیر کی فتح کو مبدل شکست کر دیا اور یہ نہریت خوردہ صرف چند ہزار ہیوں کے ساتھ غرچا

واپس آیا۔ ابن عثمان کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے محمد ابن

عبدالبار کو طلب کیا اور یہ کہا کہ جب تو نے اپنی بہادر فوج کے ساتھ مرنا پسند نہیں کیا اور میدان جنگ سے اپنی فوج کو مردہ چھوڑ کر بھاگ آیا تو اب میں تجھ کو

اس نامردی کی سزا جیلانیہ میں دو گنا۔ چنانچہ اوسی وقت یہ بد قسمت امیر مارڈالا گیا۔

ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ ابن اسماعیل محض بادشاہ قسطلہ کے بہرہ پر

عبدالبار وغیرہ باغی امراء کا شریک حال ہوا تھا مگر قبل اس کے کہ بادشاہ  
 مذکور ایفائی وعدہ کرتا ارلونیہ اور ارغون کے عیسائیوں نے ابن عثمان  
 کی شرکت سے قسطلہ چمکہ کیا تھا اور سلطان کو ایک عمدہ موقع اپنے دشمن سے  
 انتقام لینے کا ملا تھا ابن اسماعیل کو مجبوراً معرکہ آرائی ملتوسی کر دینی پڑی اور  
 یہ اس امر کا منتظر رہا کہ اس کے دوست اور معاون کو خانہ جنگی سے نجات ملے  
 تو یہ حسب وعدہ مدد طلب کرے۔ آخر الامر بادشاہ قسطلہ چمکہ شایان ارلونیہ  
 اور ارغون کو صلح پر راضی کیا اور ابن عثمان کی طرف متوجہ ہوا۔ ۸۵۹ھ  
 مطابق ۱۴۵۷ء میں ابن اسماعیل نے مدد کے پہونچنے ہی غرناطہ پرورش کا  
 قصد کیا یہاں متواتر کامیابیوں نے ابن عثمان کو اس قدر مغرور اور متکبر بنا  
 دیا تھا کہ اس نے بخلاف عادت منصفانہ سابق ظلم و زیادتی شروع کر دی تھی اور  
 بعض نامی امراء کو بلاوجہ قتل کر ڈالا تھا امراء اور عامہ خلایق دونوں روز بروز اس سے  
 بد دل ہوتے جاتے تھے۔ اس نے بدقت تمام فوج کو فراہم کیا اور ابن اسماعیل  
 کے مقابلے کی غرض سے آگے بڑھایا لیکن اس کے ظلم نے فوج کے شوق جنگ  
 اور جوش شجاعت کو بجھا دیا تھا۔ اس جنگ میں اس کو کامل شکست ملی اور یہ غرناطہ  
 یہاں آئی یہاں پہونچ کر دیکھا کہ تمام رعایا علانیہ اس کی مخالفت پر آمادہ ہے۔ ایسے ناک

وقت پر بھی اس نے اپنے مذموم طرز کو یہ ہٹا اور بعض امراء کو قصر الحمر میں  
 قتل کر ڈالا۔ بعدہ مع چند خاص مشیروں کے بہاگ کر پہاڑوں میں پناہ گزین ہوا  
 ابن اسماعیل بلا تعرض دار السلطنت غرناطہ میں داخل ہوا اور اسی روز اس کی  
 تخت نشینی کا تمام ممالک محروسہ میں اعلان کیا گیا۔ ان واقعات کے چند روز بعد  
 اس کے دوست اور معاون یحییٰ بادشاہ قسطلہ نے انتقال کیا اور اس کا  
 بیٹا وان انریق تخت نشین ہوا اس زمانہ سے سلطان کے انتقال تک جو  
 مطابق ۴۶۶ھ تک واقع ہوا۔ عیسائیوں کے ساتھ سلسلہ جنگ کا قائم رہا جن  
 اس کے بیٹے ابوالحسن نے کمال ناموری حاصل کی۔

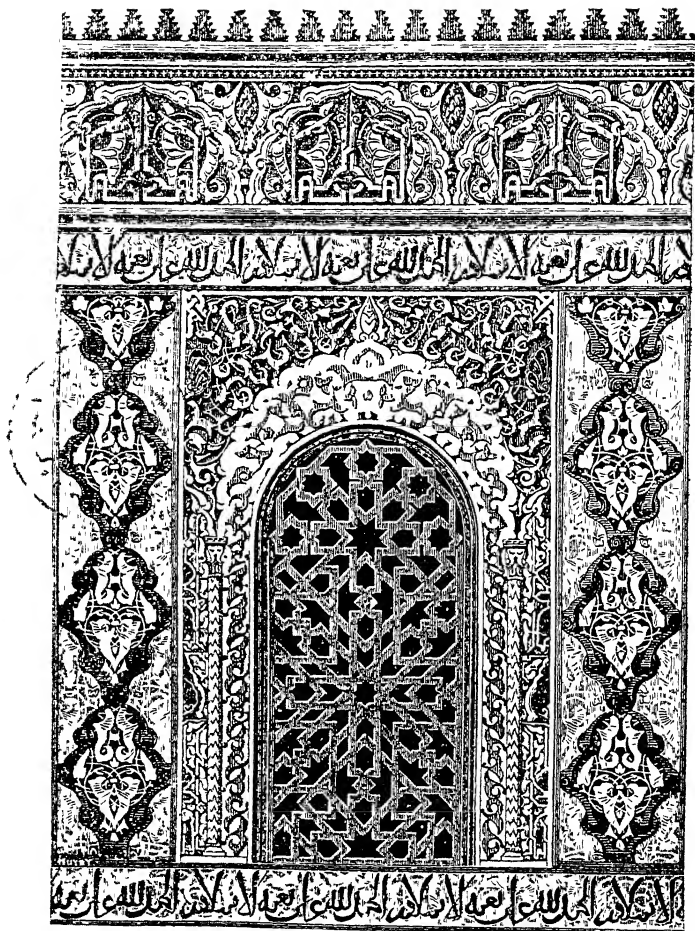


# بایں قسم

ابو الحسن کی تخت نشینی صحرہ پر عربوں کا قبضہ جنگ الحمرہ - عربوں کی شکست - الزغل  
کی بغاوت - لوشہ کا محاصرہ - عیسائیوں کی شکست - انقلاب غرناطہ - ابو عبد اللہ  
فردلند - ملائکہ اور المیرہ اور باجوہ پر عیسائیوں کا قبضہ - خانہ جنگی - عربوں کی شکست  
جنگ غرناطہ - عیسائیوں کی عہد شکنی - عربوں کا ملک اندلس سے اخراج -

۴۴۴ء مطابق ۱۰۵۴ء عین سلطان ابن اسماعیل نے انتقال کیا اور اس کا  
بیٹا ابو الحسن ہندوستان واپس چلا گیا۔ زمانہ اب بالکل بدل چکا تھا اور وہ عیسائی  
بادشاہ جنہوں نے سلطان کے باپ اور دادا کے ساتھ دوستانہ تعلقات  
قائم کرنے کی ہمیشہ خواہش کی تھی اور بروقت ضرورت ان کی مدد بھی کرتے  
رہتے تھے مگر چلے اور بجائی اون کے فردلند اور اس کی بیوی از ایلا قسطنطین  
مین حکمران تھے۔ یہ دونوں باوجود کم سنی بے حد متعصب اور اس فکر و کوشش

لے فردلند و رازا بلا کی شادی کے بعد افغان قبیلہ میں شریک ہو گیا تھا۔



مسجد الحمراء کی ایک کھڑکی

میں تھے کہ جو ملک عربوں کے قبضے میں باقی رہ گیا ہے اس کو کسی طرح اپنے  
 دائرہ حکومت میں شریک کر لیں اور اگر ممکن ہو تو ایک مسلمان کو بھی اس جزیرہ نام ملک  
 میں زندہ نہ چھوڑیں۔ ۸۶۷ء مطابق ۱۴۶۵ء میں فردولند نے سلطان کو لکھا  
 کہ اگر تم صلح چاہتے ہو تو بلا غدر ہم کو خراج دینا منظور کرو ابوالحسن نے جواب  
 دیا کہ غرناطہ کے دارالضرب میں اب سونے کے سکے کے عوض فولادی  
 شمشیریں اور سنائین عیسائیوں کے جگر چاک کرنے کی غرض سے تیار  
 ہوتی ہیں۔ یہ جواب اس نو عمر سلطان کا غرور و لاف زنی پر مبنی نہ تھا بلکہ جیسا آئندہ  
 بیان کیا جائے گا اس نے مصمم قصد کر لیا تھا کہ یا تو اس ملک میں جہان ہم کو  
 اٹھ سو برس گزر چکے ہیں آزادانہ بلا شرکت غیرے حکومت کریں گے یا میرا  
 جنگ میں اپنی جانیں دے دیں گے تاہم چند سال جنگ ملتوی رہی۔

۸۶۷ء مطابق ۱۴۶۵ء میں ابوالحسن نے دفعتاً اپنی پوری قوت  
 سے سرحد اندلسیہ کے قلعہ صخرہ چڑھایا۔ اور باوجودیکہ یہ قلعہ نہایت بلند اور مستحکم اور  
 اس کے ایک جانب سے دریائی واوی لکھ نہایت زور و شور سے بہتا تھا  
 مگر عربوں نے اپنے نوجوان سلطان کو جنگ میں شریک دیکھ کر اپنی جانوں کی

لے اس مقام کو بعض موضعیں صخرہ کہتے ہیں اور بعض صخرہ اسی طرح عیسائی موضع ہی جس سکرہ و بعض زارہ کہتے ہیں۔

بالکل پروانہ کی اور نہایت ہمت سے رات کے وقت اس کی دیواروں پر  
 چڑھ گئے اور قلعہ کو بمخستہ و کوشش رات بھر ہی میں فتح کر لیا۔ چونکہ اس قلعہ کو  
 فردلند کے دادا نے عربوں سے چھینا تھا اس قلعہ کے ہاتھ سے نکل جانیکا  
 اس عیسائی کو بے انتہار بچ ہوا اور اس نے اسی وقت حکم دیا کہ جہاں تک حلب  
 ممکن ہو سکے فوج سرحد پہنچی جائے اور اس قلعہ کے بدلے عربوں کی حدود  
 میں جو مقامات کہ ان کی فوج سے خالی ہوں ان پر قبضہ کر لیا جائے چنانچہ  
 مطابق ۱۲۸۲ء میں عیسائیوں کو خبر پہونچی کہ قلعہ الحماہ بغیر کافی فوج و سامان کے  
 خالی پڑا ہوا ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی حاکم قاوس نے باسانی اس پر قبضہ کر لیا  
 مگر عیسائی اپنی شہرارت جلی سے باز نہ آئے یعنی ہزاروں مسلمان عورتوں اور بچوں  
 کو بلاوجہ قتل کر ڈالا جس وقت اس حادثہ عظیم کی خبر غرناطہ پہونچی تمام شہر میں کہرم  
 مچکيا سلطان ڈرا کہ رعایا کا غم کہیں ان کو باعنی نہ کر دے اس نے فوراً ایک اپنے  
 وزیر کو تاکید حکم دیا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو سکے عیسائیوں کو سرحد کے باہر کر دے  
 عیسائی فوج جس نے اس قلعہ کو فتح کیا تھا تعداد میں دس ہزار تھی۔ چونکہ یہ قلعہ  
 غرناطہ کے قریب واقع تھا عیسائی افسر نے یہاں لڑنا مناسب نہ سمجھا اور اس موقع میں  
 اس قلعہ کو تمام جہان میں شہور تھا اور المعری لکھتا ہے کہ صرف ان حامیوں سے بچ لاکھ دینار سالانہ وصول ہوا کرتے تھے۔

تہا کہ مع مال غنیمت واپس ہو جائے اس غرض سے عربوں نے اس کو  
 مع فوج محصور کر لیا۔ عرب ہنوز اس مستحکم اور ہر طرح کے محفوظ قلعہ کے فتح کر نیکی  
 فکر و کوشش میں تھے کہ ان کو اطلاع ہوئی کہ قرطبہ کا حاکم اہالیان قلعہ کی مدد  
 کے لیے آ رہا ہے۔ فوج عرب کے افسر نے کچھ فوج تو قلعہ کے سامنے  
 پہنچوڑی اور مع باقی لشکر کے حاکم قرطبہ کا مقابلہ کیا۔ بعد زد و خورد بسیار عیسائی  
 شکست خوردہ بجانب قرطبہ بہاگ آئے متصل اس واقعہ کے حاکم اشبیلیہ مع  
 فوج بغرض امداد قلعہ کے سامنے نمودار ہوا چونکہ عربوں کے پاس کافی فوج اور  
 نہ تھی بعد مشورہ یہ غرناطہ واپس چلے آئے۔ بعد چندے عربوں نے دوبارہ قلعہ حمہ  
 کا محاصرہ کیا اور ہر چند کہ تدابیر اس کے استوارین کین مگر سوا اس کے کہ ہزاروں  
 عرب کام آئے کوئی نتیجہ حسب دل خواہ برآمد نہ ہوا۔

ماہ جمادی الاول ۸۸۵ء میں سلطان کو اطلاع ہوئی کہ فردلند بذات خود  
 اپنی پوری فوج کے ساتھ غرناطہ کی طرف آ رہا ہے مگر یہ کوئی ہنہ کن سکتا تھا کہ اس کا قصد  
 کیا ہوا اس نے کس شہر پر کس قلعہ پر حملہ کر گیا۔ اس کے بعد ہی خبر پہنچی کہ فردلند نے شہر  
 لوشہ کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان بھی فوراً شہر مذکور کی طرف روانہ اور بتاریخ ۲۷ جمادی  
 الاول عیسائیوں کو شکست دیکر اون کے تمام مال و اسباب پر قابض ہوا۔



افسوس ہے کہ باوجود ان متواتر صدمات  
 شدید کے عرب ہوشیار نہ ہوئے اور ایسے نازک وقت چیکہ عیسائی چارون طرف  
 اس چھوٹی سی اسلامی ریاست کو گھیرے ہوئے رہی یہی قوت کے توڑنے  
 میں ہمہ تن مصروف تھے۔ نفسانیت و خود غرضی کی بدولت خانہ جنگی شروع ہو گئی  
 بغاوت کی وجہ یہم ہوئی کہ سلطان ابوالحسن کی دو بیبیاں تھیں ایک تو اس کے  
 چچا سلطان عبداللہ کی لڑکی جس کے بطن سے دو بیٹے ابو عبد اللہ محمد اور  
 ابوالحجاج یوسف تھے اور دوسری بی بی ایک عیسائی عورت تھی۔  
 چونکہ سلطان نسبت شہزادی کے اپنی دوسری بی بی کو زیادہ چاہتا تھا ابوعبد اللہ  
 محمد اور یوسف کو خوف ہوا کہ کہیں سلطان اس کے بچوں میں سے کسی کو اپنا  
 ولیعهد مقرر نہ کر دے امرای عرب نے بھی ان شہزادوں کی تائید کی جس وقت  
 سلطان جنگ میں مصروف تھا۔ یہ دونوں بہاگ کر وادی آتش آئے اور بعد  
 اعلان بغاوت بسطہ اور المیرہ اور بعدہ خاص دارالسلطنت غرناطہ پر یہ باغی  
 شہزادے مسلط ہو گئے اور سلطان کو مجبوراً مالقہ چلا آنا پڑا عیسائیوں کو فوج کشی  
 کے واسطے اس سے زیادہ اور کیا موقع مل سکتا تھا۔ عین زمانہ خانہ جنگی میں  
 ۸۲۳ء میں ایشیلیہ اور استیجہ اور شہر لیش کے حاکم جمعیت آٹھ ہزار

فوج حملہ آور ہوئے۔ باوجودیکہ اس جنگ میں عیسائیوں کے نامور سپہ سالار اور  
فوجی افسر موجود تھے و نیز بغاوت نے عربوں کو نہایت کمزور کر دیا تھا۔ جنگ مالقہ  
میں ایک قلعہ بھی ان سے فتح نہ ہو سکا۔ یہیں ہزار عیسائی سپاہی کام آئے اور  
شیریش اور اشبیلیہ کے حاکم مع دو ہزار آدمیوں کے گرفتار ہوئے۔  
اور جو فوج کہ باقی رہ گئی نہایت پریشان اور تباہ حال اپنے ملک واپس بہاگ  
آئی۔ اس فتح نے اہل مالقہ کا ایسا دل بڑھایا کہ ابھی انہوں نے دشمن کی یورش  
کا انتظار بھی نہ کیا اور آخر ماہ صفر سنہ مذکور میں عیسائیوں کی سرحد میں گہس  
مگر اس مہم میں عربوں نے شکست کھائی اور بعد نقصان عظیم مالقہ چلے آئے۔  
خانہ جنگی کا آخر کار یہ نتیجہ ہوا کہ سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ شہر غرناطہ  
اور اوس کے مضافات پر سلطان کا بڑا لڑکا ابو عبد اللہ محمد حکمران ہوا اور مالقہ  
اور غرب کا حصہ سلطان کے قبضہ میں رہا ابو عبد اللہ محمد نے اپنے کو ادھی  
سلطنت کا خود مختار اور مستقل بادشاہ پا کر تمام ملک کو اپنے دائرہ حکومت میں  
لانے کی کوشش کی اور سلطان کی عدم موجودگی میں مالقہ کی طرف روانہ ہوا  
اتفاق سے سلطان سے راستہ میں مقابلہ ہو گیا۔ شہزادہ بعد شکست غرناطہ  
بہاگ آیا مگر اس ناکامی سے بھی یہ متنبہ نہ ہوا اور بغیر کافی انتظام محض اپنے خود مختار

ونا تجربہ کار مشیرون کے حسب رائی ماہ ربیع الاول ۸۵۸ھ میں دفعتاً لیغا کر لیا ہوا  
 لوشینہ میں داخل ہوا اور فوج کو اس ملک کے تاخت و تاراج اور عیسائیوں کے  
 قتل کا حکم دیا فوج مخالف کے افسر نے بھی ان کو لوٹ مار میں مصروف رکھا اور  
 حالت بے خبری میں بھجلیت تمام عربوں کے عقب میں تمام راستوں اور درّہ ہائے  
 کوہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ عربوں کا جب کاسہ طمع بھر چکا اور اس ہی غفلت و غرور  
 میں یہ بے انتہا مال غنیمت لیے ان درّہ ہائے کوہ سے گزر رہے تھے عیسائیوں  
 نے ان کو چاروں طرف سے گھیر کر قریب قریب تمام فوج کو قتل کر ڈالا اور ابو عبد اللہ  
 محمد کو گرفتار بنا کر قسطلہ پہنچا۔ غرناطہ میں جب فوج کی تباہی اور سلطان کی  
 گرفتاری معلوم ہوئی اہل شہر نے سلطان ابو الحسن سے یہاں آئیگی درخواست  
 کی چونکہ اس واقعہ کے چند ہی روز قبل بوجہ فاج سلطان بالکل اندھا ہو گیا تھا۔  
 اس نے اپنے بہائی ابو عبد اللہ الرخل کو تخت پر بٹھایا اور خود گوشہ نشینی اختیار کی  
 ماہ ربیع الثانی ۸۵۹ھ مطابق ۱۴۸۵ء میں عیسائیوں نے دوبارہ مع  
 لشکر گران صوبہ مالقہ پر یورش کی اور جو قلعے بغیر انتظام کے پڑے تھے ان پر  
 قبضہ کرتے ہوئے قلعہ بقوان کو محصور کر لیا۔ بعد سعی بسیار ایک دیوار قلعہ مذکور کی  
 گری اور اس ہی راہ سے ایک ہزار عیسائی اندر گھس آئے مگر عربوں نے اس

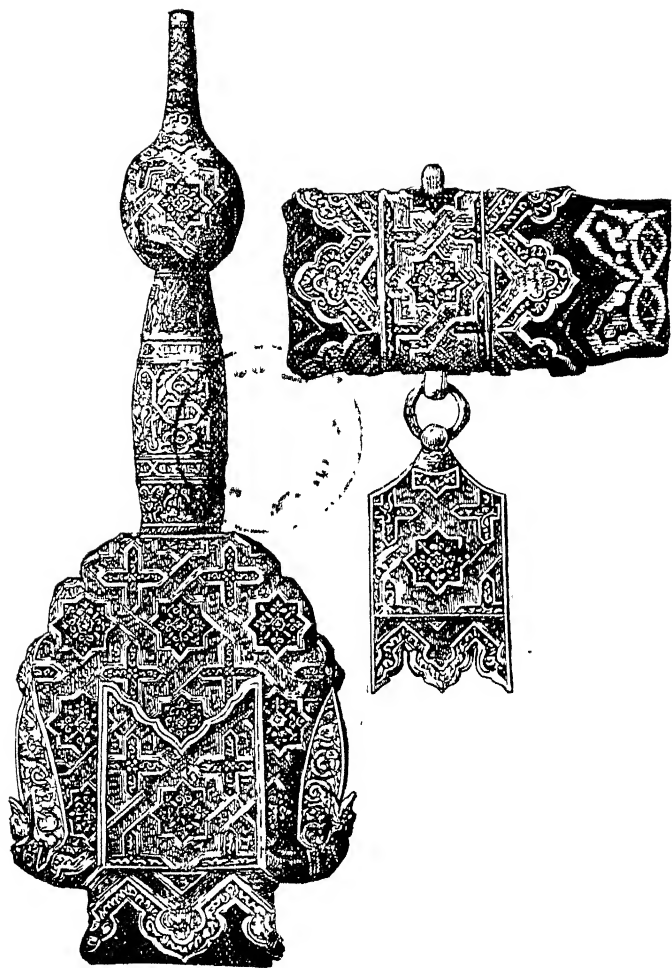
موقع پر اپنے توپخانے سے جس میں ان کو کمال مہارت تھی ایسا کام لیا کہ ان ہزار آدمیوں میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ با این ہمہ عیسائیوں کی فوج محض بوجہ کثرت عربوں پر غالب آئی اور قلعہ عیسائیوں کے تصرف میں آگیا۔ بعد ازاں ماہ جمادی الاول سنہ مذکور میں عیسائیوں نے قلعہ زندہ کو فوج سے خالی پا کر قبضہ کر لیا۔

بتاریخ ۱۹ ماہ شعبان ۱۱۹۷ھ الزغل غرناطہ سے سرحدی انتظام کے واسطے روانہ ہوا یہ قلعہ مشلیں کے انتظام اور انصرام میں مصروف تھا کہ بتاریخ ۲۲ شعبان اس کو عیسائی فوج کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ چونکہ عیسائیوں کے اسطون آئے کافی الحال خیال و گمان تک نہ پہنچا یہ نہایت پریشان ہوا۔ عیسائی قلعہ کے سامنے پہنچتے ہی عربوں کی فوج پرجو باہر پڑی ہوئی تھی حالت بے خبری میں حلقہ اور ہوسے اور عربوں کو پسپا کرتے ہوئے سلطان کے خیمے کے قریب تک کہس آئے عربوں نے سلطان کو خطرناک حالت میں دیکھ کر باوجود عیسائیوں کے متواتر حملوں کے نہایت ہمت و اطمینان قلب سے اپنے پیروں کو جمایا اور نعرہ اللہ اکبر بلند کرتے ہوئے عیسائیوں پر چاڑھے۔ آن واحد میں جنگ کا نقشہ بالکل بدل دیا۔ ابھی تو عیسائی

لہ اس کو مکین بھی کہتے ہیں۔ عربوں نے بوجہ استحکام و مضبوطی اس کا نام درق غرناطہ ہی رکھا تھا۔ یعنی

سپر غرناطہ درق لفظ عربی ہے جس کے معنی چری سپر کے ہیں۔

فوج عرب کو پیچھے ہٹاتے ہوئے لیے چلے آ رہے تھے یا اسہی عرب ان کو سب  
 طرف سے دباتے ہوئے ان کی قیامگاہ کی طرف لے چلے اور چند خطوں میں  
 کامل فتح حاصل کر لی۔ عیسائی بدحواس ہو کر بہاگ اڑے اگر سوار ان عرب انکا  
 تعاقب کرتے تو شاید ایک عیسائی بھی زندہ نہ بچتا۔ مگر فردلند بذات خود بغرض  
 مدد قریب آ پہنچا تھا۔ جس کی اطلاع عربوں کو عین وقت پر ہوئی اور یہ مجبوراً تعاقب  
 سے باز رہے۔ تاہم اس جنگ میں عیسائیوں کا پورا تو پچھانہ عربوں کے ہاتھ  
 آگیا اور ان توپوں کو انہوں نے قریب کے قلعوں پر چڑھا دیا اور فردلند کے  
 مقابلہ کے واسطے ہر طرح تیار ہو گئے۔ ماہ رمضان تک لڑائی دونوں طرف سے  
 ملتومی رہی۔ اس مہینے میں عیسائیوں نے قلعہ قسمل کا محاصرہ کیا اور بذریعہ آلات  
 قلعہ شکن حصار کو توڑ کر قلعہ مذکور کو فتح کر لیا اور یہ قلعہ شکا کو والورہ پر یکے بعد دیگرے مسطوط ہو  
 فردلند ایک لائق و ہوشیار شخص تھا۔ اس نے اپنی تجربہ کار نظروں سے  
 دیکھا کہ جنگ کا زمانہ غیر محدود تک قائم رکھنا صرف دشوار ہی نہیں بلکہ غیر ممکن ہے اور نیز  
 بقول شخصے ”جنگ دوسروں کے کون کہہ سکتا ہے کہ آخر کار جانیں میں سے  
 کس کو فتح اور کس کو شکست حاصل ہوگی۔ پس بعد غور و تامل بسیار اس نے مکر و فریب  
 سے اپنی فیروزی کی ایسی بنیاد ڈالی کہ اگر یہ تمام عمر میدان جنگ میں گنونا تو یہی بات



اخیر سلطان غرناطہ ابو عبد اللہ کی تلوار کا قبضہ

حاصل نہ ہوتی۔ یعنی محمد ابن ابوالحسن کو جو جنگ لوشینہ سے اب تک اس کی  
 قید میں پڑا ہوا تہار ہا کیا۔ اور بہت کچھ خوشامد و حلفی وعدہ ادا دے کے بعد کہا کہ ”  
 تخت غرناطہ کا وارث حقیقی تو ہے زغل نے تیری عدم موجودگی میں موقع  
 پا کر سلطنت کو غصب کر لیا ہے۔ اب میں تیری مدد کر نیکے لیے تیار ہوں۔  
 میری دلی خواہش یہ ہے کہ میں تجھ کو تخت غرناطہ پر بٹھا کر اپنا حق ہمسائیگی ادا کروں  
 میں نے اس امر کا اعلان دیا ہے کہ تیری رعایا میں سے جو تیرا ساتھ دے گا۔  
 اوس کو اپنا دوست اور تیرے مخالفوں کو اپنا دشمن سمجھوں گا۔ ابو عبد اللہ محمد  
 اس عیسائی کے کمرے بالکل بے خبر اس کی طرف داری و معاونت سے  
 خوش خوش مالقہ آیا یہاں کے لوگ اس کا ساتھ دینے پر بلاتامل راضی ہو گئے  
 اور جو معاہدہ کہ فرولند سے ہوا تھا اوس پر اپنی خوشنودی ظاہر کی۔ عام خلافت  
 کو یہ کیا خبر تھی کہ فرولند اس فریب کے ذریعے سے مسلمانوں کو آپس میں  
 لڑا کر تباہ کرنا چاہتا ہے۔ غرض جیسا کہ فرولند نے خیال کیا تھا وہی ہوا  
 اور عرب خانہ جنگی میں مصروف ہو گئے۔ یہ بغاوت ۳۲ ربیع الاول ۸۹۱ھ  
 مطابق ۱۲۸۶ء میں شروع ہوئی اور آخر جمادی الاول تک قائم رہی۔ زمانہ  
 بغاوت میں بعد فتح لوشہ۔ ابو عبد اللہ نے بغرض صلح حسب ذیل شرائط پیش

چچا الی غل کے سامنے پیش کین۔

(۱) یہ کہ ابو عبد اللہ محمد۔ لوشہ یا کسی اور بڑے شہر کا حاکم مقرر کر دیا جائے

(۲) اگر شرط اول منظور کی جائے تو پہرا ابو عبد اللہ محمد ہی بمقابلہ فرد ولد سلطان

کی مدد کے واسطے آمادہ و تیار رہے۔ ہنوز شرط صلح نامہ کا تصفیہ نہ ہوا تھا کہ بتا کر

۲۶ جمادی الاول ۸۹۱ھ غرناطہ میں یہ خبر شائع ہوئی کہ فرد ولد باجارت ابو

عبد اللہ محمد۔ لوشہ پر قابض ہو گیا ہے اس خبر کے سنتے ہی سب کو یہی خیال

گزر کہ اس صلح سے ابو عبد اللہ محمد کو ہونے کا دینا اور عیسائیوں کا فائدہ منظور ہوتا

جو کچھ شکوک اس سازش کی نسبت باقی رہ گئے تھے وہ اہل لوشہ کی جن کی بدولت

اس کو یہ کامیابی حاصل ہوئی تھی غرناطہ میں پناہ گیر ہونے و نیز البیسرین کے

عیسائیوں کے بتائید ابو عبد اللہ محمد فساد برپا کرنے سے بالکل رفع دفع ہو گئے۔

فرد ولد اور ابو عبد اللہ محمد نے چند روز فوج و سامان کے انتظام میں

صرف کیئے بعد ازاں ۱۰ جمادی الثانی ۸۹۱ھ قلعہ البیسرہ اور مشکلیں اور تفسیر

کو فتح کرتے ہوئے ان دونوں نے صحرہ کا محاصرہ کر لیا۔ مقام مذکور پر انہوں

نے بدقت تمام قبضہ کیا ہی تھا کہ فرد ولد کو بادشاہ فرانس کی فوج کشی کی اطلاع

پہونچی۔ اس نے فوج بقدر ضرورت ان قلعجات مفتوحہ میں متعین کی اور خود فوراً



قسطلہ واپس چلا گیا فخر و دل نہ خوب جانتا تھا کہ اگر عربوں کو ذرا سا بھی موقع فوج  
 کی درستی اور انتظام کا ملا تو یہ ضرور اس تمام ملک پر جس کو اس نے اس محنت  
 و جانفشانی سے فتح کیا ہے قابض ہو جائیں گے۔ علاوہ برین جنگ فرانس و  
 قسطلہ کے زمانہ میں جنگ غرناطہ کا قیام رکھنا غیر ممکن تھا اس نے مثل سابق  
 ابو عبد اللہ محمد کو بعد ترغیب و تحریص تالقنہ جنگ فرانس بغاوت کے جاری  
 رکھنے پر آمادہ کیا اور اگر فوج سے نہیں تو آلات حرب روپیہ سے اس کی برابر مدد کرتا رہا  
 ابو عبد اللہ محمد۔ مالقہ آیا اور یہاں کے امراء و رعایا کو دوبارہ ہموار کرنا  
 چاہا۔ اہل لوشہ کی تباہی کے واقعات ہنوز پیش نظر تھے کوئی اس کے مکر و فریب  
 میں نہ آیا۔ ناچار البیرین کے عیسائیوں کو اپنی مدد پر آمادہ دیکھ کر یہ خفیہ طور پر البیرین  
 چلا آیا۔ الرغل کو جب ابو عبد اللہ کے دار السلطنت کے اس قدر قریب  
 آ جانے کی خبر پہنچی تو اس نے رعایا کو آگاہ کیا کہ یہ پہر تم کو دہوکا دیکر عیسائیوں کو فائدہ  
 پہنچانا چاہتا ہے اور علمائے وقت نے یہ فتویٰ دیا کہ چونکہ ابو عبد اللہ محمد فخر الامام خلیفہ  
 و رسول کے عیسائیوں کی تائید میں اپنے مالک مجازی کے ساتھ بغاوت کی ہے  
 لہذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس جہاد میں اپنے سلطان کی مدد کرے بعدہ  
 سلطان نے بتاریخ ۲۷ محرم ۷۲۸ھ مطابق ۱۲۸۷ء البیرین پر حملہ کیا مگر اس

جنگ میں اس نے اس قدر ساہل و بے پروائی کی کہ اس کو آخر کار بے نیل مر ام  
غرناطہ واپس آنا پڑا۔

سلطان نے غرناطہ میں تمام ممالک محروسہ کے صوبہ داروں اور جاگیرداروں کو  
طلب کیا اور ان سے حلفی وعدہ لیا کہ یہ سب یکدل ہو کر اس جہاد میں پوری سعی  
کریں گے ابو عبد اللہ اس شورے کی خبر سن کر بہت ڈرایا جانتا تھا کہ اگر اس کا  
کوئی فوری بندوبست نہ ہوا تو یہ سب امراء سلطان کا ساتھ ضرور دین گے۔ اور  
یہ ہر کامیابی غیر ممکن ہوگی۔ اس نے فوراً ان واقعات کی اطلاع فرولند کو کی اور  
اپنے وزیر کو اہل مالقہ اور حصن المنشاہ کے افہام و تفہیم کی غرض سے بھیجا  
اور ان کو فرولند کے غضب سے ڈرایا۔ اس تخویف نے اپنا پورا اثر کیا۔ ان مقامات  
کے باشندوں نے اس کی اطاعت منظور کر لی مگر اور شہر حسب دستور ثابت قدم  
رہے۔ اوس کی درخواستوں کو نامنظور کر دیا اور یہ جواب دیا کہ ہم سلطان کو ایک بار  
جواب دے چکے ہیں اوس کے علم کے سامنے میں لڑ کر جان دینا ہم کو منظور ہے  
ابو عبد اللہ نے فرولند کو مکرر رد کے لئے لکھا۔ ماہ ربیع الثانی ۸۹۲ھ میں  
فرولند بذات خود مالقہ آیا اور بحری اور بری اپنی دونوں قوتوں سے اس شہر کا محاصرہ  
کر لیا۔ سلطان ابو بلہاسی مالقہ کی مدد کے لئے پہونچا لیکن جنگ کے قبل

اس کو یہ وحشت ناک خبر پہنچی کہ ۵ جمادی الاول کو القلاب عظیم غرناطہ میں واقع  
 ہوا اور محمد ابو عبد اللہ نے موقع پا کر دار السلطنت پر قبضہ کر لیا الزغل نے مجبوراً  
 مالقہ کو اس ہی حالت میں چھوڑا اور خود اس ہی وقت غرناطہ کی جانب روانہ  
 ہوا۔ اثنائی راہ میں جب اس نے سنا کہ شہر دشمن کے تحت تصرف میں آچکا ہے  
 یہم وادی آتش میں ٹھہر گیا اہل مالقہ نے چند ماہ عیسائیوں کی سخت اور متواتر  
 یورشوں کو روکا آخر کار جب اپنے میں قوت و مقاومت نہ پائی تو ماہ شعبان ۸۹۲ھ  
 میں شہر اور قلعہ کو فردلند کے حوالہ کر دیا باوجودیکہ مالقہ کے اطراف جو انب میں  
 جتنے قلعجات اور شہر واقع تھے سب بلا کشت و خون عیسائیوں کے قبضہ میں آچکے  
 تھے تاہم ہزاروں مسلمان فردلند کی فوج کے ہاتھوں قتل ہوئے اور ہزاروں  
 نے طوق غلامی پہنا

ابو عبد اللہ محمد کا اس وقت تک یہی خیال خام تھا کہ فردلند حق میں لگی  
 ادا کر رہا ہے اور بعد فتح کامل یہم ضرور ریاست غرناطہ میرے سپرد کر دیگا۔  
 مگر ۸۹۳ھ مطابق ۱۲۸۵ء میں جب یہ ناقبت اندیش امیر ہزاروں مسلمانوں کے  
 قتل کا با عظیم اپنی گردن پر لیے اپنے خواب غفلت سے بیدار ہوا تو اس نے  
 دیکھا کہ فردلند نے خلاف معاہدہ اون مقامات پر ہی قبضہ کر لیا ہے جہاں بھی

رعایا ہی نے محض بامید جان بخشی ابو عبد اللہ محمد کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا تھا  
 ایک سال تک جانین سے جنگ ملتوی رہی۔ آغاز ۹۴۲ھ میں فرولند اپنی  
 پوری قوت سے بسطہ کی طرف متوجہ ہوا مگر قبل از محاصرہ ابو عبد اللہ محمد نے  
 البشرات وغیرہ مقامات کی فوجوں کو فراہم کیا۔ خود قلعہ بسطہ میں چلا آیا۔  
 باوجودیکہ روزانہ کی لڑائیوں اور فقر و فاقہ نے عمروں کو نہایت کمزور کر دیا تھا  
 مگر یہ محض اس امید موہوم پر لڑتے رہے کہ شاید موسم سرما میں عیسائی محاصرہ سے  
 دست کش ہو جائیں۔ مگر جب موسم سرما نمودار ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ خلاف امید  
 عیسائی اس موسم کے انتظام میں مشغول اور جدید مکانات وغیرہ تیار کر رہے ہیں  
 ان کی نوید میدہ امیدوں پر پانی پہر گیا اور ابو عبد اللہ محمد نے چار و ناچار صلح  
 کی کوشش کی۔ فرولند کو یقین کامل تھا کہ جو کام توپوں سے نہیں نکلا ہے وہ  
 فاقہ کشی سے نکل آئے گا۔ مگر اصل واقعہ دریافت کرنے کی غرض سے اس نے  
 پیام صلح کو اس وقت نامنظور نہ کیا اور یہ کہہ کر کہ ہمارے سفیر تمہارے سلطان سے  
 خود شرائط صلح کا تصفیہ کر لیں گے چند افسروں کو ان کے ساتھ بائیں حکم بھیجا کہ وہ  
 جس طرح ممکن ہو یہ معلوم کر لیں کہ عرب کتنے روز تک اس محاصرے کی برداشت

لے جنگ بسطہ میں عربوں نے قلعہ شکن توپوں سے کام لیا تھا۔ المقری۔

کی قوت رکھتے ہیں۔ شہرین جب ان افسروں کے آنے کی خبر پہنچی تو سلطان  
 نے محض بغرض فریب دہی حکم دیا کہ جو سامان باقی رہ گیا ہے اس کو  
 جا بجا راستے پر اس طرح رکھیں کہ جس سے عیسائیوں کو یہ معلوم ہو کہ ہمارے پاس  
 ضرورت سے زیادہ سامان موجود ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور عیسائی عربوں کے  
 اس حسن انتظام سے ایسے متاثر اور اس شرط پر راضی ہوئے کہ اگر قلعہ ان کے  
 سپرد کر دیا جائے تو سب مسلمانوں کو زندہ اور سلامت مع مال و اسباب کے قلعہ  
 خالی کر دینے کی اجازت دی جائے گی۔ عربوں نے عیسائیوں کو اس قدر نرم  
 و صلح کل پا کر قلعہ کو خالی کر دینے سے صاف انکار کیا اور کہا کہ اگر عیسائی ممالک  
 محروسہ سے باہر چلے جائیں تو ہم صلح کریں گے ورنہ جنگ کے واسطے ہم ہر وقت  
 تیار ہیں۔ اسی قسم کے مباحثے میں ایک زمانہ گزر گیا اور عربوں پر اور بھی زیادہ  
 تکلیف گزرنے لگی مجبوراً یہ راہی قرار پائی کہ قبل اس کے کہ عیسائی ہمارے حالت سے  
 واقف ہوں اور ان کے پہلے شرائط کو منظور کر لینا چاہیے تاکہ کم از کم ہمارے جان  
 اور مال تو بچ جائے۔ چنانچہ شرائط مذکورہ بالا پر فرعین میں صلح ہوئی اور تاریخ  
 ۱۰ محرم ۹۹۵ء مطابق ۱۲۹۵ء بروز جمعہ عیسائی شہر لبطہ میں داخل ہوئے۔  
 اور اپنے معاہدے کے بالکل خلاف مسلمانوں کو جبراً شہر سے خارج کیا اور

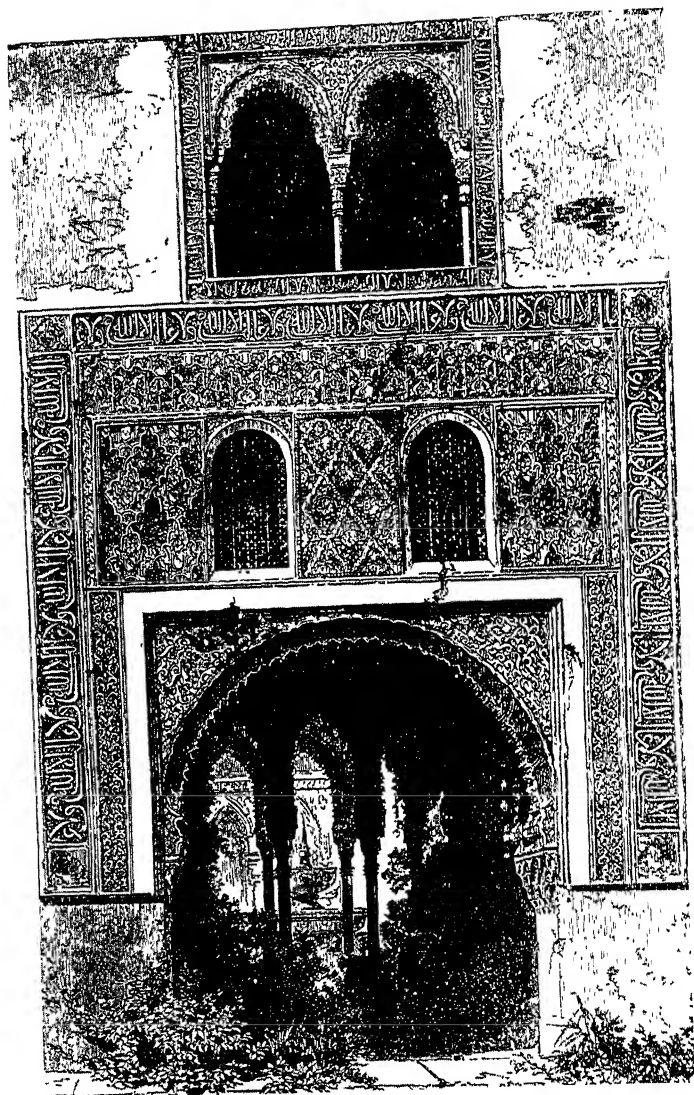
ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔

اب عربوں کی حالت روز بروز ابتر ہوتی جاتی تھی اور ملک بتدریج ان کے ہاتھ سے نکلتا جاتا تھا مگر افسوس ہے کہ یہ اپنے سنہلنے کی کوشش نہ کرتے تھے۔ کشتی سلطنت پر کوئی ایسا ناخدا مثل عبد الرحمن ثالث حکمران نہ تھا جو اپنی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو گرداب تباہی سے بچائے اور مخالف اجزاء، ریاست میں قوت اقصائی پیدا کرے۔ آتش بغض و نفاق نے روغن خود غرضی چہرک چہرک کے خانہ جنگی کے شعلوں کو ایسا بڑھکایا کہ آخر کار سب جل کر خاکستر ہو گئے اور عربوں کا نام و نشان تک اندلس میں باقی نہ رہا۔ الرغل وادی آتش میں بادشاہت کا دم بھر رہا تھا اور ابو عبد اللہ محمد - غرناطہ کی چار دیواری کے اندر اپنے زعم باطل میں تمام اندلس کا اپنے کو بادشاہ سمجھتا تھا۔ عیسائی ان کے گہر کے دروازہ کے قریب مسلمانوں کی بربادی کا تماشا دیکھ رہے تھے فردلند حسب مقتضایہ وقت کہیں الرغل کا ساتھ دیتا اور کہیں ابو عبد اللہ محمد کو مسلمانوں کے قتل اور غارتگری پر آمادہ کرتا تھا۔ جب تمام صوبہ بسطہ نے اس کی حکومت کو تسلیم کر لیا تو اب فردلند - المیر یہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ابو عبد اللہ محمد کو اپنے سے باغی سمجھ کر الرغل سے صلح کا پیام سلام شروع کیا اور کہا کہ اگر تو صوبہ المیر یہ پر

میرا قبضہ کرادے تو میں تجھ کو اپنی جانب سے یہاں کا حاکم مقرر کر دوں گا۔  
 الرغزل کو حکومت کی ہوس نے ایسا اندھا کیا تھا کہ اس نے بمقابلہ اپنے  
 چچا زاد بھائی کے عیسائیوں کی ماتحتی پسند کی اور بلاتامل اس شرط کو منظور کر لیا  
 ماہ صفر ۹۵۵ء میں الرغزل بذات خود فردلند کو اپنے ساتھ المیر میرہ لایا اور  
 تمام صوبہ اس کے سپرد کر دیا۔ عیسائیوں کو اس نعمت غیر مترقبہ کی کب امید  
 تھی اور یہ کب سمجھتے تھے کہ یہ مشہور مقام بلاکشت و خون ان کے ہاتھ آجگا  
 فردلند و بظاہر الرغزل کی مہنایت دل جوئی کی اور اس کو اپنی طرف سے اس  
 صوبہ کا حاکم مقرر کیا لیکن اس چالاک عیسائی قابو پرست نے یہاں کے مشہور  
 شہروں اور قلعوں میں اپنی فوج متعین کر دی۔ یہاں سے سلطان الرغزل  
 فردلند کو وادی آتش لایا جس پر عیسائیوں نے فوراً قبضہ کر لیا۔ سلطان ان کے  
 دھوکے سے بے خبر بھی سمجھتا رہا کہ چونکہ اس وقت ابو عبد اللہ محمد سے جنگ  
 کا سامنا ہے اس لئے تا تصفیہ جنگ ان مقامات کا عیسائیوں کے قبضہ میں  
 رہنا بہتر ہوگا۔ المیر میرہ اور وادی آتش کا بغیر جنگ عربوں کے ہاتھ سے نکل جانا  
 کیا تھا کہ گویا چشم زدن میں عیسائی تمام ملک پر مسلط ہو گئے۔ اب صرف شہر عجم  
 اور اس کے مصنافات باقی رہ گئے فردلند نے غرناطہ کو چاروں طرف سے

گھیر لیا اور بعد فتح صبح طبع اس مقام کو اپنی فوج کا مستقر قرار دیا۔ چونکہ ہنوز پانچ بجے تھے مسلمانوں کے قبضہ میں تھا فردلند نے الز غل سے بگاڑ کر ناپسند نہیں کیا اور اس کو یہی امید دلاتا رہا کہ غرناطہ کے فتح ہوتے ہی میں تجھ کو اس تمام ملک کا بادشاہ بنا دوں گا۔ الغرض جب تمام سامان جنگ مہیا ہو گیا تو فردلند نے سلطان محمد کو کہلا بھیجا کہ جس طرح الز غل نے بلاکشت و خون اپنی رضا مندی سے المیرہ اور وادی آتش کو ہمارے سپرد کر دیا ہے اسی طرح تو بھی قلعہ الحمر اہم کو دیدے۔ اس کے صلے میں جس قدر دولت تو چاہے گا اور اندلس میں جس صوبہ کی حکومت تجھ کو منظور ہوگی وہ میں تیرے سپرد کر دوں گا۔ سلطان محمد نے تمام امرای شہر کو جمع کیا اور بعد مشورہ یہی رائی قرار پائی کہ فردلند کو اس کے سابق کے وعدے یاد دلانے جائیں اور ان کے ایفا کا متقاضی ہونا چاہیے اگر وہ راضی ہو جائے اور حسب وعدہ جو ملک اس کے قبضہ میں آیا ہے وہ تمام و کمال ہمارے حوالے کر دے تو صلح منظور ہے ورنہ ہر شخص کو اپنے وطن پر جان و مال تصدق کرنا فوز عظیم تصور کرنا چاہئے۔ سلطان نے فردلند کو جواب دیا کہ مجھے تو ہر طرح سے تیرے ساتھ مل کر رہنا منظور ہے مگر مجبور ہوں کہ میری رعایا تیرے شرائط کو کسی طرح قبول نہیں کرتی اگر تو حسب معاہدہ سابق تمام ملک کو میرے قبضہ میں دیکر قسطلہ پس





الحمراء کا ایک منظر



ابو عبد اللہ نے جو کچھ فوج اوس وقت موجود تھی لیکر البشیرۃ پر حملہ کیا اور یہاں بغرض انتظام جو کچھ فوج عیسائی چھوڑ گئے تھے اس کو قتل و غارت کر کے اس فوج پہاڑی صوبے کو پہرہ کیا بار اسلام کے دائرہ حکومت میں لایا اور اسلامی علم حسن قرآن کی آیتیں لکھی تھیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہوا میں لہراتا نظر آیا۔

افسوس ہے کہ اس چھوٹی سی کامیابی نے عربوں کو ایسا بے فکر کیا کہ یا تو یہ ابھی چونکے تھے یا ابھی پہرہ اقبالی کے خواب غفلت نے ان کی نگہیں بند کر دیں۔ خود غرضی اور حسد کا جس کی بدولت ان کو یہ روز بد نصیب ہوا مہتاب بازار پہرہ گرم ہوا۔ ماہ شعبان ۸۹۵ھ مطابق ۱۴۹۰ء میں الزغل سے اپنے بہتجے کی ثروت و حکومت نہ دیکھی گئی اور یہ مع اپنے ہمراہیوں کے البشیرۃ میں ہنگامہ برپا کرنے لگا اور قلعہ اندر رش پر قبضہ کر لیا۔ سلطان ابو عبد اللہ محمد قلعہ ہمدان پر قابض ہو گیا۔ مسلمان خانہ جنگی میں ہمہ تن مصروف تھے کہ ان کو فردلند کے غرناطہ کے قریب پہونچنے کی خبر ہوئی اس وحشت ناک خبر کی سنتے ہی ابو عبد اللہ محمد تعجیل تمام باہیہ تخت واپس آیا فردلند نے اون قلعوں اور شہروں کو جو بار دیگر مسلمانوں کے قبضے میں آگئے تھے پہرہ فتح کیا اور اون قلعوں کو

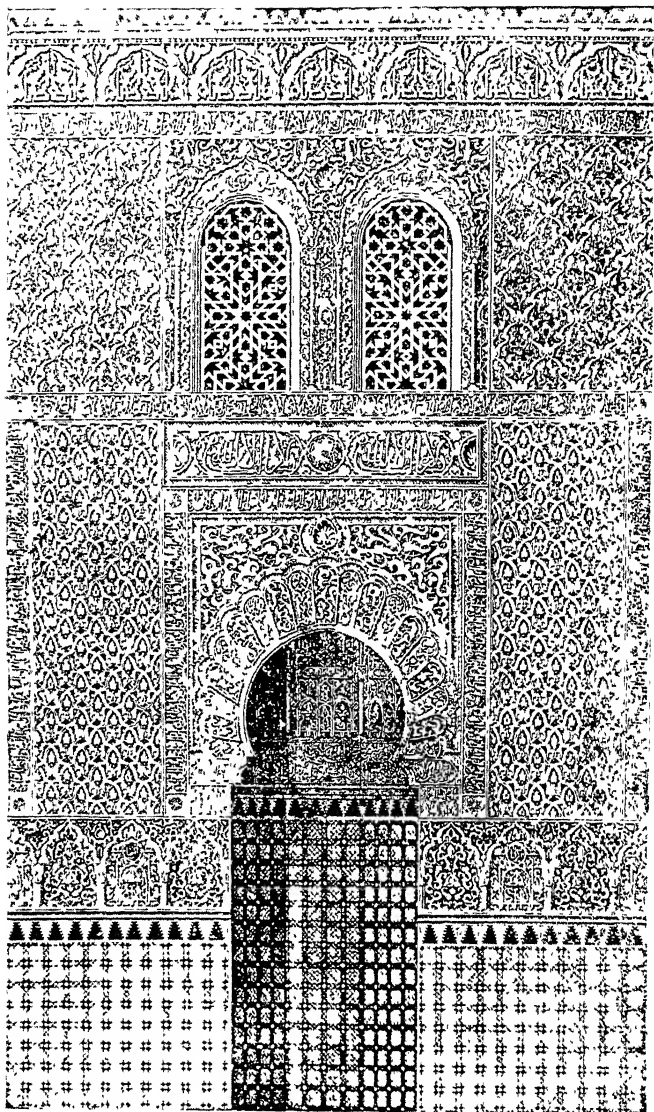
لے یہ نام ایک پہاڑ کا بھی ہے جس کو انگریزی میں الپکرا اس کہتے ہیں۔

جن کا انتظام بوجہ بعد مسافت مشکل تھا منہدم کر ڈالا اور مسلمانوں کو علاوہ قلعوں اور شہروں کے قصبوں اور دیہاتوں سے بھی جبراً بعد طبعی حوال بحال دیا اور نیز الزغل پہنچ کر یہ ظاہر کیا کہ اب اس کی خوشامد اور دوستی کی ضرورت باقی نہیں رہی اور نہ اب اس کا آمدلس میں رہنا گوارا ہے الزغل میں اتنی قوت تھی کہ وہ اس عیسائی کو وعدہ خلافی کی سزا دیتا یا اس کے حکم کی تعمیل نہ کرتا۔ جلا وطنی کے رنج و الم سے پریشان غرناطہ جانا پسند نہ کیا اور سید با افر قیصر آیا اور بمقام ملکسان عزلت نشینی میں باقی حصہ اپنی عمر صرف کر دیا۔ فردلند نے اپنے مفتوحہ مقامات کے انتظام و استحکام میں اپنا تمام وقت صرف کیا اور یہ چونکہ فرانس کے ساتھ جنگ کا اندیشہ تھا قسطلہ واپس چلا آیا۔

فردلند کے جاتے ہی سلطان ابو عبد اللہ محمد نے برشلینہ کو بعد محاصرہ فتح کر لیا۔ اس کا مل فتح نے مسلمانوں کی بہت کو بڑبایا اور قرب و جوار کے قلعوں اور شہروں کے مسلمانوں نے اپنے عیسائی حاکموں سے باغی ہو کر شور و فساد شروع کیا مگر قبل اس کے کہ ان کو کسی قسم کی پہودی حاصل ہوتی وادی آتش کے عیسائی گورنر نے فوراً مقام واقعہ پر پہنچ کر نہایت سختی کے ساتھ اس بغاوت

لہ انگریزی میں پرشینا کہتے ہیں۔

کو فرو کیا۔ تاریخ ۲ جمادی الثانی ۸۹۷ھ مطابق ۱۳۹۱ء فردلند مع اپنی  
کامل قوت اور قلعہ شکن توپخانے کے غرناطہ کے مصنافات میں داخل اور  
سرسبز و شاداب شہر دن اور دینہاتون کو تاراج کرتا ہوا غرناطہ کے سامنے نمودار  
ہوا۔ شہر کے قریب اس نے ایک دوسرے مختصر شہر کی بنیاد ڈالی۔ یہاں سے  
یہ سات مہینے کامل غرناطہ پر حملے کرتا رہا لیکن اس کی تمام محنت و مشقت رائیگان  
ہوئی اور ہزار ہا عیسائی کام آئے۔ چونکہ غرناطہ کی اشیاء پر جبل البشرۃ واقع تھا۔  
فردلند شہر کا پورا محاصرہ نہ کر سکا جبل شلیہ سے تمام ضروری سامان شہر میں برابر  
آ رہا تھا یہی وجہ تھی کہ اہل شہر کو اطمینان حاصل تھا مگر جب موسم سرما کا سخت زمانہ آیا  
اور بوجہ برف باری پہاڑی راستے بالکل بند ہو گئے اور غلے کی پیداوار میں بھی کمی  
ہوئی تو اہل غرناطہ کو بھی بہت فکر و تردد ہوا اور چونکہ شہر اور قلعہ کی آبادی کچھ کم نہ تھی چند  
روز میں اس قدر سختی گزرنے لگی کہ ماہ صفر ۸۹۷ھ میں باوجود برف باری ہزاروں  
البشرۃ کی طرف بھاگ نکلے اور جو باقی رہ گئے تھے انہوں نے سلطان سے  
درخواست کی کہ جب تک ہمارے رگ و پے میں جان باقی ہے ہم دشمن کے مقابلے  
اور اپنے ملک پر اپنی جانیں نثار کر نیکی لیتے تیار ہیں۔ بہو کون مرنے کی عوض  
ہم میدان جنگ میں تیر تفنگ کہاں پسند کرتے ہیں گو عیسائیوں کی تعداد اسی ہزار سے



مسجد الحراء کی محراب

زیادہ ہے اور ہم میں ہزار سے بھی کم ہیں لیکن اس کا بفضلہ ہماری ہمتوں پر  
کوئی اثر نہیں پڑتا کیا ہم جنگ وادی لکھ جہان امیر طارق نے بیس ہزار عربوں  
ساتھ ایک لاکھ عیسائیوں کو شکست دی تھی کہی بہول سکتے ہیں۔ صرف تائید  
الہی ہمارے شامل حال رہنا چاہیے اگر خدا ہی تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ ہمارے  
دشمن ہم پر فتح پائیں تو مشیت ایزدی میں کسی کو دخل نہیں ہم ہر طرح راضی برضا ہیں  
سلطان ابو عبد اللہ محمد نے دیکھا کہ اہل شہر کا اضطراب دن بدن بڑھتا  
جاتا ہے اور اگر فوراً صلح یا جنگ کا تصفیہ نہ ہوا تو ممکن ہے کہ یہ لوگ باغی ہو کر کوئی  
ایسی حرکت کر بیٹھیں کہ جس سے ہمارے کوئی نقصان عظیم پہنچ جائے۔ اس نے اب وزرا  
اور امرائے سلطنت سے مشورہ کیا بسکی یہی راہی ہوئی کہ لڑنے کی قوت ہم میں باقی  
نہیں اگر جنگ میں خدا نخواستہ ہم ناکام ہوئے تو پھر یہ عیسائی ایک مسلمان کو بھی  
زندہ نہ چھوڑیں گے پھر یہ ہوگا کہ ایسے شرائط پر صلح کی جائے جس سے عامہ غلامان  
کے جان و مال کو نقصان نہ پہنچے۔ سلطان نے بھی اس راہی سے اتفاق کیا  
چونکہ فوج اور رعایا جنگ پر پوری طرح آمادہ تھی اس نے اپنے وزیر ابو القاسم  
عبد الملک کے ذریعہ سے خفیہ طور پر فردلند کو صلح کا پیغام بھیجا۔ عیسائی قلعہ  
کی اندرونی حالت سے بالکل ناواقف تھے اور اس وقت تک ان کی یورشوں

قلعہ کو کسی قسم کا صدمہ نہیں پہنچا تھا پس اس نے اس پیام کو غنیمت جانا اور درخواست کو منظور کر لیا اس راز کو رعایا سے پوشیدہ رکھنے کی غرض سے بالواقف راتوں کو عیسائیوں سے کہی قلعہ کے باہر اور اگر موقع ہوا تو کہی قلعہ کا اندر صحنہ کے شہر اٹک تصفیہ کیلئے ملا کر رہا تھا غرض بعد دو قح بسیار آخر ۸۹۶ھ ۳۹۱ء میں صلحنامہ سلطان ابو عبد اللہ محمد ورفو لد بادشاہ قسطنطنیون نے دستخط کیے۔ صلحنامہ کے بعض اہم شرائط ذیل میں درج ہیں۔

- (۱) مسلمان غریب اور امیر کے جان اور مال کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنے پائیگا اور جہاں یہ رہنا چاہیں شہر کے اندر یا باہر رہنے کی اجازت دی جائیگی۔
- (۲) مسلمانوں کے مذہبی امور میں عیسائی دخل ندین گے اور مذہبی قواعد کی ادائی میں کسی قسم کی مزاحمت نہ کریں گے۔
- (۳) کوئی عیسائی مسجد میں نہ گھسنے پائے گا۔

(۴) مساجد اور اوقاف بدستور قائم رہیں گے۔ ان امور میں عیسائی دست اندازی نہ کریں گے بلکہ ان کے قائم رہنے میں مسلمانوں کی مدد کریں گے۔

- (۵) مسلمانوں کے معاملات میں شرع اور ان ہی کے قانون کی پابندی کی جائیگی اور مسلمان قاضی ان کے حقوق اور مقدمات کے تصفیہ کیلئے مقرر کیے جائیں گے
- (۶) اس جنگ میں جن مسلمانوں کو عیسائیوں نے گرفتار کیا ہے وہ فوراً رہا کر دئے



جائیں گے۔ اور جو مسلمان عیسائیوں کی قید سے شہر میں بہاگ آئے ہیں وہ گرفتار نہ کیئے جائیں گے۔

(۷) اگر کوئی مسلمان اندلس سے افریقہ جانا چاہے تو اوس کو اجازت دی جائے گی اور سرکاری جہاز میں وہ افریقہ پہنچا دیا جائے گا۔

(۸) جو عیسائی کہ مسلمان ہو گئے ہیں وہ اسلام کے ترک کرنے پر مجبور نہ کیئے جائیں گے۔ اگر کوئی مسلمان عیسائی ہونا چاہے تو اس اطمینان کے بعد کہ وہ برضا و رغبت خود اپنا مذہب بدلنا چاہتا ہے اوس کو اجازت دی جائے گی جس کے تصفیہ کا حق صرف مسلمانوں کو حاصل ہو گا کو عیسائی حاکم ہی بروقت تصفیہ موجود رکھیں گے۔

(۹) اس جنگ میں جو مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا ہے وہ بدستور ان ہی قبضہ میں رہے گا۔

(۱۰) مسلمانوں کے گھروں پر عیسائی سپاہ متعین نہ کی جائے گی۔

(۱۱) موجودہ ٹیکس کے علاوہ کوئی جدید بار مسلمانوں پر نہ ڈالا جائے گا۔

(۱۲) تین سال تک مسلمانوں سے کسی قسم کا ٹیکس نہ لیا جائے گا۔ تمام محصول جو اس وقت وہ ادا کر رہے ہیں وہ اس زمانہ تک معاف کر دیا جائے گا۔

(۱۳) سلطان ابو عبد اللہ محمد کے سپرد البشرۃ کی حکومت کر دی جائیگی۔

(۱۴) آج سے ساٹھ روز کے اندر اس معاہدہ کے شرائط کی تکمیل پورے طور پر کر دی جائے گی۔

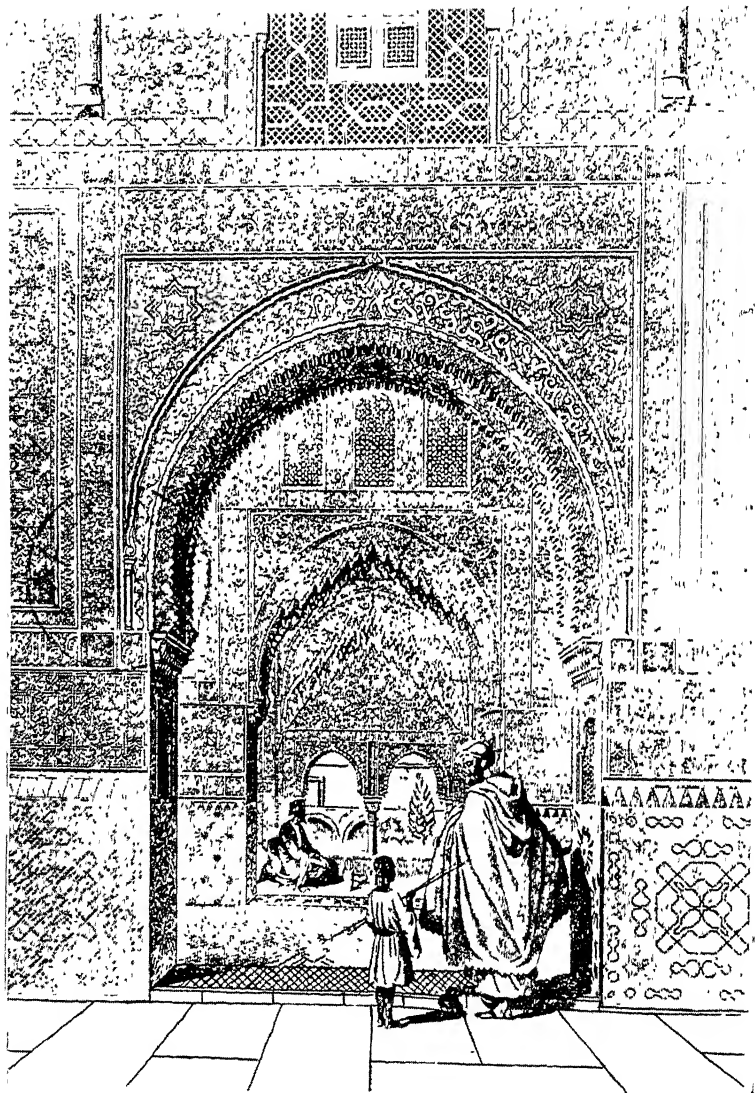
(۱۵) معاہدہ کا اثر قائم رکھنے اور عیسائیوں کو اس کی پابندی پر مجبور کرنے کی غرض سے روما کے پوپ کی دستخط اس معاہدہ پر لیجائیگی اور وہ اس کی تکمیل کا ذمہ لے گا۔

(۱۶) ساٹھ روز کے اندر شہر غرناطہ اور قلعہ الحمرا اور توپخانہ اور دیگر تمام سامان جنگ جو اس وقت قلعہ میں موجود ہے عیسائیوں کا قبضہ کر لیا جائے گا۔

صلحنامہ کی کارروائی کو پوشیدہ رکھنا کوئی آسان امر نہ تھا۔ آخر کار عامۂ خلافت کو اس کا علم ہو ہی گیا اور چونکہ پہلے ہی سے مسلمان سلطان کو فردلند کا دوست سمجھتے تھے اور یہ خیال تھا کہ اس میں قوم کی محبت اور حمیت باقی نہیں رہی ہے اس وحشت ناک خبر کو سن کر کہ غفریب سلطان دار السلطنت غرناطہ کو بلا کشت و خون عیسائیوں کے حوالہ کر دینے والا ہے۔ عام بددلی پھیل گئی اور علانیہ آوازے بلند ہوئے کہ سلطان نے مفت ملک کو کھو دیا سلطان نہایت پریشان ہوا اور اس خیال سے کہ کہیں بغاوت بنے بنائے کام کو بگاڑ نہ دے۔ ساٹھ روز کے قبل ہی بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۸۹۲ھ مطابق ۱۴۹۲ء میں اس مشہور شہر کو عیسائیوں کے سپرد کر دیا۔ اس طرف عیسائی بوجہ خوشی پہولے نہ مارتے تھے فردلند فی اندلس

کے مذہبی پیشوا مند وزہ کو حکم دیا کہ وہ مع فوج پہلے شہر میں داخل ہوا اور قلعہ الحمراء  
 کے سب سے بلند برج پر چہان ابھی اسلام کا نشان دیکھی ہوا میں لہرا رہا تھا صلیب  
 کو نصب کر دے۔ اس نیک شگون کو دیکھتے ہی میں خود مع ملکہ ازبلا کے شہر میں  
 داخل ہو گا جب سلطان ابو عبد اللہ محمد نے مند وزہ کو قلعہ میں آتے دیکھا  
 مع چپاس امراء کے گھوڑے پر سوار قلعہ کے باہر نکل آیا۔ اوس وقت کا سادہ کپڑے  
 کے قابل تھا۔ شہر پر او داسی چہائی ہوئی تھی مسلمانوں کے دم میں دم نہ تھا۔  
 ان کے دلوں پر جو صدمہ گزر رہا تھا اوس کا احاطہ تحریر میں لانا غیر ممکن ہے انکی  
 حالت مردوں سے بدتر تھی شہر شخص بھی کہلکہ مشیت ایزدی میں کسی کو دخل نہیں  
 جو خدا ہی تعالیٰ کو منظور تھا وہی ظہور میں آیا اور ہر کو صبر و شکر اختیار کرنا چاہیے اپنے  
 دل کو تقویت دیتا تھا اس طرف رنج و الم سے مسلمانوں کا یہ حال اور او ہر عیسائیوں کی  
 جانب سے نعرہ ی خوشی اور نقار ہائی شادمانی کی آواز بلند تھی فرولند اور ملکہ اپنے  
 لباس شاہانہ اور زرہ فولادی پہنے ان کے چپ و راست تمام اعیان ریاست  
 اور افسر ان فوج اپنے لشکر کے ساتھ اسادہ تھے۔ اوس وقت نظریں سبکی  
 الحمراء کے برج کی طرف تھیں اور صلیب کے ظہور کا انتظار تھا سلطان ابو عبد  
 اللہ محمد نے قصر کے دروازہ کو جس میں سے ہم باہر نکلا تھا اس غرض سے اپنے منے

چنوا دیا کہ اس کے بعد کوئی دوسرا اس کے ذریعے سے قصر میں داخل ہو سکے  
یہ دروازہ اس وقت تک ایسی ہی حالت میں کھڑا ہے اور اہل دنیا کے لیے  
ایک عبرت گاہ ہے۔ سلطان سید ہا فردلند کی طرف آیا فردلند نے فوراً گہوڑے  
سے اتر کر اس کو گلے لگایا۔ سلطان نے قلعہ کی کنجیاں دیکر کہا کہ ”خدا ہی تعالیٰ  
نے تجھ کو فتح عطا فرمائی ہے تجھ کو چاہئے کہ اپنی مفتوحہ قوم کے ساتھ رحم دلی اور شفقت  
سے پیش آئے۔“ فردلند چاہتا تھا کہ تشفی آمیز الفاظ زبان سے کہے سلطان  
بغیر توقف آگے بڑھ گیا اور ملکہ ازابل سے ملتا ہوا البشرات جہان اسکا تمام مال  
اسباب اور رشتہ دار جا چکے تھے روانہ ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون  
جب سلطان ابو عبد اللہ محمد البشرات کی ایک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو بیستہ  
اس نے گہوڑے کو غرناطہ کی طرف موڑا اور اپنے خاندان کی گزشتہ عظمت و  
شان پر آخر نظر ڈال کر زار و قطار روئے لگا۔ سلطان کی مان نے جو اس وقت  
ساتھ تھی اس کی یہ حالت دیکھ کر اپنے دل کو نہایت سخت کیا اور کہا کہ ”جب تو  
باوجود ایک مرد سپاہی پیشہ ہونے کے اپنے ملک کو نہ بچا سکا تو اب مثل عورتوں کے  
ایک گم شدہ شے پر رونے سے کیا فائدہ۔“ ابو عبد اللہ محمد نے ایک آہ سرد  
کھینچی اور جواب دیا کہ جو صدمہ کہ اس وقت میرے قلب پر گزر رہا ہے وہ کسی



الجرأه کا داد الاختين

دوسرے کو ہرگز کبھی نصیب نہ ہو گا یہ مقام اس وقت تک ”دم واپسین عرب“ کے نام سے مشہور ہے۔

الغرض تھوڑی دیر میں چاندی کی صلیب جو فرولند کے ساتھ ہمیشہ رہا کرتی تھی قلعہ کے برج پر آفتاب کی شعاعوں سے چمکنے لگی۔ صلیب کے دیکھتے ہی عیسائیوں نے خوشی کے نعرے بلند کیے اور فرولند مع ملکہ اربلا نہایت تزک و احتشام سے شہر غرناطہ میں داخل ہوا اور قلعہ الحمراء میں آقا اختیار کی وہ منیطر قصر جبکی تعریف میں تمام جہان کی زبانیں سوکھی جاتی تھیں آن واحد میں عربوں کے قبضے سے نکل گیا۔

قصر الحمراء کو شاہان غرناطہ نے نہ صرف کثیر شہر کے قریب ایک نہایت بلند ٹیلے پر چیل شلیر کی برف سے چھپی ہوئی چوٹیوں کے سایہ میں تیار کیا تھا۔ اس کی چار دیواری کے اندر ایسے خوشنما سنبو شاداب باغ نہایت شیریں و خوشترتا میوہ دار جن پر انواع و اقسام کے پرندوں کی خوش الحانی سے تمام قصور گونج جاتا تھا راستہ

### اشعار

کیا جانتے زار استہ جس قصر شاہی کو	بنایا جس کو گہر ہر رنگ کی نعمت سرائی کا
-----------------------------------	---

لے تمدن عرب مترجمہ شمس العلل و مولوی سید علی الجوامی۔ یہ کسی عربی اشعار کا ترجمہ ہے۔

وہ احمر اہی احمر انہیں جس کا کہیں بہتا  
 کہ اب تو منہدم ہوتا چلا ہے حسرت اور دا  
 وہ اب کرتی چلی پن ہر سمان جن میں تنزل کا  
 جہان شاہد ہی تیری عظمت و شوکت کا ہر  
 ترے دیوار و در کو عذگی سے آہستہ دھوتا  
 سنہین الفاظ میں جس کا بیان لطف آسکتا

نظر آتا ہے عالم خواب کا سارا طلسماتی  
 ہزار افسوس تیری بیکسی اور زار حالت پر  
 ترا وہ قلعہ اور کنگوریدار و سکی وہ دیواریں  
 جہان کا نوین جادو کی صدائیں شکوے کی ہیں  
 جہان چاند اپنی نورانی شعاعوں سے بصری  
 سمان وہ بھی ہے تیرا دیکھ کر لائق مقابل

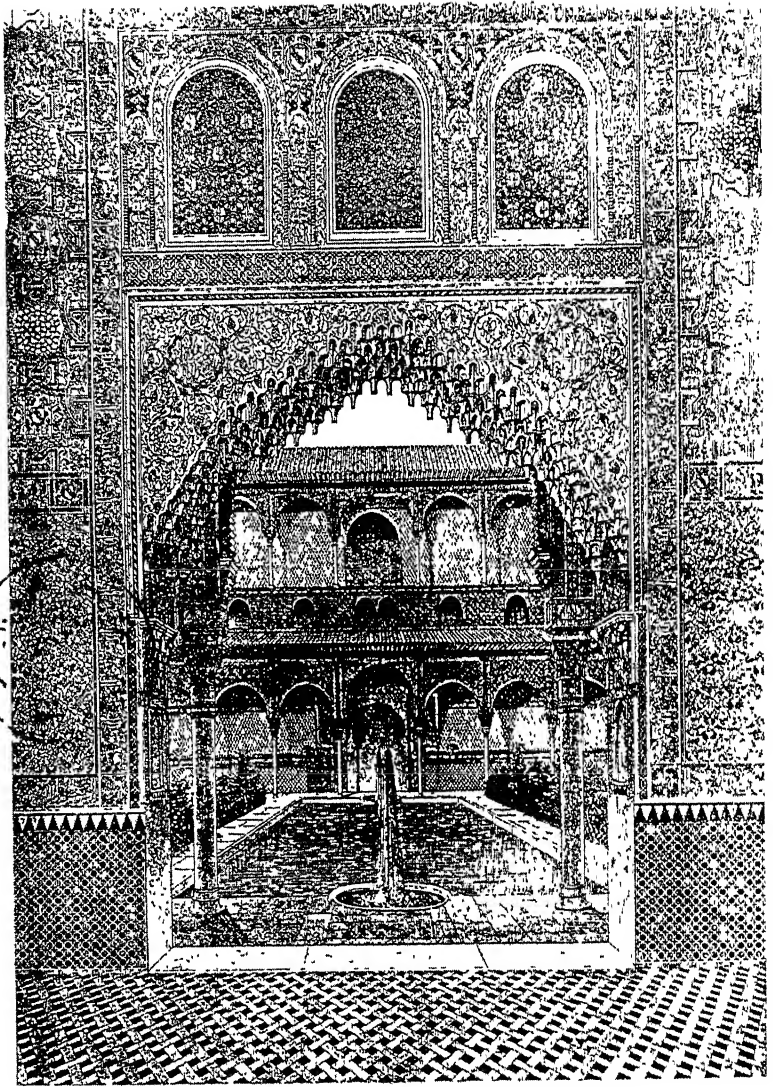
اس قصر کی ہر ایک چیز قابل دید اور اس قدر حیرت انگیز ہے کہ جس کو دنیا کے مشہور  
 صنم و دستکار دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں اور اس کی بلند دیواروں کی گچ کی صفائی  
 جو اس وقت تک سنگ مے مزی یادہ چمکدار اور لوہے سے زیادہ مضبوط اور جالی دار دیواروں کی  
 طرح طرح کی نازک گلکاریاں اور اسکی نئی وضع کی محرابوں سے ایک ایک ٹکنتی ہوئی قلم سے  
 تراکت ٹپکتی ہے۔ گہنٹھوں عالم محویت میں خدا کی قدرت کا تماشا دیکھا کرتے ہیں۔  
 آدم برسر مطلب حسب معاہدہ جب سلطان ابو عبد اللہ محمد البشیرات  
 پہنچا یہاں جو عیسائی فوجیں متعین تھیں وہ سب اوٹھالی گئیں اور اس مختصر سے صوبے  
 پر اس کا قبضہ کرادیا گیا مگر فردلند نے اپنی چال بازیوں سے اس کو ایسا پریشان کیا

کہ آخر کار سلطان نے یہ ملک فردلند کے ہاتھ فروخت کر دیا اور خود افریقہ چلا  
 آیا اور بادشاہ فاس کی فوج میں ملازمت اختیار کی اور وہیں ۹۴۴ھ میں مطابق  
 کی جنگ میں مارا گیا۔ ایک عربی مصنف اس قسمت بادشاہ کے حالات لکھتے ہے  
 ایک مقام پر تحریر کرتا ہے کہ ”یہی کیا بد قسمت آدمی تھا جس نے اپنا ملک عیسائیوں  
 سپرد کر دیا اور پھر زندہ رہنا گوارا اور ایک دوسرے شخص کا ملازم ہو کر مرنا پسند کیا۔“  
 لیکن اس غصے کے بعد ابو عبد اللہ محمد کے حال زار پر اس مورخ کو رحم بھی آگیا۔  
 اور لکھا کہ ”مشیت ایزدی میں انسان کی کیا مجال ہے کہ دخل دے منظور الہی یہی تھا  
 کہ وہ ملک جس کو عربوں نے جان عزیز دیکر غنہا کے عوض خرید استہا اور حبشی انہوں  
 نے تقریباً اٹھ سو برس نہایت رعب و اب سے حکومت کی تھی وہ پھر دشمنان  
 اسلام کے قبضہ و تصرف میں چلا جائے۔“

جنگ غرناطہ کے اختتام کے بعد ہی عیسائیوں نے خلاف معاہدہ  
 مسلمانوں پر ظلم و تعدی شروع کر دی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ۹۸۰ھ مطابق  
 ۱۵۷۲ء میں ایک عام حکم مسلمانوں کو دیا گیا کہ یا تو مذہب نصاریٰ اختیار کر و یا مرن  
 اس حکم کے نفاذ کے بعد ہی مسلمانوں نے بغاوت شروع کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ  
 ہزار ہا قتل ہوئے اور یہ حکم ہوا کہ اگر ایک مدت مقررہ میں انہوں نے اپنے مذہب



کو ترک نہ کیا تو اور زیادہ سختی کی جائے گی۔ مسجدوں میں جمع ہونے اور نماز پڑھنے  
 کی قطعی ممانعت تھی اور اون کی عورتوں کو یہ حکم تھا کہ سب بلا نقاب مثل عیسائی  
 عورتوں کے باہر نکلا کریں اور اپنے قومی لباس اور طرز معاشرت کو بھی کلجیت  
 ترک کر دیں۔ اگر ان جابرانہ احکام کے خلاف کوئی حرکت کسی سے سرزد  
 ہوتی تھی تو وہ فوراً قتل کر دیا جاتا تھا۔ بعض مسلمان اس ظلم و زیادتی سے بچنے  
 کے لیے بظاہر تو عیسائی ہو گئے مگر باطناً اپنے مذہب پر قائم رہے۔ اکثر  
 عیسائیوں سے باغی ہو کر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے اور اس قدر کشت و خون  
 واقع ہوا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اس بے رحمی سے عیسائیوں نے قتل کیا  
 کہ جو بچے گئے تھے انہوں نے محض ان معصوموں کے بچانے کی غرض سے  
 ہتھیار رکھ لئے اور بیکل تمام اپنے تین افریقہ پہنچایا اور جو باقی رہ گئے تھے  
 ان کو عیسائیوں نے نسلہ مطابق ۱۶۱۷ء میں جبراً ندلس سے خارج کر دیا  
 ہزاروں کا کام تو راستے میں تمام ہو گیا اور جو بچے وہ قاس اور تلمسان اور بوس  
 وغیرہ مقامات میں جس طرف ان کا منہ اٹھا جا کر بس گئے فاعتبہ دویا اولی الایضا



البرکہ کا دالان الحمراء میں



اسلامی اندلس کے محل حالات - طرزیات - صنعت و حرفت - علوم و فنون

تعلیم نسوان - شجاعت - عربوں کا اثر یورپ پر۔

گزشتہ ابواب میں ہم نے واقعات مندرجہ بالا کا ذکر جایا اور ہر بادشاہ کے عہد حکومت میں مجملاً گردیا ہے۔ منجملہ ان امور کے ہم اس اخیر باب میں بعض اہم باتوں کو بالتفصیل تحریر کرنا چاہتے ہیں تاکہ ناظرین عربوں کی ترقی علوم و فنون کو و نیز جو اثر کہ خلافت اندلس کا اقوام یورپ پر پڑا ہے باسانی دریافت کر سکیں۔

عربوں نے بغرض نظم نسق جو اصول قائم کئے تھے وہ بہت ہی صاف

اصول ریاست اور آسان تھے۔ خلیفہ وقت کل امور مذہبی مالی اور فوجی کا مالک

تھا۔ کام ریاست کا چار محکموں یعنی فیئانس - امور خارجہ - عدالت اور فوجی پر منقسم اور ہر محکمہ ایک وزیر کے سپرد تھا لیکن ان میں سے کوئی مجاز نہ تھا کہ بلا اجازت خلیفہ بطور خود کسی اہم مقدمہ کا تصفیہ کر سکے۔ وزیر اعظم کو حاجب کہا کرتے تھے علاوہ

ان وزرا کے اور بھی امرائی سلطنت راعی اور مشورے میں بضرورت شریک کر لیے جاتے تھے جن کو اعزازِ خطاب و وزیر کا دیدیا جاتا تھا لیکن یہ صرف وزیر کہلاتے تھے اور وزرائی سلطنت وزیرالوزرائین کے لقب سے مشہور تھے وزرا کے ماتحت معتمدین کو عام طور پر خطیب الدہلہ کہا کرتے تھے ان میں سے خطیب الرسائل جو دول غیر سے خط و کتابت کیا کرتا تھا اور خطیب الزمام جس کے ذمے نصاریٰ اور یہودی وغیرہ کے مذہب و جایہ کی حفاظت کرنی ہوتی اور صاحب الاشغال جس کے سپرد ریاست کے اخراجات کا حساب و کتاب تھا سب میں ممتاز تھے۔ سوائے خلیفہ کی حکومت کے یا ان افسران ملک کے جن کے سپرد صوبجات منجانب خلیفہ ہوتے تھے اور کوئی حکومت یا قوت ملک میں نہ ہوتی عربوں میں نہ موروثی جاگیردار تھے اور نہ موروثی امراء۔ اگر کوئی شخص نہ صرف اندلس بلکہ دیگر عربی سلطنتوں پر نظر ڈالے تو یہ اچھی طرح ثابت ہو جائیگا کہ ان کی طرز حکومت کو بظاہر شخصی معلوم ہوتی ہے فی الواقع جمہوری ہوتی۔ خلیفہ ملک کا حاکم تھا اور اس کے ظل عاطف میں تمام امیر و غریب کی حالت مساوی ہوتی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اعرابی اور بادشاہ غسان کے معاملے میں فیصلہ

لے یہ طرزِ انکشاف پر وہی کونسل سے لیا ہوا ہے۔

صادر کرتے وقت یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ”سزائی بدل بادشاہوں کے لیے بھی جاری کی جائے گی اس واسطے کہ مذہب اسلام میں کسی قسم کے اعزازی حقوق یا ذات کی تفریق نہیں ہونی چاہیے کل مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں برابر تھے۔“ ہم پہلے کسی مقام پر یہ بتا آئے ہیں اور عربوں کی طرز حکومت کے جمہوری ہونیکے لیے یہہ ثبوت کافی ہے کہ جس قانون کی رو سے خلیفہ قاضی کو معزول کر سکتا ہے اوسی قانون پاک کی رو سے قاضی خلیفہ کو سزا دے سکتا ہے ہر فرد مسلمان کے مقابلے میں خلیفہ مدعی اور مدعا علیہ مثل احد من الناس ہے یعنی قاضی دونوں کو سزا دے سکتا ہے۔ خلیفہ قانون کا نگران ہے اور قاضی خلیفہ کا پاسبان۔ پس مسلمان وغیر مسلم کے باہمی تعلقات میں ہم کو جدید قانون کی تلاش و فکر کی ضرورت نہیں یہی ایک قانون مقدس ہے کہ جس میں نہ باہمی مرتبہ کا فرق رکھا گیا اور نہ ملت و قوم و رنگ میں کوئی رعایت کی گئی جو اصول اخلاق و معاشرت و تمدن کے مقرر کردئے گئے۔ وہ مسلمان اور غیر مسلمان سب کے واسطے منصوص ہو گئے اور ان کی بابت ارشاد ہو چکا کہ المکتل لکم دینکم نہ ہم کو ان میں تغیر و تبدل کی مجال اور نہ موسیم و تنسیخ کا اختیار

اس زمانہ کے بعض متعصب علمائے بیت النصارى یعنی یورپ و رابن خصوص

فرقہ قیسین نے عربوں کے عبرت انگیز تنزل کے منجملہ دیگر نتائج کے ایک نتیجہ  
 یہ نہ نکالا ہے کہ مسلمانوں میں تدبیر ملک اور تہذیب قوم کے اصول کہیں مرتب ہی  
 نہیں ہوئے اور نیز یہ نقص مذہب اسلام اور تعلیم قرآن شریف اور تلقین حضرت  
 ختم المرسلین کا ہے کہ ایسی بلند جوصلہ اور بہادر قوم ایسی ترقی کے بعد اس طرح  
 معدوم ہو گئی کہ نام و نشان تک اوس کا باقی نہ رہا اور اپنے دین و مذہب پر فخر  
 کرتے ہیں کہ روز بروز ترقی کرتا رہا۔ لیکن انصاف پسند اور صائب الرائی علماء و  
 مورخین جو علم تاریخ اور فلسفہ تاریخ کے ماہر ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ترقی و تنزل اقوام کا  
 کن وجہ سے ہوا ہو رہا اور آئندہ ہونے کا احتمال ہے۔ اہل یورپ کی ترقی کو  
 ابھی چار سو برس بھی نہیں گزرے بقول شخصے کے آمدی و کے پیر شدی۔  
 ایک طرف تو ایسا سخت اعتراض کہ دین اسلام میں ترقی محدود کر دی گئی  
 اور دوسری طرف یورپ کے مذہب اور تعلیم یافتہ مورخین اور استدلال سے بال  
 کی کہاں نکالنے والے صاحب تجربہ و صاحب دلیل فلیسوفین۔ برق کو قید کر بیٹھا  
 دکان کو غلام کار گزار بنانے والے حکماء ان بادیہ نشینوں کی برق رفتار کامیابی پر  
 حیرت ظاہر کرتے ہیں اور دراز کار تو جہیں گھڑتے ہیں۔ توحید کے مزے سے وقت  
 نہ تہے۔ اس معنی کو حل نہ کر سکے۔

## قبلہ عشق کیے باشند و بس

عرب و لولہ اور جوش عشق اسلام میں کفن بسر اور تیغ نبھن سرفروشی کے لئے تیار  
 گہرے نکل کھڑے ہوئے اور مشرق سے مغرب تک ایک عالم کو نعرہ اللہ اکبر  
 سے زیر و زبر کر دیا۔ لا الہ الا اللہ کی صدا سے دشت و کوہ کو بج اوٹھا۔ ناظرین یہ  
 خیال نہ کریں کہ جوش مذہب نے عربوں کو متعصب بنا دیا تھا اور جیسا کہ مخالفین  
 بیان کرتے ہیں کہ عربوں نے عربستان سے نکلتے ہی دست تطاول دراز اور ہر  
 شخص کے گلے پر خنجر رکھ کر اوس کو اسلام کے اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ ہم نے  
 اپنے دیباچہ میں اور پہر اپنی کتاب میں جا بجا مورخین اور علمائے اہل یورپ کے  
 اقوال سے یہہاں ہی طرح ثابت کر دیا ہے کہ اس قوم کی تاریخ میں یہہاں اب نے  
 سے لکھنے کے قابل ہے کہ عرب ہمیشہ احکام آنحضرت صلعم کے پابند رہے اور  
 اقوام مفتوحہ پر کبھی بوجہ تعصب مذہبی ظلم و زیادتی نہیں کی بلکہ اون کے مذہب و معابد  
 متعصب لوگوں کے شر و فساد سے محفوظ رکھا۔ و غلاور پند و نصائح کو لوگوں کو اسلام کی پیروی کیلئے  
 ہم سے ملا کر دہنیں دلبر بنائیں گے | | | غیروں سے مت ملو وہ عکبر بنائیں گے | | |  
 تہذیب و اخلاق کو یا وہ زمین شاداب ہے جس میں عشق صافی نشوونما پاتا ہے اور  
 سرسبز و بار آور ہوتا ہے اس کے بعد توحید کے نکتے بتائے گئے اَلشَّيْطٰنُ

یعدکم الفقرا ویا مکرہ بالفحشاء واللہ یعدکم مغفۃ منہ وفضلاً واللہ  
 واسعٌ علیمؑ اور یہ سکھایا گیا کہ یاران ہمارے الفت رکھیں و اغیار جیلہ سارے  
 گریز کریں یعنی اون کو عصبیت قوم و ملک و ملت کا درس دیا گیا اور یہ تعلیم ان ننگے  
 بہو کے صحرانشین مجاہدین کے دل میں ایسی راسخ کر دی گئی کہ ایک گڈڑی پوش  
 عرب نے یزدجر و اوراوس کے دربار کی شان و شوکت کو پوچھ پچھایا اور بتکین  
 و وقار فرش زمین پر چار زانو بیٹھ کر اس بیباکی سے منصب سفارت کو ادا کیا کہ تمام دربار  
 کو اپنا مرعوب کر دیا۔ اسی طرح دوسرے صحرائی عرب نے ہر قلعہ و قصبہ و مملکت کے  
 ویدہ قیصری کو بے وقعت اور بے معنی خیال کیا۔ ان کی نگاہوں میں عرب عربت  
 قابل قدر و لائق تعریف اور عجم و عجبت حقیر و ذلیل قرار پائی۔ عربی کچھو کچھ کا درخت ایسی  
 سرو صنوبر و شمشاد سے خوبتر نظر آیا۔ عربی جلتا ہوا ریگستان اور اوجاڑ کو ہستان عجمی مرغزار  
 اور چمنستان سے عزیزتر قرار پایا۔ عربی امی عجمی رومی اور یونانی عالم کو بدتہذیب اور  
 واجب الترتیب سمجھنے لگا۔ ایک مرتبہ غل جھکیا کہ

عرب را بجایم رسید است کار  
 تفویر تو ایسے چرخ گردون تفویر

ز شیر شتر خوردن و سوسمار  
 کہ تخت کیان را کند آرزو

اے شیطان تم تنگی کا وعدہ کرتا ہو اور عجمی کا حکم کرتا ہو اور اللہ تم سے اپنی بخشش و فضل کا وعدہ کرتا ہو اور اللہ وسعت والا و علم والا



نصاری کے پادریوں اور اہل یورپ کے فلاسفہ سے پوچھا جائے کہ یہ کیا بات ہے کہ ایک آدمی شیم کل پوش لے کہ جس کو نہ پدر و مادر کی تعلیم نہ مکتب مدرسہ کی تربیت میسر ہوئی الامعاب اشد کفلاً و نفاقاً جیسی اہل اور وحشی قوم کو بچپن برس کے عرصہ میں سر آمد اقوام عالم بنا دیا۔

یہی کہ نا کردہ و تہران درست	کتب خانہ خندت لشت
-----------------------------	-------------------

یہ اوس تعلیم کا نتیجہ ہے جس کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ اگر جن و انس کل مخلوقات جمع ہو جائیں تو ہرگز اس کے مثل نہ لائیں گے ان ہی معنی میں قرآن شریف کی نسبت معجزہ و دوا می کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

الغرض مسلمانوں کو کسی دوسرے قانون کے ڈھونڈنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ان کی تدبیر و تہذیب بالکل نئے اصول پر مبنی تھی وہ مضمون یا مفید ناقص ہوں یا کامل بہر طور اہل یورپ کے اصول سے جدا تھے اور جو بنی آدم کے فرد و جماعت و دونوں پر یکساں اثر رکھتے تھے۔ اہل یورپ یا تو سمجھے نہیں یا عمدہ انھیں بوجہ بغض و تعصب مذہبی عربوں پر اعتراض کر بیٹھے۔ مسلمانوں میں مذہباً جباری سلطنت یا کسی پیشہ کی شخصی حکومت کا قبول کرنا ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ اسلام میں دولت شخصی نہیں ہے بلکہ دولت عامہ ہے۔ خدا کو اپنا بادشاہ حقیقی اور سلطنت کو سلطنت

خدائی سمجھتے ہیں۔ قانون قانون الہی ہے جو حاکم و محکوم دونوں پر یکساں مؤثر ہے۔  
 نہ ملکوں کی تقسیم نہ قوموں کی تفریق۔ ملک ملک اسلام۔ قوم امت محمدی۔ اگر  
 عرب و عجم میں فرق ہے تو نسل کا فرق ہے۔ زبان کا فرق ہے۔ رسم و رواج  
 کا فرق ہے مگر قانون معاد و معاش سب کا ایک ہی ہے۔ چنانچہ خلاق عالم  
 اپنے کلام پاک میں عصبیت و اخوت قوم کے باب میں اس طرح ارشاد فرماتا ہے  
 اَلْاِنْسَانُ عَدُوٌّ لِّاَخِيْهِ قُلُوْبُكُمْ فَاَصْلَحْتُكُمْ بِمَعْنٰی اِخْوَانًا لِّہٖ اَتَدْرِیْ وَتَہْذِیْبُ  
 مملکت بھی ایک ہی ہے یہی قانون معاد و معاش جو فرقی کے افراد میں انفراداً  
 منصوص ہے وہی قانون معاد و معاش قوم کے فرقوں پر اور ممالک کے اقوام  
 پر فرض ہے اور وہی قانون امت مرحومہ اور دیگر امم محرومہ کے باہمی تعلقات  
 میں لازم و ملزوم ہے۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے بعد اور  
 بنی امیہ کے زمانہ حکومت میں موروثی سلطنت قائم ہو گئی تاہم قوم خاندان شاہی میں  
 سے جس کسی کو لائق اور قابل خلافت سمجھتی تھی تخت پر بیٹھا دیتی تھی۔ چنانچہ اس قاعدہ  
 کو فی زمانہ ترکوں نے جاری رکھا ہے۔ سلطنت روم میں سلطان کے انتقال کے

لے جب تک آپس میں شمشیر بہہ رہے ہوں میں الفت پیدا کی (اسی نعمت کی وجہ سے آپس میں تم بھائی ہو گئے۔

بعد اولاد اکبر جانشین نہیں ہوتی بلکہ چورکن خاندان عثمانیہ لائق تر ہوتا ہے وہ بادشاہ بنا دیا جاتا ہے۔

عدالت کو تو الی اندلس میں قاضی کو نہایت وسیع اقتدار حاصل اور عدالت کا تمام کام اوسے کے سپرد تھا۔ خاص دارالسلطنت کے قاضی کو قاضی القضاۃ یا قاضی الجماعت کہتے تھے۔ بنی امیہ کے زمانہ حکومت میں کو تو الی کا انتظام نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ کو تو ال کو صاحب الشرطہ کہا کرتے تھے باوجودیکہ کو تو الی اور کو تو الی مجسٹریٹ کو جو صاحب المدینہ اور صاحب الیل کے ناموں سے موسوم تھے۔ بہت کچھ اختیارات حاصل تھے لیکن یہ سب شہر کے قاضی کے پوری طرح ماتحت تھے۔ مثل ممالک عرب و عجم اندلس میں بھی ایک محتسب مقرر اور اوس کے سپرد بازاروں اور بٹوں اور تجارت پیشہ کی نگرانی و انتظام تھا۔

طیبت: نسبت شام و عراق۔ اندلس میں اس محکمہ کو بہت کچھ ترقی بھی دیکھی تھی افسر محکمہ کو صاحب البرید کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے۔ تمام ممالک محروسہ کے ٹپہ خانوں کا انتظام اسی افسر کے سپرد تھا۔ ہر بڑے شہر میں ایک ٹپہ خانہ تھا اور استون میں جا بجا مناسب مقامات پر چوکیاں اور گھوڑوں اور اونٹوں کی ناک تیار رہا کرتی تھی۔ ان گھوڑوں اور اونٹوں پر جو خاص ٹپہ رسائی کے

واسطے متعین تھے سرکاری نشان یاد ناخ ہوتا تھا۔ سرکاری ڈاک کے ساتھ خانگی خطوط بھی ہر شہر اور قصبہ میں نہایت احتیاط کے ساتھ پہنچائے جاتے تھے خلیفہ عبدالرحمن الناصر لدین اللہ کے زمانہ حکومت میں بالخصوص فوجی اغراض کے واسطے کبوتروں سے بھی ٹیپ رسانی کا کام لیا جاتا تھا اور اس قسم کے سہ سے ہوئے کبوتر ہر فوج کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ ہر شہر میں افسر ٹیپ کے سپرد صرف نگرانی ٹیپ خانہ کا کام ہی نہ تھا بلکہ اس کے فرائض منصبی میں امور ذیل ملک و رعایا کی حالت اور حکام کا طرز عمل۔ سکھ وغیرہ کی خفیہ نگرانی بھی داخل تھی اور اس کا فرض تھا کہ امور مذکورہ کی نسبت روزانہ خفیہ روزنامہ خاص خلیفہ کے حلقہ کے واسطے بذریعہ ٹیپ پیش کیا کرے۔

برہی و بحری قوت | بحری اور برہی فوج کا اعلیٰ افسر و خلیفہ تھا لیکن صوبجات میں فوج کی سپہ سالاری والیان صوبہ کے سپرد کر دی جاتی تھی۔ سپہ سالار فوج کو امیر کہا کرتے تھے۔ مثل شام اور عرب اندلس میں بھی فوج دو حصوں میں منقسم تھی۔ باقاعدہ اور بے قاعدہ۔ باقاعدہ میں تمام ماہور ارباب سپاہی شریک تھے۔ بے قاعدہ میں وہ لوگ بروقت ضرورت شریک کر لیے جاتے تھے جو بطور نو دم فوج میں

لے ہٹے آئی سارنس لے مصف جسٹس امیر علی باب صفحہ ۱۴۷ ہا ہوا کی مقدار ایک ہزار دم سے اتنی ہزار دم لاشی غرض تھی

شرکت جنگ کی درخواست کیا کرتے تھے۔ ہر سال مصنوعی جنگ ہوا کرتی تھی اور سپاہیوں کو فن جنگ سکھانے میں یلغ کو شمش کی جاتی تھی۔

بھی فوج کی تقسیم | حریفان کا لباس زرہ و خود اور ہتھیار نیزہ اور تلوار و سپر تھے۔ راسم

یہ بھی زرہ بکتر میں ڈوبے ہوئے علاوہ تیرو کمان کے تلوار اور سپر سے آراستہ ہوتے تھے۔ سواروں کا لباس زرہ بکتر اور تلوار و نیزہ اور تیران کے ہتھیار تھے فوج دس دس ہزار کے دستوں میں منقسم اور ہر دستہ کا افسر اعلیٰ ایک امیر یا سپہ سالار ہوتا تھا۔ ہزار آدمیوں کے افسر کو قائد اور سو آدمیوں کے افسر کو نقیب کہا کرتے تھے خلیفہ کی حفاظت کے لئے ایک خاص فوج مقرر تھی جس کی ماہوار نسبت اوروں کے زیادہ اور اوروں کا لباس مکلف ہوتا تھا اندلس میں جب خانہ جنگی اور بیرونی لڑائیوں نے خلیفہ کو مجبور کیا تو اہل بربر بھی فوج میں بہرتی کیے گئے جو رفتہ رفتہ خاص فوج سلطنت میں شامل ہو گئے تھے۔

انجینیر | فوج کے آرام و آسائش کا عربوں کو بخیاں تھا۔ ہر فوج کے متعلق ایک

گروہ انجینیر اور مزدوروں کا تھا جو ہمیشہ فوج کے آگے راستہ بناتا یا صاف کرتا چلتا تھا۔ انجینیر کے افسر کا نام امیر <sup>مختص</sup> تحقیق تھا۔ ان کی تعلیم خاص طور پر ہوتی تھی۔ پہلے

لے پیا دے۔ یہ اندازہ ابن خلدون تحریر کرتا ہے کہ بغداد میں ایک مشہور پہنچو صفحہ ۲

یہ سب فوج میں شریک کیے جاتے تھے پہرہ کو سامان حرب اور قلعہ اور قلعہ شکن آلات کا بنانا اور محاصرہ کے لیے قلعہ کے گرد مقامات کے درست کرنا وغیرہ وغیرہ نہایت احتیاط سے سکھایا جاتا تھا

فوجی شفا خانہ | میدان جنگ میں ہر فوج کے ساتھ دوا خانہ اور اونٹوں پر پلنگ اور ضروری سامان زخمیوں کے علاج اور آرام کے لیے مہیا رہتا تھا تمام دستے فوج کے ملک میں جا بجا متعین تھے جو بوقت ضرورت فوراً فراہم کر لیے جاتے تھے آج کل جو دو قین فوج کی فراہمی اور سامان کی بابررداری کے انتظام میں ہوتی ہیں وہ اس زمانہ میں بالکل مفقود تھیں۔ نہ تو شراب کی ضرورت تھی اور نہ برف اور عمدہ کھانوں کی۔ سپاہیوں کی زندگی خرمایا اور معمولی کھانوں پر مبنی جس کو ہر سپاہی بغیر محنت اور مشقت اپنے ساتھ رکھ سکتا تھا۔ ہر صحیح القوی عرب کو فوج میں شریک ہونا لازمی تھا کوئی خاص زمانہ فوجی ملازمت کا مقرر نہ تھا لیکن جب سپاہی اچھی طرح کام سیکھ لیتے تھے اور ملک میں امن و امان ہوتا تھا تو یہ لوگ رخصت کر دئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۷) انجیر یعقوب بن صالح النخعی گزراہ جس نے ایک کتاب عمدۃ المسالک فی سیرۃ الملک

اس فن میں تصنیف کی تھی اس میں اس نے جنگ میں فوجوں کی ترتیب و تقسیم قلموں پر چکر لگا کر اونٹوں کی سواری میں حکم مقامات کا محاصرہ انجیرنگ مختلف تیار اور آلات قلعہ شکن کا استعمال فوجوں کا جمع ہو کر اکٹلا کر لڑنا وغیرہ وغیرہ کھایا اور قابل پڑھنے کے ہے

جائے مگر بوقت جنگ اون کو محکمہ جنگ میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔

فوجی جاگیر | بعض وقت افسران فوج کو تنخواہ کے عوض جاگیرین عطا کی جاتی تھیں ایسے لوگوں کا فرض تھا کہ اس جاگیر کی آمدنی پر اپنی اپنی فوج حسب حیثیت تیار اور بوقت ضرورت فوج سلطانی میں شریک ہو جایا کریں۔ اس افسر کو صاحب المعنا کہتے تھے۔ عربوں کے بعد بھی جو اسلامی سلطنتیں قائم ہوئیں مثل ترک وغیرہ انہوں نے بھی اس طریقہ کو قائم رکھا۔ دولت عثمانیہ میں کچھ روز قبل تک فوجی جاگیرین تقسیم ہوتی تھیں مگر آخر کو جو نقصانات بوجہ بغاوت ملک کو پہونچے سلطان محمد ثانی نے انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں اس طرز کو بالکل مسدود کر دیا۔

طرز جنگ | بوقت جنگ روانگی کے قبل فوج پانچ حصوں میں تقسیم کی جاتی تھی طلیم یعنی ہراول فوج سے کئی میل آگے رہتا اور یہ کام اکثر شواروں کے جو آسانی نقل و حرکت کر سکتے ہیں سپرد کیا جاتا تھا اون کو حکم یہ تھا کہ یہ دشمن کی فوج کے مقام اور اسکی تعداد کو دریافت کر لیں اور جن مقامات سے ان کا گزر ہو وہاں کے نقشے تیار اور

لے انگریزی میں اس کو فیوڈل سسٹم کہتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں فرانس میں ہی طرز جاری تھا اور نارمنز نے جب انگلتان فتح کیا تو ان ہی اس کو جاری کیا۔ عربوں نے اس کو یورپ سے نہیں لیا بلکہ شام اور عرب میں ہی یہ طریقہ جاری تھا۔

دیکھو المقری اور ہٹری آف دی سائنس "مصنف جسٹس امیر علی باب صفحہ ۳۵-۳۴۔

زمین کے نشیب و فراز سے اچھی طرح واقف ہو کر سپہ سالار کو اطلاع کرتی رہیں  
ہراول کے پیچھے اصل لشکر روانہ ہوتا تھا اس کے پیچ کی فوج کو قلب اور داہنی کو  
میسمنہ اور بائیں کو میسرہ کہتے تھے۔ اس لشکر کے عقب میں کچھ فاصلے پر بغرض  
محافظت ایک دستہ فوج کا جسکو ساتھ کہتے ہیں تاہناستہ میں جافوج کا قیام ہوتا وہاں ٹھکانہ  
لٹکانہ یا جاتا تھا اور راستہ اور شکرین تیار کی جاتی تھیں۔ بازار کھل جاتے تھے اور  
لشکر کے اطراف میں جا بجا آگ روشن کر دی جاتی تھی۔ راستوں اور گزرگاہوں پر  
داستان کو بیٹھے ہوئے سپاہیوں کو اون کے باپ اور دادا کی مہادری اور شجاعت  
کی داستان سنا کر انکے دلوں میں جوش و حوصلہ جنگ پیدا کرتے تھے کسی طرف فوجی  
ورزش جسمانی تلوار و نیزہ بازی میں مصروف نظر آتے تھے طرز جنگ میں بھی بہت کچھ  
تغیر اور تبدل واقع ہوا تھا اوائل زمانہ میں دو صفیں یکے بعد دیگرے کھڑی کی جاتی  
تھیں اور اسی ترتیب سے عرب خود حملہ کرتے اور دشمنوں کی یورش کو روکتے تھے  
وَقَاتِلُوا حَسْبَ ضَرُورَتِ جب جدید قوانین جنگ تیار کیے گئے تو ان دو صفوں کی  
عوض حربیہ یعنی پیادہ کئی صفوں میں یکے بعد دیگرے شکل مثلث یا صیاموق ہو پنے  
نیزوں کو سامنے زمین میں نصب کرتے اور ایک گھٹنے پر سپروں کے عقب میں مثل  
دیوار آہنی جم جاتے تھے ان کی پشت پر تیر انداز اور چپ و راست سوار استادہ رہتے



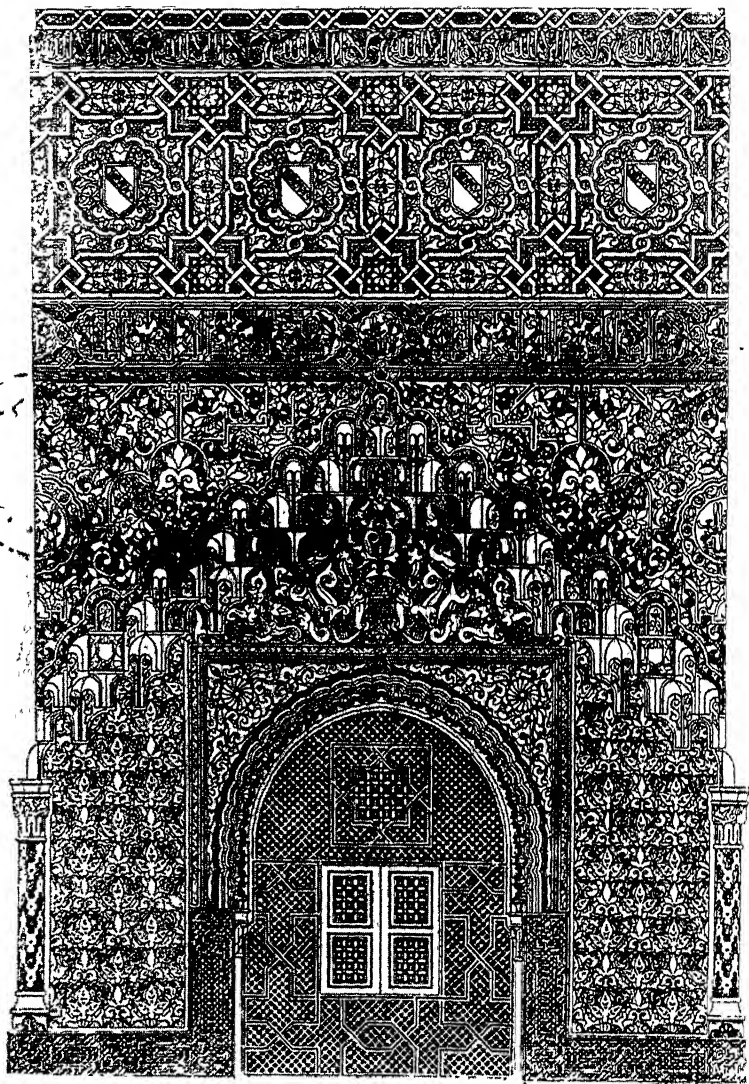
تھے۔ یہ طریقہ دشمن کے حملوں کو روکنے کا تھا۔ جہاں فوج مخالف زد میں آئی سب سے پہلے تیز اندازاً اون پر تیروں کا مینہ برساتے اور پیادہ تلوار اور چھوٹے نیزوں پر حملہ کو روکتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی سوار دونوں طرف سے حملہ آور ہوتے تھے۔ عربوں کی صفوں کو توڑنا آسان بات نہ تھی لیکن سب سے زیادہ سواروں نے اپنا خوف عیسائیوں کے دلوں میں جمایا تھا۔ متعدد دلائلیوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ صرف سواروں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر عیسائی لشکر پر اگندہ اور منتشر ہو گیا بوقت جنگ سپہ سالار ایک بلند مقام سے بوساطت اپنے مصنفین ہر دستہ فوج کے افسر کے نام حکم جاری کرتا تھا۔

آلات قلعہ شکن [قلعون اور مستحکم شہروں کی دیواریں توڑنے کی غرض سے عربوں نے خاص قسم کے آلات ایجاد کیے تھے جن کو متجنیق اور دباہ کہتے ہیں۔ اول الذکر تو مثل گوپن کے تھے اور آخر الذکر ایک کل کچھو انماں دونوں کلون کے ذریعہ بڑے بڑے پتھر قلعہ کی دیواروں پر اس قدر زور سے پھینکے جاتے تھے کہ پتھر ٹوٹ جاتا۔ عرصہ میں دیوار منہدم ہو جاتی تھی۔ تیسرے ہون صدی عیسوی سے جب باروت ایجاد ہوئی تو لوپن کا استعمال عربوں نے شروع کیا۔ الحاصل جو ترقیان فنون جنگ میں عربوں نے کی تھیں اون سے اہل یورپ بالکل بے بہرہ تھے۔ ایک مشہور

جرمن مورخ لکھتا ہے کہ اہل غیر نظامین کو اپنی سابقہ شان و شوکت اور تمدن پر اس قدر ناز تھا کہ یہ عرب یا دیشینوں کو اپنے مقابلہ میں جاہل اور غیر مہذب تصور کرتے تھے اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ خود عربوں سے زیادہ نالایق اور جاہل تھے۔ ان لوگوں نے جب کبھی کسی شہر قبضہ کیا تو اس کو اور غریب رعایا کو تاخت و تاراج ہی کر کے پھوڑا۔ دشمن کے ملک میں داخل ہو کر قصبوں اور دیہاتوں کو جلا دیا کرتے تھے۔ ان کے برخلاف عرب ہمیشہ ان مذموم حرکات سے باز اور بری رہے جب تک کہ وہ مجبور نہ بن ہوئے انہوں نے دشمن کے ملک کو برباد نہیں کیا۔

بحری قوت | ابن خلدون نے اندلس کی بحری قوت کی ترقی اور تنزل کی نسبت جو کچھ لکھا ہے وہ مسلمانوں کے لیے خاص دل چسپی رکھتا ہے۔ تاریخ سے ظاہر ہے کہ عربوں کی بحری قوت اقوام غیر کی مجموعی قوت سے بہت زیادہ تھی۔ عربوں نے مثل بڑی جنگ کے اس کے واسطے بھی نہایت عمدہ اصول قائم کیے تھے۔ اس کے زمانہ عروج میں افسر اعلیٰ کو امیر المار، اور امیر البحر ہی کہا کرتے تھے عبد الرحمن ثالث کے زمانہ حکومت میں اس افسر کا نام قائد الاساطیل رکھا

لے ترقی علوم و فنون و زمانہ خلفائی اسلام۔ معتمد دان کریمر۔



الحمراء کی داو لاختین کی اوپر کی منزل

گیا۔ جنگی جہاز کے افسر کو قائد یا مقدم اور اوس کے ماتحت کو رئیس خطاب کیا کرتے تھے۔ ہر صوبہ دار کو حکم تھا کہ ایک مقررہ تعداد میں جنگی جہاز تمام سامان سے مہیا پیش کیا کرے۔ تمام بندرگاہوں میں کسی بلند ٹیلہ یا پتھر پر کتاب خانہ راتوں کو روشنی جلا کرتی رہتی بنایا جاتا تھا۔ تاکہ جہازوں کی آمد و رفت میں وقت اور نقصان واقع نہ ہو۔

صنعت و حرفت | سلطنت غرناطہ جس کا ذکر بالتفصیل گزشتہ باب میں تحریر ہو چکا ہے۔ عربوں کی سابقہ عظمت و جبروت کی ایک بے مثل یادگار رہتی۔ اس میں اندلس کے وہ حصے اور صوبے شریک تھے جو اس کے جنوب و مشرق کی جانب سواحل بحر متوسط اور آبائی طارق پر واقع ہیں۔ اس کی مسافت شرق سے غرب تک تقریباً دو سو سو میل۔ اور جنوب سے شمال تک پچھتر میل سے زیادہ نہ تھی لیکن باوجود اس تنگی و وسعت کے اس مختصر خطہ زمین کے حدود میں وہ تمام باتیں موجود تھیں جو اس زمانہ میں بزرگ ترین سلطنتوں کو بھی نصیب نہ تھیں جس پر تمام یورپ رشک و حسد کی نظر بد ڈال رہا تھا۔ یہاں کے مرغزار اور وسیع میدانوں پر عربوں نے فن زراعت کو ختم کر دیا تھا اور دریا مثل شنیل وغیرہ جل شلیم کی چوٹیوں سے نکل کر دامناہائی کوہ کو سیراب کرتے ہوئے سمندر کی طرف زور دے

شور سے رہے تھے اون کی اس قدر نہرین اور شاخیں نکالی تھیں کہ ایک خوشنما جال تمام ملک پر پھیل گیا تھا۔ ان نہروں کے ذریعے سے پانی دور دور پہنچایا جاتا تھا۔ علاوہ اس ملک کی چنودن کے عرب اور شام افریقہ کے وہ میوہ جات اور اجناس جن سے نہ تو اہل یورپ واقف تھے اور نہ اون کی کاشت کے طریقے جانتے تھے۔ ان کو عرب کسان باوجود اختلاف آب و ہوا اور زمین سال میں کئی بار کاشت کرتے تھے۔ ریشم اور سن بکثرت بڑے بڑے بناؤں مثل المیرہ اور مالقہ سے اطالیہ جایا کرتا تھا اور بندر کابین یورپ اور شام اور افریقہ کے تجارتی جہازوں سے معمور رہا کرتی تھیں غرناطہ نہ صرف اس سلطنت کا بلکہ تمام دنیا کا پائی تخت بنا ہوا تھا۔ اہل حبشہ اور فارس نے غرناطہ میں مختلف مقامات اور کلین اور گرینان بغرض ترقی تجارت قائم کی تھیں۔ اس ملک میں تیس بڑے شہر اور اسی قدر قلعہ اور ہزاروں چھوٹے شہر اور بنا در آباد تھے۔ ان میں کاہر ایک شہر ایک خیر کی ایجاد اور تجارت میں مشہور تھا۔ مورخ کین بیان کرتا ہے کہ صرف وادی البکیر کے کنارے پر بارہ ہزار شہر اور قصبے بسے ہوئے تھے عرب راسخاوی اور امانت و دیانت میں شہرہ فام تھے۔ ان کا ایک لفظ اندلس کے تمام عیسائیوں کی دستاویز اور تحریر کے مقابلہ

مین کافی سمجھا جاتا تھا۔<sup>۱۹</sup>

زراعت | عربوں نے زراعت کو اس قدر ترقی دی تھی کہ یہ ایک خاص اور مکمل فن بن گیا تھا۔ یہم ہرمیوہ اور درخت اور زمین کی خاصیت اور ماہیت سے اچھی طرح واقف تھے۔ جو اراضی افتادہ تھیں۔ جہاں سوائے ٹیلہ اور کنکر سبزہ نظر نہ آتا تھا اون کو مختلف پانس اور اپنے علم کے ذریعے سے ایسا درست کیا کہ ایک قلیل عرصے میں یہ اوجاڑ مقامات میوہ دار درختوں اور سبز و شاداب کہیتوں سے لہلہانے لگے۔ چانول اور نیشکر روئی اور زعفران۔ انار۔ آرٹو اور شفتالو وغیرہ وغیرہ جواب اندلس میں بکثرت ہوتے ہیں عربوں ہی کی بدولت اندلس بلکہ تمام یورپ کو نصیب ہوئے۔ جو زمین جس خیر کی کاشت کے لیے مناسب معلوم ہوتی تھی وہیں وہ چیز بونی جاتی تھی۔ چنانچہ اندلو سیہ و شبتیلیہ کے میدانوں میں زیتون و خرما کی کاشت ہوتی تھی جہاں عربستان اور شام کے عمدہ سے عمدہ زیتون اور خرے کے درخت منگوا کر نصب کیے گئے تھے تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ ۲۵۵ء میں فردلند اول نے جب اس صوبہ پر قبضہ کیا یہاں زیتون کے لکھو کہا درخت موجود تھے اور تقریباً ایک

لاکھ گریبان تیل نکالنے کے لیے تیار تھیں شیش اور غرناطہ اور مالقہ انکور کے لیے مشہور تھے۔ چانول کی کاشت الیوسفرتہ میں۔ نیشکر اور روئی عنخیم میں پیدا ہوتی تھی۔

معدنیات | زراعت کے ساتھ عربوں نے فن معدنیات کو بھی کمال تک پہنچا دیا تھا۔ علاوہ ریشم اور روئی اور زعفران اور مختلف اقسام کے رنگوں کے سونا۔ چاندی۔ لوہا۔ فولاد۔ پارہ۔ کہربا۔ تانبا۔ یاقوت اور نیلم اور موتی وغیرہ بھی بکثرت اندلس میں پیدا ہوتے تھے۔

فن تعمیر | اندلس کی عمارات کا ذکر مفصل طور پر پہلے ہو چکا ہے اس مقام پر اتنا تحریر کرنا مناسب ہو گا کہ یہاں کے عربوں نے اس فن کو یونانیوں اور رومیوں کے والوں سے حاصل کیا تھا مگر ان مختلف طرزوں میں اس قدر تغیر واقع ہوا کہ یہ لفظ ایک جدید طرز بن گیا۔ یہ طرز ایسا مقبول اور خوشنما تھا کہ اہل یورپ نے اس کو عربوں سے اخذ کیا۔ نوکد امرحربین اور سبک ستون فرانس کی عمارات قدیمہ میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ پہلے صرف اینٹ اور پتھر استعمال کیے جاتے تھے۔

اس کے بعد جو ترقی فن تعمیر کو ہوتی گئی مصاحمہ میں ہی فرق ہوتا گیا۔ مٹی اور چونا اور

لے طیلطہ اور غرناطہ کی تلواریں دنیا میں مشہور تھیں۔

اور ریتی اور چوٹے پتھروں سے ایک ایسا مصالحہ عربوں نے تیار کیا جو مثل سنگ مرمر کے نہایت صاف مضبوط اور پائدار ہوتا تھا چنانچہ بعض عمارات اور بالخصوص الحمراء اور جنت العریف - غرناطہ میں اس ہی مصالحہ سے بنائے گئے۔ جو اس وقت تک بدستور قائم ہیں اور جن سیاحوں نے ان عجوبہ روزگار عمارات کو بچشم خود دیکھا ہے بیان کرتے ہیں کہ اس وقت تک دیواروں کی یکم اور صفائی اسی طرح موجود ہے۔

تصویر کشی اور سنگ تراشی | یہ اہل یورپ کا اثر تھا کہ عربوں نے تصویر کشی اور سنگ تراشی میں بھی مثل اپنے عیسائی ہمسیایوں کے پوری ترقی حاصل کی تھی قصر الزہراء قرطبہ میں اور الحمراء غرناطہ میں عمدہ تصویروں اور نہایت خوشما ترشی ہوئی۔ مورتوں سے آراستہ تھے الحمر اکادار الاسود اس وقت موجود ہے جس کے وسط میں ایک فوارہ ہے اور اس فوارہ کے گرد شیروں کی مورتیں پتھر سے تراشی ہوئی قائم ہیں۔ اسی طرح قصر الحمر امین جو ناد چینی کے برتن اور مرتبان جا بجا رکھے ہیں۔ عربوں کی صناعی اور شوکار کی عمدہ دلیل ہے۔

۵۷۷  
لہ تمدن عرب ترجمہ مولوی سید علی ہکملی صفحہ ۵۵۔ باب اور ہٹری آف سی سانس مصنف جسٹس ایر علی ص ۱۳۵  
تھو کہ عربوں کی تجارت کی وسعت نے ملک چین سے بھی تعلق پیدا کر لیا تھا غالباً یفن انہوں فضیون سے حاصل کیا ہوگا



علوم و فنون

تمام مورخین بیت النصاری معترف ہیں کہ جو ترقی عربوں نے علوم و فنون میں کی اور جس مستعدی سے یونانیوں اور رومہ الکبریٰ والوں سے بحال محنت و تحقیق حاصل کیا وہ فی الحقیقت حیرت انگیز ہے جس وقت عرب اندلس میں داخل اور اوس پر اچھی طرح قابض و متصرف ہوئے تو انہوں نے تمام ملک میں دارالعلوم اور چھوٹے مدارس - رصد خانے - عظیم الشان کتب خانے کھول دیے جہاں تمام سامان علمی تحقیقات کا موجود تھا - تعلیم کے دو طریقے جاری تھے - چھوٹے شہروں اور قصبوں میں چھوٹے مدارس ابتدائی تعلیم مذہبی دینے کی غرض سے بنائے گئے تھے تکمیل تعلیم اور تحقیقات علمی کے واسطے دارالعلوم قرطبہ - اشبیلیہ - مالقہ - سرقسطہ - لیشو - نہ جیان - طلیطلہ وغیرہ مشہور شہروں میں قائم کیے گئے جہاں طلبہ شوق و ذوق علم میں اطالیہ اور فرانس اور جرمن اور انگلستان سے آتے تھے۔

اوائیل میں عرب ایک زمانہ دراز تک صرف اہل یونان اور روم کے شاگرد اور مقلد بنے رہے اور کسی علم و فن میں جدید تحقیقات نہ کر سکے جس کی اصل وجہ یہ تھی کہ یہ سوائے اپنی زبان کے اور زبانوں سے بالکل ناواقف تھے پس سب سے پہلے انہوں نے یونانی اور لاطینی اور اسپانیش کو ایسی مشقت

اور عرق ریزی سے حاصل کیا۔ جس کی تعریف ممکن نہیں۔ یہی زمانہ عربوں کے علمی شوق اور مذاق کے امتحان کا تھا۔ چونکہ یہ فی الواقع جو ایسی علم و ہنر تھے ان شدید مشکلات نے ان کی ہمت و شوق پر بالکل اثر نہ کیا اور انہوں نے یونانی لاطینی اور اسپانیش زبانوں میں زبان عربی کے ساتھ متعدد لغات لکھ ڈالے جو اس وقت تک اندلس کے اسکوریل کتب خانے میں موجود ہیں۔ مثل موجودہ زمانہ کے اس ابتدائی زمانہ تعلیم میں بھی ہر عرب طالب علم کی تعلیم یونانی اور لاطینی زبانوں کی تحصیل پر موقوف تھی۔ عربوں کی جودت طبع اور حصول علم کے شوق نے ان کو اس محدود دائرہ شاگردی میں بہت روز رہنے نہیں دیا۔ اور انہوں نے قلیل عرصہ میں اس اہم مسئلہ کو کہ مشاہدہ اور تجربہ نادر سے نادر کتاب پر ترجیح رکھتا ہے جس کے سمجھنے میں اہل یورپ نے صدیاں گنوا دیں دریافت کر لیا باوجود اس کے بعض ناواقف عیسائی مصنف یہ کہتے ہیں کہ عرب محض پیروار سطو و افلاطون رہے انہوں نے کوئی جدید تحقیقات اس فن میں نہیں کی۔ اگر یورپ کے زمانہ متوسط کی تاریخ پر کوئی صاحب بینا نظر ڈالے تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ الزام اہل یورپ پر عائد ہوتا ہے نہ کہ عربوں پر۔ ایک مہایت واجب التعظیم عیسائی مصنف اس کی نسبت تحریر

کرتا ہے کہ عربوں کا طریقہ تحقیق تجربہ اور مشاہدہ تھا برخلاف اس کے زمانہ مسطور  
 کے یورپ کا طریقہ اساتذہ کے کلام کو پڑھنا اور ان کی رائی کو بار بار بیان کرنا تھا  
 ان دونوں میں بہت ہی اصولی فرق ہے اور بلا اس فرق کو مد نظر رکھے  
 ہوئے ہم عربوں کی علمی تحقیقات کی پوری قدر نہیں کر سکتے۔ قوم و ملک کی  
 یہ بڑی خوش قسمتی تھی کہ عین عالم شباب خلافت اندلس میں خلفاء نے بھی  
 علم کی وہ قدر کی جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔ چنانچہ خلیفہ  
 الحاکم ثانی کے عہد حکومت میں صرف قرطبہ کے کتب خانہ میں چھ لاکھ کتابیں  
 مختلف علوم و فنون کی موجود تھیں اور ہر کتاب پر خاص خلیفہ کے ہاتھ کا حاشیہ تحریر  
 فن تاریخ المقتدری اور ابن جلیان کی تصانیف کے دیکھ کر قیل میں اقوال اہل عرب  
 کو صحیح سمجھتا تھا کہ عرب مورخ بلکہ صرف واقعہ نویس تھے اس میں شک  
 نہیں کہ فن تاریخ عربوں کے زمانہ عروج میں ابتدائی حالت میں تھا اور جس مکمل  
 شکل میں یہ آج مروج اور جو نئے اصول اس علم کی تحقیقات کے لئے ایجاد  
 کیے گئے ہیں وہ اس دور میں مفقود تھے۔ تاہم عربوں نے اس فن کو بہت

لے تمدن عرب مترجم مولوی سید علی گلبرامی فصل دوم صفحہ ۲۰۰۔

۱۷۷۰ اس نے دو تاریخیں اندلس کی لکھی تھیں۔ ایک دس اور دوسری ساٹھ جلدوں میں۔

عمدہ اصول پر قائم کیا تھا۔ اگر عربی تاریخین یا ان کے ترجمہ دیکھے جائیں تو  
 معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کے مصنفین نے صرف واقعات ہی پر اکتفا نہیں  
 کیا بلکہ وہ باتیں بھی لکھی ہیں جن سے اس قوم کے ذاتی صفات و حالات  
 اور خیالات بھی بہت اچھی طرح معلوم ہو سکیں۔ مورخین عرب نے  
 معمولی سے معمولی بات تک تحریر کی ہے۔ چنانچہ المقری نے اپنی تاریخ  
 اندلس میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ جب موسیٰ ابن نصیر ملک فرانس  
 کے جنوبی حصہ کو فتح کرتا ہوا آگے بڑھا تو راستہ میں ایک اوڑھتا ہوا مقام اوس کو  
 ملا جس کے وسط میں ایک ستون نہایت بلند موجود تھا اور اس ستون کے گرد  
 یہ عبارت بخط عربی لکھی تھی کہ اگر تم یہاں سے آگے بڑھے تو تم ضرور  
 خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو جاؤ گے اور ملک ہاتھ سے جاتا رہیگا اس واقعہ عجیب کا  
 جو اثر سپہ سالار کے دل پر ہوا اوس کو بھی اس مورخ نے تحریر کیا ہے۔ اسی طرح  
 طارق ابن زیاد فتح اندلس کا جہاز میں انحضرت صلعم کو خواب میں دیکھنا  
 اور فتح کی بشارت پانا جس کی وجہ سے افسر و فوج کو اس قدر تقویت حاصل ہوئی  
 کہ ان کو یقین کامل ہو گیا کہ ہم ضرور اس ملک کو فتح کریں گے۔ یہ باتیں جو بظاہر  
 قصہ اور کہانیاں معلوم ہوتی ہیں عمدہ ذرائع ہیں۔ عربوں کے ہوش مذہب اور خیالات

کو معلوم کرینگے۔ اس کو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اب فن تاریخ نے اس قدر ترقی کی ہے کہ یہ ایک شاخ فلسفہ کی بن گئی ہے۔ مورخ کا کام یہ ہے کہ واقعات پیش شدہ کے اسباب و علل دریافت کر کے نتائج پند آمیز اور عبرت خیز نکالے اور ان اسباب و علل کی غلطی و صحت کا وہ ذمہ دار نہیں ہو سکتا بلکہ اکثر اوقات نتائج مستخرجہ سے ان اسباب و علل کی صحت و غلطی خود بخود ثابت ہو جاتی ہے۔

مورخین یورپ نے تاریخ سے ایک علم علم سیاست پیدا اور اس علم کے قواعد اور اصولوں کو تجربہ اور مشاہدہ کی مشحون بنا پر قائم کیا ہے۔ چنانچہ ایک مشہور انگریزی مورخ کا قول ہے کہ تاریخ بغیر پولیٹیکل سائنس ایک درخت ہے بغیر جڑوں کے اور پولیٹیکل سائنس علم سیاست یا تاریخ جڑیں ہیں بغیر پٹر اور شاخوں کے، گو عربوں نے اس علم کو اس قدر ترقی نہیں دی لیکن جب انہوں نے اس کو یونانیوں سے حاصل کیا تو نسبت اپنے معاصرین کے بہت کچھ ترقی دی اور آئندہ ترقی کا اہل یورپ کو راستہ بتایا۔

فلسفہ عربوں نے جو ترقی فلسفہ میں کی ہے اس کی نسبت علمائے یورپ

لے پولیٹیکل سائنس مصنف سیلی سابق پچیس پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی۔  
 کہ ہم نے اس امر کے دریافت کرنے کی بہت کچھ کوشش کی تھی کہ مالک شرقیہ میں یونانی علوم کا رواج کب سے ہوا مگر صحیح زمانہ ان علوم کی اشاعت کا معلوم نہ ہو سکا۔ تاریخ سے اتنا ضرور پایا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں (پہلو صفحہ ۲۲۳)

کی رائی دیکھنے کے قابل ہے۔ انہوں نے تمام فلسفہ یونان کی کتابوں کا اپنی زبان میں ترجمہ کر ڈالا تھا۔ فلاسفہ عرب میں یہ نام یورپ میں واجب القدر و تعظیم خیال کیے جاتے ہیں ابو بکر محمد بن یحییٰ جو عام طور پر ابن باجہ کے لقب سے مشہور ہے۔ یہ علاوہ فلسفہ کے بے مثل طبیب اور ریاضی دان اور علم ہست میں کامل دستگاہ رکھتا تھا ابن طفیل ابو بکر محمد بن عبد الملک مثل ابن باجہ علاوہ تمام علوم مذکورہ شعر و سخن میں کامل تھا۔ یہم وادی آتش میں پیدا ہوا تھا ابو بکر ابن زرساکن اشبیلیہ جس کو اہل یورپ او بن زور

صفحہ ۲۲۲۔ نسطوری موری یونان اور روم سے نکال گئے تو انہوں نے ایک مدرسہ بمقام ایڈیسا قائم کیا۔ ابتداءً یونانی علوم نے ایشیا میں انہیں کے ذریعے سے اشاعت پائی بعد ازاں جب رومی بادشاہ زینو نے ایڈیسا کو غارت کیا تو شاہان ساسانیہ نے ان لوگوں کو ایران کو بلایا اور جب زبیر جیٹین آئینہن واسکندریہ کے مدارس بند کر دئے گئے تو یہاں کے علماء بھی دربار ایران میں پناہ گیر ہوئے اور ارسطو وغیرہ فلاسفہ یونانی کا ترجمہ سریانی اور کالدی میں کرتے رہے۔ ایران سے یہ علم عرب آیا۔ جب عربوں نے ایران کو فتح کیا تو انہوں نے فلاسفہ یونانی کی نصف نصف کو سربانی وغیرہ سے عربی میں ترجمہ کیا۔ پس معلوم ہوا کہ یونانی علوم سپہ شام و مصر اور ان کے بعد ایران میں مروج ہوئے جہاں سے ان کو عربوں نے اخذ کیا۔ لیکن عربوں نے صرف ان ترجموں پر اکتفا نہیں کیا اور بہت جلد یونانی زبان کو حاصل کر لیا۔ زینو نے ۵۲۸ء سے لیکر ۵۶۵ء تک حکومت کی تھی اور جیٹین نے ۵۲۸ء سے لیکر ۵۶۵ء تک۔ گبن جلد (۵) باب صفحہ ۹۲۔ اور تمدن عرب مترجمہ مولوی سید علی بک لکھی کتاب پنجم باب اول فصل اول صفحہ ۳۹۷۔

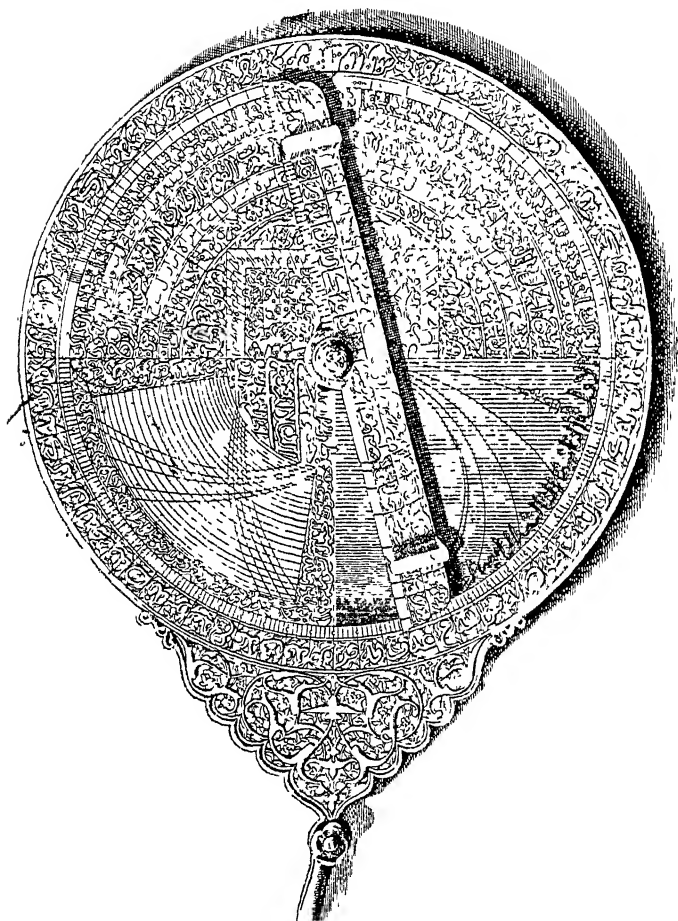
۱۵ یورپ میں اس کو ”اون پیس“ کہتے ہیں۔ ۱۶ اس نے مراکش میں ۱۱۸۵ء میں انتقال کیا ۱۷ اس نے ۵۹۵ء مطابق ۱۱۹۹ء میں انتقال کیا۔

کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اس کے لائق ہم عصر ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد نے اپنے خیالات کی آزادی میں بڑی ناموری حاصل کی۔ اکثر متعصب علما نے ان فلاسفہ کی بہت مخالفت کی اور بعض اوقات عوام الناس کو ان سے ایسا برا فروختہ خاطر کیا کہ خلیفہ کو چند روز کے لیے ان لوگوں کو ملک سے خارج کر دینا پڑا۔ یورپ میں اس وقت تک عام خیال یہ ہے کہ عربوں نے فلسفہ میں ترقی نہیں کی بلکہ صرف فلاسفہ یونان کی کتابوں کے ترجمہ اور ان کی شاگردی پر اکتفا کیا۔ لیکن یہ صحیح نہیں اس لیے کہ باوقعت اور نہایت مشہور فلاسفہ یورپ متفق اللفظ ہیں کہ عربوں نے اس علم میں بہت ترقی کی تھی اور اپنے جدید خیالات کو بالفاظ نقصان اور مضرت نہایت آزادی کے ساتھ ظاہر کیا کرتے تھے مسطورینا ان تحریر کرتا ہے کہ ابن رشد اپنے استاد ارسطو پر ہی فوق لے گیا تھا اور اس نے بلا خوف مضرت اپنے خیالات کو ظاہر کیا چنانچہ ابن رشد کو بقائی روح اور لعبث و نشر سے انکار تھا اور اس کا یہ قول تھا کہ انسان کو اس کے اعمال کی سزا یا جزا دنیا میں مل جاتی ہے۔

لے اس کو یورپ میں اور دے دیتے ہیں اس نے ۵۹۵ء مطابق ۱۱۹۸ء میں انتقال کیا۔ یہ اشبیلیہ اور

قرطبہ کا قاضی ہی رہ چکا تھا۔ یہ نہایت مشہور اور معروف فرانس کا فلاسفہ گزر رہا ہے۔

۱۳۴۵





آخرت کا وہ قائل نہ تھا۔

عقبیٰ کی نسبت یہی اس کے خیالات بالکل نئے بلکہ لمحاظ مذہب کفر تک پہنچے تھے۔ وہ ان تمام باتوں کو قصہ اور کہانی تصور کرتا اور کہتا ہے کہ انسان خائف کو ان ہی کہانیوں کی بدولت دو نے معاوضہ کی امید پر ترک کرتا ہے اور یہ کوئی قابل تعریف چیز نہیں اس واسطے کہ بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو ان کہانیوں کو نہیں مانتے مگر نیکی میں ان لوگوں سے کم نہیں ہیں۔

علوم ہیئت و ریاضی | علوم ریاضی اور ہیئت میں یہی جو ناموری اندلس کے عربوں نے حاصل کی تھی اس کی شہادت ان علوم کی تمام کتابیں جو یورپ میں شائع ہوئی ہیں دے رہی ہیں۔ افسوس تو اس امر کا ہے کہ عربوں کے عیسائی رشتہ داروں نے عربی کتب خانوں کو محض بوجہ تعصب مذہبی نیست و نابود کر دیا لیکن بعض مفسرین اہل یورپ نے علم ہیئت کے متعلق کچھ لکھا ہے اور انہوں نے جا بجا اپنی کتابوں کو علمائے عرب کی رائے اور استدلال سے مزین کیا ہے جس سے ہم بہت اچھی طرح دریافت کر سکتے ہیں کہ انہوں نے اس علم میں اس درجہ ترقی کی تھی کہ انہوں نے محققین یونان مثل لطلیموس وغیرہ کی تحقیقات کو غلط اور نامکمل ثابت کر دیا۔

لہٰذا اس علم کی تحقیقات کے لیے رصد خانہ بنادئے گئے تھے۔ چنانچہ ایشیلیہ کا کالڈا اس وقت تک موجود ہے

ابن عبد الرحمن الرزقال۔ اندلس کے ایک مشہور مہندس نے  
 طلیطلہ میں ایک اسطرلاب اور گہریاں تیار کی تھیں۔ جب یہ شبیلیہ آیا تو یہاں  
 شاہان بنی عباد نے اس کی بڑی قدر کی۔ چنانچہ معتمد کے زمانہ حکومت میں  
 اس نے ایک کتاب علم ہدیت اور آلات پر جو اس نے بکمال محنت و تحقیق  
 ایجاد کی تھی لکھی تھی الرزقال نے نہایت صحت کے ساتھ سالانہ منتقل  
 معدل النہار کا پچاس ثانیہ ہونا معلوم کیا تھا جو اس ہمارے زمانہ کی تحقیقات سے  
 بالکل صحیح ثابت ہوا اندلس کے مہندسین نے بقول مسعودی بوجہ  
 بیت النصرای کے قبل یہ دریافت کر لیا تھا کہ سیاروں کی حرکت بھٹاوی ہے  
 اور زمین آفتاب کے گرد حرکت کر رہی ہے۔

علم جغرافیہ | عربوں کو علم جغرافیہ کا شوق اوس زمانہ سے ہوا جبکہ یہ تجارت میں ترقی  
 کرتے ہوئے اون ممالک مثل چین و ہند وغیرہ تک جا پہنچے جن سے اہل یورپ  
 بالکل واقف نہ تھے اولایہ علم سفر ناموں کے ذریعے سے بلاد شرقیہ میں پہلے  
 بڑے بڑے اسفار مثل ابن بطوطہ وغیرہم نے اپنے اپنے سفر کے جو حالات  
 لکھے ہیں اون میں وہاں کے جغرافیہ کا بھی ذکر کیا ہے اسی طرح رقتہ رقتہ ایک خاص فن  
 بن گیا۔ اندلس کے مشہور جغرافیہ دان کا نام اوریسی ہے اس نے جو مشہور جغرافیہ

۱۵۳۰ء میں لکھا تھا۔ اوس میں صرف وہ واقعات بھی جو اس کو متقدمین کی تصانیف سے معلوم ہوئے تھے درج نہیں ہیں بلکہ اس نے جو تحقیقات کہ بذات خود کی تھی اور نیز جو واقعات اس کے ہم عصر سیاحوں سے دریافت ہوئے تھے مع متعدد نقوشوں کے بالتفصیل درج ہیں۔ سیکڑوں برس علمائی یورپ کا دار و مدار اس فن کا اس ہی جغرافیہ پر رہا

**فن طب** | فن طب نے جو ترقی مشرق میں کی تھی اوس کے اس مقام پر نیکی ضرورت نہیں پائی جاتی۔ تمام دنیا واقف ہے کہ عربوں نے اس فن میں کب قدر کمال حاصل کیا تھا ابو علی سینا اور ابوبکر محمد الرازی سے مشرق اور مغرب دونوں واقف ہیں۔ ایک زمانہ دراز تک اہل یورپ ان ہی لوگوں کے پیرو رہے اور ان کی تصانیف کو لاطینی اور فرانسیسی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ کر کے مستفید ہوتے رہے۔ لیکن بعض ناواقف لوگوں کے خیالات کو رد کرنے کی غرض جو ترقی کہ اندلس کے عربوں نے عمل جراحی میں کی تھی تحریر کرنا لازمی سمجھتے ہیں۔ عام طور پر یہ خیال پھیلایا ہوا ہے کہ عربوں نے اس فن میں ترقی نہیں کی۔ اس کی تائید میں بیان کیا جاتا ہے کہ مذہب اسلام میں مردے کی

چیمپہاڑ قطعاً ممنوع ہے اور جب تک کہ علم تشریح پر کوئی شخص حاوی نہ ہو وہ عمل جراحی میں ترقی نہیں کر سکتا۔ اس کی نسبت مسبولیون لکھتا ہے کہ فن جراحی کی بھی ابتدائی ترقی عربوں ہی سے ہوئی اور زمانہ حال تک اون ہی کی تصانیف پر یورپ کے مدارس طبیہ کا دار و مدار رہا۔ گیارہویں صدی عیسوی میں اون کو موتیابند کا علاج زجاجیہ کے دبائے یا اوس کے نکالنے سے معلوم تھا۔ پتھری کا نکالنا جس کو البقاسیس اس وضاحت کے ساتھ لکھتا ہے۔ خون کو بند پانی سے بند کرنا۔ محرقہ ادویات اور لٹیمی ٹانگوں کا استعمال اور زخم کا آگ سے جلانا وغیرہ یہ کل معالجات عربوں میں جاری تھیں۔ بیہوشی کی دوا دینا بھی جو بالکل جدید ایجاد خیال کی جاتی ہے ان سے مخفی نہ تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ سخت عملیات جراحی سے پہلے مریض کو کوئی منشی دوا دینی چاہیے جس سے وہ سو جائے اور اوس میں جس و حرکت باقی نہ رہے۔“

اندلس کے مشہور طبیب اور جراح ابوالقاسم بن عباس البقاسیس نے عمل جراحی کے آلات ایجاد کیے تھے اور ایک مبسوط کتاب اس فن میں موسوم بہ التصریف لمن عجز عن التالیف جس میں اس نے نہایت

تحقیق کے ساتھ پتہ ہی نکالنے سے بچے جنانی۔ فتن اور دانت اور آنکھوں اور ٹوٹی ہڈی کے درست کرنے وغیرہ پر بحث کی ہے لکھے تھے۔ اسی طرح ابو مروان عبد الملک بن زہر جو یوسف تاشفین کے زمانہ میں گزرا اور ابن رشد۔ اندلس کے مشہور فلسفی نے بھی عملیات جراحی پر ایسی کتابیں لکھی ہیں جنکی آج قدر کی جاتی ہے۔

علم حیوانات و نباتات | علم طب کے ساتھ عربوں نے علم حیوانات اور نباتات اور فزق و اکشتافات میں بدرجہ غایت تحقیق و تدقیق کی تھی۔ مغربی عرب جنہوں نے اندلس کو اپنا وطن مالوف کر دیا تھا اپنے مشرقی بہائیوں سے ترقی علوم و فنون میں کس طرح کم نہ تھے قرطبہ اور غرناطہ اور دیگر بڑے شہروں میں خاص اہتمام کے ساتھ باغ تیار کیے گئے تھے جس میں اقسام کے نادر اور کمیاب درخت علم نباتات کی تحقیق کے لئے دور دور سے منگوا کر لائے گئے تھے۔ علم حیوانات میں جو ترقی انہوں نے کی ہے اس کے دریافت کا اگر کسی کو شوق ہو تو ابو علی سینا کی تصانیف کی سیر کرے۔

کاغذ | علاوہ ہتھیار اور دباغت کیے ہوئے چمڑے کے عربوں نے کاغذ ایجاد کیا۔ کاغذ کی ایجاد چینوں کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ

یہودیوں نے پہلے ریشم سے کاغذ بنایا تھا۔ اگر ہم اس کو تسلیم ہی کر لیں تاہم یہ بھی طرح ثابت ہے کہ یورپ میں کاغذ سن اور رومی کا بنا ہوا عربوں ہی کے ذریعہ سے مروج ہوا اور یہ اوس کے موجد تھے۔ اس وقت اندلس کے اسکوریل کتب خانہ میں ایسی دستاویزیں اور کتابیں موجود ہیں جو گیارہویں صدی عیسوی میں لکھی گئی تھیں۔ اوس زمانہ میں اہل یورپ چمڑے پر لکھا کرتے تھے۔ اور یہ کتابیں کاغذ پر لکھی ہوئی ہیں۔

توپ و بارود | بارود اور توپ ان دونوں چیزوں کے موجد عرب ہیں اور جس طرز سے کہ بعض معاصر عیسائی مصنفین نے ان چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے اوس سے خود ثابت ہے کہ یہ لوگ ان سے بالکل ناواقف تھے اور فوٹوشاپ کی تاریخ میں لکھا ہے کہ ”شہر کے مسلمان بہت سی گرجے والی چیزیں اور لوگوں کے گولے بہت بڑے سیب کی برابر پہنکیتے تھے۔ یہ گولے اس قدر دور جاتے تھے کہ بعض فوج کے اوس پار ہو جاتے تھے اور بعض فوج میں گر جاتے تھے“ عربوں نے بارود کا نسخہ اور اوس کا استعمال بھی بتایا ہے۔  
 وراوس سفوف اور اوس کی مقدار کا بیان جو دفع میں بہر اجاتا ہے۔

شورہ دس درم۔ گولیہ دو درم۔ اور گندھک ڈیڑھ درم۔ ان کو نہایت باریک  
پیسکر مدفع میں تہائی تک بہرنا چاہیے اور اس سے زیادہ نہیں کیونکہ اوس کے  
پہٹ جانے کا خوف ہے۔ بہرنے کے لیے مدفع کے منہ کی برابر ایک  
لکڑی کا گز بنائیں اور اوس سے بارود کو زور سے ٹھوکیں اور پہر اوس کے اوپر  
گولہ یا لوہے کا ٹکڑا ڈالیں اور اوس کے بعد قیلے میں آگ دیں۔ مدفع کی  
لمبائی اوس کے سوراخ کے مطابق ہونی چاہیے۔ اگر سوراخ بڑا ہو اور  
مدفع اوس کے مطابق نہ ہو تو اوس میں عیب ہوگا۔

تعلیم نسوان | علوم و فنون میں صرف مرد ہی مشہور نہ تھے۔ بلکہ اندلس کی غلبی  
عورتوں نے ہر قسم کے علم و فن میں اس درجہ ترقی کی تھی کہ یہ بھی علمائی وقت  
سے کم نہ سمجھی جاتی تھیں۔ عربوں کی روشن خیالی کی اس سے عمدہ دلیل نہیں  
مل سکتی کہ انہوں نے اپنی عورتوں میں بھی حصول علم کا شوق پیدا کیا اور ان کو  
پوری آزادی میاں تک کہ علمی مباحثوں میں اکثر تعلیم یافتہ عورتیں بھی شریک رہا  
کرتی تھیں اور جو یائی علم و ادب بلا کسی قسم کے خیال اور شرم کے ان سے

لے تمدن عرب مترجمہ مولوی سید علی بگرامی صفحہ ۲۴۴ مولویوں کے اس بیان کی تائید کیورپ میں سب سے پہلے عربوں نے  
بارود اور توپ کو استعمال کیا تھا۔ المقرئ ولبن خلدون عربیہ میں لکھتے ہیں کہ از اہل اندلس فرستند منصفہ پر سکاٹ باب صفحہ ۱۹۲

درس لیا کرتے تھے زینب اور حمدا دونوں متوطن دارالحجہ۔ زیاد نامی  
کتب فروش کی بیٹیاں تھیں ابن عباد اپنی تصنیف تحفۃ القدیم میں تحریر  
کرتا ہے کہ باوجود جس عصمت اور دولت دنیا کے انہوں نے ایسی لیاقت  
حاصل کی تھی کہ اوس وقت کے نامی علماء کی مجلسوں میں مثل اپنے برابر  
والوں کے شریک ہوتی تھیں مگر کبھی کسی کے منہ سے ان کی شکایت یا خلاف  
تہذیب برتاؤ کا حرف تک نہ نکلا۔ قصہ نے خوشنویسی میں وہ نام پیدا کیا تھا کہ  
اندلس کے مشہور خوش نویس اس سے اگر اصلاح  
لیا کرتے تھے۔۔۔ ان عورتوں نے صرف ادب اور شعر و سخن پر  
اکٹا نہیں کیا بلکہ مثل اپنے باپ اور شوہر و رہائیوں کے فلسفہ اور بہتیت۔  
ریاضی اور طب میں بھی کمال حاصل کر لیا تھا۔ العار و ضیہ صرف و خواہ معنی  
اور بیان میں بے مثل تھی اور مریم بنت ابوالعقبہ الانصاری ساکنہ شہر سیلیہ  
شاعری اور ادب اور ام الہنسی قانون میں درس دیا کرتی تھیں۔ الغرض کوئی  
فن ایسا نہ تھا جو عورتوں سے چھوٹا ہو۔ تاریخ کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ نسبت  
ہمارے زمانہ قدیم کے عرب کس قدر آزاد منش اور روشن خیال تھے۔ مجھ کو ایک  
واقعہ اچھی طرح یاد ہے جس کا اظہار اس مقام پر خالی از لطف نہ ہوگا۔ ایک روز



ایک روز ایک صاحب جو فی زمانہ عالم سمجھے جاتے ہیں میرے پاس بغرض ملاقات  
آئے انشائیہ لکھو میں عورتوں کی تعلیم و تربیت اور اون کے ساتھ جو برتاؤ مرد  
آجکل کرتے ہیں ان باتوں کا ذکر آیا۔ ان صاحب نے جو عورتوں کے نام  
بازہیت حقارت سے لیتے تھے کہا کہ خدای تعالیٰ نے خود ان کو ناقص العقل  
کا خطاب دیا ہے یہ صرف اس قابل ہیں کہ گہرین قید رہیں اور گہر کا انتظام اور  
بچوں کی نگرانی اور پرورش کریں۔ عورتوں کا درجہ اسلام میں کمینوں کے سیاحت  
زیادہ نہیں ہے۔ گو پردہ کا میں بھی طرفدار ہوں لیکن یہ مذموم کلمہ ایک عالم  
سے سن کر مجھ کو صرف تعجب ہی نہیں بلکہ بہت افسوس ہوا جو بین فرق  
کہ ان قدیم وجد خیالات میں ہے اوس کی صراحت و توضیح کی ضرورت نہیں  
صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی حکومت و ثروت کے ساتھ اون کی طرز  
معاشرت اور خیالات میں کس قدر تنزل و پستی واقع ہوئی ہے اس کا اصل  
باعث یہ ہے کہ آجکل ہمارے علماء میں سے زیادہ تر خود اپنی قومی تاریخ سے  
بے بہرہ ہی نہیں بلکہ اوس سے واقف ہونے کی کوشش تک نہیں کرتے  
عربی میں صرف و نحو اور فارسی میں گلستان اور بوستان اور اردو میں قصص و حکایات  
پر مگر اپنے کو وحید عصر تصور کرنے لگتے ہیں۔ اگر کوئی بد قسمت اون کی طرز روش پر

اعتراض کر بیٹھے تو وہ فوراً صرف جاہل ہی نہیں بلکہ کافر و جہنمی قرار پاتا ہے۔  
اس جگہ ابو الفضل کے یہ اشعار مصداق اس قول کے ہیں ۷

رموزِ سرِ سلطان را چہ دانی	تو خود می نشنوی بانگِ دہل را
حقائقِ بایِ ایمان را چہ دانی	ترا از کافِ کفرت ہم خبر نیست

شجاعت | پانچ سو برس قبل اندلس میں عربی عورتیں نقابِ افکن باہر نکلا کرتی تھیں اور علاوہ علمی مباحثوں کے کہیل و تماشوں کے جلسوں کی صدر نشین بن کر اپنے پر تو تہذیب و اخلاق سے ان کو زیب و زینت بخشا کرتی تھیں۔  
جب نوجوان ہو مہار عرب کسی نازنین کے حُسنِ خدا داد پر فریفتہ ہوتے تھے تو بمصداق ۷

عاشقیِ چسیت بگو بندہ جانانِ بودن	دل بدستِ دگرے وادن و حیرانِ بودن
----------------------------------	----------------------------------

عشاق کسی پُر فساد مہن کو وہ کے میدان میں جو نہایت اہتمام سے تیار کیا جاتا تھا قسمت آزمائی کے واسطے جمع ہوتی تھے اور یہاں اس پر سی زادِ ہرہہ مثل ریزنِ دین و ایمان کو نظروں کے سامنے جو نقابِ افکن لباسِ فاخرہ دربر تاج مکمل نچو اہر برس ہزار ناز و انداز رونق افز و زبزم ہوتے تھے۔ ایک ایک نشانی اپنے محبوبہ دلنواز کی لیے مسلح و مکمل فن سپہ گری کے جوہر دن کو ختم کر دیتے تھے

ان کے چہرہوں سے جو بے قراری اور پریشانی ظاہر ہو رہی تھی اوس کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں جو عشق و عاشقی کے لطف سے واقف اور راہ عشق میں اپنی ہستی کو مٹا چکے ہیں۔ ان کے کلیجوں کی دھک دھک اور دل کے اضطراب سے یہ آشکار تھا کہ کسی ماہ پارہ آفت جان غارت گردین و ایمان کے شعلہ عشق نے ان کے دل اور جگر کو کباب کر دیا ہے۔

ٹھہراے دل چھری تلے دم لے	ایسی کیا تجہ کو بیت داری ہے
دیر میں جلوہ گر منم ہو گا	ہاں یہی وقت ہوشیاری ہے
بت بیدار گر سے ملنا ہے	شب معراج یہہ ہماری ہے
ہم کو حاذق نے کر دیا بد نام	واہ کیا شر طر از داری ہے

ایک طرف نوجوان خوش وضع عرب زرہ فولادی زیب تن کئے آلات حرب سے آراستہ۔ عربی مرکب پر سوار عاشقانہ اشعار پڑھتا ہوا نظر آتا تھا اس کی سپر سنی کی پشت پر اس کا دل مضطرب و ناز سے زخمی منقش تھا۔

کوئی میر نے دل سے چوڑی تیر نکیش کو	یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
------------------------------------	--

دوسری طرف اس کا مد مقابل بہن اور ہم مذاق وہم وضع اپنی ڈھال پر نقشہ ایک کشتی کا جو دریای تلام بلاخیز سے تباہ حال نظر آتی تھی نیزہ بدست نازنین صدر

پیدا است بے نیازی عشق از فغانی | گرزور و شکست ز دریاچه میرود

الغرض یہ عربوں کی شجاعت اور روشن خیالی تھی کہ انہوں نے عورتوں کو  
کبھی ذلیل و حقیر نہیں سمجھا اور ہمیشہ ان کی توقیر و حفاظت میں اپنی جانوں کی  
پروانہ کی۔ یہ باعصمت و لایق عورتوں کی صحبت کا اثر تھا کہ عربوں کی تہذیب  
اور اخلاق اور ان کی حسن معاشرت کی تعریف و تقلید تمام یورپ کرتا رہا۔<sup>۱۷</sup>

عربوں کا انزیروپ پر اب ہم اس امر کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ عربوں کے تمدن و طرز معاشرت کا اثر اندلس پر خصوصاً اور یورپ پر عموماً گہرا ہوا تھا۔ کسی قوم مسلطہ کے نیک یا بد اثر کا اقوام مفتوحہ پر معلوم کرنے کے لئے منجملہ دیگر ذرائع کے ایک عمدہ اور مورخانہ طریقہ یہ ہے کہ اقوام متاثرہ کی اون حالتوں کا مقابلہ کریں جو حالت ان کی مفتوح

۱۔ ریناد - اس کی نسبت ہٹھری آف دی سارسن مضیفہ جس میں علی بابا صفحہ ۵۷ اور رسکات اور کوئی کئی تصاویر

بہی پڑنے کے قابل ہیں۔ جہاں تک دریافت ہوا اس قسم کی آزادی صرف اندلس کے عربوں میں پائی جاتی ہے بعض صغیر اہل ارتداد  
کا یہ بھی قول ہے کہ شولری نور پر میل نہیں عربوں کی بدولت راج پایا تھا چنانچہ ملاحظہ ہو گجرات قلعہ نصرت آباد علی گڑھ کاشان و غیر الملک آباد

ہونیکے قبل زمانہ تسلط اور پھر اس اثر کے زایل ہونے کے بعد ہونی۔ حالت  
 اول کو ہم پہلے مفصل طور پر تحریر کر چکے ہیں۔ حالت دوم کا اندازہ بھی اس  
 تاریخ کے ملاحظہ سے ہو سکتا ہے۔ مگر اس اخیر باب میں جو واقعات کہ مندرج  
 ہیں بلحاظ اونکی اسلامی تمدن کے زبردست تسلط کا ذکر لازمی سمجھتے ہیں۔ اقول  
 مصنیفین و مورخین یورپ جو ہم نے جا بجا واقعات تاریخی کے ثبوت میں مستعمل  
 پیش کیے ہیں اون سے ناظرین بالکلین پر کافی طور پر منکشف ہو گیا ہو گا کہ عربوں  
 تہذیب و اخلاق اور اون کے نئے تمدن نے اہل یونان اور روم اور نیز  
 اون وحشی اقوام کو جنہوں نے یونان اور روم کی سلطنتوں کو تہ و بالا بلکہ نیست  
 و نابود کر دیا تھا جامہ انسانی پہنایا۔ ان کے علمی ذوق و شوق نے تمام یورپ  
 کے لیے ادب و فلسفہ صنعت و حرفت بلکہ تمام علوم و فنون کے جس سے وہ  
 بالکل بے بہرہ تھے اور تہاد و اذ کے کہول دیئے تھے اور تقریباً آٹھ سو برس تک عرب  
 ہر چیز میں اہل یورپ کے استاد بنے رہے۔ عربوں کے تسلط کے سو ہی س  
 کے اندر اندلس کے عیسائیوں کے خیالات و طرز معاشرت میں ایسا تغیر  
 واقع ہوا تھا کہ جس کی حد و پامان نہیں اس سے پہلے تمام یورپ پر جاہلیت کا  
 اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ علم جو صرف مذہبی کتابوں پر منحصر تھا۔ پادریوں اور اون کے

مذہبی پیشواؤں تک محدود تھا۔ یہ لوگ انجیل کو پڑھ لیتے تھے اور کسی قدر کلمہ  
 بھی لیتے تھے اور اپنے اثر و وقت کو قائم رکھنے کی غرض سے عوام الناس  
 کو ان باتوں سے صرف منع ہی نہیں بلکہ نہایت جبر و زیادتی کے ساتھ روکتے  
 تھے۔ غرض امیر و غریب سب کو ایک بے دست و پا تھے اور ذرا سی بڑا عہد الی  
 یا عدول حکمی پر پوپ ان کو مذہب سے خارج کر دیتا اور ہر قسم کی جسمانی تکلیف  
 پہونچاتا تھا۔ عرب جب اندلس پر مسلط ہوئے تو ان وحشی اور خود غرض ماریوں کا  
 اثر بھی بتدریج زائل ہونے لگا اور رقتہ رقتہ عیسائیوں کو مذہب و غیرہ میں وہ  
 آزادی حاصل ہوئی اور ان کے خیالات میں وہ تغیر واقع ہوا کہ عبد الحمید  
 ثانی کے زمانہ حکومت میں جب ان کے پیشواؤں نے ان کو اپنا مذہب یا دولا کر  
 بغاوت پر آمادہ کرنا چاہا تو باشتناعی چند خود غرضوں کے امیر و غریب سب نے  
 ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور یہ جواب دیا کہ جب ہم کو عربوں کی ہر طرح کی  
 آزادی دے رکھی ہے اور ہمارے معبودوں اور جائیداد کی پوری حفاظت کی جاتی  
 ہے تو محض ہوس حکومت میں ان تمام فوائد کو اپنی جانوں کو تلف کرنا عقل و دانش  
 کے بالکل خلاف ہے۔ عیسائی امیر زادوں نے اپنی زبان اور علم کو بالکل ترک  
 کر دیا تھا اور نہایت شوق کے ساتھ ہر چہ زمین عربوں کی تقلید کرتے

تھے۔ یہ نہایت محنت و دل دہی کے ساتھ عربی زبان کو حاصل اور سمجھنے  
 نظم و شعر لکھنے کی کوشش بھی کرتے تھے۔ فرقہ قسیدین آبنائی قطن  
 کی یہ حالت دیکھ کر اپنے دل ہی دل میں کباب ہوتے تھے۔ مگر عربوں کا وہ  
 رعب ان پر چھایا تھا کہ زبان سے ایک حرف بھی نہ نکال سکتے تھے۔ ایک  
 پادری یو لو جیس نہایت تعصب آمیز الفاظ میں کہتا ہے کہ اب عیسائی  
 عربی زبان و تمدن پر اپنی جانیں نثار کرتے ہیں اور اپنی مادری زبان اور اپنی  
 مذہبی کتابوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں۔

رفتہ رفتہ عربی زبان نے وہ اثر پیدا کیا کہ خاص اندلس کی زبان میں  
 بے انتہا عربی الفاظ شریک ہو گئے۔ مسیودوزی نے بحال محنت  
 اور پر تعال زبانوں کے اوں الفاظ کی جو عربی سے مشتق ہوئے ہیں  
 ایک خاص لغت تیار کی ہے۔ ایک دوسرا فرانسیسی مصنف عربی زبان کے  
 اثر کے متعلق لکھتا ہے کہ ”یہ امر نہایت قرین قیاس ہے کہ عربوں ہی کی زبان سے  
 جو آٹھویں صدی عیسوی سے بحر متوسط پر قابض تھے فرانسیسی اور اطالی زبانوں  
 اکثر وہ الفاظ اخذ کیے جائیں جو ہزارانی اور بحری انتظام سے متعلق ہیں۔ اور

قطب ناما کا آلہ بھی جو غلطی سے چینیوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے انہیں کے ذریعے سے یورپ میں آیا۔ یہ بھی قرین قیاس ہے کہ جس وقت باقاعدہ اور مستقل فوجیں یورپ میں قائم ہوئے لیکن تو افسروں کے نام اور لڑائی میں نعرے کے الفاظ بھی عربوں ہی سے لیے گئے اور انتظام مملکت کے متعلق اصطلاحیں بھی بغداد اور قرطبہ سے اخذ کی گئیں فرانس کے طبقہ ثالث کے سلاطین پوری طرح عربوں کے مقلد تھے اور اسی وجہ سے شکار کے متعلق اکثر الفاظ عربی الاصل ہیں۔ اسی طرح ٹورنامنٹ کا لفظ جس کو اہل لغت لاطینی سے مشتق کرتے ہیں فی الواقع عربی لفظ دُوران سے نکلا ہے جو ایک قسم کی فوجی ورزش تھی جس کا ایک جزو دائرہ کے گرد پہرہ نہاتا لیکن زیادہ تر الفاظ جو ہیں عربوں سے ملے ہیں وہ علمی اصطلاحات ہیں۔ ہمارا علم ہیئت ان اصطلاحوں سے معمور ہے۔ اکثر ستاروں کے نام بھی عربی ہیں اور ریاضی کی اصطلاحات۔ کیمیا کی اصطلاحات اور علم حیوانات اور علم طب کی بہت سی اصطلاحات اور ادویہ کے نام عربی سے اخذ کئے گئے ہیں۔

حشیش جو ہماری زبان پر ہے عربی ہے اور اس سے مشتق لفظ آسین ہے جس کے معنی یورپ کی زبانوں میں اوس قاتل کے ہیں جو چپ کر مارے



بریک گردش چرخ نیلوفری نہ نادر سبب ماندن نادری

سہایت عبرت و افسوس کا مقام ہے کہ آن واحد میں خوشنما اور خوبصورت  
نقشہ بنا ہوا بگڑ گیا اور غرناطہ کی دیواروں کے سامنے اوس وسیع و سرسبز  
و شاداب میدان میں عربوں کی حکومت ختم ہو گئی اور قصر الحرام میں عیسائی پرتے  
نظر آنے لگے۔ جب عیسائی آٹھ سو برس بعد اندلس پر دوبارہ قابض ہوئے  
تو انہوں نے جو فائدہ عربوں کی انصاف پروری۔ روشن خیالی سے صدیوں  
اوٹھایا تھا۔ بالکل بھول گئے اور باوجود متعدد معاہدوں کے ان کے ساتھ  
ایسی بدسلوکی اور بے رحمی اور سنگدلی سے پیش آئے کہ جس کے صرف خیال  
سے رونگٹے بدن پر کھڑے ہوتے ہیں۔ تمام ملک میں انکو برٹش یعنی مذہبی  
عدالتیں قائم ہو گئیں جہاں ہزار ہا مسلمان صرف اس خطا پر کہ انکا دین اسلام تھا  
جلادے گئے۔

یہ وہ قتل عام تھا جس کی مثال تاریخ کی بھول مٹھلیوں میں ہرگز نہ ملے گی  
اور ہر تو عرب قتل اور خراج البلد ہونے لگے اور اوہ اندلس میں اوسی وقت سے  
تنزل شروع ہوا۔ پادری دوبارہ ملک و قوم پر پہر مسلط ہو گئے۔ اور علوم و فنون۔  
زراعت و حرفت وہ تمام چیزیں جن پر قوم و ملک کی ترقی و عظمت منحصر ہیں بالکل مفقود

ہو گئیں دارالعلوم مدارس و رصد گاہیں۔ کہنڈر۔ بڑے بڑے صنعت و حرفت کے کارخانے بند۔ لہلہاتے تہکیت۔ سرسبز و شاداب باغ اور جاڑ ہو گئے غرض تہوڑے ہی عرصے میں تمام ملک ویران ہو گیا۔ مدر ڈکی مردم شماری چار لاکھ سے دو لاکھ رہ گئی اشبیلیہ کے پندرہ سو کارخانوں میں سے جنہیں ایک لاکھ تیس ہزار آدمی روزانہ کام کرتے تھے تین سو کارخانے وہ ہی برائی نام باقی رہ گئے قمر طبلہ و غیرہ بڑے بڑے شہر جن کی دنیا میں نظیر نہ تھی ویران ہو گئے۔ طبلہ میں کپڑے کے پچاس کارخانوں میں صرف تیرہ رہ گئے اور ریشمی کپڑے کے کارخانے جن میں چالیس ہزار آدمی کام کرتے تھے بالکل بند ہو گئے۔ ملک کی حالت اس قدر تباہ و برباد ہوئی کہ معمولی سے معمولی کام کے لیے بھی فرانس و جرمن وغیرہ سے کاریگر دن کو لانا پڑا۔ وہ مذہبی عدالت جو مسلمانوں اور یہودیوں کے قتل و غارتگری میں مصروف تھی اب آبنائے وطن کی طرف متوجہ ہوئی اور پادریوں کے فنون نے عیسائیوں کو بھی زندہ جلانا شروع کیا۔ قوم کی ہمت تباہ اور اس کے خیالات میں ایسی لستی واقع ہوئی تھی کہ عجب سے لے کر بادشاہ تک کسی میں اتنی لیاقت و جرات نہ تھی کہ وہ ملک و قوم کو ان آفات سے بچائے۔ چنانچہ اس ہمارے زمانے تک ملک اندلس ظلمت و جہل میں مبتلا

ترقی کے اسباب تو ہم نے بیان کر دیئے۔ اب تنزل کے وجوہ کی  
 تلاش باقی رہ گئی۔ یہ تاریخ ملاحظہ ناظرین میں پیش کی جاتی ہے اسی میں سے اون  
 وجوہ کا پتہ مل سکتا ہے کہ یہ عرب اندلس کے اپنے آباؤ اجداد سے کس چیز میں  
 سابق اور کس امر میں مسبوق تھے۔ چونکہ دل نہیں چاہتا ہے کہ ان غربائے  
 اندلس کا مرثیہ خوان بنیئے اس واسطے اسی مختصر پر ہم ختم کلام کرتے ہیں۔  
 اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي  
 نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ اَرْضٍ تَمُوتُ

نوشتہ بماند سیہ بر سیف

نولیندہ رانیست منہ و امید

لہ اشتر ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ کہ ماؤں کے پیٹ میں  
 ہے اور (یہ) کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔ (یہ) کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون سی زمین پر مرے گا  
 اشتر ہی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔



تقريرا بحجاب قدوة المحققين وزبدة المدققين  
 راس الفقهاء والمتكلمين استاذ الكل في كل المسلم عند كل  
 سليل السادة جليل القادة مولانا ومقتدانا آقا مكي السيد علي شيرازي  
 سلطان العلماء اديب الدوله سنا والمكاتب درازالت شمس علوم طاعة

الحمد لله الذي لم يوح ازلته فلم يزل قديماً ولم ينسخ ابدية فلا يزول  
 باقياً حكيماً احكم صنع الفلك الدوار فاولد منه الزمان والادوار وحمل  
 لكل دور طوراً وابدع في بستان الحكمة زهراً ونوراً فالازهار كواكبها و  
 الانوار ربنتها سواكبها والارض يرثها من عبادة الصالحون ويغثها  
 الطالحون ولا تكن الاشياء تعرف باضدادها والامثال تشغف  
 الى اندادها وخير الادوار ما صلحت فيه المعاش والمعاد والاقدار  
 وهودور الاول الاخر الباطن الظاهر السامع الناظر خير من وطى  
 الارض وخطوب من السماء بطء فلم يسطح الارض الا الى ارجائها وبعد

ذلك بطيبة الطيبة يا ولها فافخرت الارض به على سماها وعلت  
 منه على ذكائها فبها من شرف بنعليه وداس عرشها وفرشه علا<sup>ها</sup>  
 اذ علاها وله رفع سمكها فسولها والليل اغطش ضحاها فالدعوة  
 الى الله منتهى مناه از عن الشرك صفها و عرف الناس قبليتها ومنابها  
 ومروتها وصفها وجعلها في دنياها انموذجة لآخرها محمد المبعوث  
 من كان كمننا وجل عن الامكان فالاميرهم صلى الله عليه صلوة تليق بمجالاته<sup>له</sup>  
 اما بعد پس چون در علم تاریخ خصوصاً تواریخ اسلامیة كثر الله امتثالهم في البرية  
 من الجرمية موجب عبرت الوالا ابصار وعبرات اشك اعتبار بر خسار است و بهم  
 درین تعلیمات علمیه و علمیه که بصورت غلیظه نشینان چگونه مقام اعلی را از طلبه بوده اند  
 پس اگر خلف تقلید سلف کنند هر آینه گویی سبقت از همگنان ربایند و زود از خرفیان  
 برزد و فوائد بسیار که در تمدن و سیاست مدن دران دستیاب می شود و واضح است  
 که در دین و دنیا و دارالابتلاء و العقبی هر دو مشتمل ثمرات است و بلکه موجب برآمدن  
 حاجات و تعلم و مداخلاب و اخراجات هم با حسن وجه درین علم اگر غور شود البته رغبت  
 بسود شود و الحیاتم بناء الذین من قبلهم بهین سبب موجب اتمام حجت است  
 و از همه برتر مورت ایضاح محج است که فانظر کیف کان عاقبة للذین ساءوا<sup>سوء</sup>

وهم طبع غریزی با شمع سوائف سلف که گاهی در مزاج ایشان عمل سلافه در هر سال  
 کند و لامحالہ باعث تشیط شود و نحن نقض عليك احسن القصص بما اوحينا  
 إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الْغَافِلِينَ الله اکبر جاعی تفکر و  
 تذکر است بلکه موضع تدبر و تحیر است که خطاب اقدس باری تعالی بآن ذات متقد  
 است که در تفکر و تذکرش و عدم غفلت و کثرت تدبرش آیه وافی هدایه و ما انزلنا  
 عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْفِيَ لَا تَذْكِرَةٌ لَمَنِ نَحْشِي السَّيِّئَاتِ و در استغراقش بوصول  
 حضوری و دوامی گزشتہ از تذکار کلامی و مراحمی همین کفایت است که سماء الدنیا  
 قلب آن حضرت است وَنَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ شَاهِدِينَ مَعِيَ بُلُوعِ دُرِّ عَوْنِ  
 مَعْ ذَلِكْ خَدَّافَرَمَیْدَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الْغَافِلِينَ ه

تفکرت از اغیار بودش فی زیار	پوستین پیروی آمدنی بہار
-----------------------------	-------------------------

سمو رتبہ تذکر باخبار خیار سلف و علو درجہ تفکر بوجوب از برای خلفی حاصل قصہ  
 خوانی و تاریخ دانی است ہمانا مثل حضرت رب العزت جلّت عظمتہ مثل آنحضرت  
 و اصل بقصہ ہر تہ اتصال بعد الوصول بہین می شود کہ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ  
 اخبار غیر از دور جائیکہ ہمہ اوشدہ کجا تصور غیر کند و از کجا آن را از افراد غیر نماید معلوم است  
 کہ از غیر خدا پیغامبر از غافلین است و لیکن شرف قصص دانی این است کہ حتی

البنی را خدا المکن کثراً فلیدن از ان شمار که کمال استغراق را بهویت در بر  
 دارد فاما در صورتیکه برای مثل آن مستغرق بحدت و داعی لبینه است تصور  
 کثرت قصص مفید باشد و چهره غفلت بخراشد بالنته بغیر معصوم البته معلوم است  
 که اکثر لزوماً و جزماً و ادنی و جوباً و تحماً خواهد بود پس باید دانست که از اخبار سوانف  
 هرگز هرگز نباید مخالف شدن بلکه واجب است که بتثبیت قصص با احتیاط این عبر  
 و اخبار و سیر موالف گشت فاقداء با شرف البریه از سیر و سلوک سابقین مطلع  
 باشند اقلأ موجب عبرت و تعلیم قوت و مروت و حمیت و غیرت خواهد بود پس بی شک  
 وجود خود را در دنیا عبث دانسته اند و یادگارها را از اخبار سلف در زمانه بیاورند گزاشته اند تا آنکه لایسماً  
 اخبار بدو اسلام و اسلامیان که توحید را بطریق بلند گزاشته اند بطور مومن از مشارکت دین فیهم هم را  
 به هزارها قرن راه و هرشته اند این توحید بالذات للذات الی الذات که از اتم ساقه  
 نصیب است که این توحید اسلامی از برای علما و بغایت عجیب است قال سید  
 الموحدين وحامی بیضة الدین و ماحی الشریک و المشرکین امیر المومنین  
 بآنکه فرموده أَنَا عَبْدُ اللَّهِ مُحَمَّدٌ و در توحید می فرماید مَنْ وَحَّدَهُ فَقَدْ كَلِمَةً وَ كَلِمَةً  
 فَقَدْ أَهْوَى مِنْ جَزَاءِ فَقَدْ تَنَاهَا وَ مَنْ تَنَاهَا فَلَهُ يَوْحَدُهُ چه خوب می گوید آنکه فرموده  
 و در سفته و دراری آورده و درست از موده است -

فِيكَ يَا عَجُوبَةَ الدَّهْرِ غَدَا الْفَكْرُ عَلَيَّ  
 حَلَمًا قَرَّبَ فِكْرِي مَكَتَبَةً وَأَفْضَلَ

واقع امر التراب و رب الارباب پس بقاعده معقوده محمديه بايت مسك جست و  
 ازين ورطه جست كه عليكم بدین العجايز و بهين فائز گشت بناء عليه و لاسلام  
 نفی الشك ازان شد كه قولوا لا اله الا الله تاسلموا و چون توحيد سلسل بزنجير  
 نبوت است كه اين ذات بتجمع جميع صفات كماله را بايد پوزشش و پستش نمود  
 و از صفات كماله معني معبودية است به ثبوت پیوسته بسط الاسلام و دعوت  
 انام بكيفياتي كه از ايام متبر كه آن زمان بعثت تا روز قیامت بايد از حالات آن مقتدا  
 دین و خیر المسلمین و سید صفوت رب العالمین المناط فادع الی ربك  
 بالحكمة و الموعظة الحسنة و جاد لهم بالتي هي احسن و پس ازان  
 حضرت علیا منقبت كه سلوك صحابه و تابعین و تابع التابعین است هم باید مستحضر  
 شد فذلک انچه قانع نشر این شد النع و البلاغ این و النع در صفحہ روزگار شائع  
 و ذالک گشته معلوم باید نمود فلنذا آفرین بهمت و الانتم نور حدقه اصالت و نور  
 حقیقه بسالت قوت با صر و شرافت و عزة ناصیه نصفت و حضافت و نبالت جناب  
 نواب ذوالقدر جنگ بهادر مرزا ذوالقدر بیگ نام فرزند نواب شمر جنگ بهادر  
 اعامر زای بیگ از تواج عربیه و فارسیه و انگریزیه چندی که بر صفحہ روزگار ترجمه یابا



گذشته و آن را برای ترغیب مسلمانان بخصال سلف خود وسیله اقتداء  
 و ذریعۀ اهتداد پنداشته بنازم بآن پدر و مادری که چنین فرزند دلبند نیاید و بگزیند  
 علمای پسند فقیه بر کمال انتباه مغرر آگاه بلند خراگاه تربیت نموده که با وجود استغراق اوقات  
 در کار سرکار فحاشه دارد دولت آصفیه او امها الله بخیرتیه که صاحب منصب در صدارت  
 فوجداری بلده حیدرآباد فرخنده بنیاد صیانت عن الفتن و الفساد هستند و اغلب اوقات  
 خود را که حصۀ از عمر عزیز است بفیصله مقدمات و مشاجرات و منازعات بعبادات  
 و منادات و مبارات میگززارند لیکن علت غایه خلقت خود را هم از نظر انوردور  
 نکرده و نفس فطری فطره الله التي فطر الناس علیها را در خاطر فیض نظائر نستمر  
 بلکه آیه کریمه و کَلَّا نَقْصُصْ عَلَیْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَنْتَبِهُتْ بِهٖ فُؤَادُكَ  
 وَ جَاءَ لَكَ فِي هٰذَا الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ بَدِیْنِ خود سپرده که از علم تاریخ  
 بتبشیرت فواید و روح اعتقاد صلاحیت بنیاد خواهد شد و امت را لازم است که به هدایت  
 بنی خود مهندسی شود و فیهداهم اقتده و اقتداء به سلف صالح خود نمایند که  
 فیهداهم اقتده و چون دیدم زحمتی بکمال اشغال کشیده و خود را در زمره متبصرین  
 اسلامیین اشهد بانه گنجانیده است غیرت اسلامی بپوش اند که بموجب خواهش آن  
 یگانۀ نفس و آفاق و صاحب علیا بالاستحقاق تقرظی بکارش رود تا آنکه غرض اصلی

از جہتتش معلوم شود لہذا الک این چند سطر سیاہی بر سفیدی کشیدہ کہ تا بنیدگان  
 یا بچون دیدہ او را دانستہ و دیدہ اعتبار بدیدہ اعتبار و روان نگاہی انداختہ کہ ندید  
 آن را ندیدہ باشند و غرض اصلی مترجم بدو کلمہ شجم و بسک و رغر منظم کرد و عسی  
 اللہ ان ینفع بہ الناصرین من الغابریں عن الغابریں ومن الاولین  
 والآخرین و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین و سلام علی المرسلین  
 و صلی اللہ علی تاج الرسالۃ طوق الرسل خاتمہم۔ بل زینۃ  
 لعباد اللہ کلہم و علی الہ الطیبین و صحبہ المنتخبین و التابعین لہم  
 باحسان الی یوم الدین و انا الداعی لدوام الدولۃ الاصفیۃ  
 صنیت بمن خالق البریۃ علی ابن الحسن الموسوی الشوشتری  
 من سلطان عصوۃ المجربۃ بہ الفلک سلطان العلما دیب الدلائل سناد الملک

قطع تاریخ طبع وقت از نتیجہ فکر جناب مولوی عباس علی شریف صاحب منتخب تصویب

بڑھکیا حد سے ملال اندس  
 سرسبز لکھا ہے حال اندس  
 جب ہوا حاصل وصال اندس

جب کہی آیا خیال اندس  
 ذوالقدر جنگ بہادر نے بغور  
 خون بہا یا تہا پسینہ کی جگہ

قرطبہ عن راطہ الحمر ادا قصہ  
 کیسی کیسی مسجدین اور خانقاہ  
 کیسے کیسے باغ اور قصر لیند  
 کس طرح تشبیہ اوس کی ہو رقم  
 جَنَّتْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ کا  
 فوقیت رکھتے تھے وہ تہین جہتین  
 فوج دشمن لاکھ ہوتے نہ تھے  
 ہر مکان علم و ہند کی کان تھی  
 حکمت و طب ہیئت و ہندسہ نجوم  
 دن وہ تھے کچھ اور تھے کچھ وقت اور  
 اب کہاں ہے وہ زمین و آسمان  
 خانہ جنگی نے ملایا حناک مین  
 خانہ جنگی کی ہے یہ ہیئت و دلیل  
 عبرت آخستہ درس ماسبق  
 ہے تصور سے عیان تاریخ طبع

تہا عیان جن سے کمال اندس  
 جن سے تہا جاہ و جلال اندس  
 کرتے تھے ظاہر کمال اندس  
 جب نہ ہو ممکن مثال اندس  
 قول صادق تہا بحال اندس  
 لاکھ شیرون پر غزال اندس  
 وہ قومی دل تھے رجال اندس  
 جا بجا تھا قیل و قال اندس  
 انتہا پر تھا کمال اندس  
 اور تھے کچھ ماہ و سال اندس  
 کیا ہوا آخر حال اندس  
 دولت و علم و جمال اندس  
 مہر سے روشن زوال اندس  
 غور سے دیکھو جو حال اندس  
 کارگر عبرت ہے حال اندس

# قطعہ تاریخ طبع خلافت اندس

از تئیں کہ جناب مولوی سید خوند میر صاحب غفرلہ

ہے کہانی حکایت اندس  
اور کیا ہتی ولایت اندس  
ہتی کچھ ایسی مہابت اندس  
سلطنت سے سفارت اندس  
ہتی شجاعت شجاعت اندس  
حلقہ درگوش طاعت اندس  
ہتی غنیمت حمایت اندس  
خوانہائے ضیافت اندس  
ابرجود و سخن و ت اندس  
تہاچہ کم عدالت اندس  
آفتاب تجارت اندس  
سب سے پہلے خلافت اندس

کیا کرین اب روایت اندس  
کیا بتائیں کہ تہ طبع کیا ہتی  
ایک عالم میں دہاک ہتی اوس کی  
شان و شوکت میں ہتی کہین بڑ بڑ  
اس کا مالے ہوئے تہ سب لوہا  
کیسے کیسے ہوئے ہین گردن کش  
دوستی کے تہ اس کی سب خواہا  
میہمان کے لیے کشادہ تہ  
ایک عالم کو کترتا ہتی شاداب  
یان امیر و غریب یکسان ہین  
ایک عالم پہ تہا ضیا افکن  
ہتی مربی علم دنیا سین

آج تک جس پر شک ہے سب کو  
 کیسی کیسی ہونی بین ایجاب دین  
 ملک و ملت کو دن بدن ہو فروغ  
 چمن روزگار میں گویا  
 حیف آہن فلک نہ دیکھ سکا  
 اکیا بس زوال میں افسوس !  
 خاک میں مل گیا ہے اسبارا  
 جس کو منظور ہو کہ کھر بیٹھے ق  
 دیکھ دو القدر جنگ کی تصنیف  
 خوب تصویر اس کی کہنچی ہے  
 خوب تفصیل سے بتایا ہے  
 وہ امارت وہ شان وہ شوکت  
 وہ ترفع وہ دولت و حشمت  
 وہ قوت وہ عظمت و جبروت  
 وہ نبرد آزمائیان اوس کی

تہا وہ فن عبارت اندس  
 آفرین فطانت اندس  
 تہی ہی کرتی غایت اندس  
 گل تہا دار الخلافت اندس  
 تازگی و نصارت اندس  
 مہربرج سعادت اندس  
 وہ شکوہ ایالت اندس  
 کیجے سیر و سیاحت اندس  
 نام جس کا خلافت اندس  
 خوب لکھی ہے حالت اندس  
 انقلاب ریاست اندس  
 وہ عروج خلافت اندس  
 وہ وقار و متانت اندس  
 وہ ظہور جلالیت اندس  
 وہ کمال شجاعت اندس

وہ فتوحات مسلکی و مالی	وہ شکوہ و صلابت اندس
وہ قوانین اوس کے وہ آئین	وہ اصول سیاست اندس
وہ تمدن اور اوس کا وہ اخلاق	وہ رسوم و ولایت اندس
وہ ترقی علوم میں اوس کی	وہ منہ و غ تجارت اندس
وہ مقامات و لکشی و دلچسپ	وہ بہار طراوت اندس
وہ پہاڑ آبشار و صحرا	وہ فصاحت اور وہ ساحت اندس
وہ پل و خانقاہ و حمام	وہ شکوہ عمارت اندس
خاص کر تہ طبہ کی وہ مسجد	وہ کمال صناعت اندس
پھر تباہی اور اوس کی بربادی	وہ زوال خلافت اندس
الغرض اس کتاب میں مذکور	جز سے تا کل ہے حالت اندس
منطبع ہو گئی بحسن تمام	بے بدل جب خلافت اندس
سال ہجری ۱۰۷۰ میں لکھا ہے	کیا چھپی ہے خلافت اندس

### الغرض

جو تصنیف ہے ایک فی وقت رکی  
 لکھا میں نے (تاریخ کامل چپی)  
 ۱۳۲۲ھ

کتاب خلافت بعد اہتمام  
 چھپی جبکہ کامل سنہ ۱۳۲۲ھ

## ایضاً فارسی

بشد طبع چون نسخه به بها	بعون خداوند جن و بشر
سینه بخرش گفت هاتف بمن	بگو (چاپ شد نسخه نامور)

## ایضاً

خلافت کا پہلا چہا جبکہ حصہ	بعد آب و تاب و بعد زیر و زبیت
لکھا سال ہجری یہ مین فی مہی اس کا	چہا حصہ اولین خلافت



ریو یو چکیدہ کلکھے سلک مجھی و منجھلوسی تھی ہا یون میرزا اسکو بریر ستریا

میرے دوست اور پیارے دوست نواب ذوالقدر جنگ بہادر  
نے اپنی تالیف خلافت اندلس کی نسبت میری رائی طلب کی بظاہر تو یہ ایک  
چھوٹی سی فرمائش ہے اور اسکی تعمیل بھی آسان معلوم ہوتی ہے۔ مگر  
وقت طلب امر یہ ہے کہ اگر میں اپنی رائی کا اظہار بکل تقریظ کروں جس کا رواج  
ہند میں چالیس پچاس برس سے پڑ گیا ہے جس سے عموماً یہ مقصود ہوتا ہے  
کہ آنکھیں بند کر کے بغیر تصنیف یا تالیف دیکھے ہوئے تصنیف یا تالیف  
کی مدحت نگارسی کی جائے اور لکھنے والا اپنی لیاقت نظم و نشر کا اظہار کرے  
تو میری دانست میں یہ ایک فعل عبث ہے۔ مجرد ایک طویل مقفی و مسجع  
تقریظ سے کوئی تصنیف یا تالیف قابل وقعت و مفید ثابت نہیں ہو سکتی۔  
خصوصاً جبکہ یہ معلوم ہے کہ تقریظوں میں عموماً چھوٹی تعریفوں کی بہرہ رہ ہوتی ہے  
البتہ کسی تصنیف یا تالیف کی تنقید کرنا جس کا رواج زمانہ دراز سے عرب میں  
چلا آتا ہے ایک بکار آمد و مفید فعل ہے بشرطیکہ تنقید کرنی والا پوری صلاحیت و  
کافی فرصت رکھتا ہو۔ خلافت اندلس ایک ضخیم کتاب ہے جس کی تنقید کرنے



کے لئے ایک تو دیدِ فرصت درکار ہے دوسرے اندلس کے حالات عہدِ خلافت کے وسیع و تازہ معلومات کی ضرورت ہے۔ تیسرے صحیح ماوہ تنقید کرنے کا ہونا چاہیے۔ مجھے ان میں سے ایک بات بھی نصیب نہیں ہے بقول مولانا حالی۔

جیسا نظر آتا ہوں نہ ویسا ہوں میں	اور جیسا سمجھتا ہوں نہ ویسا ہوں میں
لپے سے ہی ہوں غیب چھپاتا اپنے	بس مجھ کو ہی معلوم ہے جیسا ہوں میں

ایسی حالت میں تنقید کرنا میرے لئے محالات سے ہے اسلامی دنیا میں بالعموم یہی دو طریقے استعمال میں ہیں اور میں ان دونوں سے قاصر ہوں مگر ان خیالات کے لئے کہ ایک عزیز دوست نے فرمائش کی ہے وہ بھی ازراہ قدر وافی و محبت گستری اگر اس کی تعمیل نہ کروں تو صرف کفرانِ نعمت ہی نہیں ہے بلکہ ایک عزیز کی خاطر شکنجی متصور ہے جو کسی طرح جائز نہیں ہے۔ بقول خدائی سخن میر انیس مرحوم ۵

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم	انیس ٹھیس لگ جائے آگینوں کو
-----------------------------	-----------------------------

مجھ کو اپنی رائی ظاہر کرنے پر مجبور کر رکھا ہے اس لئے میں نے ان دونوں طریقوں کو نظر انداز کر کے انگریزی طریقہ ریویو کرنے کا اختیار کیا قبل طبع ہونیکے

یمن نے ایک سرسری نظر ساری کتاب پر ڈالی۔ اس کتاب کے تین حصے  
 ہیں اور ہر حصہ چند بابوں میں منقسم ہے حصہ اول میں مندرجہ ذیل تذکرے ہیں۔  
 اسلام سے پہلے کی حالت۔ عربوں کی آمد اور ان کی فتوحات کا آغاز و انجام  
 اندلس کے تعلقات شام و افریقہ سے۔ الیون کا افریقہ سے مقرر ہو کر آنا۔  
 عبدالرحمن بن معاویہ کا ملک شام سے بہاگ کر اندلس میں داخل ہونا۔  
 جنگ مصارۃ۔ حصہ دوم میں خلافت اندلس کی بنا کے اور خاندان بنی امیہ کے  
 عروج و تنزل کے حالات مرقوم ہیں۔ حصہ سوم میں بیانات طوائف الملوک  
 کے مختلف خاندانوں کا یکے بعد دیگرے اندلس پر مسلط ہونے کے جنگ غلبہ  
 کے اور عربوں کے اخراج کے مسطور ہیں جس جس بادشاہ کے عہد حکومت  
 میں جو کچھ ترقیان علوم و فنون و تمدن میں ہوئیں ان کے کارنامے مناسب  
 موقعوں میں مذکور ہیں کسی خاص علم یا فن میں تالیف یا تصنیف کر نیکی لئے  
 مؤلف یا مصنف کو مخصوصہ قابلیتوں کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً کسی مورخ  
 کے لئے جس زبان میں اوس کی تالیف ہو اوس کے لیریکر (ادب) پر  
 اوس کو عبور ہونا چاہیے یعنی اعلیٰ درجہ کا زبان دان ہو۔ عام معلومات کثیر اور  
 نظر وسیع رکھنا ہو اوس قوم و ملک کے تاریخی حالات سے جہان کی تاریخ

لکھنے بیٹھا ہے کافی و محققانہ واقفیت رکھتا ہو۔ دل و دماغ اوس کا قوی اور  
 مذہبی تعصب سے مبرا ہو۔ اصول جمع و تدوین سے ماہر ہو۔ طبعی متانت  
 و صحیح مذاق تاریخ دانی کا ہو۔ روشن خیال و صائب الراستی ہو۔ چٹک  
 مجھے معلوم ہے خلافت اندکس کے فاضل مولف ان تمام صفیوں سے  
 متصف ہیں۔ کتاب خلافت اندلس اردو میں لکھی گئی ہے اور مولف کی  
 مادری زبان وہ اردو ہے جس کو تعلق دلی کے لال قلعہ سے ہے جہاں کی  
 ملکسالی اور بامحاورہ اردو کی دنیا قائل ہے۔ واضح ہو کہ مولف کی والدہ معظمہ  
 خاندان تیموریہ کی ایک رکن کین ہیں پیرا دن کی اردو دانی کا کیا کہنا خصوصاً  
 جبکہ انہوں نے زبان دانی کی تحقیقات میں اپنے وقت عزیز کا کوئی حصہ صرف  
 بھی کیا ہو اور اردو لٹریچر سے طبعی دل چسپی ہی رکھتے ہوں ایک کیمبرج کے  
 ایم۔ اے کی تالیف کا اردو میں ہونا کافی دلیل طبعی دل چسپی کی ہے تاریخ  
 دانی کی طرف مولف کا طبعی رجحان اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دارالعلوم کیمبرج  
 کے بی۔ اے کے ٹرائیٹوس میں انھوں نے ہسٹری آف دی ولڈ تواریخ عالم  
 لی تھی بعد کامیابی ہی انھوں نے تواریخ کا مطالعہ چھڑا نہیں باقی صفیوں ایک  
 مورخ کی ان میں بوجہ اعلیٰ درجہ کی مشرقی و مغربی تعلیم پانے کے اور مذاق و

مشاغل علمیہ رکھنے کے موجود ہیں اور یہ صفتیں صرف انکی ذات ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ ان کی تالیف زیر ریویو بھی ان صفتوں سے متاثر ہوئی ہے۔  
 جہاں تک مجھے علم ہے اردو زبان میں ہسپانیہ کی کوئی کامل مستقل تاریخ اب تک نہیں لکھی گئی۔ ایک آدھ انگریزی زبان کی تاریخ اندلس کا ترجمہ کیا گیا ہے جو زمانہ کی موجودہ احتیاج کے لئے کافی نہیں ہے مین خلافت اندلس کے قابل مہولت کو دل سے مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اس احتیاج کو محسوس کر کے بڑی جان فشانیوں اور سرد رویوں سے کثیر و مفید مواد کتب عربیہ و انگلشیہ سے لیکر ایک خوش نما پھیٹا ہوا زبان اردو کا لباس پہنا کر تاریخ اندلس کی ترتیب نہایت قابلانہ طریقہ سے دی ہے۔ یہ کوشش مولف کی نہایت بکار آمد و قابل قدر ہے۔ ایک یورپین مدبر کا قول ہے کہ ہم لوگ اپنے اسلاف کی عظمت و شاندار سرگزشتوں سے اپنی آئینوالی حالت درست کر سکتے ہیں۔ اگر مسلمان اپنے اسلاف کے کارناموں کو پڑھ کر ذرا غیرت و ہمت سے کام لیں تو کیا کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ تاریخ خلافت اندلس میں ان با عظمت اسلاف کے کارنامے ہیں جو صفحہ ہستی پر ہمیشہ قابل قدر سمجھے گئے اور سمجھے جائیں گے۔ ان کے قابل قدر ہونکی ایک چھوٹی سی دلیل یہ ہے کہ ان کے دشمن بھی بغیر

سرا ہے نہ رہ سکے پروفیسر تو سورتہ اسمتہ اپنی تصنیف محمد اور اسلام میں اندلس کے عربوں کے متعلق یوں رطب اللسان ہے۔ ”ہسپانیہ کی مشعل تعلیم و تعلم نے جابل و تاریک یورپ کو صدیوں میں نور کر رکھا تھا وغیرہ وغیرہ“ مورس اسٹیفنس تاریخ پرتگال میں اندلس کے عربوں کا اس طرح ثنا خوان ہے۔ ”اگرچہ عرب عموماً حرارت و تعصب مذہبی کی وجہ سے مجنون بنے ہوئے تھے لیکن اندلس کے بنی امیہ عربیہ تہذیب و روشن خیال حکمران تھے جن کی صابر و متحمل حکومت میں ممالک پرتگال و ہسپانیہ ویسے ہی شاد و آباد تھے جیسے زیر حکومت شاہنشاہان روم و علاوہ ان کے متعدد یورپین مصنفوں اور مؤلفوں نے مثل گبن و واشنگٹن۔ آرنک و اسٹینی لین پولنگمن و پریکوٹ وغیرہ نے صفحے کے صفحے اندلس کے عربوں کی برج سراسیوں میں سیاہ کر ڈالے ہیں ایسے با عظمت و لائق فخر لوگوں کے تذکرے خلافت اندلس کے مؤلف نے پبلک کے سامنے پیش کئے ہیں مجھ پر امید ہے کہ پبلک اس تالیف سے مستفید ہوگی تاکہ مؤلف کی محنت ٹھہکائے نکلے اور دوسرے نکالے کام کیلئے دل نہ ہی فقط

الراستم

ہسید ہمایون میرزا

سٹرک کنڈ گونٹہ محل حیدر آباد دکن

محررہ ۲۷ تیر ۱۳۱۵